اسلامی جمہوریہ پاکستان

www.imamahmadraza.net

مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

ماہنامہ

معارفِ رضا

کراچی

شمارہ نمبر3 جلد نمبر25 محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۴۲۶ھ مارچ تا اپریل 2005

ہدیہ شمارہ سلور جوبلی نمبر -/200 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے 150/- ، رجسٹرڈ ڈاک سے 300/-
بیرون ممالک: 10/= ڈالر سالانہ
لائف ممبرشپ: 300/= ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔

25 / جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی پوسٹ بکس نمبر 489، (74400)
فون: 021-2725150 فیکس: 021-2732369، ای میل marlfraza@hotmall.com
marlfraza_karachl@yahoo.com
Web Site : www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سے شائع کیا)

مشمولات

مشمولات
۴
ماہنامہ ''معارف رضا'' سلور جوبلی سالنامہ نمبر ۲۰۰۵ء

تجھے حمد ہے خدایا عزّوجلّ

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا تجھے حمد ہے خدایا
تجھے حمد ہے خدایا عزّوجلّ

تمہیں حاکمِ برایا تمہیں قاسمِ عطایا
تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا کوئی تم سا کون آیا
تجھے حمد ہے خدایا عزّوجلّ

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَخْتُ فِیْہِ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا وہی سب سے افضل آیا
تجھے حمد ہے خدایا عزّوجلّ

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک بنایا
تجھے حمد ہے خدایا

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقتِ بخشش آیا کرو قسمتِ عطایا
تجھے حمد ہے خدایا عزّوجلّ

وَاِلَی الْاِلٰہِ فَارْغَبْ کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو ان پر اپنا سایا بنو شافعِ خطایا
تجھے حمد ہے خدایا عزّوجلّ
تجھے حمد ہے خدایا عزّوجلّ

تضمین جمیل

برنعتِ بےعدیل مصنفہ فاضل جلیل امام احمد رضا قدس سرہ

از: پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ داناپوری

ہاں رب کی طلب پہ شبِ اسریٰ اس شان سے عرشِ عُلا جانا
فرمائشِ حضرت موسیٰ پر کئی بار وہاں آنا جانا !!!
ہے شاہِ رُسل احسان ترا رودادِ سفر فرما جانا !
"لَمْ یَاتِ نَظِیْرُكَ فِی نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا!
جگ راج کو تاج تو رے سر سو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

مصباحِ ظُلَم اے شمعِ ھدٰی فَاقَ الرُسُلا فضُلاً وَّ عُلا
محبوسِ نحوست کب سے ہوں کوئی رستہ نہ ابتک مجھ پہ کھلا
ہر سمت سے یورش کفر کی ہے' ایمان کا حافظ اب ہے خدا
"اَلْبحر عَلَا وَالموجُ طغٰے من بیکس و طوفاں ہوش رُبا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیّا پار لگا جانا

میں بندۂ عاجز و زار و زبوں نے پیر فقیر' رشی نہ مُنِی
افسوس کہ اپنے ہی ہاتھوں سے پوشاک سیاہ عمل ہے بُنی
میں ہجر کے غم کا مارا ہوں فریاد مری نہ کسی نے سنی
"یَا شَمسُ نَظَرتِ اِلیٰ لیلیٰ چو بطیبہ رسی عرضی بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

ازکیَ انْسَبِ اَعْلَی الحسب تری ذات ہے وہ بے مثل و بدل
ظلمت کدۂ دنیا میں ہوا روشن جو ضیائے حق کا کنول
ایمان کی شمعیں جل اُٹھیں کیا چمکا لباسِ حسنِ عمل
"لَكَ بدرٌ فی الوجہ الاجمل خط ھالۂ مہ' زلف ابرِ اجل
تو رے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

کَنزُالکرم مولیٰ النعم جنت نہ رہے کیوں زیرِ قدم
تیرے نام کی برکت سے شاھا کافور ہوئی شبِ رنج و الم
اے نورِ سراپا' رحمت حق' کوثر کے امیں' فخرِ آدم
"انا فی عطشٍ و سخاك اتم اے گیسوئے پاك اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند اِدھر بھی گرا جانا'

فمحمدنا ھو سیدنا اسی نام سے میرے دل کی چمک
افلاک کی قندیلیں روشن' گلہائے چمن میں رنگ' مہک
وہ وجہ نمودِ ہستی ہیں وہ باعثِ کن فیکوں بے شک
یا قافلتی زیدی اجلك رحمے بر حسرت تشنہ لبك
مورا جیرا لرجے درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

سعت الشجر' نطق الحجر شُد لات و ھبل زیرِ قدمت
تابانیِ ماہِ چہار دہم شرما سی گئی زہ انوارِ رُخت
فرقت میں تری گھُٹ گھُٹ کے مری کچھ اور بھی جر جر حالت
وَاھًا لِسُوَیعَاتٍ ذھبت آں عہدِ حضورِ بارگہت
جب یاد آوت مو ہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

شیطان کا جادو سر جو چڑھا دل میں اترا دنیا کا فسوں
ہر چار طرف دیدم مسدود اے وائے کہ راہِ نجات اکنوں
شرمندۂ عصیاں گریاں ہے کئے سر کو درِ اقدس پہ نگوں
القلب شج و الھم شجوں دل زار چناں جاں زیرِ چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

مفقود نہیں مری آتش دل نہ یہ سوزِ درونِ جگر عنقا
سینے کی لہو کی سرخی سے ہے صبح و مسا تو نجل شفقا
کیا حسرتِ ایماں لے کے گیا دنیا سے بن نوفل ورقا
الروح فداك فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
مو را تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

کہتا ہے یہی ہر اہل قلم ہے ہوش یہ پڑھ کے دنگ مرا
وہ شاہِ سخن تھے شایاں تھا لکھتے جو اسے '' ارژنگ مرا ''
اس کوہِ گرانِ علم کے عجز نے برقؔ چھڑایا زنگ مرا
'' بس خامۂ خام نوائے رضاؔ نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا ''

منقبت مجدد اعظم امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از:۔ مفتی اعظم ناپنارہ علامہ مفتی محمد رجب علی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ اہلِ سُنن وہ امامِ ہدیٰ — فقیہہ ایسا کہ واللہ مرجعِ الفقہا

وہ آفتاب سپہر علم دین حسن — وہ ماہتابِ معارف ونجمِ رشد وتقیٰ

وہ جس کے ناخنِ ادراک کا اشارہ اک — برائے خلق بفضلِ الہ عقدہ کشا

فہیم ایسا کہ فہمِ جہاں ہو جس پہ نثار — عقیلِ وہ کہ ہیں جس کے گدا سبھی عقلا

جلالِ علم عیاں جس کے روئے زیبا سے — جمالِ عشق کی زلفوں پہ جس کے چھائی گھٹا

نعیم وامجد وبرہان حق ہیں جس پہ نثار — ضیاو سردارو سلام جس پہ فدا

ہیں جس کے مظہرِ انوار مفتیِٔ اعظم — کہ جن کے دم سے منور ہے محفلِ نقباء

وہ جن کے آئینہ رخ میں حجۃ الاسلام — ہوئے جو حامد و محمود مجلس علما

وہ جن کے نائبِ برحق محدثِ اعظم — جو ہیں سردارِ دین وملت امامِ نجم وہدیٰ

وہ ہیں مجددِ دوراں ضیاءِ دین مبین — جنیدِ عصر ہیں وہ شبلیِ زماں بخدا

ہے اُن کی خاکِ درفیضِ کیمیائے غریب — ہے نام ان کا عجب حرزِ بہرِ دفع بلا

ہے آزمودہ کہ اعداء میں پڑ گئی ہلچل — غلامِ در کی زباں پہ جو آیا نامِ رضا

بقصد دفعِ بلیات اُن کا نامِ کریم — عمل انوکھا ہے سُنن کا لکھا پڑھا

وہ بادشاہِ سخاوت ہیں اُن کے درپہ مرا — عریضہ ایسا ہے جیسے فقیر کی ہو صدا

فیوض مرشدِ برحق چناں شدہ کہ شدم — گدائے مفتیِٔ اعظم فقیہِ اہل ہدیٰ

غلامِ حضرتِ عبدالعزیز ہادیِ دیں
رجب منم زدعائے زبانِ پاکِ رضا

مایۂ ناز فیض رضا

﴿معارف رضا﴾

تہنیت گزار: محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال، اٹک)

رضا کے معارف کا آئینہ دار ٭ مجلّہ یہ پاکیزہ و خوشنما

ریاست نے بنیاد اس کی رکھی ٭ وہ وردِ حسینِ قادری باغ کا

شفیعِ اُمم اس پہ ہوں مہرباں ٭ مقام اس کو جنت میں بخشے خدا

رہا اس گلستانِ عرفان پر ٭ ضیا بار اک شمسِ فہم و ذکا

نظر اس پہ مسعودِ ملت کی ہے ٭ جو ہیں افتخارِ جہانِ رضا

وجاہت نے اس کا بڑھایا وقار ٭ اس آئینے کو اور بخشی جلا

ہے اک اور بھی عبدِ ربِّ مجید ٭ وہ بھی مستحق داد کا ہے بجا

یہ ہے اعلیٰ حضرت کا فکری نقیب ٭ بڑا کام لاریب اس نے کیا

مکمل ہوئے اس کو پچیس سال ٭ زلطفِ خدا و حبیبِ خدا

یہ بے حد مسرت کا ہنگام ہے ٭ ثمر بار نخلِ تمنا ہوا

دلی تہنیت پیش کرتا ہوں میں ٭ بہ اتمام اخلاص و صدق و صفا

یہ نمبر کہ ہیں خاص اس کی جہات ٭ سرور آفریں ہے، مسرت فزا

معانی کا خم خانۂ ذوق بخش ٭ معارف کا گلدستۂ کیف زا

یہ کاوش ہے اہلِ رضا کی اسے ٭ سراہیں گے عشاقِ احمد رضا

طباعت کا سال اس مجلّے کا ہے ٭ یہ ہے ''زیبا منہاجِ شاہِ رضا''
۱۴۲۶ھ

''جد وجہد'' سے اس کی تاریخ چھاپ ٭ کہی ہے ''نڈر ترجمان الرّضا''
۱۹۸۰ء
۲۰۰۵ء = ۱۹۸۰ + ۲۵

طباعت کی ہے اور تاریخ بھی ٭ خوشا ''مایۂ نازِ فیضِ رضا''
۲۰۰۵ء

اپنی بات

عبـاراتـنـا شتّـى وحسنك واحد
وكـل الـى ذاك الـجـمـال يشيـر

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان والوں کا، ساری حمد ستائش اسی رب کائنات کے لئے جو اپنی کارفرمائی کے ہر گوشے میں سرچشمۂ رحمت وفیضان اور معنیٔ حسن وکمال ہے، جس نے ہمیں نیکی کی توفیق دی اور دین کا خادم بنایا، اور ہزاروں درود وسلام ہوں اُس کامل واکمل ذات گرامی پر کہ جن کا نام نامی محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ ہے اور جن کی اسوۂ حسنہ کی پیروی میں ہم سب کے لئے بہترین نمونہ ورہنمائی کی قرآنی بشارت سنائی گئی ہے۔

دینِ حق کا ماحصل اگر غور کیا جائے تو ان چار باتوں میں ہے:

۱۔ اللہ رب العالمین کی صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور،

۲۔ قانونِ مجازات کا اعتقاد (یعنی جس طرح دنیا میں ہر شے کا ایک خاصہ ہے اور اس کی فطری تاثیر ہے، اسی طرح انسانی اعمال کے خواص اور نتائج وعوامل ہیں)

۳۔ سزا وجزاء کا یقین،

۴۔ فلاح وسعادت کی راہ اور اُس کی معرفت

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ السامی نے جس علم وآگہی، معارف واسرارِ الٰہی اور عرفانِ علومِ نبوی کی نکتہ سنج فضا میں آنکھیں کھولیں اور پرورش اور تعلیم وتربیت کے مراحل طے کئے اس نے آپ کو علومِ مصطفوی علیٰ صاحبہ التحیۃ والثناء کا سچا وارث بنایا اور دینِ حق پر استقامت عطا کی۔

آپ اپنی ہوش مندی کے روزِ اول سے حیات مستعار کے آخری سانسوں تک اسی دینِ حق کی تبلیغ اور راہِ فلاح وسعادت کی طرف رہنمائی فرماتے رہے جس کو قرآن مجید فرقان حمید نے ''صـراط الـذیـن انعمت علیهم'' یعنی احسان یافتہ لوگوں کی راہ سے تعبیر کیا ہے اور اسے سچوں کی راہ قرار دی ہے۔ اسی راہِ فلاح وسعادت کو امام احمد رضا نے ''طریقِ عشقِ رسول ﷺ'' سے معنون کیا اور خود اس کا عملی نمونہ پیش کر کے زندگی بھر اس کی ترویج واشاعت میں گزاری۔ آپ کی گفتگو کا ہر کلمہ، نوکِ قلم سے نکلی ہوئی ہر تحریر، آپ کے جذبۂ عشق کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے علمِ نافع کی روشنی پھیلائی، سچ کا سورج کسی ایک آنگن میں نہیں اترتا اس کی کرنیں مختلف سمتوں میں پھیلتی ہیں، امام احمد رضا کے سچ کے سورج کو معاندین نے گرد وغبار میں چھپانے کی کوشش کی لیکن جب یہ آفتاب علم وعرفان کے نورانی ہالے کے جلو میں طلوع ہوا تو اپنے وغیر سبھی مستفید ومنور ہوئے۔ سبھی علم وعرفان کے اس آفتابِ عالم تاب سے اکنافِ عالم میں بہرہ ور ہوئے، اور ہو رہے ہے

ہیں۔ علمائے حرمین شریفین نے امام احمد رضا کی پذیرائی کی، ان کے علم وفضل کو سراہا، کسی نے یکتائے روزگار کہا، کسی نے رواں صدی کا مجدد قرار دیا، کسی نے امام ابو حنیفہ کا خاص شاگرد فرمایا، کسی نے یکتائے زمانہ کہا اور کسی نے سید عالم ﷺ کا معجزہ۔

اہلِ محبت ان سے مسرور ہوئے، اہلِ علم و معرفت نے قدر و قیمت پہچانی، گرویدۂ و مشکور ہوئے۔ ان سے محبت اہلِ ایمان کی پہچان اور ان سے عداوت گستاخانِ خدا و رسول اور اہلِ بدعت کی نشانی ٹھہری۔ غرض کہ عرب و عجم میں امام احمد رضا کے علمِ نافع اور عشقِ صادق کا چرچا ہوا، حاسدین و معاندین کی مجلسوں میں سناٹا اور ملّتِ کفر و بدعت میں ماتم اٹھا۔ پھر ملّتِ کفر و بدعت نے امام احمد رضا سے بدلہ لینے کی ٹھانی اور اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے اس آفتابِ حق و صداقت کے روئے انور کو بغض و عناد کی گرد اڑا کر اور من گھڑت باتوں کی دھول سے ڈھانپنے اور دنیا سے چھپانے کی سعیِ لاحاصل کی لیکن اس نے ان سب کا جواب ایک ہی دیا ''مجھے نقشِ قدمِ حساں ہے بس'' یعنی میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اپنے آقا و مولا ﷺ کی مدح سرائی اور گستاخانِ رسول ﷺ کی ہجو میں اپنی زبان اور قرطاس و قلم کا استعمال کرتا رہوں گا اگرچہ اس میں میری جان قربان ہو جائے۔ اس عشق آگیں اور سرفرشانہ طرزِ عمل نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی آواز دل پذیر اس کے دل کی دھڑکنوں میں سنائی۔

ما ان مدحت محمد بمقالتی
لٰکن مدحت مقالتی بمحمدٍ

تو مدینہ منورہ کی فضاؤں میں ارتعاش ہوا اور سید انس و جاں، راحتِ عاشقاں، رحمت مومناں صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو دی ہوئی اس دعا کی بازگشت سنائی دی:

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحٍ مِّنْہُ

مصطفیٰ ﷺ کے اس عاشقِ صادق کی اسی راہِ صواب اور جادۂ حق کی نشاندہی، مسلکِ حق و صداقت کے ابلاغ اور احمد رضا کی فکر و دانشِ نورانی اور علمِ نافع کے فیضان کو عام کرنے کے لئے آج سے ۲۵ رسال قبل ۱۹۸۰ء میں مولانا سید ریاست علی قادری مرحوم و مغفور کی سربراہی میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا کراچی میں قیامِ عمل میں آیا۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں علیہ الرحمہ اور حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہٗ العالی نے اول دن سے اس کی سرپرستی فرمائی۔

الحمد للہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا گزشتہ پچیس (۲۵) برسوں سے اسی راہِ سعادت اور طریقِ فلاح پر گامزن رہ کر امام احمد رضا کے علم و عرفان اور ان کے عشقِ رسول ﷺ کے چراغ کی کرنیں افق تا افق پھیلانے میں اپنے تمام تر وسائل اور قلم و قرطاس کی تمام تر صلاحیتیں صرف کر رہا ہے اور اس عظیم فقیہ، محدث، مفسر، مجدد، عاشقِ رسول ﷺ اور اتحادِ عالمِ اسلام کے علم بردار کے افکارِ عالیہ کے ابلاغ اور علوم و معارف کے کنوزِ مخفی کی اشاعت و طباعت کے لئے ۱۹۸۰ء سے آج تک شب و روز کوشاں ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی ان کاوشوں کی بدولت کچھ کے چراغ گل ہوگئے اور کچھ کے چراغ ٹمٹمانے لگے لیکن امام احمد رضا کی شخصیت جب اپنے آب و تاب کے ساتھ گزشتہ ۲۵ ربرسوں میں جلوہ ریز ہو کر عصرِ حاضر کی جامعات کے علماء و اسکالرز کے سامنے آئی تو اہلِ علم و عرفان اور صاحبانِ عدل نے یک زبان ہو کر گواہی دی: •

''آفتاب آمد دلیل آفتاب''

اور پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی، سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ، کل بھی بعض دعویداران علم کا یہی حال تھا اور آج بھی بعض بزعم خویش ''محققِ عصر''، ''فقیہِ اعظم'' اور ''محدث ہفت کشور'' کا بھی یہی احوال ہے کہ امام احمد رضا کے خورشیدِ علم کے سامنے ان کے چراغ گُل ہیں!

اس ادارہ کے قیام کے اغراض و مقاصد اور اس کی ۲۵ ر سالہ خدمات پر اخی العزیز الکریم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ (جنرل سیکریٹری ادارۂ ہذا) نے ایک علیحدہ مقالہ تحریر کیا ہے جو امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی کانفرنس ۲۰۰۵ء کے موقع پر کتابی شکل میں شائع ہوا ہے۔ یہ سطور اس تفصیل کی متحمل نہیں ہوسکتیں اس لئے مختصراً چند باتیں عرض کی جارہی ہیں جن سے معارف رضا کے قارئین کرام فروغِ رضویات کے حوالے سے ہماری خدمات کا ایک جائزہ لے سکتے ہیں ع

یہ ربع صدی کا قصہ ہے، دو چار برس کی بات نہیں

حضرت علامہ عبد البر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''جامع البیان العلم وفضلہٖ'' (اردو ترجمہ العلم والعلماء۔ مترجم: عبد الرزاق ملیح آبادی) میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ''جب بندہ رضائے الٰہی کی نیت سے خاکسار بن جاتا ہے تو خدا اس دانائی کی وجہ سے اسے بلند کردیتا ہے اور دنیا اس سے کہنے لگتی ہے اونچا ہوجا، اونچا ہوجا، خدا تجھے اونچا کرے! وہ خود اپنی نگاہوں میں چھوٹا ہوتا ہے مگر دوسروں کی نگاہوں میں بڑا بن جاتا ہے۔''

(العلم والعلماء۔ ص: ۱۱۰)

ہم وابستگانِ ادارہ، حقیر پر تقصیر اور بہت چھوٹے لوگ ہیں، ہمیں صدقِ دل سے یہ اعتراف ہے کہ اس طویل سفر میں ہم سے کچھ کوتاہیاں بھی ہوئی ہیں کچھ فروگذاشتیں بھی، کچھ ترجیحات کے تعین میں غلط فیصلے بھی، لیکن ہمیں یقین ہے کہ اس عاشقِ رسول ﷺ (جسے زمانہ اس کے عشقِ صادق اور اسوۂ حسنہ پر عمل کے طفیل اعلیٰ حضرت کہتا ہے) کی محبت میں ہم نے اخلاص و ایثار کے ساتھ یہ سفر شروع کیا اور بحمد اللہ اب بھی اسی جذبۂ صادق سے یہ علمی سفر جاری ہے، اس لئے ہماری فتوحات کو تائیدِ غیبی حاصل ہے اور یہ فتوحات سب کے سامنے ہیں، محبین ذی وقار کے سامنے بھی اور ناقدین کرم شعار کے سامنے بھی، ہماری ۲۵ ر سالہ سعیِ مسلسل کا ثمرہ دیکھا اور واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے: کہ

احمد رضا کا تازہ گلستاں ہے آج بھی
خورشیدِ علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

آج جب ہم اپنی ۲۵ ر سالہ کارکردگی کو دیکھتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم سے وہ کام لیا جس کے ہم اہل نہ تھے۔ خدائے بزرگ و برتر کے حضور سربسجود ہوکر صرف یہی کہہ سکتے ہیں، سبحان اللہ! ع

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی نظرِ کرم اور دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گذشتہ ۲۵ ر برسوں کے اندر ہم سے وہ کام لیا جس کا اب جائزہ لیتے ہیں تو ہماری استعداد اور صلاحیت سے ماوریٰ نظر آتا ہے اور جس کے لئے بڑے بڑے اہلِ علم وقلم رشک کرتے ہیں اور اس کی انجام دہی کی تمنا رکھتے ہیں۔ جب ہم ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں تو ابتدائی حالات میں یہ عالم تھا کہ جامعہ کراچی میں امام احمد رضا کے علمی کارناموں سے کیا، نام سے بھی واقفیت رکھنے والا کوئی نہ تھا، جامعہ کی مسندِ حل وعقد پر تمام کے تمام

معاندینِ رضا بلکہ معاندینِ علم و تحقیق قابض تھے اور ان کا اسمِ گرامی لینا گناہ تھا، یہی حال پاک و ہند کی تمام جامعات کا تھا۔ لیکن آج الحمدللہ ۲۵ رسالہ سفر کے اختتام پر امام احمد رضا کے علم و تحقیق کا شہرہ عرب و عجم میں پھیل چکا ہے۔ آپ کے ورثۃ العلمی پر تحقیق و تصنیف کا دائرہ پاک و ہند، بنگلہ دیش کے علاوہ جامعہ ازہر، جامعہ دمشق، جامعہ بغداد، امریکہ، برطانیہ اور افریقہ کی جامعات تک وسیع ہوگیا ہے اور مزید وسیع ہورہا ہے۔

۱۷ اسکالرز کو پی. ایچ. ڈی کی سندیں مل چکی ہیں، ۲ ر پی. ایچ. ڈی مقالے جمع کراچکے ہیں اور مزید ۱۰ ر افراد کی پی. ایچ. ڈی تھیسس زیرِ تکمیل ہیں جبکہ ۱۰ ر سے زیادہ افراد ایم۔ فل کرچکے ہیں اور تقریباً اتنے ہی افراد رجسٹریشن کی تیاری کررہے ہیں۔ ان کے علاوہ اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں فقہ، حدیث اور علوم نقلیہ اور سائنسی علوم پر ان کی مہارت اور شعر وادب میں ان کی استاذانہ دسترس پر سینکڑوں تصانیف جن میں سے بعض ۵، ۵ ر اور ۱۰، ۱۰ ر جلدوں پر مشتمل منصہ شہود پر آچکی ہیں۔ علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ اور ان کے معاون علماء کی ٹیم کی جانب سے رضا فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام فتاویٰ رضویہ (عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا) کی ۲۸ ر جلدیں زیورطباعت سے آراستہ ہوکر عالمی جامعات کی لائبریریوں میں منتقل ہوچکی ہیں، اہلِ علم و تحقیق سے دادِ تحسین وصول کررہی ہیں۔

قارئین کرام! ادارہ جن اہداف و مقاصد کے حصول کے لئے ۱۹۸۰ء میں قائم ہوا وہ مختصراً درج ذیل ہیں:

ادارے کے قیام کے اغراض و مقاصد

۱۔ امام احمد رضا کی سیرت و کردار اور ان کی دینی ملی خدمات پر تحقیقی مقالات اور کتب کی اشاعت۔

۲۔ امام احمد رضا کی غیر مطبوعہ تصانیف کو منظرِ عام پر لانا۔

۳۔ ہر سال قومی اور بین الاقوامی سطح پر ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد جس میں اپنوں کے علاوہ غیر جانبدار محققین، دانشور اور اہلِ علم وفن حضرات کی کثرت سے شمولیت۔

۴۔ ہر سال کانفرنس کے موقع پر ایک یادگاری مجلّہ اور سالنامہ ''معارف رضا کا اجراء۔

۵۔ انگریز اور ہندوؤں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے امام احمد رضا کی سیاسی اور ملّی کوششوں کو اجاگر کرنا۔

معارف رضا کا اجراء

سید ریاست علی قادری مرحوم اور ان کے احباب نے ادارہ کے قیام کے بعد ''معارف رضا'' کے نام سے ایک تحقیقی مجلّہ (سالنامہ) معارف رضا کا اجراء کیا۔ یہ نام حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی مرحوم کا تجویز کردہ تھا۔ اس کے پہلے شمارے کی اشاعت صفر ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۰ء میں کی گئی اور اس کا نام ''مجلّہ معارف رضا'' رکھا گیا جبکہ اس مجلّہ میں ادارہ کا نام ''ادارۂ معارف رضا'' لکھا ہوا ہے اور اس کو سید ریاست علی قادری مرحوم اور مولانا اطہر نعیمی صاحب نے مرتب کیا ہے جبکہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب نے اس پہلے شمارے کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ ۲۰۰۰ء سے سالنامہ کے ساتھ ساتھ ''ماہنامہ معارف رضا'' کا اجراء بھی عمل میں آیا۔ بحمد للہ جس کی سرکولیشن ایشیاء سے افریقہ و یورپ اور امریکہ تک پھیل گئی ہے۔

علمی و عملی کاوشیں

ادارہ نے امام ہمام کی خدماتِ عالیہ اور عظیم علمی کارناموں سے نہ صرف مسلمانانِ پاک و ہند بلکہ عالمِ اسلام اور بین الاقوامی برادری کو بھی روشناس کرانے کی بھرپور سعی کی جس کے نتیجے میں نہ صرف برِ عظیم

پاک و ہند اور بنگلہ دیش بلکہ دنیا کی ۲۵ نامور جامعات میں امام احمد رضا کے مختلف گوشوں (رضویات) پر ارباب علم و دانش تحقیقی مقالات لکھ رہے ہیں۔ ادارے کی مسلسل کاوشوں سے یہ سلسلہ برصغیر پاک و ہند سے نکل کر ایشیاء، یورپ، افریقہ اور امریکہ تک جا پہنچا ہے۔

ادارہ دنیا کی تمام یونیورسٹیز کی لائبریریوں اور دیگر اہم لائبریریز اور اداروں میں اور معروف محقق علماء و اسکالرز کو امام احمد رضا سے متعلق کتب مفت فراہم کر رہا ہے۔ ادارے کے قیام سے ابتک لاکھوں کی تعداد میں کتب تقسیم ہو چکی ہیں، چند معروف لائبیریریز کے نام یہ ہیں:

- ۱ سندھ ہائی کورٹ لائبریری
- ۲ لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز
- ۳ امریکن کانگریس لائبریری
- ۴ قومی اسمبلی لائبریری، اسلام آباد
- ۵ خدا بخش لائبریری، پٹنہ، انڈیا
- ۶ جامعہ کراچی کے مختلف شعبوں کی لائبریری
- ۷ جامعہ پنجاب، لاہور
- ۷ جناح ہال لائبریری، لاہور
- ۸ اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان
- ۹ اسلامی یونورسٹی، کشٹیا، بنگلہ دیش
- ۱۰ اکادمی ادبیات، اسلام آباد
- ۱۱ اسلامی نظریاتی کونسل کی لائبیریری، اسلام آباد
- ۱۲ جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر
- ۱۳ جامعہ عین الشمس، قاہرہ
- ۱۴ دار الکتب والوثائق القومیہ، کورنیش النیل، قاہرہ، مصر
- ۱۵ رضا لائبریری رامپور، انڈیا
- ۱۶ نیشنل لائبریری آف پاکستان، اسلام آباد
- ۱۷ لائبریری انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد
- ۱۸ مدینۃ الحکمت لائبریری، جامعہ ہمدرد، کراچی
- ۱۹ پی. این. ایس پشاور لائبریری، کراچی
- ۲۰ آزاد کشمیر اسمبلی لائبریری، مظفر آباد
- ۲۱ پی. ٹی. وی لائبریری، اسلام آباد
- ۲۲ لیاقت نیشنل لائبریری، کراچی
- ۲۳ لاہور میوزیم لائبریری، لاہور
- ۲۴ مرکزی لائبریری، محکمۂ اوقاف
- ۲۵ لائبریری مجلسِ علمی، کراچی
- ۲۶ خالق دینا ہال لائبریری، کراچی
- ۲۷ رضوی کتب خانہ، بنگلہ دیش
- ۲۸ جامعہ ملّیہ، دلّی

میڈیا کے ذریعے رضویات کا فروغ

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کے بموجب کہ تبلیغِ دین اور فروغِ علمِ نافع کے لئے مسلمانوں کو تمام موجود وسائل سے کام لینا چاہئے، ہم نے اخبارات و رسائل، جرائد کے علاوہ تمام جدید پرنٹ اور الیکٹرک میڈیا کو گزشتہ ۲۵ سال میں استعمال کیا ہے۔ بحمد للہ ہمارے پاس اس وقت چار انٹرنیٹ چینلز اور ایک ویب سائیٹ ہے جس کا افتتاح امام احمد رضا سلور جوبلی کانفرنس کے اہم موقعہ پر ہو رہا ہے۔ امام احمد رضا کے یومِ وصال پر ہر سال ادارہ، پاکستان کے تمام اخبارات و جرائد میں خصوصی اشاعت کے لئے مضامین بھیجتا اور شائع کرواتا ہے۔ یومِ رضا کے موقعہ پر سرکاری اور پرائیوٹ ٹی. وی چینلز پر امام احمد رضا کی شخصیت کے حوالے سے مختلف پروگرام بھی نشر کرواتا ہے۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے سب سے پہلے ''اس ہفتہ'' کے

پروگرام میں امام احمد رضا پر پانچ منٹ کا ایک پروگرام کروایا تھا۔ اس کے بعد ۸۹۔۱۹۸۸ء میں P.T.V پر امام احمد رضا پر ایک جامع اسکرپٹ پیش کی۔ اس اسکرپٹ کی تیاری میں P.T.V کے پروگرام پروڈیوسر محترم آصف انصاری صاحب کے مشورے پر راقم ۱۹۸۸ء میں بریلی شریف گیا اور امام احمد رضا رحمہ اللہ کے مزار مبارک، جائے پیدائش اور متعلقہ مقامات کی عکس بندی ہندوستان کے ماہر پیشہ ور کیمرہ مینوں کے تعاون سے کی گئی جو بعد میں P.T.V نے ۲۲ر جولائی ۱۹۸۹ء کو اپنے مشہور پروگرام ٹی.وی. انسائیکلوپیڈیا میں قومی نشریاتی رابطہ پر امام احمد رضا کی زندگی اور علمی کارناموں پر مشتمل ایک جامع اور حسین دستاویزی فلم کی شکل میں پیش کی جس کا دورانیہ تقریباً ۱۵ منٹ تھا۔ فلم کی یہ نمائش اس لئے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت کا بھرپور تعارف کُل پاکستان سطح پر پہلی مرتبہ پیش کیا گیا۔ یہ پروگرام عوام کے بے حد اصرار پر دو مرتبہ نشر ہوا اور ہندوستان میں بھی دیکھا گیا۔

امام احمد رضا کانفرنس

ادارے کے قیام سے لے کر تا دمِ تحریر کراچی، لاہور، اسلام آباد، جامعہ ازہر، (قاہرہ، مصر) میں تقریباً چالیس کانفرنسز منعقد ہو چکی ہیں جبکہ لکھنؤ (بھارت) میں ایک کانفرنس (۱۹۹۲ء میں) ادارے کی تحریک و ترغیب پر منعقد ہو چکی ہے۔ صرف کراچی میں ہونے والی ۲۳ کانفرنسز میں اب تک مشاہیر عالم کے، برصغیر پاک و ہند کی قد آور ممتاز علمی شخصیات، حکومتِ وقت کے صدور، وزرائے اعظم، سپہ سالارانِ افواج، مختلف وزراء، جامعات کے شیوخ، اسکالرز و علماء و مشائخ کے بیانوے (۹۲) سے زائد پیغاماتِ تہنیت و تبریک موصول ہو چکے ہیں جو کہ ان کانفرنسوں کے موقع پر شائع ہونے والے مجلہ میں شامل ہیں۔ تقریباً ستر (۷۰) سے زائد مقالہ نگار حضرات امام ہمام کی شخصیت اور ان کی علمی و فنی خدمات پر مقالہ تقریراً پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جبکہ سال بہ سال تواتر کے ساتھ شائع ہونے والے سالنامہ معارف رضا میں مقالہ تحریراً پیش کرنے والوں کی تعداد ۲۵۰ سے بھی زائد ہے۔

ذلك فضل الله يؤ تيه من يشاء

جب ہم اپنی ان تمام ۲۵ رسالہ کامیابیوں اور کارگذاریوں کو دیکھتے ہیں تو رضاؔ کی زبان میں جذبۂ تشکر کے بول بے اختیار جاری ہو جاتے ہیں۔

کام وہ لے لیجئے، تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضاؔ، تم پہ کروڑوں درود

یہاں ہم بلا تامل اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ کسی علمی و تحقیقی ادارے کے لئے ۲۵ سال کی مدت زیادہ طویل مدت نہیں لیکن اس عرصہ میں جو علمی اور تحقیقی کام ادارے کے پلیٹ فارم یا وساطت و تعاون سے ہو چکا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ الحمد للہ ابتداء اچھی ہے، امام احمد رضا کے علمی اور فکری آثر کے حوالے سے وافر لٹریچر منظرِ عام پر آچکا ہے۔ جو چراغ ہم نے ۲۵ سال پہلے جلایا بحمد اللہ اب اس سے مزید چراغ جل رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ چراغ سے چراغ جلانے کا یہ عمل تا صبحِ قیامت جاری و ساری رہے گا اور علوم نبوی کے نور کی روشنی سے انسانوں کے قلوب و اذہان منور ہوتے رہیں گے۔

مزید برآں یہ کہ ۲۵ ویں سال کا اختتام اور ۲۶ ویں سال کی ابتداء یہ ادارے کے لئے بھی ایک نقطۂ انطلاق (Take off Point) ہے۔ انشاء اللہ الرحمٰن اب یہ ادارہ علمائے محققین اور صاحبِ علم و قلم (مصنفین) اور مخیر صاحبِ حیثیت حضرات کے تعاون سے مزید تیز رفتاری سے ترقی کی راہ پر گامزن رہے گا۔

اس ۲۵ سالہ علمی سفر کے کامیاب اختتام پر ہم ان تمام علماء، اسکالرز، جامعات کے اساتذہ اور اداروں اور انجمنوں کے، (جن کی ایک طویل فہرست ہے) ہم تہہِ دل سے ممنون ہیں کہ جن کے علمی اور عملی تعاون کے بغیر اس تیز رفتاری سے تحقیق و تدقیق اور تصنیف و تالیف کا کام جاری نہ رہ

سکتا تھا۔ ساتھ ہی ہم اپنے ان تمام کرم فرماؤں کے بھی ممنون ہیں جن کی مفید تجاویز، مثبت طرزِ عمل اور مالی تعاون کے بغیر تصنیف و تالیف کے میدان میں ایک قدم چلنا ہمارے لئے مشکل ہوتا۔

ہر ادارے کی کامیابی اس کی افرادی قوت اور ان کی صلاحیت پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر ادارے کے کارکنوں کا ہم شکریہ ادا نہ کریں گے تو یہ ناسپاسی ہوگی۔ ہمارے ادارے کے اراکین، جناب ریاض احمد صاحب اسسٹنٹ سیکریٹری، جناب نوخیز ارسلان صاحب اکاؤنٹنٹ اور انگلش کمپوزر، جناب رب نواز صاحب کمپوزر اور گرافک ڈیزائنر، جناب عمار خاں صاحب اردو/انگریزی کمپوزر اور جناب حسام رضا صاحب پرنٹنگ اور آؤٹ ڈور اسسٹنٹ اور محبی مولانا ندیم اختر القادری زید مجدہٗ جنہوں نے فی سبیل اللہ ادارے کو تصحیح اور دیگر کاموں کے لئے وقت دیا، ہم ان سب کے دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے سرپرست، خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ حضرت مولانا حمید رضا یزدانی میاں ابن مولانا حماد رضا بن حجۃ الاسلام حامد رضا (علیہما الرحمۃ) کے بھی ہم احسان مند ہیں کہ وہ ادارے میں باقاعدگی سے تشریف لاتے رہے اور انگریزی کتب کی تصحیح اور اردو کے مضامین کا انگریزی ترجمہ کرکے ہمارے تصنیفی کام میں معاونت فرمائی۔ چند دیگر اہم شخصیات کا بھی ذکر کردینا ضروری ہے جن کے پرخلوص تعاون کی وجہ سے ہماری سالانہ مطبوعات کی طباعت و اشاعت میں بہت سہولت اور آسانی ہوئی۔ ان حضراتِ گرامی نے نہ صرف یہ کہ بعض کتابوں کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ میں ہماری مدد فرمائی بلکہ ان کی طباعت کے اخراجات میں بھی ہم سے شراکت فرماکر ہمارا مالی بوجھ کم کیا، ان میں یہ حضرات گرامی خاص طور پر ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں: حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی، حضرت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری حفظہ اللہ الباری (لاہور)، سول انجینئر محترم جناب سلطان راؤ مجاہد رضا قادری و جناب ریاض شاہد قادری حفظہما (اوکاڑہ)، جناب صوفی عبدالستار طاہر نقشبندی مظہری مسعودی زید مجدہٗ (لاہور)، جناب صوفی مقبول احمد ضیائی و ادیب شہیر علامہ منشاء تابش قصوری زید عنایتہما (لاہور)، جناب غلام حسین عطاری قادری (کراچی) ﴿جنہوں نے اس سال معارف رضا کی اسّی فیصد کمپوزنگ کے کام بڑی محنت اور محبت سے کئے۔﴾ و دیگر حضرات گرامی (ہم اپنے ان مخلص معاونین کی جنہوں نے ہمارے ساتھ مالی تعاون کیا ہے، ان کی ایک طویل فہرست ہے جو ہم علیحدہ سے اس کانفرنس کے مجلہ میں شائع کررہے ہیں، ان کا خلوص گرچہ ہمارے شکریہ سے مستغنی ہے لیکن ان کا شکریہ ادا کرنا بھی ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم۔**

آخر میں راقم یہ اعلان کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ پورے ۲۵ برسوں کے دوران کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب ہمارے سرپرست اعلیٰ قبلہ مسعود ملت، ماہرِ رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی رہنمائی و رہبری ہمیں حاصل نہ رہی ہو۔ کتب کی اشاعت ہو کہ مقالات کے انتخاب یا کانفرنس کے انعقاد کی جزئیات، ہر معاملے میں ہمیں ان کی سرپرستی اور رہنمائی حاصل رہی ہے۔ یہ انہی کی رہبری، رہنمائی اور سرپرستی کا ثمرہ ہے کہ آج ادارہ ۲۵ سالہ علمی سفر بخیر و خوبی طے کرکے ایک معتبر و مستند مقام حاصل کرسکا ہے۔ یہ سب مسعودِ ملت کی نظرِ کرم، رہنمائی اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ و علماء ملتہ اجمعین و بارک وسلّم۔

علمِ تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام

از:۔ علامہ محمد حنیف خاں رضوی قادری *

تفسیر و تاویل کے معنی:۔

تفسیر کے لغوی معنی ہیں، کسی چیز کو واضح کرنا، بیان کرنا اور تفصیل سے ذکر کرنا۔تو یہ ''فسر'' بمعنی کشف سے ماخوذ ہے قرآن کریم کی اس آیت میں یہی معنی لغوی مراد ہیں۔''ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق و احسن تفسیرا ''(سورۃ الاسریٰ)اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔

لفظ تفسیر کا استعمال اشیاء حسیہ اور معانی معقولہ دونوں کے کشف وایضاح کے لئے ہوتا ہے لیکن معانی میں اکثر۔

تفسیر کے اصطلاحی معنی میں علماء مختلف ہیں، لیکن سب کا مرجع ومآل تقریباً ایک ہے۔یعنی ایسا علم جس کے ذریعہ قرآن کریم کے معانیِ مراد بقدر طاقت بشری سمجھے جائیں۔لہذا یہ تعریف ان تمام چیزوں کو شامل ہے جن پر فہم معنی اور بیانِ مراد موقوف ہو۔

تاویل کے لغوی معنی ہیں، رجوع کرنا۔لہذا یہ ''اول'' سے مشتق ہے۔تو تاویل آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے معنی کی طرف پھیر دینا جس کی وہ آیت محتمل ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں تفسیر و تاویل کا فرق واضح ہوگیا۔جس کی تعبیر امام ابو منصور ماتریدی کے الفاظ میں یوں کی جاتی ہے۔کہ تفسیر اس یقین کا نام ہے کہ لفظ سے حق تعالیٰ کی مراد یہ ہی ہے۔اور تاویل اس کو کہتے ہیں کہ چند احتمالات سے کسی ایک کو یقین کے بغیر ترجیح دینا۔[1]

بعض مفسرین نے تفسیر کو روایت اور تاویل کو درایت کے ساتھ خاص مانا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر آیت کے کوئی معنی بلا دلیل بیان کئے جائیں تو نہ وہ مسموع اور نہ صحیح بلکہ وہ تاویل فاسد ہے۔اور آیات سے کھلواڑ کے مترادف۔لہذا ایسے معنی تفسیر بالرائے کے قبیل سے ہوں گے جس کی مذمت احادیث کریمہ میں وارد ہے۔علمائے متاخرین نے دونوں میں فرق یوں بیان فرمایا۔کہ تفسیر کا تعلق عبارۃ النص سے ہوتا ہے اور تاویل کا اشارۃ النص سے۔

ان تمام اقوال میں غور وخوض سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ قول راجح ہے جس میں تفسیر کا تعلق روایت اور تاویل کا تعلق درایت سے قرار دیا گیا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ تفسیر کے معنی کشف و بیان ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی مراد کی وضاحت پر جزم اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ وہ معنی مراد رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ثابت ہوں۔یا صحابہ کرام سے منقول ہوں جو نزولِ وحی کے پس منظر اور پیش آمدہ واقعات سے باخبر تھے، حضور سید عالم ﷺ کے سفر وحضر میں موجود اور مشکل آیات کے وقت آپ کی جانب رجوع لاتے۔یا۔وہ تابعین عظام جو مفسرین صحابہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں ان سے منقول ہوں۔تاویل

---

* پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف

میں چونکہ کسی ایک معنی محتمل کی ترجیح ملحوظ ہوتی ہے ۔اور ترجیح میں اجتہاد پر اعتماد ،لغت عرب کی تتبع اور تلاش کے ذریعہ الفاظ کی معرفت،سیاق وسباق سے کسی معنی کی تعیین ،اور عربی اسلوب کی معرفت سے معانی کا استنباط ہوتا ہے۔اس لئے علامہ زرکشی نے فرمایا: کہ تفسیر وتاویل کے درمیان فرق کی اصطلاح معانیِ منقولہ اور معانیِ مستنبطہ کے درمیان امتیاز کی رو سے ہے تا کہ منقول معنی پر اعتماد ہو اور مسائل متخرجہ میں نظر وفکر سے کام لیا جائے ۔ [۲]

موضوع تفسیر:۔

آیاتِ قرآنیہ اس حیثیت سے کہ ان کے مطالب ومقاصد بیان کیے جائیں۔

غرض وغایت:۔

سعادتِ دارین حاصل کرنا۔

ان تینوں چیزوں کی معرفت ضروری ہے،ورنہ علم تفسیر کی جانب نہ طبعی رجحان ہوسکتا ہے، نہ اس علم کا دوسرے علوم سے امتیاز،اور نفس کی توجہ بھی کسی علم کی جانب اسی وقت ہوسکتی ہے جب اس کا من وجہ تصور ہو۔

انواع علم تفسیر:۔

علم تفسیر کے مختلف شعبے ہیں ۔علامہ زرکشی نے اس طرح کے شعبوں اور انواع کی تعداد (۴۷) شمار کی ہے۔

مثلاً معرفت شانِ نزول۔معرفت مناسبت بین الآیات ۔ معرفت وجوہ ونظائر ۔معرفت مکی و مدنی ۔معرفت ناسخ ومنسوخ ۔ معرفت احکام ۔معرفت امثال وغیرہا۔ [۳]

اس کے بعد لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص ان انواع کا استقصا اور احاطہ کرنا چاہے تو اس کی عمر تمام ہوجائے اور یہ خواہش پوری نہ ہو۔لہذا ان تمام مباحث سے عنانِ قلم پھیرتے ہوئے اس مقالہ میں چند ضروری چیزوں کے بیان پر اکتفا کررہا ہوں۔

مراحل علم تفسیر:۔

پہلا مرحلہ:۔حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے لے کر دورِ حاضر تک علم تفسیر مختلف مراحل سے گزرا ،اور ہر مرحلہ میں سابقہ تعلیمات کو منارۂ نور اور سرچشمہ ہدایت کا درجہ حاصل رہا۔

بندوں تک دیک حق پہچانے کے لئے ہمیشہ سے سنتِ الٰہیہ قائم رہی کہ نبی ورسول اپنی اپنی اقوام کی زبان میں پیغامِ حق سنائیں۔لہذا وہ اپنے ساتھ کتاب لاتے تو اس کی توضیح وتفصیل بھی خود فرماتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مقدس ہے:

''وما ارسلنامن رسول الابلسان قومه'' (سورۃ ابراہیم ۴)

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

چنانچہ حضور نبی کریم علیہ السلام قرآن کریم لے کرآئے تو اس کی تشریح وتفسیر بھی فرمائی ۔کیوں کہ آپ کی طبیعتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا رسوخ وملکہ ودیعت فرمایا تھا کہ آپ قرآن کریم کو اجمالی اور تفصیلی دونوں اعتبار سے بخوبی جانتے تھے۔لہذا موقع ومحل کے اعتبار سے بخوبی وضاحت فرماتے تھے۔البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کسی آیت کے ظاہری معنی ومطالب اور احکام سے من وجہ واقفیت کے ساتھ ساتھ تفصیلی معلومات اور رموز واسرار حاصل کرنے کے لئے حضور کی جانب رجوع لازم تھا۔ورنہ مجمل ومشکل اور متشابہ آیات کا علم محض مادری زبان اور روزمرہ کی بول چال نیز معرفت لغات سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

لہذا صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں شب وروز صرف فرمائے ، بحث ونظر اور غور وفکر کے ذریعہ قرآنی آیات کے مطالب حاصل

کیے، اور جہاں ضرورت پیش آئی فوراً حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں رجوع لائے اس طرح جیسے جیسے قرآن کریم نازل ہوتا جاتا صحابہ کرام بھی اس کے سمجھنے سمجھانے میں مشغول رہتے۔ تاہم اس میدان میں تمام صحابہ یکساں نہیں تھے بلکہ دوسرے علوم کی طرح مختلف المراتب۔ کہ بعض حضرات کے لئے ایک معنی ظاہر ہوتے تو دوسروں پر مخفی رہتے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ کہ لغت کا احاطہ نبی کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ بہرحال بعض صحابہ کو فہم قرآن میں عظیم مقام حاصل تھا۔ ان میں دس صحابۂ کرام کو خصوصی شہرت حاصل ہوئی جو حسبِ ذیل ہیں۔ ۵

خلفائے اربعہ۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ اُبی بن کعب۔ زید بن ثابت۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عبداللہ بن زبیر۔ رضی اللہ عنہم۔

ان میں خلفاء ثلثہ، ابوبکر صدیقِ اکبر، عمر فاروقِ اعظم اور عثمان ذوالنورین سے تفسیر قرآن میں زیادہ روایات منقول نہیں۔ وجہ اس کی یہ رہی کہ ان کا وصال جلد ہوگیا اور خلافت وفتوحات کی مشغولیت نے اس کی مہلت نہیں دی۔ لہذا خلفائے اربعہ میں حضرت علی مرتضیٰ کثیر الروایات فی التفسیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت عثمان غنی کے زمانہ تک خلافت کی مشغولیات سے فارغ رہے، اور آپ کا وصال اس زمانے میں ہوا جب تفسیر قرآن کے لئے لوگوں کو زیادہ ضرورت درپیش تھی اس وقت اسلام اہل عرب سے نکل کر دوسری اقوام تک پہنچ چکا تھا۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور اُبی بن کعب سے بھی بابِ تفسیر میں کثیر روایات منقول ہیں کہ یہ تینوں حضرات اپنے اماکن میں مرجع عوام وخواص تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس مکہ مکرمہ میں۔ حضرت اُبی بن کعب مدینہ منورہ میں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کوفہ میں۔ باقی تین حضرات یعنی زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر اگرچہ تفسیر میں مشہور ہوئے مگر ان کی روایات کم ہیں۔

ان چار حضرات میں بھی روایات کی کثرت کے اعتبار سے ترتیب اس طرح سے ہے۔ [۱] عبداللہ بن عباس، [۲] عبداللہ بن مسعود، [۳] علی بن ابی طالب، [۴] اُبی بن کعب۔

تفسیر میں صحابہ کرام کا مقام

امام حاکم نے کہا:۔ امام بخاری وامام مسلم کے نزدیک صحابۂ کرام میں جو شاہدِ وحی تھے ان کی تفسیر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

لیکن امام ابن صلاح اور امام انووی وغیر ہما نے کہا: کہ ایسی روایات جن کا تعلق شانِ نزول سے ہو، یا جن میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حکماً مرفوع ہیں باقی سب موقوف۔

جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فرمان۔ ''کانت الیهود تقول : من اتی امرأته دبرها فی قبلها جاء الوالد احول '' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی ''نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم'' (سورۃ البقرہ ۲۲۳)

ان کے علاوہ صحابۂ کرام کی تمام تفاسیر جو حضور سید عالم ﷺ کی طرف منسوب نہ ہوں وہ سب موقوف ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابی کی تفسیر حدیث مرفوع کے حکم میں اس وقت ہے کہ جب کہ وہ شانِ نزول سے متعلق ہو۔ اور وہ تفسیر جس میں رائے کو دخل نہ ہو۔ البتہ جس میں قیاس اور رائے کو دخل ہو وہ حدیث

موقوف ہے جب تک اس کی نسبت حضور کی جانب نہ ہو۔ نیز جس تفسیر کو حکماً مرفوع قرار دیا جا چکا اس کو ردّ کرنا جائز نہیں بلکہ مفسر پر لازم ہے کہ اس کو قبول کرے۔ البتہ جو موقوف ہو اس میں علماء مختلف ہیں۔

اُس دور کی خصوصیت

اُس دور میں مکمل قرآن کریم کی تفسیر نہ ہوئی۔ کیوں کہ جن مقامات پر ابہام و پوشیدگی تھی اُنہیں کی تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔

فہم معنی قرآن میں اُس دور میں اختلاف بھی کم تھا۔ اکثر و بیشتر اجمالی معنی پر اکتفا فرماتے اور تفسیری معنی کے درپے نہیں رہتے۔ لہذا ''وفاکھۃ وابا''، جیسی آیات کے سلسلہ میں اتنا ہی کافی سمجھتے تھے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کو شمار فرمایا ہے۔

دوسرا مرحلہ

دوسرا مرحلہ تابعین کا دور ہے۔ اس زمانے میں مفسرین صحابہ کے تلامذہ نے اس علم کو خوب وسعت دی۔ جس طرح بعض صحابہ اس فن میں مشہور ہوئے اسی طرح بعض تابعین نے بھی خاص طور پر اس علم میں شہرت پائی۔ علم تفسیر میں مباحث جلیلہ پیش فرمائے اور اپنے معاصرین و تلامذہ کے لئے پوشیدہ معنی کی خوب خوب توضیح فرمائی۔

ان مفسرین تابعین عظام نے قرآن کی تفسیر قرآن سے بھی کی اور احادیثِ رسول سے بھی کی اور ان آثار صحابہ سے بھی جو انہوں نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں فرمائے تھے۔ ساتھ ہی اہل کتاب کی کتب سماویہ سے بھی مدد لی۔ اور پھر اپنے اجتہاد و استنباط اور نظر و فکر سے بھی کام لیا۔ تفسیر کی کتابوں میں تابعین عظام کے ایسے اقوال کثیر تعداد میں موجود ہیں جو انہوں نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان فرمائے۔ لیکن یہ انہیں مقامات پر جہاں اول الذکر امور یعنی حدیثِ رسول اور آثارِ صحابہ ان کو نہ مل سکے۔

آپ پڑھ چکے کہ احادیث و آثار سے قرآن کریم کی مکمل تفسیر معرضِ وجود میں نہیں آئی تھی، لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا مزید آیات کی تفسیر کی ضرورت پیش آتی رہی حتیٰ کہ تابعین عظام نے اس کام کو مکمل فرمادیا۔

اس کام کی تکمیل کے لئے خاص طور پر عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت اُبی بن کعب کے تلامذہ نے حصہ لیا۔

مدینہ منورہ میں علم تفسیر کا مدرسہ

حضرت اُبی بن کعب نے مدینہ منورہ میں اس علم کی آبیاری کی اور علم تفسیر کو پروان چڑھایا۔ مدینہ منورہ میں اگرچہ صحابۂ کرام بڑی تعداد میں موجود تھے لیکن آپ کو اس میدان میں نمایاں شہرت حاصل ہونے کی وجہ سے زیادہ لوگ آپ کی جانب رجوع کرتے جس کی وجہ سے آپ مرکز توجہ بن گئے۔ آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے شہرت حاصل کی۔

[۱] ابوالعالیہ۔ [۲] محمد بن کعب القرظی۔ [۳] زید بن اسلم

عراق میں علم تفسیر کا مدرسہ

عراق میں تفسیر کا مدرسہ اس وقت قائم ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود وہاں تشریف لے گئے، اگرچہ وہاں دوسرے صحابہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ لیکن اوّلیت کا سہرا آپ کے سر ہے۔ آپ کو

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر کے ساتھ معلم وزیر بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت عمار کوفہ کے گورنر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لہذا اہل کوفہ آپ کی خدمت میں حصول علم کے لئے حاضر ہوتے رہے۔

اہل عراق آگے چل کر اہل رائے سے مشہور ہوئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کو جہاں قرآنی آیات اور احادیثِ کریمہ کسی مسئلہ میں نہیں ملیں تو انہوں نے اجتہاد و قیاس سے مسائل کا استنباط کیا۔ دراصل اس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود نے رکھی۔ اور پھر آپ ہی سے اہل عراق نے یہ طریقہ حاصل کیا۔ اسی طرح تفسیر قرآن میں بھی رائے اور قیاس سے کام لیا جانے لگا۔ اور مسائل خلافیہ شرعیہ کا استنباط اسی انداز سے ہوا۔ علم تفسیر میں بہت سے تابعین عراق نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ لیکن ان میں جن حضرات کو شہرت حاصل ہوئی وہ مندرجہ ذیل ہیں ۔[۱] علقمہ بن قیس۔[۲] مسروق۔[۳] اسود بن یزید۔[۴] مرہ ہمدانی۔[۵] عامر شعبی۔[۶] حسن بصری۔[۷] قتادہ بن دعامہ سدوسی۔

اس دور کی تفسیر کا مقام و مرتبہ

علمائے کرام اس سلسلہ میں مختلف ہیں، کہ اگر کسی آیت کی تفسیر حضور سید عالم ﷺ یا صحابۂ کرام سے منقول نہ ہو تو کیا تابعین کی جانب رجوع کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسی تفسیر مقبول ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ غیر مقبول۔ اور صحیح یہ ہے کہ ان حضرات کی تفسیر مقبول ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کو اپنایا۔ اس لئے کہ تابعین نے اکثر تفسیری روایات صحابہ ہی سے اخذ فرمائیں۔

مثلاً امام مجاہد فرماتے ہیں:

''میں نے قرآنِ عظیم کو از اوّل تا آخر حضرت ابن عباس پر تین مرتبہ پیش کیا۔ ہر آیت پر ٹھہرتا اور اس کے بارے میں پوچھتا۔ چنانچہ ہر آیت کے سلسلے میں کچھ نہ کچھ میں نے آپ سے ضرور سنا۔

اسی لئے تابعین کے اقوال اکثر مفسرین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمائے اور ان پر اعتماد کیا۔

انصافاً اتنی بات یاد رکھنی چاہئے کہ ائمہ تابعین کے انہی اقوال پر عمل واجب جن میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو۔ ہاں اگر ان کا کسی قول اور رائے پر اجماع منعقد ہو چکا تو پھر اس سے عدول جائز نہیں۔ اس زمانہ میں بھی تفسیر میں اختلاف قلیل ہی رہا۔

پھر ان کے بعد وہ دور آیا جس میں علوم ادبیہ اور علوم عقلیہ کی تدوین ہوئی، اختلافات کلامیہ وفقہیہ نے با قاعدہ فن کی صورت اختیار کر لی۔ لہذا اختلافات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا جس کا اثر علم تفسیر پر بھی پڑا۔

تیسرا مرحلہ

یہ مرحلہ عہدِ اُموی کے اواخر اور عباسی عہد کے آغاز سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے علم تفسیر اکثر بطور روایت ہی رہا۔ صحابۂ کرام حضور سید عالم ﷺ سے روایت کرتے، جیسے کہ ان کی روایت آپس میں بھی ایک دوسرے سے رہی۔ یوں ہی تابعین کے دور میں، کہ یہ حضرات صحابہ سے روایت کرتے یا آپس میں۔ بہر حال اس زمانہ میں اس علم تفسیر کی بطور فن تدوین و ترتیب نہیں ہوئی لیکن اس کے بعد تین طریقوں سے اس علم کی اشاعت ہوئی۔

پہلا طریقہ:۔

صحابہ وتابعین کے بعد علم تفسیر نے دوسرا رخ اختیار کرلیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب باقاعدہ علم حدیث مدوّن ہوا۔ اس کے مختلف ابواب قائم ہوئے۔ انہیں میں ایک باب تفسیر بھی ہوتا تھا۔ لہذا علم تفسیر کے لئے علیحدہ کوئی کتاب معرض وجود میں نہ آئی جو تمام سورو آیات کی تفسیر پر مشتمل ہوتی۔ یعنی کچھ علم تفسیر سینوں میں رہا اور کچھ سفینوں کی طرف منتقل ہوا۔ لہذا جن ائمہ حدیث وتفسیر نے مختلف شہروں کا دورہ کر کے علم حدیث کو مدون کیا انہیں نے کتب حدیث کے مختلف ابواب میں ایک باب تفسیر بھی قائم کیا اور اس میں احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ وتابعین ذکر کیے۔ ان میں بعض ائمہ کے اسماء یہ ہیں۔

[۱] یزید بن ہارون سلمی	متوفی	۱۱۷ھ
[۲] شعبہ بن حجاج	متوفی	۱۶۰ھ
[۳] وکیع بن الجراح	متوفی	۱۹۷ھ
[۴] سفیان بن عینیہ	متوفی	۱۹۸ھ
[۵] روح بن عبادہ بصری	متوفی	۲۰۵ھ
[۷] عبدالرزاق بن ہمام	متوفی	۲۱۱ھ
[۸] آدم بن ایاس	متوفی	۲۲۰ھ
[۹] عبد بن حمید	متوفی	۲۴۹ھ

لہذا اس وقت تک کوئی مستقل کتاب علیحدہ مکمل تفسیر قرآن کی شکل میں نہیں لکھی گئی۔

دوسرا طریقہ

اس کے بعد علم تفسیر نے مستقل علم کی حیثیت اختیار کرلی اور ائمہ کرام نے پورے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ ان میں بعض حضرات کے اسماء درج ذیل ہیں۔

[۱] ابن ماجہ	متوفی	۲۷۳ھ
[۲] ابن جریر طبری	متوفی	۳۱۰ھ
[۳] ابوبکر منذر نیشاپوری	متوفی	۳۱۸ھ
[۴] ابن ابی حاتم	متوفی	۳۲۷ھ
[۵] ابوشیخ ابن حبان	متوفی	۳۶۹ھ
[۶] حاکم	متوفی	۴۰۵ھ
[۷] ابوبکر بن مردویہ	متوفی	۴۱۰ھ

ان تمام تفاسیر میں مکمل سندوں کے ساتھ احادیث اور آثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین نقل کئے گئے۔ ان تفسیروں کا اکثر حصہ احادیث وآثار پر مشتمل ہے۔ البتہ تفسیر ابن جریر میں اتنا اضافہ ضرور ہے کہ متعدد اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہات پیش کرتے ہیں اور بعض کو بعض پر ترجیح بھی دیتے ہیں۔ اور کبھی بوقت ضرورت الفاظ کے اعراب اور استنباط احکام کی طرف بھی توجہ فرماتے ہیں۔

اس دور میں تفسیر پر مستقل کتاب لکھنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ پہلے طریقے متروک قرار دیدئے گئے بلکہ محدثین کی کتابوں کا وہ باب بدستور قائم رہا جس پر حدیث کی بہت سی کتابیں آج بھی گواہ ہیں جو اس زمانہ میں ہی لکھی گئیں۔ ہاں اس زمانہ سے اتنا اضافہ ضرور ہوا کہ بالاستیعاب پورے قرآن کی مستقل تفاسیر لکھی جانے لگیں۔ اور تفسیر ماثور سے مشہور ہوئیں۔ زیادہ شہرت ان کتابوں کو ملی۔

[۱] جامع البیان فی تفسیر القرآن — ابوجعفر محمد بن جریر طبری — متوفی ۳۱۰ھ

[۲] بحر العلوم — ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی — متوفی ۳۷۳ھ

[۳] الکشف والبیان ابواسحٰق احمد بن ابراہیم ثعلبی
متوفی ۴۲۷ھ

[۴] معالم التنزیل ابومحمد حسین بن مسعود بغوی
متوفی ۵۱۰ھ

[۵] المحرر الوجیز ابومحمد عبدالحق بن غالب اندلسی
متوفی ۵۴۶ھ

[۶] تفسیر القرآن ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر دمشقی
متوفی ۷۷۴ھ

[۷] الجواہر الحسان ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد ثعالبی
متوفی ۸۷۶ھ

[۸] الدر المنثور ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی
متوفی ۹۱۱ھ

ان تمام تفاسیر کے وافر ذخیرہ میں مجھے بالخصوص یہ بتانا ہے کہ اس فن میں امام احمد رضا قدس سرہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ بعض لوگ امام احمد رضا کا علم تفسیر میں کوئی مقام نہیں مانتے۔ ایسے لوگ درحقیقت امام موصوف کی تصانیف کا مطالعہ کئے بغیر یہ بات کہتے ہیں۔ یا محض عناد و دشمنی کے طور پر۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں مخالفین نے بغیر تحقیق یہ جملہ لکھ دیا:

''کان قلیل البضاعة فی الحدیث و التفسیر''(۸)

یہ جملہ مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی کی طرف سے اپنے والد مولوی عبدالحی رائے بریلوی کی کتاب ''نزھة الخواطر'' پر اضافہ ہے۔ اور امام احمد رضا کی تصانیف سے ناواقفیت کا نتیجہ، یا بغض و عناد اور مخالفانہ جذبات کا عکاس۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اسی کتاب میں امام موصوف اور ان کی بعض کتب کی مدح سرائی کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

وہ نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات، اور متبحر عالم تھے۔ رواں دواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل۔

وہ حرمت سجدۂ تعظیمی کے قائل تھے۔ اس موضوع پر بالخصوص انھوں نے ایک کتاب بنام ''**الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة**'' تصنیف کی۔ یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ ان کے وفور علم اور قوت استدلال پر دال ہے۔ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے فتاویٰ اور ''**کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم**'' جو قیام مکہ مکرمہ کے درمیان لکھی اس پر شاھد عدل ہے۔ علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، رمل، جفر میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

یہ مدحیہ کلمات (ص ر ۴۱) پر ہیں اور تنقیصی جملہ (ص ر ۴۴) پر۔

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ ندوی صاحب نے یہ دورخی پالیسی کیوں اپنائی۔

راقم الحروف تو یہی سمجھتا ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا کی صرف بعض کتابوں کا مطالعہ کیا جس کے نتیجہ میں اس تضاد بیانی کا مظاہرہ ہوا یا ہوسکتا ہے ان کے نزدیک کسی علم میں مہارت کے لئے ضروری ہو کہ اس فن میں مستقل تصانیف ہوں جو تمام ابواب کو محیط ہوں۔

اگر ایسا ہے تو پھر اس معیار پر بیشتر مفسرین و محدثین بھی قلیل البضاعۃ اور تہی دامن شمار ہونگے۔ اور پہلے مرحلہ یعنی صحابہ و تابعین کے دور میں تو معدودے چند بھی کوئی ثابت نہیں کرسکتا، کہ اس دور میں تو نہ پورے قرآن کی تفسیر ہوئی اور نہ جمیع ابواب پر احادیث جمع ہوئیں۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ اب جبکہ علوم و فنون مدون ہو چکے ہیں، تو کسی فن میں مہارت تامہ اس کے اصول و فروع کی تفصیلی معلومات اور

اس علم کے متعلقات پر عبور حاصل کرنے پر موقوف ہے، اور جب ان چیزوں میں عمیق نگاہ اور وسعت مطالعہ ثابت ہو جائے تو پھر ضخیم مجلدات اور تمام ابواب کے احاطہ اور ترتیب کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

اس نقطہ نگاہ سے امام موصوف کی تصانیف کا مطالعہ منصف مزاجی سے کیا جائے تو بیش بہا خزانہ ہاتھ آئے گا۔

ہاں مخالفین کو اگر اس بات پر ہی اصرار ہو کہ جب تک ضخیم مجلدات اور مستقل تصانیف نہ ہوں اس وقت تک مہارت تسلیم نہیں۔ تو ہم اس نوعیت کا ثبوت بھی فراہم کر سکتے ہیں۔

راقم الحروف نے آٹھ سال قبل امام احمد رضا کے علم حدیث کے تعلق سے معلومات فراہم کرنا شروع کی تھیں، زمانہ کی دست برد سے امام احمد رضا کی جو کتابیں محفوظ تھیں ان کو جمع کیا جن کی تعداد تین سو سے متجاوز نہ ہو سکی۔

ان تمام کتب کا مطالعہ کرنے کے دوران جو احادیث سامنے آئیں ان کو جمع کیا اور فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ ان کتابوں میں پائی جانے والی تمام احادیث کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق دس ہزار ہو گی۔ لیکن میں نے مکررات کو حذف کیا۔ اور جن احادیث کی متعدد سندیں تھیں ان کو بھی ترک کیا۔ اس کے باوجود یہ تعداد (۳۶۶۳) احادیث و آثار تک پہنچی جو بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہ صحاح ستہ کی غیر مکرر احادیث سے کسی طرح کم نہیں۔ جب کہ یہ صرف تین سو تصانیف کا سرمایہ ہے اور یہ تعداد امام احمد رضا کی جملہ تصانیف کا تہائی حصہ ہیں۔ اگر تمام تصانیف ہو جاتیں اور ان کی تمام احادیث کو جمع کر دیا جاتا تو یہ سلسلہ کہاں پہنچتا؟ مزید اس موضوع پر تلاش جاری ہے، چند ضخیم کتابیں سامنے آئی ہیں۔ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ ان کو بھی جمع کیا جائے گا۔ پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ روایت کے ساتھ درایت حدیث اور اصول سے متعلق سینکڑوں صفحات میں بکھرے ہوئے امام احمد رضا کے علمی جواہر پاروں کی جمع و ترتیب اس سلسلہ کو مزید وسعت دے گی اور مخالفین کے دعوے خاک میں ملتے نظر آئیں گے۔

اب چار ہزار سے زیادہ احادیث و آثار پر مشتمل مجموعہ بنام ''جامع الاحادیث'' سات ضخیم جلدوں میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

پھر ندوی صاحب کے جملہ ''قلیل البضاعة فی الحدیث'' کی کیا حیثیت رہ گئی۔

ان کے جملے کا دوسرا جزء ہے ''والتفسیر'' یعنی امام احمد رضا حدیث کی طرح تفسیر میں بھی تہی دامن تھے۔

امام احمد رضا کی جو تصانیف دستیاب ہیں اگر ان کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس دعویٰ کی بھی قلعی کھل جائے گی۔ راقم الحروف نے تقریباً چھ سو آیات پر مشتمل تفسیری مباحث جمع کر کے قارئین کے سامنے پیش کر دئے ہیں۔ یہ (جامع الاحادیث) کا ایک باب ہے جو ''کتاب التفسیر'' کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مباحث کو پڑھ کر منصف مزاج حضرات اس بات کا ضرور اعتراف کریں گے کہ جو شخصیت ان آیات کی اس طرح محققانہ انداز میں تفسیر کر سکتی ہے وہ بلاشبہ پورے قرآن کی تفسیر پر قادر تھے اور تمام مضامین قرآن اس کے پیش نظر تھے۔

خیال رہے کہ امام موصوف نے ایک مستقل اور مختصر تفسیر بھی لکھنا شروع کی تھی جو سورہ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی ۱۲ آیات تک پہنچ سکی یا پھر اتنی ہی دستیاب ہوئی اور باقی امتداد زمانہ کی دبیز تہوں میں دب گئی۔

پورے قرآن کریم کی تفسیر پر قدرت حاصل ہونے کی دلیل خود ان کا ترجمہ قرآن بھی ہے۔ آپ نے جس پس منظر میں ترجمہ کیا اس کی مثال

صدیوں میں تلاش کرنا مشکل ہے۔آپ کا ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' اس طرح معرض وجود میں نہیں آیا جس طرح مترجمین عام طور سے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر، متعلقہ کتابوں کا انبار لگا کر، اور ترجمہ و تفسیر کی کتابیں دیکھ دیکھ کر معنیٰ کا تعین کرتے ہیں۔اور ان تمام چیزوں کے بعد جب مترجم ترجمہ کرتا ہے تو بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ اس کا قلم رطب و یابس سے پاک رہے، اور دین و دیانت کی پاسداری میں کانٹے کی تول پورا اترے۔

امام احمد رضا کی معروف ترین زندگی عام مترجمین کی طرح ان تمام تیاریوں اور کامل اہتمامات کی متحمل کہاں تھی۔اور حق تو یہ ہے کہ بہت سے موضوع ان کے یہاں قلم اٹھانے کا موقع بھی نہیں دیتے تھے۔اس لئے بعض مواقع پر زبانی جواب عنایت فرماتے اور دوسرے حضرات کو لکھواتے۔ املا کرانے کی شان بھی یہ تھی کہ چار چار چھ چھ لوگ لکھتے اور سب کو بالترتیب علیحدہ علیحدہ مضامین لکھواتے۔ترجمہ قرآن کی نوعیت بھی اسی طرح تھی۔حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ نے ترجمہ قرآن کی امام احمد رضا سے گزارش کی۔کاموں کے ہجوم میں اس اہم کام کے لئے علیحدہ سے وقت ملتا نظر نہ آیا تو صدر الشریعہ دوپہر قیلولہ کے وقت قلم و قرطاس لے کر حاضر ہوگئے۔ ہر دن ایسے ہی وقت حاضر ہوتے، امام احمد رضا ترجمہ املا کراتے اور صدر الشریعہ لکھتے جاتے حتیٰ کہ یہ کام ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں مکمل ہوگیا۔کیا تاریخ تراجم میں کوئی اور بھی ایسی مثال ملے گی؟

پھر یہ ترجمہ کس انداز سے ہوا؟ اور کس خوش اسلوبی سے معرض وجود میں آیا؟ اس کی ایک جھلک ارباب علم و ادب اور صاحبان فضل و کمال کے تاثرات سے ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی فرماتے ہیں:

''علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے۔اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا۔جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔'' (۹)

مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

''انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا۔شان نزول ناسخ و منسوخ تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔یہ ہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ کنزالایمان سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت و نبوت رسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے۔(۱۰)

ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ اس ترجمہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

مقام حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی۔اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہو۔ناموس توحید و رسالت کی پاسداری میں یہ ترجمہ اپنی مثال

آپ ہے۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور سے دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب واحترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔ (۱۱)

علامہ یٰسین اختر صاحب مصباحی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا قادری نے عشق و محبت کی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کیا ہے جو علمی، ادبی، اعتقادی ہر حیثیت سے معیاری اور قرآن کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ مصنف بہار شریعت کے شدید اصرار پر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا جس کا نام ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا گیا''۔

کتب تفسیر ولغت وغیرہ دیکھے بغیر آپ زبانی فی البدیہہ برجستہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے، اور جب صدر الشریعہ و دیگر علمائے کرام اس ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے کہ یہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق اور ان کا ترجمان ہے۔ (۱۲)

اور حد تو یہ ہے کہ امیر جمعیت اھل حدیث پاکستان استاد سعید بن یوسف زئی بھی برملا اعتراف کرتے ہیں:

یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت و تقدیس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کا ہو، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفی ﷺ سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا خاں نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب ''ماینطق عن الهوی'' اور ''ورفعنالک ذکرک'' کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔'' (۱۳)

ایک غیر جانب دار عالم اور ممتاز صحافی کوثر نیازی نے یوں بیان کیا۔

''امام احمد رضا نے عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، کنز الایمان روح پرور ترجمہ، عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔'' (۱۴)

ان شہادتوں سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا کی علوم قرآن پر گہری نظر تھی اور تفسیر قرآن میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ جس شخص کی نگاہ اتنی عمیق ہو پھر اس کو اس فن میں قلیل البضاعۃ کہنا حقیقت سے کوسوں دور کی بات ہے۔

ماہرین فن نے اس ترجمہ کا مستند تفاسیر سے مقابلہ کیا تو عین مطابق پایا۔ تقدیس الوہیت اور ناموس رسالت کا ترجمان قرار دیا۔ قرآنی حقائق و معارف کا آئینہ بتایا۔ لیکن عناد پسند طبیعتیں علوم قرآن سے تہی دامن ہی سمجھتی رہیں۔

اس موضوع کے تعلق سے اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ میں اس تفصیل میں نہ جا کر چند مثالیں ان کے علوم قرآن پر گہری نظر اور

تفسیری معلومات میں رسوخ کامل سے متعلق پیش کررہا ہوں۔

ائمہ تفاسیر نے تفسیر قرآن کیلئے چار اصول متعین کئے ہیں اور پانچواں اصول انہیں پر متفرع اور انہیں سے ماخوذ ہے۔ ترتیب اس طرح ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن

تفسیر القرآن بالحدیث

تفسیر القرآن بآثار الصحابة و التابعین العظام

تفسیر القرآن باللغة العربیة و القواعد الاسلامیة

اور پانچواں طریقہ یہ کہ مندرجہ بالا میں سے کسی کے ذریعہ مؤید و ثابت ہو۔ لہٰذا اس مقالہ میں امام احمد رضا کے تفسیری مباحث ان تمام پہلوؤں سے ملاحظہ فرمائیں اور آپ کی مہارت و عبقریت کی داد دیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن

قرآن کریم کی کچھ آیات ایسی ہیں جو مکرر ارشاد ہوئیں۔ اور بعض تھوڑے فرق سے متعدد مواقع پر نازل ہوئیں۔ لہٰذا تفسیر کے وقت اس بات کا خیال ضروری ہے کہ ان آیات کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اس طرح بسا اوقات ایسا ہوگا کہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی نظر آئے گی اور مطالب قرآن و مراد الٰہی کی صاف صاف وضاحت ہوجائے گی۔ اس طرح کی مثالیں تصانیف رضویہ میں کافی تعداد میں موجود ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیں۔

مثال اوّل = امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور سید عالم ﷺ کی سیادت مطلقہ کے سلسلہ میں ایک آیت نقل فرمائی۔

''وما ارسلنک الا کافة للناس'' [سورة سبا. ۲۸]

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

اس کی مزید وضاحت و تفسیر کے لئے دوسری آیت پیش فرمائی:

''تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعٰلمین نذیراً''

[سورة الفرقان: ۱]

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہے۔

پہلی آیت سے حضور ﷺ کی بعثت تمام انسانوں کی طرف معلوم ہوئی تھی، لیکن دوسری آیت نے واضح کردیا کہ آپ تمام جہان کے رسول ہیں۔

اب امام احمد رضا کا تشریحی بیان سنئے۔ فرماتے ہیں:

''تو حضور ﷺ کو تمام انس و جن کا رسول بنایا۔'' علما فرماتے ہیں: رسالت والا تمام جن و انس کو شامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل۔ ''کما حققناه بتوفیق الله تعالیٰ فی رسالتنا اجلال جبرئیل'' بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر و ارض و سماء و جبال و بحار تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ و دائرہ تامہ میں داخل۔ اور خود قرآن عظیم میں لفظ ''عالمین'' اور روایت صحیح مسلم میں لفظ ''خلق'' وہ بھی مؤکد بہ کلمہ ''کافة'' اس مطلب پر احسن الدلائل۔

تجلی الیقین ص ۲٦

مثال دوم:۔ انبیائے سابقین کی بعثت کے تعلق سے امام احمد رضا نے ایک آیت تحریر فرمائی:

''وما ارسلنا من رسول الابلسان قومه''

[سورة ابراهيم .۴]

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

اس آیت کی تفسیر میں آپ نے مندرجہ ذیل آیات پیش فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ انبیاء سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول بنا کر کے بھیجے جاتے۔

اقول:۔وقال الله تعالیٰ:

''ولقد ارسلنا نو حاً الی قومه فلبث فيهم الف سنة الاخمسين عاماً''

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا۔

وقال تعالیٰ:''والی عاداخاهم هوداً''

[سورة عنكبوت.۱۴]

اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ھود کو بھیجا۔

وقال تعالیٰ:''ولقد ارسلنا الی ثمودا خاهم صالحا ان اعبدوا الله'' [سورة النمل ۴۵]

اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللہ کو پوجو۔

وقال تعالیٰ: ''ولوطا اذقال لقومه''

[سورة الاعراف.۸۰]

اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔

وقال تعالیٰ: ''والی مدين اخاهم شعيباً''

[سورة الاعراف ۸۵]

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔

وقال تعالیٰ:''ثم بعثنامن بعضهم موسٰی بِاٰيٰتِنَا الی فرعون وملاء ه'' [سورة الاعراف ۱۰۳]

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔

وقال تعالیٰ فی یونس علیه السلام :''وارسلناه الی مائة الف اويزيد ون'' [سورة الصافات.۱۴۷]

اور ہم نے اس کو لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔

یہ آیات پیش فرما کر لکھتے ہیں کہ حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد سے ہے۔ دارمی، ابویعلی، طبرانی اور بیہقی روایت کرتے ہیں آں جناب نے فرمایا:

ان الله فضل محمد اًصلی الله تعالی عليه وسلم علی الانبياء وعلی اهل السماء.

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے انبیاء پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا:

ان الله تعالیٰ قال :''وما ارسلنامن رسول الابلسان قومه'' [سورة ابراهيم .۴]

وقال لمحمد صلی الله تعالی عليه وسلم :''وما ارسلنک الا كافة للناس. [سورة سبا.۲۸]

اب نظر کیجئے! کہ یہ آیت کتنی وجہ سے افضلیت مطلقہ حضور سید المرسلین ﷺ پر حجت ہے۔

اولاً: اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے۔ اور حضور پرنور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سلطان ہفت کشور بلکہ

بادشاہ زمین و آسمان۔

ثانیاً: اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں اور ان کا تحمل بغایت دشوار۔

''انا سنلقی علیک قولا ثقیلاً'' [سورۃ المزمل۔۵]

اسی لئے موسیٰ وہارون سے عالی ہمتوں کے پہلے ہی تاکید ہوئی۔

''لاتنیافی ذکری'' [سورۃ طہ۔۴۲]

دیکھو میرے ذکر میں سست نہ ہو جانا۔

پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر، جس کی رسالت نے انس و جن و شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر۔ اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر۔ افضل العبادات احمزھا۔

ثالثاً: جیسا جلیل کام ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے۔ اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو۔ لاجرم رسالت خاصہ بعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور رسول الکل میں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

رابعاً: یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوشان کا آدمی ہو اسے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں۔ کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً: جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظام ریاست میں فوج وخزانہ اسی کے لائق درکار، اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق وفتق ونظم ونسق میں اسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائید وتربیت ربانی ہے جو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم ومعارف قلب اقدس پر القاء ہوئے معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر واوفی ہوں۔ افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقلہ عنہ فی الکبیر الرازی۔

اقول:۔ پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت وابلاغ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے۔

حلم:۔ کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

''ودع اذٰھم وتوکل علی اللّٰہ'' [سورۃ الاحزاب۔۴۸]

صبر:۔ کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

''فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل''
[سورۃ الاحقاف۔۳۵]

تواضع: کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

''واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین''
[سورۃ الشعراء۔۲۱۵]

رفق ولینت: کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

''فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم''
[سورۃ ال عمران ۱۵۹]

رحمت: کہ واسطہ افاضۂ خیرات ہو۔

''رحمۃ للذین آمنوا منکم'' [سورۃ التوبۃ۔۶۱]

شجاعت: کہ کثرت اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

''انی لا یخاف لدی المرسلون''
[سورۃ النمل۔۱۰]

جود وسخاوت: کہ باعث تالیف قلوب ہوں۔

''فان الانسان عبید الاحسان و جبلت

القلوب علی حب من احسن الیھا"

"ولا تجعل یدک مغلولۃً الی عنقک"

[سورۃ الاسراء. ۲۹]

عفوومغفرت: کہ نادان جاہل فیض پاس کی۔

"فاعف عنھم واصفح ان اللہ یحب المحسنین" [سورۃ المائدہ. ۵]

استغناء وقناعت: کہ جہاں اس دعویٰ عظمی کو طلب دنیا پر محمول نہ کریں۔

"لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم"

[سورۃ حجر. ۸۸]

اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے کچھ جوڑوں کو برتنے دی۔

جمال عدل: کہ تثقیف وتادیب وترتیب امت میں جس کو رعایت کریں۔

"وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط"

[سورۃ مائدہ۔۲]

کمال عقل: کہ اصل فضائل ومنبع فواضل ہے۔ ولہٰذا عورت کبھی نبیہ ہوئی۔ نہ کبھی اہل بادیہ وسکان دہ کو نبوت ملی کہ جفاوغلظت ان کی طینت ہے۔

"وما ارسلنا من قبلک الارجالانوحی الیھم من اھل القری" [سورۃ یوسف. ۱۰۹]

اس طرح نظافت نسب وحسن سیرت وصورت سبھی صفات جمیلہ کی حاجت ہے۔ کہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انھیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو عطا ہوتے ہیں۔ پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔ تجلی الیقین ۳۰

مثال سوم: ۔فضول خرچی اور بخل دونوں ہی مذموم ہیں: حتیٰ کہ سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے۔ امام احمد رضا نے میانہ روی کے سلسلہ میں یہ آیت نقل فرمائی۔

"ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعدملوما محسورا"

[سورۃ الاسراء۲۹]

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔

اس آیت کے دوسرے جزء میں بسط وکشاد سے ممانعت کا مطلب اسراف وتبذیر اور بے جا خرچ سے باز رکھنا ہے جس کی وضاحت وتفسیر دوسری آیات میں اس طرح آئی۔

"والذین اذاانفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً" [سورۃ الفرقان۔۶۷]

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

"واتوا حقہ یوم حصادہ ولاتسرفوا انہ لایحب المسرفین" [سورۃ الانعام۔۱۴۲]

اور بے جانہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔

"ولا تبذرتبذیرا ان المبذرین کانوااخوان الشیطین وکان الشیطان لربہ کفورا"

[سورۃ الاسراء۔۲۶۔۲۷]

اور فضول نہ اڑا، بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

مثال چہارم: ۔حضور ﷺ کی دیگر انبیاء ومرسلین پر فضیلت اجمالا اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔

"تلک الرسل فضلنابعضهم علی بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجات"

[سورۃ البقرۃ۔۲۵۳]

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک دوسرے پر افضل کیا اس میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

امام احمد رضا اس اجمال کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات ونقل اقوال وذکر احوال پر نظر کیجئے تو ہر جگہ اس نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شان سب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے بلند نظر آتی ہے۔

یہ وہ بحر ذخار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ فقیر اول ائمہ کرام کے چند اقوال ذکر کر کے پھر بعض امتیازات کہ بادنیٰ تامل اس وقت ذہن قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے۔ تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد بیس پر اقتصار کا باعث ہوا۔

(۱) خلیل جلیل علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

"ولاتخزنی یوم یبعثون" [سورۃ الشعراء۔۸۷]

اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔

حبیب قریب علیہ السلام کے لئے خود ارشاد ہوا۔

"یوم لایخزی الله النبی والذین آمنوا معه"

[سورۃ التحریم۔۸]

جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو۔

حضور کے صدقہ میں صحابہ بھی اس بشارت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل علیہ الصلاۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی۔

"وقال انی ذاهب الی ربی سیهدین"

[سورۃ الصافات ۹۹]

اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

حبیب علیہ السلام کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی۔

"سبحان الذی اسریٰ بعبده"

[سورۃ الاسراء۔۱]

پاکی ہے اسے جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا۔

(۳) خلیل علیہ الصلاۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی۔

"سیهدین" [سورۃ الصافات۔۲]

اور تمہیں سیدھی راہ دکھاوے۔

حبیب علیہ السلام سے خود ارشاد فرمایا:

ویهدیک صراطا مستقیما. [سورۃ الفتح۔۲۶]

اور اللہ آپ کو سیدھی راہ پر گامزن رکھے گا۔

(۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا، فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے۔

"هل اتاک حدیث ضیف ابراهیم المکرمین"

[سورۃ الذاریات۔۲۴]

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

حبیب خدا علیہ السلام کے لئے فرمایا، فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے۔

"وایده بجنود لم تروها" [سورۃ التوبۃ۔۴۰]

اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔

"والملئکة بعد ذلک ظهیر"

[سورۃ التحریم۔۴]

اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(۵) خلیل علیہ الصلوۃ والتسلیم کو فرمایا! انہوں نے خدا کی رضا چاہی۔

"وعجلت الیک رب لترضی" [سورۃ طہ۔۸۴]

اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔

حبیب علیہ کے لئے بتایا، خدا نے ان کی رضا چاہی۔

"ولسوف یعطیک ربک فترضی"

[سورۃ الضحیٰ۔۵]

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

فلنولینک قبلة ترضھا. [سورۃ البقرۃ۔۱۴۴]

تو ہم تمہیں اس جانب پلٹیں گے جس سے تم راضی ہو۔

(۶) کلیم علیہ الصلوۃ والسلام کا بخوف مصر سے تشریف لے جانا لفظ فرار سے نقل فرمایا۔

"ففررت منکم لماخفتکم" [سورۃ الشعراء۔۲۱]

اور میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا۔

حبیب علیہ کا ہجرت فرمانا باحسن عبارت ادا فرمایا۔

"واذ یمکر بک الذین کفروا"

[سورۃ الانفال۔۳۰]

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمایا۔

"وانا اخترتک فاستمع لما یوحیٰ، اننی انا اللہ لاالہ الاانا فاعبدنی" [سورۃ طہ۔۱۲۔۱۳]

اور میں نے تجھے پسند کیا اور اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری بندگی کر۔

حبیب علیہ سے فوق السموات مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا۔

"فاوحی الی عبدہ ما اوحی"

[سورۃ النجم۔۱۰]

اور وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(۸) داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کو ارشاد ہوا۔

"ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ"

[سورۃ ص۔۲۶]

اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔

حبیب علیہ کے بارے میں بقسم فرمایا۔

"وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ"

[سورۃ النجم۔۴]

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

اب فقیر عرض کرتا ہے

(۹) نوح و ہود علیہما الصلاۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی۔

"رب انصرنی بما کذبون"

[سورۃ المؤمنون۔۲۶]

اے میرے رب میری مدد فرما۔

محمد علیہ سے خود ارشاد ہوا۔

وینصرک اللہ نصراً عزیزاً" [سورۃ الفتح۔۲]

اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے گا۔

(۱۰) نوح و خلیل علیہما الصلاۃ والسلام سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنی

امت کی دعائے مغفرت کی۔

"ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم الحساب"

[سورۃ ابراھیم۔۴۱]

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہو۔

حبیب خدا ﷺ کو خود حکم دیا اپنی امت کی مغفرت مانگ۔

"واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات"

[سورۃ محمد۔۱۹]

اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

(۱۱) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے آیا، انہوں نے پچھلوں میں اپنا ذکر جمیل باقی رہنے کی دعا کی۔

"واجعل لی لسان صدق فی الآخرین"

[سورۃ الشعراء۔۸۴]

اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔

حبیب ﷺ سے خود فرمایا:

"ورفعنالک ذکرک" [سورۃ الانشراح۔۴]

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔

"عسی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا"

[سورۃ الاسراء۔۷۹]

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

(۱۲) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، انہوں نے قوم لوط علیہ الصلوۃ والسلام سے رفع عذاب میں بہت کوشش کی۔ مگر حکم ہوا:

"یا ابراھیم اعرض عن ھذا" [سورۃ ھود۔۷۶]

اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ۔

عرض کی: "ان فیھا لوطا" [سورۃ العنکبوت۔۳۲]

اس بستی میں لوط ہے۔ حکم ہوا۔

"نحن اعلم بمن ھو" [سورۃ العنکبوت۔۳۲]

ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔

حبیب ﷺ سے ارشاد ہوا۔

"وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم"

[سورۃ الانفال۔۳۳]

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(۱۳) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام سے نقل فرمایا۔

"ربنا وتقبل دعاء" [سورۃ ابراھیم۔۴۰]

اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے۔

حبیب ﷺ اور ان کے خلیفوں کو ارشاد ہوا۔

"وقال ربکم ادعونی استجب لکم"

[سورۃ غافر۔۶۰]

اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کی معراج درخت دنیا پر ہوئی۔

"فلما اتٰھا نودی من شاطیٔ الوادی الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ" [سورۃ القصص۔۳۰]

پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا، ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔

حبیب ﷺ کی معراج سدرۃ المنتہیٰ وفردوس اعلیٰ تک بیان فرمائی۔

"عند سدرۃ المنتھٰی عندھا جنۃ الماویٰ"

[سورۃ النجم۔۱۴]

سدرۃ المنتھی کے پاس اس کے پاس جنت الماوی ہے۔

(۱۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت نقل کی۔

"ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی فارسل الی ھارون"

[سورۃ الشعراء۔۱۳]

اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ھارون کو بھی رسول کر۔

حبیب ﷺ کو خود شرح صدر کی دولت بخشی اور اس سے منت عظمیٰ رکھی،

"الم نشرح لک صدرک"

[سورۃ الانشراح۔۱]

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

(۱۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حجاب نار سے تجلی ہوئی۔

"فلما جاء ھا نودی ان بورک من فی النار ومن حولھا" [سورۃ النمل۔۸]

پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے آس پاس میں یعنی فرشتے۔

حبیب ﷺ پر جلوۂ نور سے تدلی ہوئی اور وہ بھی غایت تکریم و تعظیم کے لئے بالفاظ ابہام بیان فرمائی۔

"اذیغشی السدرۃ ما یغشیٰ" [سورۃ النجم۔۱۶]

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

(۱۷) ہارون و کلیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے فرمایا: انہوں نے فرعون کے پاس جاتے اپنا خوف عرض کیا۔

"ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغیٰ"

[سورۃ طہٰ۔۴۵]

اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔

اس پر حکم ہوا: "لاتخافا اننی معکما اسمع واریٰ"

[سورۃ طہٰ۔۴۶]

ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

حبیب ﷺ کو خود مژدۂ نگہبانی دیا۔

"واللہ یعصمک من الناس"

[سورۃ المائدۃ۔۶۷]

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

(۱۸) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا! ان سے پرائی بات پر یوں سوال ہوگا۔

"یٰعیسی ابن مریم ءَ انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ" [سورۃ المائدہ۔۱۱۶]

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ، کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا دو اللہ کے سوا۔

حبیب ﷺ نے جب غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی، اس پر سوال تو حضور ﷺ سے بھی ہوا، مگر یہاں جو شان لطف و محبت و کرم و عنایت ہے قابل غور ہے۔

"عفا اللہ عنک اذنت لھم" [سورۃ التوبہ۔۴۳]

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دیدیا۔

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور یہ محبت کا کلمہ پہلے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۹) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنی امتوں

سے مدد طلب کی۔

''فلما احس عیسیٰ منهم الکفر قال من انصاری الی الله ،قال الحواریون نحن انصار الله ''
[سورۃ آل عمران۔۵۳]

پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف سے حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

حبیب ﷺ کی نسبت انبیاء ومرسلین کو حکم نصرت ہوا۔

''لتؤمنن به ولتنصرنه'' [سورۃ آل عمران۔۸۱]

تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل واعلیٰ انہیں ملا۔ اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وبارک وکرم۔ والحمد للہ رب العالمین۔

تجلی الیقین ۶۷

تفسیر القرآن بالا حادیث

یہ موضوع بسیط وعظیم ہے۔ امام احمد رضا کی تصانیف اس سے مالا مال ہیں۔

آپ کا طرز تحریر ہی یہ ہے کہ جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اور کوئی بحث چھیڑتے ہیں تو پہلے قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کی تفسیر میں احادیث کی کتابوں کو کھنگالتے ہین اور صفحہ قرطاس پر جب حدیثوں کے موتی بکھیرتے ہیں تو حفاظ حدیث کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

مثال اول:۔ عقیدہ ختم نبوت کے ثبوت میں قرون اولیٰ سے یہ آیت پیش کی جاتی رہی ہے۔

''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین'' [سورۃ الاحزاب .۴۰]

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہی بیان کیا جاتا رہا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ تمام انبیاء مرسلین میں پچھلے اور سب کے بعد آخر زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو۔ یا۔ اس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے۔

بعض لوگوں یعنی وہابیہ کے قاسم العلوم مولوی قاسم نانوتوی نے اپنے دل سے معنیٰ گڑھے اور بے جا تاویل کر کے اس کا مطلب بیان کیا کہ آپ نبی بالذات ہیں۔ لہٰذا آپ کے زمانہ میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

امام احمد رضا نے اس قول کو قرآن میں تحریف قرار دیا اور اس باطل عقیدہ کی دھجیاں اڑادیں اور سیکڑوں احادیث 'خاتم النبیین' کی تفسیر میں پیش فرمائیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ آپ کی بعثت سب کے آخر میں ہوئی۔ تفصیل کے لئے جزاء اللہ عدوہ۔ یا۔ اسی جامع الاحادیث کی جلد چہارم ملاحظہ کریں۔

بعض احادیث یہ ہیں:

۱. عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : انما مثلی ومثل الانبیاء کرجل بنی دار فاکملها

واحسنها الا موضع لبنة ،فجعل الناس يد خلو نها ويتعجبون منها ويقولون: موضع اللبنة فانا موضع اللبنة فختم بى الانبياء.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ خالی ہے۔ تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا، مجھ سے انبیاء ختم کردیئے گئے۔ المبین ۱۲۳

۲۔ عن حذيفة ابن اليمان رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : فى امتى كذابون ودجالون سبعة وعشرون ،منهم اربعة نسوة، وانى خاتم النبيين لا نبى بعدى .

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت دعوت میں ستائیس دجال کذاب ہوں گے، ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : نزل آدم بالهند واستوحش فنزل جبريل فنادى بالاذان : الله اكبر .مرتين ، اشهد ان لا اله الا الله . مرتين ،اشهد ان محمداً رسول الله .مرتين ،قال :آدم من محمد قال :آخر ولدک من الانبياء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام بہشت سے ہند میں اترے تو گھبرائے، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اتر کر اذان دی، جب نام پاک آیا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: محمد کون ہے؟ کہا: آپ کی اولاد میں سب سے پچھلے نبی ﷺ۔

جزاء اللہ عدوہ ۱۵

۴۔ عن جبير بن مطعم رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :ان لى اسماء ، انا محمد وانا احمد وانا الماحى الذى يمحوا الله بى الكفروا انا الحاشر الذى يحشر الناس على قدمى وانا العاقب الذى ليس بعده نبى.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جزاء اللہ عدوہ ۳۲

۵۔ عن ابن ام مكتوم رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ان الله ادرک بى الا جل المرجواختار نى اختيار افنحن الأ خرون ونحن السابقون يوم القيامة.

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ نے مجھے مدت اخیر و زمانۂ انتظار پر پہنچایا اور مجھے چن کر پسند فرمایا تو ہمیں سب سے پچھلے اور ہمیں روز قیامت سب سے اگلے ﷺ۔ جزاء اللہ عدد ۳۳

۶۔ عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :كنت اول النبيين فى الخلق وآخرهم فى البعث .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

۷. عن ابی ذر الغفاری رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اول الرسل آدم وآخر هم محمد.

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب رسولوں میں پہلے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور سب میں پچھلے محمد ﷺ۔ جزاء اللہ عدوہ

مثال دوم: ۔ کفار مشرکین سے استعانت ناجائز وحرام ہے۔ اس کے ثبوت میں امام احمد رضا اپنی کتاب '' المحجة المؤتمنة'' میں تحقیق وغایت ونہایت کو پہنچا دی ہے۔

منجملہ آیاتِ حرمتِ استعانت میں ایک آیت یہ بھی پیش فرمائی۔

''لا یتخذ المؤمنو ن الكافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من الله فی شیء''

[سورۃ آل عمران۔۲۳]

مسلمان کافروں کو اپنا دوست (مددگار) نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا، اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا۔

پھر اس آیت کی تفسیر میں احادیث کی طرف رجوع فرمایا تو حدیثوں کا سیل رواں دکھائی دیتا ہے۔ پھر ہر حدیث کی تصحیح وتحسین، رجال احادیث کی توثیق وتعدیل، آپ کی بالغ نظری، استحضار کامل اور تفحص تام کا پتہ دیتی ہے۔ چند احادیث یہ ہیں۔

۸. أم المؤمنین عائشة الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها قالت : ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خرج الی بدر فتبعه رجل من المشركین فلحقة عند الجمرة فقال : انی اردت ان اتبعک واصیب معک ، قال: تومن بالله ورسوله؟قال: لا ،قال : ارجع ،فلن نستعین بمشرک ،قال : ثم لحقه عندالمشجرة ففرح بذلک اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وکان لـه قوة وجلد.فقال: جئت لا تبعک وأصیب معک ، قال :تومن بالله ورسوله؟ قال :لا ،قال :ارجع فلن نستعین بمشرک ،قال :ثم لحقه عند الشجرة ، ففرح بذلک اصحاب رسول الله ﷺ وکان له قوة وجله فقال جئت لا تبعک واصیب معک ، قال : تؤمن بالله ورسوله ؟ قال : لا ،قال: ارجع ،فلن استعین بمشرک قال: عم لحقه حین ظهر علی البید اء، فقال له : مثل ذلک ،قال :تؤمن بالله ورسوله؟ قال: نعم ، قال :فخرج.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور انور ﷺ بدر کو تشریف لے چلے، سنگستان وبرہ (کہ مدینہ طیبہ سے چار میل ہے) ایک شخص جس کی جرأت وبہادری مشہور تھی حاضر ہوا۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر خوش ہوئے۔ اس نے عرض کی: میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ حضور کے ہمراہ رکاب رہوں اور قریش سے جو مال ہاتھ لگے اس میں سے میں بھی پاؤں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کیا تو اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ، فرمایا: پلٹ جا، ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ چاہیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے (کہ مدینہ طیبہ سے چھ میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا، صحابہ کرام خوش ہوئے کہ واپس آیا، وہی پہلی بات عرض کی: حضور ﷺ نے وہی جواب ارشاد فرمایا: کہ کیا

اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ فرمایا: واپس جا، ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے۔ جب وادی میں پہونچے وہ پھر آیا۔ صحابہ کرام خوش ہوئے۔ اس نے وہی عرض کی: حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تو اللہ ورسول پر ایمان لاتا ہے؟ عرض کیا: ہاں، فرمایا: ہاں اب چلو۔

۹. عن حبيب بن يساف رضى الله تعالىٰ عنه قال: خرج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يريد وجها فاتيت انا ورجل من قومى، فقلنا: انا نكره ان يشهد قومنا مشهداً ولا نشهده معهم، فقال: أسلمتما؟ فقلنا: لا، قال: فانا لا نستعين بالمشركين، قال: فأسلمنا وشهدنا معه، فضربنى رجل من المشركين على عاتقى فقتلت رجلا، وتزوجت بابنته بعد ذلك، فكانت تقول: لا عدمت رجلاً وشحك هذا الوشاح، فأقول لها: لا عدمت رجلاً أعجلت أباك الىٰ النار.

حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک غزوہ (یعنی بدر) کو تشریف لئے جاتے تھے۔ میں اور میری قوم سے ایک شخص حاضر ہوئے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ انصار سے ایک بڑا گروہ ہے) حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں مسلمان ہوئے؟ کہا: نہ، فرمایا: ہم تم مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔ اس پر ہم دونوں اسلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس شریک جہاد ہوئے۔ ایک مشرک نے میرے کاندھے پر وار کیا تو میں نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر کچھ ایام بعد میں نے اس کی بیٹی سے شادی کر لی۔ وہ کہتی تھی: تم نے اپنی اس تلوار سے ایک مرد کو فنا کر دیا، تو میں کہتا: میں نے فنا نہیں کیا بلکہ تیرے باپ کو جہنم میں جلدی بھیج دیا۔

۱۰. عن أبى حميد الساعدى رضى الله تعالىٰ عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى اذا خلف ثنية الوداع اذا كتيبة، قال: من هؤلآءِ، قالوا: بنى قينقاع وهو رهط عبدالله بن سلام، قال: أسلموا؟ قالوا: بل هم على دينهم، قال قل لهم: فليرجعوا، فانا لا نستعين بالمشركين.

المحجة المؤتمنه ص ۶۲

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روز احد تشریف لے چلے۔ جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری لشکر ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: یہ کون؟ عرض کی گئی: یہود بنی قنیقاع قوم عبداللہ بن سلام فرمایا: کیا اسلام لے آئے۔ عرض کی: نہ، وہ اپنے دین پر ہیں۔ فرمایا: ان سے کہہ دو لوٹ جائیں، ہم مشرکین سے مدد نہیں مانگتے۔

مثال سوم: حضور افضل المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضائل عطا فرمائے، اس کا استقصاء واحاطہ ممکن نہیں۔ آپ کی عظمت شان اور فضیلت مقام کی گواہی قرآن کے ساتھ دیگر کتب آسمانی بھی دیتی ہیں۔ بلکہ ہر نبی ورسول کا وظیفہ ہمارے سرکار کے مناقب ومحامد رہا۔ اور ان سب سے ان کا عہد ومیثاق میں وعدہ لیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ سب اپنے اپنے زمانوں، شہروں اور قوموں میں اس کا اعلان کرتے آئے حتیٰ کہ سیدنا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے آخر میں آئے تو صاف اعلان فرمایا۔

''ومبشر ابرسول يأتى من بعدى اسمه احمد''

[سورۃ الصف ۶]

قرآن سے آپ کی فضیلت کلیہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں امام احمد رضا نے یہ آیت پیش فرمائی۔

''تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض''
[سورۃ البقرۃ۔۲۵۳]

پھر اس کی صراحت اور مختلف النوع فضائل کا اثبات احادیث مبارکہ سے فرمایا، گویا یہ احادیث اس آیت کی تفسیر فرما رہی ہیں۔ بعض احادیث ملاحظہ کریں۔

۱۱. عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، وموسیٰ نجیا واتخذنی حبیبا، ثم قال: وعزتی وجلالی لا وثرن حبیبی علی خلیلی ونجی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل اور حضرت موسیٰ کو نجی کیا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! بے شک اپنے پیارے کو اپنے خلیل ونجی پر تفضیل دوں گا۔(ﷺ)

۱۲. عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قال لی ربی عزوجل: نحلت ابراھیم خلتی، وکلمت موسیٰ تکلیما، واعطیتک یا محمد کفاحا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا: میں نے ابراہیم کو اپنی خلت بخشی، اور موسیٰ سے کلام کیا، اور تجھے اے محمد ﷺ! اپنا مواجہہ عطا فرمایا کہ پاس آکر بے پردہ وحجاب میرا وجہ کریم دیکھا۔

۱۳. عن وھب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان اللہ تعالیٰ اوحی فی الزبور، یا داؤد! انہ سیاتی بعدک من اسمہ احمد ومحمد صادقا نبیالا اغضب علیہ ابدا، ولا یعصینی ابدا (الی قولہ) امتہ امۃ رحمۃ اعطیتھم من النو افل مثل ما اعطیت الا نبیاء، اوافرضت علیھم الفرائض التی افترضت علی الانبیاء والمرسلین حتیٰ یاتونی یوم القیامۃ ونورھم مثل نورھم مثل نور الانبیاء (الی ان قال) یا داؤد! انی فضلت محمد او امتہ علی الامم کلھم۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور مقدس میں وحی بھیجی، اے داؤد! عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمد ومحمد ہے۔ میں کبھی اس سے ناراض نہ ہوں گا اور نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا۔ اس کی امت امت مرحومہ ہے۔ میں نے انہیں وہ نوافل عطا کئے جو پیغمبر کو دئے۔ اور ان پر وہ احکام فرض ٹھہرائے جو انبیاء ورسل پر فرض تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ میرے پاس روز قیامت اُس حال میں پر خاضر ہوں گے کہ ان کا نور مثل نور انبیاء کے ہوگا۔ اے داؤد میں نے محمد کو سب سے افضل کیا اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت بخشی، ﷺ۔

۱۴. عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فضیلت علی الانبیاء بست۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام پر فضیلت

دیا گیا۔

۱۵۔ عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ان جبرئیل بشرنی بعشرلم یؤتهن نبی قبلی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرئیل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

۱۶۔ عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: انا اول من تنشق عنه الارض فأ کسنی حلة من حلل الجنة، اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلک المقام غیری۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لاؤنگا، پھر مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کی داہنی جانب ایسی جگہ کھڑا ہونگا جہاں تمام مخلوق الٰہی میں کسی کو بار نہ ہوگا۔

۱۷۔ عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اول من یکسی ابراهیم ثم یقعد مستقبل العرش ثم ادنی بکسوتی فلبستهافاقوم عن یمینه مقاما لا یقوم احد غیری یغبطنی فیه الاولون والآخرون۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو جوڑا پہنایا جائیگا، وہ عرش کے سامنے بیٹھ جائیں گے، پھر میری پوشاک حاضر کی جائیگی، میں پہن کر عرش کی دائیں جانب ایسی جگہ کھڑا ہونگا جہاں میرے سوا دوسرے کو بار نہ ہوگا، اگلے پچھلے مجھ پر رشک لے جائینگے۔ تجلی الیقین ۱۲۷

۱۸۔ عن انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اتی باب الجنة یوم القیامة فاستفتح، فیقول الخازن: من انت؟ فاقول: محمد، صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فیقول: بک امرت لا افتح لا حد قبلک۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں روز قیامت درجنت پر تشریف لاکر کھلواؤں گا، داروغہ عرض کرے گا: کون ہے؟ میں فرماؤں گا: محمد ﷺ۔ عرض کرے گا: مجھے حضور ہی کے واسطے حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔ طبرانی کی روایت میں ہے۔ داروغہ قیام کر کے عرض کرے گا۔ نہ میں حضور سے پہلے کسی کے لئے کھولوں، نہ حضور کے بعد کسی کے لئے قیام کروں۔ تجلی الیقین ۱۲۸

۱۹۔ عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: انا اول من ید خل الجنة ولا فخر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں رونق افروز ہونگا، اور کچھ فخر مقصود نہیں۔ تجلی الیقین ۱۲۸

تفسیر القرآن بآثار الصحابة والتابعین العظام

اس موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے تفسیری مباحث آپ کی تصانیف میں کثرت سے موجود ہیں۔ آپ جب کسی آیت کو موضوع سخن

بناتے ہیں تو احادیث کریمہ کے بعد صحابہ کرام کے ارشادات اور تابعین عظام کے اقوال سے مطلب کی خوب خوب وضاحت فرماتے ہیں۔

کسی آیت کے منسوخ و محکم ہونے کا فیصلہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ یا تو دوسری آیات کے ذریعہ۔ یا احادیث کی روشنی میں۔ یا پھر آثار صحابہ و تابعین عظام سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ ایسی آیات جن کا مفہوم باہم متنافی ہو تو ظاہر ہے کہ ان کا مورد و مصداق بھی جداگانہ ہوگا۔ بصورت دیگر ایک آیت منسوخ اور دوسری ناسخ ہوگی اور ان چیزوں کا علم مندرجہ بالا طریقوں کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا نے ان تمام مباحث سے متعلق اپنی تصانیف میں بیش بہا اور قیمتی معلومات جمع کی ہیں۔ ان میں چند ہدیہ قارئین ہیں۔

مثال اول :۔ ''لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ط ان اللہ یحب المقسطین'' [سورۃ ممتحنہ۔۸]

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالے کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔ بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اولاً:۔ اس آیت کے تعلق سے آپ نے یہ بتایا کہ یہ آیت محکم ہے اور یہ ہی اکثر اہل تاویل کا مسلک۔

فرماتے ہیں:

ایک آیت کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی سب ان چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے۔ یعنی کریمۂ ممتحنہ ''لا ینھٰکم اللہ الآیۃ''

اس میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں فرماتے ہیں: اس سے مراد بنوخزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس ﷺ کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا:

ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے فرماتے ہیں: ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔

قول اکثر کی حجت حدیث بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدیہ لائی۔ انھوں نے اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو۔ جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور نے عرض کی: اس پر آیت کریمہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں۔ یہ واقع صلح ومعاہدہ کا ہے۔ خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا اور ماں باپ کے لئے مطلقاً ارشاد ہے۔

''وصاحبھما فی الدنیا معروفا''

[سورۃ لقمان۔۱۵]

دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر تو آیہ کریمہ سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ اور نہ وہ اب کسی طرح قابل نسخ۔ اور قول سوم یعنی ارادۂ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو تو ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد و اتحاد منا رہے ہیں۔ وہ

عورتیں بچے نہیں۔

قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد و ذمہ کے لئے ہے۔ اور یہ ہی قول اکثر جمہور ہے۔ آیت کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں۔ لاجرم اکثر اہل تاویل اسے حق مانتے ہیں۔ اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیت "لا ینھٰکم" دربارۂ اہل ذمہ، اور آیت کا "ینھٰکم اللہ" حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بنا پر ہدایہ و درر وغیرہ ہا کتب معتمدہ نے فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے۔ اور حربی کے لئے باطل و حرام۔ کہ آیت "لا ینھٰکم اللہ" نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا۔ اور آیت "انما ینھٰکم اللہ" نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔ (فتاویٰ رضویہ جدید)

ثانیاً: ۔ امام احمد رضا نے اس آیت کو بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک منسوخ بتایا، اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی۔

آیت کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑیں۔ ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال و غلظت سے منسوخ ہے۔ اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابو حنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے:۔

"ما رایت افضل من عطا" میں امام عطا سے فضل کسی کو نہ دیکھا۔

و عبدالرحمن بن زید بن اسلم مولی امیر المومنین عمر فاروق اعظم۔ و قتادہ تلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم ﷺ نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید)

امام احمد رضا نے اس مطلب کے ثبوت میں تفسیر قرطبی، تفسیر جمل، تفسیر درمنثور، تفسیر جامع البیان۔ تفسیر ابو شیخ بن حبان۔ تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابو السعود، تفسیر عنایت القاضی، تفسیر خطیب شربینی، اور تفسیر جلالین کے حوالے پیش فرمائے جو بلاشبہ آپ کی وسعت نظر کا عکاس ہیں۔

مثال دوم: ۔ تبذیر و اسراف دو علیحدہ لفظ ہیں۔ کیا دونوں کے معانی بھی جدا ہیں؟ یا ایک ہی معنی پر بولے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کی تحقیقات اقوال صحابہ و تابعین کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

"قال اللہ تعالیٰ: ولا تبذر تبذیرا"

[سورۃ الاسراء۔ ۲۶]

مال بے جانہ اڑا۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

تبذیر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

(۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا۔

اقول: یہ ہی صحیح ہے کہ یہ ہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس و عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول مسند فریابی، سنن سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن شیبہ، ادب مفرد امام بخاری، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن منذر، معجم کبیر طبرانی، مستدرک حاکم اور شعب ایمان امام بیہقی نے نقل فرمایا ہے۔ تفسیر ابن جریر میں اس کے لفظ یوں نقل فرمائے۔

"قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف" (۲۳)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔ یہ ہی اسراف ہے۔

اور دوسری سند سے یوں مروی ہے۔

"قال کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیه وسلم نتحدث ان التبذیر النفقة فی غیر حقه"
(۲۴)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم اصحاب محمد ﷺ تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول سنن سعید بن منصور، ادب مفرد امام بخاری۔ شعب الایمان امام بیہقی، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن منذر نے نقل کیا۔

" المبذر منفق فی غیر حقه " (۲۵)

مبذر ناحق خرچ کرنا ہے۔

ابن جریر میں ایک روایت ان سے یہ ہے:

"لا تنفق فی الباطل فان المبذر هو المسرف فی غیر حقه" (۲۶)

تو باطل میں خرچ نہ کر کہ مبذر ناحق خرچ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

"وقال مجاهد : لو انفق انسان ماله فی الحق ماکان تبذیرا و لو انفق مداً فی الباطل کان تبذیرا"
(۲۷)

اور امام مجاہد نے فرمایا: اگر انسان اپنا کل مال بھی حق میں خرچ کردے تب بھی تبذیر نہیں۔ اور اگر ایک مد بھی باطل میں خرچ کرے تو یہ تبذیر ہے۔

نیز قتادہ سے راوی۔

"التبذیر نفقة فی معصیة الله تعالیٰ وفی غیر الحق وفی الفساد" (۲۸)

تبذیر اللہ کی نافرمانی میں خرچ کو کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حق میں اور فساد میں خرچ کرنا تبذیر ہے۔

(۲) ان دونوں میں فرق ہے۔ تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے،

ابن جریر عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولیٰ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

"لا تبذر تبذیرا لا تعط فی المعاصی" (۲۹)

تبذیر معاصی میں خرچ کرنا۔

اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل، اور عبث مطلقاً گناہ نہیں، تو از آنجا اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا، مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا۔ اور عبارت " لا تعط فی المعاصی " کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو۔ بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم معصیت لازم =

مثال سوم:۔ قال الله تعالیٰ :"سیما هم فی وجوههم من اثر السجود' [سورة الفتح . ۲۹]

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں: کہ صحابہ و تابعین سے اس نشانی کی تفسیر میں چار قول ماثور ہیں۔

قول اول:۔ وہ نور کے روز قیامت ان کے چہروں پر برکت سجدہ سے ہوگا۔

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود، امام حسن بصری، عطیہ عوفی، خالد حنفی اور مقاتل بن حیان سے ہے۔

قول دوم:۔ خشوع وخضوع وروش نیک جس کے آثار صالحین کے چہروں پر دنیا میں ہی بے تصنع ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس اور امام مجاہد سے ہے۔

قول سوم:۔ چہرہ کی زردی کے قیام اللیل و شب بیداری میں پیدا ہوتی ہے۔

یہ امام حسن بصری، ضحاک، عکرمہ اور شمر بن عطیہ سے۔

قول چہارم:۔ وضو کی تری اور خاک کا اثر کہ زمین پر سجدہ کرنے سے ماتھے اور ناک پر مٹی لگ جاتی ہے۔ یہ امام سعید بن جبیر اور عکرمہ سے ہے۔

ان میں پہلے دو قول اقوی واقدم ہیں کہ دونوں خود حضور سید عالم ﷺ کی حدیث سے مروی ہیں۔ اور سب سے قوی و مقدم پہلا قول ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد سے بسند حسن ثابت ہے۔

''رواه الطبرانی فی المعجم الا وسط والصغیر وابن مردویه عن ابیبن کعب رضی الله تعالی عنه قال:قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی قوله عزوجل :سیما هم فی وجو ههم من اثر السجود وقال : النور یوم القیامة''

ولہٰذا امام جلال الدین محلی نے جلالین میں اسی پر اقتصار کیا۔

قول سوم میں قدر ضعف ہے کہ وہ اثر بیداری ہے نہ اثر سجود۔ ہاں بیداری بغرض سجود ہے۔

اور چہارم سب سے ضعیف تر ہے۔ وضو کا پانی اثر سجود نہیں۔ اور مٹی بعد نماز جھڑا دینے کا حکم ہے۔ یہ سیما و نشانی ہوتی تو زائل نہ کی جاتی۔ امید ہے کہ سعید بن جبیر سے اس کا ثبوت نہ ہو۔

بہر حال یہ سیاہ دھبہ کہ بعض کے ماتھے پر کثرت سجود سے پڑتا ہے تفاسیر ماثورہ میں اس کا پتہ نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس وسائب بن یزید و مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے اس کا انکار ماثور۔ طبرانی نے معجم کبیر اور بیہقی نے سنن میں حمدی بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے۔

میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے پاس حاضر تھا، اتنے میں ایک شخص آیا جس کے چہرہ پر سجدہ کا داغ تھا۔ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: **''لقد افسد هذا وجهه اما والله ماهی السیما التی سمی الله ولقد صلیت علی جبهتی منذ ثمانین سنة ما اثر السجود بینی عینی''** بیشک اس شخص نے اپنا چہرہ بگاڑ لیا۔ سنتے ہو خدا کی قسم یہ وہ نشانی نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ میں اسی (۸۰) برس سے نماز پڑھتا ہوں میرے ماتھے پر داغ نہ ہوا۔

سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن نصر و ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی اور یہ سیاق اخیر ہے۔

''حدثنا ابن حمید ثا جریر ابن منصور ان مجاهد هدا فی قوله تعالیٰ : سیما هم فی وجوهم من اثر السجود وقال : هو الخشوع فقلت : هو اثر السجود فقال : انه یکون بین عینیه مثل رکبة العنزوهو کماشاء الله''

یعنی منصور بن المعتمر کہتے ہیں امام مجاہد نے فرمایا: اس نشانی سے خشوع مراد ہے۔ میں نے کہا بلکہ داغ جو سجدہ سے پڑتا ہے فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا، اور باطن میں ویسا ہے جیسی اس کے لئے خدا کی مشیت ہوئی یعنی یہ دھبہ تو منافق بھی ڈال سکتا ہے۔

ابن جریر نے بطریقہ مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کی کہ فرمایا:

''امانه لیس بالذی ترون ولکنه سیما الا سلام ومجیته وسمته وخشوعه''

خبردار یہ وہ نہیں جو تم لوگ سمجھتے ہو بلکہ یہ اسلام کا نور، اس کی خصلت، اس کی روش، اس کا خشوع ہے۔

بلکہ تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات سلیمانیہ میں ہے۔ "قال البقائی ولا یظن ان من السیما ما یصنعه بعضه المرائین من اثر هیائة سجود فی جبهته فان ذالک من سیما الخوارج وعن ابن عباس عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه قال لأ بغض الرجل واکرهه اذارأیت بین عینیه اثر السجود"

یعنی یہ نشان سجدہ جو بعض ریاکار اپنے ماتھے پر بنالیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں ہے۔ یہ خارجیوں کی نشانی ہے اور ابن عباس سے روایت مرفوع آئی کہ میں آدمی کو دشمن و مکروہ رکھتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دیکھتا ہوں۔

اقول: اس روایت کا حال اللہ جانے اور بفرض ثبوت وہ اس پر محمول جو دکھاوے کے لئے ماتھے اور ناک کی مٹی نہ چھڑائے کہ لوگ جانیں کہ یہ ساجدین سے ہے اور وہ انکار بھی سب اسی صورت ریا کی طرف راجع، ورنہ کثرت سجود یقیناً محمود اور ماتھے پر اس سے نشان خود بن جانا، نہ اس کا روکنا اس کی قدرت میں ہے نہ زائل کرنا، نہ اس کی اس میں کوئی نیت فاسد ہے۔ تو اس پر انکار نامقصود اور مذمت ناممکن بلکہ وہ من جانب اللہ اس کے عمل حسن کا نشان اس کے چہرے پر ہے۔ تو زیر آیہ کریمہ "سیماهم فی وجوههم من اثر السجود" داخل ہوسکتا ہے کہ جو معنی فی نفسہ صحیح ہو اور اس پر دلالت لفظ مستقیم اسے معانی آیات قرآنیہ سے قرار دے سکتے ہیں۔

"کما صرح به الامام حجة الاسلام وعلیه درج عامة المفسرین الا علام"

اب یہ نشان اسی محمود و مسعود نشانی میں داخل ہوگا جس کی تعریف اس آیت کریمہ میں ہے۔ کہ بلاشبہ یہ امر جس طور پر ہے ہم نے تقریر کی فی نفسہ عمل حسن سے ناشی اور اس کی نشانی اور الفاظ آیت کریمہ میں اس کی گنجائش ہے۔ لاجرم تفسیر نیشاپوری میں اسے بھی آیت میں برابر کا متحمل رکھا۔ تفسیر کبیر میں اسے بھی تفسیر آیت میں ایک قول بتایا۔ کشاف وارشاد العقل میں اسی پر اعتماد کیا۔ بیضاوی نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور اس کے جائز بلکہ محمود ہونے کو اتنا بس ہے کہ سید نا امام سجاد زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیشانی نورانی پر سجدہ کا یہ نشان تھا۔ (فتاویٰ افریقہ ص ۷۳)

تفسیر القرآن باللغات العربیہ والقواعد الاسلامیہ

علوم عربیہ اور قواعد اسلامیہ کے میدان میں امام احمد رضا اجتہادی شان کے مالک تھے۔

بہت سے اصول وقواعد کے تعلق سے آپ نے مستقل کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف میں لسانی علوم اور فنی قوانین وضوابط کے مناظر شمار سے باہر ہیں۔ علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں میں دستگاہ کامل اور ید طولیٰ رکھتے تھے۔

نحوی وصرفی قواعد، معانی وبیان وبدیع، اصول تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہا تمام علوم وفنون کی وضع ہی قرآن وحدیث کے افہام وتفہیم کے لئے ہوئی۔ اور مفسرین ومحدثین، فقہا ومجتہدین نے علوم ومعارف کے جو دریا بہائے وہ انہیں علوم کی مرہون منت ہیں۔ لہٰذا تفسیر قرآن کے وقت ان کو پیش نظر رکھنا ضروری اور اہم ہے۔

امام احمد رضا اس زاویہ نگاہ سے جب تفسیر قرآن پیش فرماتے ہیں تو وجوہ قرآن سے حجاب اٹھتے نظر آتے ہیں۔ اور کلام الٰہی کی اعجازی شان نمایاں ہوتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجئے اور اپنی مشام جان وروح ایمان کو معطر ومنور کیجئے۔

مثال اول:۔ حضور سید عالم ﷺ کو انبیاء و مرسلین کے درمیان جو امتیازی شان حاصل ہے وہ قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے عیاں ہے اور آپ کی شان والا کا جو اہتمام منظور خدا ہے وہ پورے قرآن سے جلوہ فشاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''واذا خذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أاقررتم واخذتكم على ذلكم اصرى قالوا أقررنا قال فاشهدوا وانامعكم من الشاهدين فمن تولى بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون'' [سورۃ آل عمران۔۸۱۔۸۲]

اور یاد کروائے محبوب! جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا:

کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور مین تمارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اب امام احمد رضا کا ایمان افروز تفسیری بیان ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق: پھر دیکھنا یہ ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان فرمایا ہے۔ اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اولاً:۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء معصومین ہیں، زنہار حکم الٰہی کا خلاف ان سے متحمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک وتعالیٰ بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا۔ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفانہ فرمایا۔ بلکہ ان سے عہد و پیان لیا۔ یہ عہد، عہد، الست بربکم، کے بعد دوسرا پیان تھا، جیسے کلمہ طیبہ میں '' لا الٰہ الا اللہ '' کے ساتھ '' محمد رسول الله '' تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کی برابر رسالت محمدیہ پر ایمان۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وشرف وجل وعظم

ثانیاً:۔ اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا۔ ''لتؤمنن به ولتنصرنه'' جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔

امام سبکی فرماتے ہیں: شاید سوگند بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً:۔ نون تاکید۔

رابعاً:۔ وہ بھی ثقیلہ لاکر نقل تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامساً:۔ یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے: ''أاقررتم'' کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو یعنی کمال تعجیل تسجیل مقصود ہے۔

سادساً:۔ اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ واخذتم علیٰ ذلکم اصری'' خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً:۔ علیہ یا علی هذا، کی جگہ علی ذلکم، فرمایا کہ بُعد اشارت دلیل عظمت ہو۔

ثامناً:۔ اور ترقی ہوئی کہ '' فاشهدوا'' ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ! اقرار کر کے مکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً:۔کمال یہ ہے کہ فقط ان گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی، بلکہ ارشاد (فرمایا)''وانامعکم من الشّٰھدین'' میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشراً:۔سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد بآنکہ انبیاء کوعصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرمائی گئی ''فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون'' اب جواس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ اللہ! یہ وہی اعتنائے تام اوراہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے۔

''ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم ط کذلک نجزی الظالمین'' [سورۃ انبیاء۔۲۹]

اوران میں جوکوئی کہے کہ میں اللہ کے سوامعبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزاء دیں گے،ہم ایسے ہی سزادیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں: جس طرح ہمیں ایمان کے جزءاول ''لا الہ الا اللہ'' کا اہتمام ہے یوں ہی جزءدوم'' محمد رسول اللہ'' اعتنائے تام ہے۔میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سرنہیں پھیر سکتے ،اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول اورمقتدا کہ انبیاء ومرسلین بھی اس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے.''والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین''.

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادت عامہ وفضیلت تامہ پرکون سی دلیل درکار ہے۔وللہ الحجۃ البالغۃ (تجلی الیقین ص)

مثال دوم:۔اللہ رب العزت جل جلالہ سچا ہے اوراس کی ہر صفت ازلی وابدی ہے۔اس کے کلام میں شائبہ کذب کو ہرگز دخل نہیں۔امام احمد رضا نے قواعداسلامیہ کی روشنی میں آنے والی آیت کریمہ سے اللہ جل مجدہ کے لئے محال عقلی ثابت فرمایا۔ حالانکہ عموماً لوگ اس آیت کو صفت صدق کے ثبوت کے لئے تو سمجھتے ہیں لیکن کذب کے محال عقلی ہونے پر اس آیت کریمہ سے استدلال ہرکس وناکس کے بس کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''ومن اصدق من اللہ قیلا'' [سورۃ الانبیاء۔۱۲۲]

اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

اب امام احمد رضا کی تفسیر وتحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

اقول وباللہ التوفیق:

آیہ کریمہ نص جلی کہ کذب الٰہی محال عقل ہے۔وجہ دلالت سنئے!

خادم تفسیر وحدیث وواقف کلمات فقہاپر روشن کہ امثال عبارات اگر چہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقتاً تفضیل ولفی برتر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔

''ومن احسن من اللہ صبغۃ''

[سورۃ البقرۃ۔۱۳۸]

یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے۔

''ومن احسن قولاً ممن دعاالی اللہ''

[سورۃ حم السجدۃ۔۳۳]

اوراس سے زیادہ کس کی بات اچھی جواللہ کی طرف بلائے۔

یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔

تولاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولیٰ عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا۔ اور ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہ اصلاً قابل تشکیک نہیں۔ کہ باعتبار ذوات قضیا خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں۔ سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں اگر ذرا بھی فرق ہو اتو سرے سے سچ ہی نہ رہا اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا۔ یہ معنی اگر چہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان انبیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے وجہیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی وتنبیہ ہوتی ہے۔

قرآن نے فرمایا:''محمد رسول الله''

اور ہم بھی کہتے ہیں۔محمد رسول الله .صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

کیا وہ جملہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے، اور ہم نے جو کہا کم مطابق واقع ہے۔ حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا۔ یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے۔

فرقان عزیز نے فرمایا:

''وحمله وفصله ثلثون شهراً'' [سورۃ الاحقاف۔۱۵]

اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔

ہم کہتے ہیں '' لااله الا الله الملک الحق المبین''

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی مالک حق واضح ہے۔

کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینہ میں ہے، زیادہ سچا ہے؟ اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے؟

تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقت للواقع غیر معقول ہے۔ ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور، اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود معتبر۔ جسے دو عبارتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے، مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے، یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول ہوا گر وہی بعینہ رسول سے ثابت ہوجائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا۔ اگر چہ بات حرف بحرف ہے۔

دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا۔ مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے۔ یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے۔ اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر کی طرف راجع۔ کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پوری ہوگی۔

جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک ومنزہ ہے۔ کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی۔ اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دل میں لائیں۔

اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہت بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر مخالفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگر چہ بنظر نفس ذات مخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں۔ مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنیٰ الاخص بھی نہیں ہوتا۔

''کما حققه فی المواقف وشر جها واشار الیه

فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرھما''

اسے پیش نظر رکھ کر کہ کلام باری تعالیٰ کی طرف چلئے۔ امکان کذب ماننے کے بعد غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلہ ہونگے، جیسا کہ احتمال کذب یعنی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک، اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الٰہی میں بھی باقی۔ پھر کلام الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کسی کی بات اس سے صدقاً بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفاد آیۂ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدۂ مجیدہ اہل سنت ''وقایت اللہ لھم دامت''۔ یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولیٰ جل وعلا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کے، کہ احتمال کذب کا امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص۔ محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہوجائے۔ عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت۔ اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن ودرخشندہ صادق آیا کہ ''ومن اصدق من اللہ قیلا''۔ اور '' العزۃ للہ '' کیوں نہ صادق آئے کہ آخر ''ومن اصدق من اللہ حدیثا''.

یہ دیکھو یہ منشا تھا علما کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن۔ والحمد للہ رب العالمین.

(فتاویٰ رضویہ جدید)

مثال سوم: ''قال اللہ تعالیٰ : وتمت کلمة ربک صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمٰه وھو السمیع العلیم''

[سورۃ الانعام. ۱۱۰]

اور پورا ہے تیرا رب کا کلام صدق وانصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں: صدق قائل کے لئے درجات ہیں۔ اور باری عزوجل کا کلام انتہائی درجہ صدق وعدل پر ہے جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں۔ اخبار و مواعید صدق کے اعتبار سے۔ اور قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔

پھر امام احمد رضا نے صدق قائل کے سات درجات شمار فرمائے جن کی تلخیص اس طرح ہے۔

درجہ اول: روایات وشھادات میں قطعا کذب سے محترز ہو۔ اور مخاطبات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روا نہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگر چہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا۔ مگر مزاحاً یا عبثاً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے۔ نہ سننے والا یقین لا سکے۔

مثلاً آج زید نے منوں کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے۔ ایسا شخص کاذب نہ گنا جائے گا۔ یا۔ مردود الروایۃ نہ ہوگا۔ تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع۔ اگر چہ نفس کلام میں حکایت واقع، مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع۔

درجہ دوم: ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے۔ مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو۔ جس طرح قصائد کی تشبیبیں ؎

''بانت سعاد فقلبھیالیوم متبوال''

سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی، نہ حضرت

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی، نہ یہ اس کے فراق میں مجروح۔ محض خیالات شاعرانہ ہیں، مگر نہ فضول بحث، کہ تشحید خاطر وتشویق سامع وترقیق قلب وتزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں۔ تاہم ازانجا کہ حکایت بےمحکی عنہ ہے، ارشاد فرمایا گیا۔

''وما علمنٰه الشعر وما ینبغی له''

[سورۃ یٰس۔ ۶۹]

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

درجہ سوم: ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں۔ اگرچہ نصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود۔ ولہٰذا قرآن عظیم کو ''اساطیر الاولین'' (پہلوں کے قصے) کہنا کفر ہوا۔ جیسے آج کل کے بعض کفار لیام، مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام، دعویٰ کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے، شیطان وملک کے افسانے، سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں۔ ''تعالیٰ الله عمایقول الظالمون علواً کبیرا.''

درجہ چہارم: ہر قسم حکایت بےمحکی عنہ کے تعمد سے اجتناب کلی کرے اگرچہ برائے سہو خطا حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو۔ یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ پنجم: اللہ عزوجل سہواً وخطاً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو۔ یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے:

''ان الله تعالیٰ یکره فوق سمائه ان یخطاء ابو بکر الصدیق فی الارض''

اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر غلطی کریں۔

درجہ ششم: معصوم من اللہ ومؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے، مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو۔

یہ رتبہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ہفتم: کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو۔ بلکہ اس کی عظمت جلیلہ وجلالیت عظیمہ بالذات کذت وغلط کی نافی ومنافی ہو، اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گرد لوث کا گزر محال عقلی۔ یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں۔ اب آیہ کریمہ ارشاد فرمارہی ہے۔ کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلیٰ درجہ منتہیٰ پر ہے۔ تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور ظلم وخلاف عدل باجماع اہل سنت محال عقلی ہے، یوں ہی صدور کذب وخلاف صدق بھی عقلاً ممتنع ہو۔ ورنہ صدق الٰہی غایت ونہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کا مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا۔ یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف. فثبت المقصود والحمد لله العلی الودود.

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴)

مثال چہارم: ''تولج اللیل فی النهار وتولج النهار فی اللیل'' [سورۃ آل عمران. ۲۷]

امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معاً ہو جاتا ہے۔ یا جب سیاہی بلند

ہوجاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔

آپ نے قرآن حکیم کی اس آیت سے وقت مغرب کے سلسلہ میں ایسا منفرد اور اچھوتا استدلال فرمایا کہ ہر قاری کی آنکھیں روشن ہوجائیں اور قلوب و اذھان منور و مجلی۔

اصول و قواعد سے مملو تفسیر و توضیح ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں۔

افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے، سیاہی کئی گز بلند ہوجاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی غربیہ کا غروب بہت بعد ہوتا ہے۔ آفتاب مرتفع ہوجاتا ہے اس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے۔ اس پر عیان و بیان و برھان سب شاہد عدل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''لیس الخبر کالمعاینہ''

خبر شاہد کی طرح نہیں۔

جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہوجائے گا۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں

کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ.

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو اس آیہ کریمہ کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں۔ رات یعنی سایہ زمیں کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے، ابی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔

کیونکہ ایک چیز دوسری چیز میں اسی وقت داخل ہوسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں۔ نہ کہ ایک ختم ہوجائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل و نہار بمعنی رات اور دن آپس میں متضاد ہیں۔ اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ تو مجازی معنی مراد لینا ضروری۔ اور اس کا اقرب طریقہ رہی ہے جو فقیر نے بیان کیا۔ کہ لیل سے مراد تاریکی اور نہار اپنے معنی حقیقی میں۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوگا اور مجاز کی ضرورت سے زیادہ ضرورت نہیں ہوگی۔ اور اس کا عکس بھی ممکن کہ نہار سے مراد سورج کی شعاعیں اور لیل اپنے معنی حقیقی میں۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے اور رات بھی باقی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور لیل سے مراد عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفق احمر و ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے اس کے باوجود رات ہوجاتی ہے۔

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم ﷺ ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

''اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم.''

جب ادھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہوچکا۔

لیل سے مراد سیاہی اور نہار سے مقصود ضوء۔ ''فان الاقبال من ھھنا والادبار من ھھنا انمایکون لہا'' کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور ادھر جاتی ہیں۔

تیسیر میں ہے:

''اذااقبل اللیل یعنی ظلمتہ رادبر النہار ای ضوء.''

عالم ماکان وما یکون ﷺ نے تینوں لفظ اسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ پہلے سیاہی اٹھتی ہے، اس وقت تک اگر افق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی ہے بلکہ قلل جبال واعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے، پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثفا بخرہ افقیہ و کثرت بعد عن الابصار، وطول مرور شعاع البصر فی تخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بے تکلف۔ اس معنیٰ پر بحمدہ اللہ تعالیٰ انتظام کلام اسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم ﷺ کی شان رفیع بلاغت بے مثل کو شایاں و بجا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید)

مآخذ و مراجع

(۱) التفسیر والمفسر ون
(۲) البرھان فی علوم القرآن
(۳) نزھتہ الخوائط
(۴) خطبۂ صدارت ناگپور
(۵) کلمۂ آغاز شمولہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد اول
(۶) امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں
(۷) سالنامہ معارف رضا کراچی
(۸) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
(۹) جامع الاحادیث جلد چہارم
(۱۰) فتاویٰ رضویہ جدید چہاردہم
(۱۱) تفسیر ابن جریر
(۱۲) فتاویٰ رضویہ جدید پانزدہم
(۱۳) فتاویٰ افریقہ
(۱۴) تجلی الیقین بان بنبینا سید المرسلین
(۱۵) فتاویٰ رضویہ جدید چہاردہم
(۱۶) کنز العمال
(۱۷) الجامع الصغیر
(۱۸) الجامع الترمذی
(۱۹) فتاویٰ رضویہ جدید

حوالہ جات

۱ التفسیر والمفسر للدکتور حسین الذہبی۔
۲ التفسیر والمفسر للدکتور حسین الذہبی۔ ۲۲
۳ البرہان فی علوم القرآن للزرکشی
۴ البرہان فی علوم القرآن للزرکشی
۵ التفسیر والمفسر للدکتور حسین الذہبی۔

کنزالایمان اور تحقیقی امور

مولانا غلام مصطفیٰ رضوی صاحب*

امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ /۱۹۲۱ء) نے علمائے عرب کو جو اجازات اور سندات حدیث عطا کیں اس میں اپنے ۵۴ علوم وفنون کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ؎۱

علم، تقسیم در تقسیم کے مرحلے سے گزرتے رہتے ہیں ۔علم کی فروعات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لحاظ سے محدث بریلوی کے علم کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہو چکی ہے اور دانش وشعور کے بڑھتے ہوئے تحقیقی رجحانات کے ساتھ ساتھ محدث بریلوی کے علوم کا حلقہ وسیع ہوتا رہے گا ۔محدث بریلوی کے علوم میں سب سے نمایاں علم ''علم القرآن وترجمۂ قرآن'' (Knowledge of the Quran and art of its translation) ہے۔

علم وحکمت کے سوتے قرآنِ مقدس سے پھوٹتے ہیں ۔تحقیقاتِ علمیہ کا سرچشمہ قرآنِ مقدس ہے ۔تدبر وتفکر کرنے والے اس میں جستجو کر کے گوہر مطلوب پاتے ہیں ۔تسخیرِ کائنات کے حوالے سے جو ایجادات منصۂ شہود پر آ رہی ہیں اس کی بنیاد قرآنِ مقدس نے چودہ سو سال پہلے فراہم کی تھیں اور دعوتِ فکر دی تھی:

[۱] ''اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں کہ تم دھیان کرو۔'' (النور:۲۴/۱)

[۲] ''اے جن وانس کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ، تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔'' (الرحمٰن: ۵۵/ ۳۳)

قرآنِ مقدس کو کتابِ مبین اور روشن کتاب کہہ کر اس سے حصولِ فیض کی تعلیم دی گئی ہے۔ پروفیسر جمیل قلندر فرماتے ہیں:

''قرآنِ حکیم نے انسانی ذات، خارجی کائنات اور خالقِ کائنات سے متعلق ایک نئے اسلوب بیان اور اندازِ فکر کی داغ بیل ڈالی، جسے آج کل کی اصطلاح میں (Holistic یا Interdicciplinary Approch) کہتے ہیں۔ ؎۲

اردو زبان کے تراجمِ قرآن

قرآنِ مقدس کے مفہوم ومطلوب تک ترسیل کے لئے ترجمہ رہنمائی کرتا ہے کیوں کہ عربی زبان ولغت اور قرآنی علوم پر دسترس نہ رکھنے والے کے لئے تفہیم مطالب آیاتِ قرآنی کی اور کوئی سبیل نہیں ہے۔ اردو زبان میں قرآنِ مقدس کے جو ترجمے ہوئے ہیں ان میں اکثریت ایسے ترجموں کی ہے جو اسلامی فکر کو منہدم کرتے ہیں جس کا سبب مترجمین کی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے دوری ہے اس لئے مترجمین کی نگاہ لفظی معنی پر تو مرکوز رہو جاتی ہے مگر روحِ قرآن اور اس کی تعبیر مرادی معنی سمجھنے سے عاری ہوتی ہے بایں وجہ ان کے تراجم میں ادب وآداب اور احترام کے معاملات مفقود دکھائی دیتے ہیں لہٰذا منشائے قرآن کی پاسداری اور اندازِ فکر کی پرورش ایسے ترجموں کے مطالعہ سے نہیں ہو سکتی ۔اس پہلو سے فہمِ قرآن کو سمجھنے کے لئے محتاط مترجم کی ضرورت تھی جو مفہوم تک ترسیل کرا سکے اور مطلوبِ قرآن کو واضح کر سکے ۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ /۱۹۱۱ء) ایسا ہی ہے۔ یہاں دیگر اردو تراجم سے تقابل پیش کرنا موضوع تو نہیں مگر کنزالایمان کی انفرادیت سمجھنے کے لئے دو آیات کا موازنہ دیگر ترجموں سے پیش کیا جاتا ہے:

*صدر نوری مشن، پرانی آگرہ روڈ مالیگاؤں 423203 ام اس (انڈیا)

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ○

(آلِ عمران:۵۴)

ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی:

''اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری:

''اور وہ (یعنی یہود قتلِ عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لئے) چال چلا اور خدا خوب چال چلانے والا ہے۔''

ترجمہ مولوی اشرفعلی تھانوی:

''اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں۔''

ترجمہ امام احمد رضا خان:

''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔''

مقامِ غور ہے کہ ''مکر، داؤ'' اور ''چال چلنے والا'' جیسے الفاظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے کیا گیا ہے جس سے پاکیزگی اور ستھرائی کا اظہار نہیں ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاکیزہ ہے۔ مولوی اشرفعلی تھانوی نے دشمنانِ خدا کے مکر وفریب کو ''خفیہ تدبیر'' کہہ کر ان کے شر پر پردہ ڈال دیا ہے کافروں کے لئے ''خفیہ تدبیر'' جیسے لفظ کا استعمال موزوں نہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے جو ترجمہ فرمایا وہ نفسِ آیت کے مطابق ہے۔

اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے غلطیوں کا صدور ممکن نہیں اس لحاظ سے اس آیت کا ترجمہ بھی قابل غور ہے:

وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (طٰہٰ:۱۲۱/۲۰)

ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی:

اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا۔''

ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری:

اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہوگئے۔''

ترجمہ مولوی اشرفعلی تھانوی:

''اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہوگیا سو غلطی میں پڑ گئے۔''

ترجمہ امام احمد رضا خان:

''اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی اور جو مطلب چاہا اس کی راہ نہ پائی۔''

قرآنِ مقدس کے ترجمہ کے لئے صرف زبان و بیان اور گرامر پر ہی عبور ضروری نہیں بلکہ الوہیت کا تقدس اور انبیاء و رسل کی عصمت اور عظمت وعفت کا لحاظ بھی ضروری ہے اور حضور سید عالم ﷺ کی محبت بھی، محدث بریلوی ان تمام اوصاف سے متصف تھے اور ساتھ ہی عربی نثر ونظم اور ادب و گرامر پر عمیق نگاہ رکھتے تھے، محدث بریلوی کی عربی ادب میں مہارت پر جسٹس سید عتیق الرحمٰن شاہ بخاری نے انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کی (Arabic Faculty) سے ریسرچ کیا ہے اور ایم فل کی سند حاصل کی۔ اسی طرح محدث بریلوی کی عربی دانی پر ''مولانا احمد رضا خان وللغۃ العربیۃ'' کے عنوان کے تحت دکتور حسین مجیب المصری نے مقالہ لکھا ہے۔ محدث بریلوی نے مکہ معظمہ میں علمِ غیب مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر عربی زبان میں ''الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ'' (۱۳۲۳ھ) تصنیف فرمائی بوقت تصنیف حوالہ وماخذ کے لئے کوئی کتاب بھی موجود نہیں تھی اس کے باوجود کتاب کی منہج واسلوب اور زبان وبیان دیکھ کر محدث بریلوی کی عربی دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان نکات سے محدث بریلوی کی لسان ولغتِ عربی میں مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تقریبِ ترجمہ

مارکیٹ میں قرآن مقدس کے دستیاب ترجمے عقیدۂ توحید ورسالت

کے آداب سے یکسر خالی اور عام مسلمانوں کے عقیدے کے بگاڑ کا سبب تھے۔ چونکہ یہ ترجمے قرآنِ مقدس سے منسوب تھے اس لئے ان کی اشاعت سے پسِ پردہ لاشعوری طور پر عقیدے میں انتشار پیدا ہو رہا تھا جو تشویش کا باعث تھا اس سبب خلیفۂ امام احمد رضا خان صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے امام احمد رضا خان سے ترجمے کی درخواست کی جسے امام احمد رضا خان نے قبول کیا، علمی مشاغل اور کثرتِ کار کی وجہ سے محدث بریلوی کے پاس اتنا وقت میسر نہیں تھا کہ ترجمہ کے لئے کوئی اہتمام ہوتا۔ چنانچہ مولانا بدر الدین احمد قادری رقمطراز ہیں:۔

''جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیاتِ کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے...... لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتبِ تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہ برجستہ ترجمہ زبانی طور اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوتِ حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فرفر، فرفر پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتبِ تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہ ترجمہ تفسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرا لیا۔'' ۳

صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مسودہ علامہ عبد المبین نعمانی نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے ایک مقالہ میں مسودے کا اجمالی جائزہ پیش فرمایا ہے۔ ترجمے کی تکمیل کی بابت لکھتے ہیں:۔

''ابتداء اور انتہا کی تاریخوں سے اندازہ لگتا ہے کہ ترجمہ کنز الایمان کی تحریر کا آغاز جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اختتام ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ میں، لیکن کام مسلسل نہیں ہوا ہے۔ بعض صفحات مسودے کے درمیان سے غائب بھی ہیں جن کی تاریخیں معلوم کرنا مشکل ہے، البتہ اس بات کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ یہ نادر و نایاب اور مہتم بالشان ترجمۂ قرآن موسوم بہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' سال کے چند مہینوں میں مکمل ہوا، پورے ایک سال بھی صَرف نہ ہوئے، اور وہ بھی رات میں عشاء کے بعد سوائے چند اُن ایام کے جن کی صراحت ہے کہ ان میں قبل عشاء کام ہوا، اندازہ ہے کہ یہ کام چار پانچ مہینوں میں انجام کو پہنچا غالباً اتنی قلیل مدت میں قرآن کا ایسا عظیم الشان ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے ہے۔'' ۴

محدث بریلوی اور فنِ حدیث

امام احمد رضا محدث بریلوی فنِ تفسیر پر وسیع نگاہ رکھتے تھے۔ فتاویٰ رضویہ میں بہت سارے مقامات پر تفسیری مباحث موجود ہیں جن کے مطالعہ سے اس فن میں محدث بریلوی کی وسعتِ فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقمطراز ہیں:

''مولانا بریلوی نے ترجمۂ قرآن کے علاوہ قرآن کریم کی جزوی تفسیر لکھی تھی۔ چنانچہ مولانا شاہ عبد القادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) کے عرس میں شرکت کے لئے بدایوں گئے تو وہاں کامل چھ گھنٹے سورہ والضحیٰ پر تقریر فرمائی اور بعد میں فرمایا کہ ''اس سورۂ مبارک کی بعض آیات کی تفسیر لکھی تھی جو

اسی جز تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآنِ کریم کی تفسیر لکھ سکوں۔'' ۵

چنانچہ مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:

''ترجمہ ''کنزالایمان'' کے بعد میں نے چاہا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ اس پر نظر ثانی فرمائیں اور جابجا فوائد تحریر کردیں۔ چنانچہ بہت اصرار کے بعد یہ کام شروع کیا گیا دو تین روز تک کچھ لکھا گیا جس انداز سے لکھوانا شروع کیا اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآنِ پاک کی بہت بڑی تفسیر ہوگی، کم از کم دس بارہ جلدوں میں پوری ہوگی۔ اس وقت خیال پیدا ہوا کہ اتنی مبسوط تحریر کی کیا حاجت، ہر صفحہ میں کچھ تھوڑی تھوڑی باتیں ہونی چاہئیں جو حاشیہ پر درج کردی جائیں لہٰذا یہ تحریر جو ہو رہی تھی بند کردی گئی اور دوسری کی نوبت نہ آئی۔'' ۶

استاذ الاساتذہ علامہ عطا محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں ہیں اور جس مسئلے پر قلم اٹھایا، الم نشرح کر کے چھوڑا۔ ان تمام تصانیف کا سرتاج اردو ترجمۂ قرآنِ پاک ہے جس کی نظیر نہیں ہے اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہوتا ہے جس کی اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر نظر ہے۔ اس ترجمۂ مبارک میں مفسرین کا اتباع کیا گیا ہے اور جن مشکلات اور ان کے حل مفسرین نے کئی صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمائے ہیں اس محسن اہلسنت نے اس ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا ہے۔'' ۷

کنزالایمان کی طباعت

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۹۴۸ء) کنزالایمان کا مسودہ بغرض طباعت مراد آباد لے گئے مفتی اطہر نعیمی صاحب کے مطابق پہلی مرتبہ کنزالایمان مفتی محمد عمر صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء) کے زیر اہتمام ''نعیمی پریس مراد آباد'' میں طبع ہوا۔ کتابت منشی ارشاد علی نے فرمائی۔ دوسری اشاعت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر حواشی ''خزائن العرفان'' کے ساتھ ''اہلسنت برقی پریس مراد آباد'' میں ہوئی اور تیسری مرتبہ ''المکتبہ کراچی'' نے طباعت کی۔ چوتھی مرتبہ ''از ہر بکڈپو آرام باغ کراچی'' کے زیر اہتمام اشاعت ہوئی۔'' ۸

علامہ عبدالمبین نعمانی لکھتے ہیں:

''مجھے اچھی طرح یاد ہے تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلے ترجمۂ اعلیٰ حضرت کو کتب خانہ اشاعتِ اسلام دہلی نے چھاپنا شروع کیا۔'' ۹

مولانا مبارک حسین مصباحی رقم طراز ہیں:

''اب تو امام احمد رضا خان کا نام و کام اتنا دلکش اور مقبول ہو گیا ہے کہ مخالفین و معاندین بھی امام احمد رضا خان کی تصانیف بڑے چاؤ سے شائع کررہے ہیں۔ دہلی میں قریب ۲۵ ناشرین ''کنزالایمان مع خزائن العرفان'' شائع کر کے ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا رہے ہیں۔'' ۱۰

دہلی کے علاوہ لاہور اور کراچی سے بھی کنزالایمان کی مستقل اشاعت ہو رہی ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ اب سلسلۂ طباعت بھی بڑھتا جارہا ہے۔

کنزالایمان کی تصحیح

کنزالایمان کی اشاعت تو عظیم پیمانہ پر ہوتی رہی اور اس کی مانگ کا دائرہ پھیلتا رہا مگر کتابت کی بہت ساری غلطیاں اس میں در آئی تھیں، اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔ علامہ عبدالمبین نعمانی نے تصحیح کنزالایمان کے سلسلے میں اپنے کئی مضامین میں اس اظہار بھی فرمایا اور بالآخر یہ عظیم کام آپ نے اپنے ذمہ لے کر پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ علامہ عبدالمبین نعمانی لکھتے ہیں:

''میں نے ہمت کر کے اس مشکل کام کو اپنے ذمہ لے لیا، پھر جب کام کا آغاز کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اس سے زیادہ

مشکل ہے جتنا کہ سوچا تھا اور یہ کہ یہ کام اکیلے آدمی کے بس کا نہیں اس کے لئے محققین کی ایک اکیڈمی کی ضرورت ہے جو اطمینان وسکون کے ساتھ پوری توجہ سے اسے انجام دے۔" ۱۱

علامہ عبدالمبین نعمانی نے شب وروز کی محنت کے بعد تصحیح کا کام مکمل فرمایا اور چند سال قبل جدید تصحیح شدہ نسخہ منظر عام پر آیا اب تک درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور روز افزوں اس نسخے کا ابلاغ وسیع ہو رہا ہے۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ بعض ناشرین جو سابقہ نسخہ کی اشاعت کر رہے ہیں وہ جدید ایڈیشن کو ہی شائع کریں۔

سائنٹیفک ترجمہ

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے سائنٹیفک اسلوب میں کنزالایمان کا مطالعہ کیا ہے اور اس پر متعدد مقالے لکھے ہیں ایک مقام پر موصوف کنزالایمان کی روشنی میں سائنسی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذَالِكَ دَحٰهَا ○ (النازعات:۷۹/۳۰)

"اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔"

دیگر تراجم قرآن کا جب مطالعہ کیا تو اکثر مترجمین نے "دَحٰهَا" کے معنی پھیلنے کے بجائے "جماؤ" کیے ہیں جب کہ پھیلنا اور جمانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جمانے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ ایک کے اوپر ایک جم رہی ہو جس طرح سمندر کے اندر مٹی تہہ بہ تہہ جمتی رہتی ہے اور اس طرح آبی چٹانیں (Sedimentary Rocks) بنتی ہیں اور یہ عمل دراصل پہاڑوں کے بننے یا جمائے جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں لفظ پھیلنے سے جو مفہوم ایک علمِ ارضیات کے طالبِ علم کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کسی چیز کے پھیلنے سے اس کا حجم (یہاں رقبہ مراد ہے) بڑھے۔ علمِ ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔ یہ عمل اسی طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (Oceans) یعنی بحر ہند، بحر اوقیانوس وغیرہ میں بیچ بیچ میں ۵ تا ٦ میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں، جن کو (Oceanic Trenches) کہا جاتا ہے، موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں۔ خندقوں سے ہر وقت گرم گرم پگھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا ہے۔ جب یہ لاوا خندق کے دونوں سروں پر آتا ہے تو جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ جب نیا لاوہ نکلتا ہے تو وہ پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے یہ عمل اگرچہ بہت خاموشی کے ساتھ اور بہت آہستہ ہوتا ہے مگر برابر جاری رہتا ہے۔" ۱۲

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ۱۹۹۳ء میں کراچی یونیورسٹی سے ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کی نگرانی میں "کنزالایمان اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی شریف سے لیڈی اسکالر مس حامدہ اردو نثر اور مولانا امام احمد رضا خان کے عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں۔ مقالہ تحقیق کے چوتھے باب میں ایک گوشہ کنزالایمان کی علمی و ادبی اہمیت سے متعلق ہے۔

عرب میں کنزالایمان کی مقبولیت

۱۹۸۲ء میں حاسدین نے "کنزالایمان مع حاشیہ خزائن العرفان" پر رابطۂ عالم اسلامی (واقع جدہ) کے توسط سے سعودی عرب میں پابندی عائد کروادی اور عذر یہ دیا کہ اس میں قابلِ اعتراض مواد ہے جب کہ کسی اعتراض کی نشاندہی بھی نہیں کی گئی۔ یہ ایک زیادتی اور سازش تھی جس کا مقصد حق کے آگے رکاوٹ کھڑی کرنا تھا بہرحال حق واشگاف ہو کر رہتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا خان کا ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' جب لاکھوں کی تعداد میں مشرق ومغرب میں پھیلنے لگا تو بڑی تشویش ہوئی۔کوشش کی گئی کہ الزام تراشیوں کا سہارا لے کر کم ازکم عرب ملکوں میں اس پر پابندی لگوائی جائے ،اور بالآخر پابندی لگادی گئی ...... جب کہ ایسے مترجمین کے ترجموں پر پابندی نہ لگی...... جو قرآن کی اداؤں کے راز دار نہیں...... جو ترجے کے مزاج سے واقف نہیں۔'' [۱۳]

معاندین کی باتوں میں آکر رابطۂ عالم اسلامی نے کنز الایمان پر عرب میں پابندی لگائی۔وہ اردو سے نابلد تھے اس لئے وہ کنز الایمان کو نہیں پڑھ سکے اگر انہوں نے مطالعہ کیا ہوتا تو اس کی خوبیوں سے واقف ہوتے۔ضرورت مطالعہ کی ہے جبھی کوئی رائے قائم ہو سکتی ہے۔سنی سنائی باتوں کو تسلیم کر لینا انصاف ودیانت نہیں بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ''مطالعہ ہی غیر محبوب کو محبوب بنا دیتا ہے اور سچ کو جھوٹ سے الگ کر دیتا ہے۔'' [۱۴]

عالمی سطح پر ہر حکمرانِ عرب کے نام مکتوبات بھیج کر مطالبہ کیا گیا کہ کنز الایمان پر لگائی گئی پابندی ختم کی جائے۔اب صبح نمودار ہو رہی ہے اور عالمِ عرب میں محدث بریلوی پر انتہائی منظم اور علمی انداز میں کام ہو رہا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے قرآنِ مقدس کا ترجمہ محبت و احترام کی بنیادوں پر کیا۔ادب وآداب کو پیشِ نظر رکھ کر کیا۔بے شک ادب ہی آدمی کو وقار عطا کرتا ہے اور محترم بناتا ہے۔جنہوں نے ادب کا مظاہرہ کیا انہوں نے نام کمایا جنہوں نے گستاخی،توہین اور جرأت کا مظاہرہ کیا وہ ناکام ونامراد رہے۔کنز الایمان ادب واحترام کی تعلیم دیتا ہے۔

ایک نشست میں علامہ شمس الہدیٰ مصباحی،استاذ الجامعۃ اشرفیہ مبارک پور نے راقم سے فرمایا کہ ان کے دورۂ دبئی پر وہاں کے وزیر اوقاف فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن مانع نے کنز الایمان کی تقسیم کا اعلان فرمایا اور اپنی وزارت کی مہر کے ساتھ کنز الایمان کے ۵۰۰ نسخے تقسیم کیے۔

چند سال قبل شیخ الازہر دکتور محمد طنطاوی کی سرپرستی میں چلنے والا تحقیقی ادارہ ''مجمع البحوث الاسلامیہ'' قاہرہ مصر نے کنز الایمان کو تحقیق وتمحیص کے بعد اردو زبان کا مستند ترجمۂ قرآن قرار دیا اور اس کی اشاعت وترویج کی ترغیب بھی دی۔اس سلسلے میں جامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی سعی وکاوش رہی۔

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے صدر سید جناب وجاہت رسول قادری نے ۱۹۹۹ء میں قاہرہ یونیورسٹی کا دورہ کیا اس دورے میں جامعۃ الازہر کے شیخ الازہر کی خدمت میں ۳۵۰ کتابیں پیش کی تھیں جن میں پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا مقالۂ ڈاکٹریٹ ''کنز الایمان اور معروف تراجم قرآن'' بھی شامل تھا۔

مصر سے کنز الایمان سے متعلق سند کے اجراء کی خبر ''جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیہ العالمیۃ'' لیبیا کے اہتمام سے عربی ،انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں شائع ہونے والے اخبار ہفت روزہ ''الدعوۃ'' نے ۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ کے شمارے میں شائع کی۔

لسانی جائزہ اور خصوصیات

ڈاکٹر صابر سنبھلی (وظیفہ یاب ریڈر وصدر شعبۂ اردو ایم۔ایچ۔(پی۔جی) کالج،مرادآباد) نے اپنے مقالہ ''ترجمۂ کنز الایمان کا لسانی جائزہ'' میں کنز الایمان کی زبان وبیان میں انفرادیت کو اجاگر کیا ہے۔موصوف کا یہ مقالہ قسط وار سہ ماہی مجلّہ ''افکارِ رضا ممبئی'' میں شائع ہو رہا ہے۔اس مقالہ کی بابت علامہ عبدالمبین نعمانی رقم طراز ہیں:

''ادیب شہیر صابر سنبھلی صاحب کا مسلسل مضمون کنز الایمان کا ادبی ولسانی جائزہ اپنی روایتی شان سے جاری و خوب ہے۔خدا کرے یہ مکمل طور پر کنز الایمان کو محیط ہو کر جلد منظرِ عام پر آئے اور ادبی دنیا کو متأثر کرے۔صحیح پوچھئے تو اس جہت سے یہ کام پہلا کارنامہ ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور کنز الایمان کے تعلق سے منظرِ عام پر آرہا ہے۔'' [۱۵]

ڈاکٹر صابر سنبھلی نے اپنے مقالہ میں کنز الایمان کی آٹھ

خصوصیات رقم کی ہیں:

[۱] آیات کے تراجم میں ربطِ باہمی [۲] روانی [۳] سلاست [۴] اردو کا روزمرّہ [۵] اللہ اور رسول کے مراتب کا لحاظ [۶] احتیاط [۷] سوقیانہ اور بازاری الفاظ سے اجتناب [۸] سہل ممتنع۔

بعض خصوصیات کی نشاندہی مولانا بدرالدین قادری نے فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ دورِ حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ترجمہ کنزالایمان ہے جو ''قرآن کا صحیح ترجمان'' ہونے کے ساتھ [۱] تفاسیرِ معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے [۲] اہلِ تفویض کے مسلکِ اسلم کا عکاس ہے [۳] اصحابِ تاویل کے مذہبِ سالم کا مؤید ہے [۴] زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے [۵] عوامی لغات و بازاری بولی سے یکسر پاک ہے [۶] قرآن حکیم کے اصل منشاء و مراد کو بتاتا ہے [۷] آیاتِ ربانی کے اندازِ خطاب کو متعارف کراتا ہے [۸] قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے [۹] قادرِ مطلق کی ردائے عزّت وجلال میں نقص وعیب کا دھبا لگانے والوں کے لئے شمشیر براں ہے [۱۰] حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی عظمت وحرمت کا محافظ و نگہبان ہے [۱۱] عامۂ مسلمین کے لئے بامحاورہ اردو میں سادہ ترجمہ ہے [۱۲] لیکن علماء ومشائخ کے لئے حقائق و معرفت کا امنڈتا سمندر ہے۔'' ۱۶

کنزالایمان کے دوسری زبانوں میں تراجم

یہ اعزاز صرف کنزالایمان کو حاصل ہے کہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جا چکا ہے اور مزید تراجم کی اطلاعات مل رہی ہیں۔ مولانا عبدالغفار حلیمی مہتمم دارالعلوم غوثیہ رحیمیہ (بلوچستان) نے ''بروہی'' زبان میں ترجمہ کا کام شروع کیا ہے اب تک ۱۴ پاروں کا ترجمہ مکمل ہوگیا ہے۔ اس کے مسودے کے ایک صفحہ کا عکس ماہنامہ معارفِ رضا کراچی کے جولائی ۲۰۰۴ء کے شمارے میں پسِ سرورق شائع ہوا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے لکھا ہے کہ ''عنقریب فارسی زبان میں ترجمہ کا کام بھی شروع ہونے والا ہے۔ ۱۷

برطانیوی انگریز نومسلم دانشور ڈاکٹر محمد ہارون نے انگریزی میں کنزالایمان پر مع تفسیر کام شروع کیا تھا مگر ۱۹۹۸ء میں آپ کے انتقال سے کہ کام ادھورا ہی رہا۔

اب تک جن زبانوں میں کنزالایمان کا ترجمہ مکمل ہوکر شائع ہو چکا ہے اس کی ایک فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے:

۱	انگریزی	پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی انگلینڈ
	=	پروفیسر شاہ فریدالحق کراچی
	=	ڈاکٹر اے۔ مجید۔ اے اولک (لاہور)
	=	ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم مارہرہ یوپی انڈیا
۲	سندھی	مفتی محمد رحیم سکندری پیر جو گوٹھ سندھ
۳	بنگلہ	مولانا عبدالمنان (چٹاگانگ بنگلہ دیش)
۴	ڈچ	مولانا غلام رسول قادری سروری
۵	ترکی	اسماعیل حقی
۶	(الف) ہندی	مولانا سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہرہ یوپی انڈیا
	(ب) بنام کلام الرحمٰن	مولانا نورالدین نظامی (رامپور انڈیا)
۷	کرول	مولانا نجیب ضیائی مصباحی
۸	گجراتی	مولانا حسن آدم گجراتی ۱۸

کنزالایمان پر مقالہ جات:

قرآنِ مقدس کا علم اتنا وسیع ہے کہ اس سے ہر دور میں استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ اہلِ علم اپنی اپنی بساط کے مطابق موشگافی کرتے رہیں گے۔ یہ بھی اعجاز ہے کہ کنزالایمان پر ہونے والے تحقیقی امور کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ علامہ عبدالمبین نعمانی کے مطابق محاسنِ کنزالایمان کا جائزہ لینا خود ایک مستقل موضوع بن چکا ہے۔ ۱۹

علامہ یسین اختر مصباحی لکھتے ہیں کہ امام احمد رضا خان نے اپنے ترجمۂ قرآن (کنزالایمان) کے ذریعے ملّتِ اسلامیہ ہند اور اردو دنیا پر احسانِ عظیم فرمایا ہے جس کا اب رفتہ رفتہ اعتراف بھی کیا جانے لگا ہے اور علماء و دانشور جیسے جیسے کنزالایمان کا مطالعہ کرتے جائیں گے اور اس

کی خوبیوں کو سمجھتے جائیں گے ویسے ویسے اس کی عظمت واہمیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا۔ [۲۰]

کنزالایمان پر لکھے گئے جن مقالہ جات تک راقم کی رسائی ہوئی ہے ان کی اجمالی فہرست ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱	خصائص کنزالایمان	علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری	مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء
۲	تسہیل کنزالایمان	علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری	مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء
۳	کنزالایمان اور دیگر اردو تراجم قرآن	علامہ یسین اختر مصباحی	ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۱۹۹۱ء
۴	معارف کنزالایمان	علامہ یسین اختر مصباحی	مطبوعہ دہلی
۵	تراجم وتفاسیر قرآن میں لفظ ذنب کی تحقیق شرعی	علامہ یسین اختر مصباحی	ماہنامہ حجاز جدید دہلی نومبر ۱۹۹۱ء
۶	کنزالایمان اور عظمت توحید	علامہ یسین اختر مصباحی	ماہنامہ حجاز جدید دہلی ستمبر ۱۹۹۱ء
۷	کنزالایمان اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمۂ قرآن	علامہ یسین اختر مصباحی	مشمولہ کنزالایمان جدید ایڈیشن دہلی
۸	کنزالایمان اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمۂ قرآن (ہندی)	علامہ یسین اختر مصباحی	مشمولہ کنزالایمان ہندی ایڈیشن دہلی
۹	کنزالایمان کا مطالعہ تین رخ سے	علامہ ارشد القادری	ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۱۹۹۰ء
۱۰	کنزالایمان اور صدرالشریعہ	علامہ عبدالمبین نعمانی	ماہنامہ اشرفیہ صدرالشریعہ نمبر
۱۱	امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن حقائق کی روشنی میں	علامہ اختر رضا خان ازہری	قاری کا احمد رضا نمبر دہلی
۱۲	دفاع کنزالایمان	علامہ اختر رضا خان ازہری	مطبوعہ بمبئی
۱۳	اصول ترجمۂ قرآن	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	مقالات رضویہ مبارکپور ۲۰۰۰ء
۱۴	ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	مقالات رضویہ مبارکپور ۲۰۰۰ء
۱۵	کنزالایمان پر پابندی کیوں	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مطبوعہ بمبئی
۱۶	چشم وچراغ خاندان برکاتیہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	مطبوعہ کراچی
۱۷	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	مطبوعہ بمبئی
۱۸	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	مطبوعہ بمبئی
۱۹	کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن (مقالہ ڈاکٹریٹ)	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۲۰	کنزالایمان میں سائنسی خصوصیات	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	مطبوعہ مالیگاؤں ۲۰۰۱ء
۲۱	کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	معارف رضا کراچی سالنامہ ۲۰۰۴ء
۲۲	محاسن کنزالایمان	ملک شیر محمد خان اعوان	مطبوعہ بمبئی
۲۳	مطالب قرآن	مولانا محمد منشا تابش قصوری	مشمولہ کنزالایمان جدید ایڈیشن دہلی
۲۴	امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن کی خصوصیات	مولانا حکیم خلیل الرحمن	قاری امام احمد رضا نمبر دہلی
۲۵	غلط ترجموں کی نشاندہی	مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی	مطبوعہ مالیگاؤں
۲۶	دیوبندی ترجموں کا آپریشن	مولانا محبوب علی خان	مطبوعہ بمبئی
۲۷	کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ	مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	سہ ماہی افکار رضا بمبئی جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء
۲۸	انوار کنزالایمان	مولانا وارث جمال قادری مصباحی	مطبوعہ
۲۹	تجلیات کنزالایمان	مولانا مبین الہدیٰ نورانی مصباحی	مطبوعہ
۳۰	کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں	سعید بن عزیز یوسف زئی	مطبوعہ بمبئی

۳۱	عرب دنیا میں کنز الایمان کی پذیرائی	سید وجاہت رسول قادری	مطبوعہ کراچی ناشر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی
۳۲	ترجمہ کنز الایمان کا لسانی جائزہ	ڈاکٹر صابر سنبھلی	سہ ماہی افکارِ رضا بمبئی (سلسلہ وار)
۳۳	کنز الایمان کا ادبی ولسانی جائزہ	محمد ذیشان احمد	ماہنامہ جام نور دہلی مئی ۲۰۰۳ء
۳۴	من روائع کنز الایمان عربی	حافظ خواجہ سلطان محمود	محاسنِ کنز الایمان کراچی ۲۰۰۳ء ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی
۳۵	رد الشبھات عن کنز الایمان (عربی)	فضیلۃ الشیخ غلام حمید الدین السیالوی	محاسنِ کنز الایمان کراچی ۲۰۰۳ء ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

محدث بریلوی پر مبطوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کی ایک فہرست زین الدین ڈیروی نے ۱۹۹۶ء میں مرتب فرمائی تھی جس میں آپ نے ''کنز الایمان'' کے تحت بہت سے مقالہ جات کا ذکر کیا ہے۔ تفصیل کچھ اس طرح ہے:۔ [۲۱]

۳۶	کنز الایمان علماءِ حق کی نظر میں	اعجاز اشرف انجم
۳۷	امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن	پروفیسر امتیاز سعید
۳۸	تقابل تراجم قرآنِ مجید	پروفیسر بشیر احمد قادری
۳۹	مقالہ بر کنز الایمان	پروفیسر محمد اسلم فرخی
۴۰	کنز الایمان اردو تراجم میں مقام	پروفیسر محمد طاہر القادری
۴۱	کنز الایمان کی ادبی جھلکیاں	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد
۴۲	ضیائے کنز الایمان	علامہ غلام رسول سعیدی
۴۳	تنزیہ کنز الایمان عن خرافات اہل الطغیان	علامہ محمد احسان الحق
۴۴	تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان	مولانا عبد الرزاق بھترالوی
۴۵	کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں	مولانا محمد صدیق ہزاروی
۴۶	پاسبانِ کنز الایمان	مولانا عبد الستار خان نیازی
۴۷	قرآن حکیم کے اردو تراجم (پی ایچ ڈی مقالہ)	ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف الدین
۴۸	ایک قرآن، ایک ترجمہ	سلطان المجاہد طاہر
۴۹	کنز الایمان پر پابندی کیوں ؟	ضیاء الرحمٰن فاروقی
۵۰	کنز الایمان اربابِ علم ودانش کی نظر میں	عبد الستار طاہر
۵۱	کنز الایمان اور اردو تراجم کا جائزہ	عبد المجتبیٰ رضوی
۵۲	ترجمۂ قرآن اور امام احمد رضا کے تاثرات	شیخ محمد ارشاد احمد
۵۳	موازنہ تراجم قرآنِ پاک	نواب الدین گولڑوی
۵۴	قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری مشمولہ معارفِ رضا سالنامہ ۱۹۸۹ء

علامہ عبد الحکیم خان اختر شاہجہاں پوری نے ''باغ کنز الایمان'' کے عنوان سے کنز الایمان سے متعلق تحقیقی کام کا آغاز فرمایا تھا مگر صد افسوس کہ آپ کا ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء میں وصال ہوگیا جس کی وجہ سے یہ کام تشنہ ہی رہا۔

ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی انگریزی کتاب (The Reformer of the Muslim works) کے ایک باب میں دیگر تراجمِ قرآن سے ترجمۂ اعلیٰ حضرت کا موازنہ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی۔ مولانا عبد الہادی قادری رضوی نے اپنی انگریزی کتاب (The life and works of the Muslim Revivalist) میں کنز الایمان پر ایک باب قائم فرمایا ہے جس کا

عنوان ہے: (Translation and Commentary of the Holy Quran)، کتاب کی اشاعت ۲۰۰۱ء میں رضا اکیڈمی بمبئی نے کی ہے۔

تاثرات

محققین، دانشوران اور اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں کنز الایمان کی ہمہ وصف خوبیوں کو ذکر کیا ہے اور اپنے تاثرات دیئے ہیں۔ طوالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں بعض اہل علم کی آراء درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہاں پوری:

''مسلمانو! اے شمع رسالت کے پروانو! اگر خدا نصیب کرے تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے صرف اور صرف کنز الایمان ترجمۂ قرآن ہی پڑھنا، قرآن کریم کا اردو میں یہی سب سے صحیح ترجمہ ہے اردو کے باقی جتنے ترجمے ہیں ان میں سے اکثر ترجمے بے دینوں نے کئے ہیں اور انہوں نے بعض آیات کا ترجمہ منشائے ربانی کے خلاف کر کے مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگائی ہوئی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ آپ یا آپ کے گھر والے ان ترجموں کو پڑھ کر اپنی دولت ایمان کو ضائع کر بیٹھیں۔'' ۲۲

علامہ یسین اختر مصباحی:

''حضرت امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہٗ (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی۔ اور تفاسیرِ معتبرہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی جب بھی وہ کسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے قلم اٹھاتے تو سب سے پہلے امّ الکتاب کے دریائے حکمت سے اکتسابِ فیض کرتے اور اس کے سایۂ رحمت میں علم و فضل اور تلاش و جستجو کا سفرِ شوق طے کرتے۔ جس کی محسوس برکتیں یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے یقین و وجدان کی حد تک شاید ہی کبھی کسی مسئلے میں لغزش کھائی ہو۔'' ۲۳

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد:

''وہ ایک باخبر ہوش مند اور باادب مترجم تھے، ان کے ترجمے کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے آنکھیں بند کر کے ترجمہ نہیں کیا بلکہ وہ جب کسی آیت کا ترجمہ کرتے تھے تو پورا قرآن، مضامینِ قرآن اور متعلقاتِ قرآن ان کے سامنے ہوتے تھے۔ آپ کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں، مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرما دے جس کے سامنے علم و دانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائیں۔'' ۲۴

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی:

''زبانِ اردو میں ایسا فصیح و بلیغ اور علمی و ادبی ترجمہ کوئی اور ہے ہی نہیں۔'' ۲۵

ڈاکٹر جمیل احمد: (چیئرمین شعبۂ عربی، کراچی یونیورسٹی)

''امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن بڑا محتاط، مثالی، بامحاورہ اور سلیس ہے۔'' ۲۶

محمد اشفاق چغتائی:

''امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن حکیم (کنز الایمان) آپ کی علمی جلالت، قادرالکلامی، فہم و فراست، حکمت و دانائی، رموزِ قرآن سے آگاہی، اثباتِ عظمت و الوہیتِ کبریائی، خشیت و رضائے الٰہی عشق و محبت محبوبِ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم، پاسِ ادب اور لحاظ عظمتِ انبیاء علیہم السلام کا مظہر و شاہکار ہے۔'' ۲۷

علامہ عبدالحکیم شرف قادری:

''قرآن کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان، صرف و نحو، علمِ معانی، بیان، بدیع وغیرہ علوم میں مہارت کافی نہیں تفسیر و حدیث، عقائد و کلام

اور تاریخ وسیرت کا وسیع مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور صاحبِ قرآن ﷺ سے صحیح ایمانی اور روحانی تعلق بھی ضروری ہے۔ اردو ترجمہ نگاروں میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز ممتاز ترین مقام پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس سے زائد علوم میں حیرت انگیز مہارت عطا فرمائی تھی۔ وہ عارف باللہ بھی تھے اور صبغۃ اللہ سے مزین بھی، ساتھ ہی آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی محبت میں فدا تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ کے توسط سے ان کے دل پر فیوضِ الٰہیہ کی بارش ہوتی تھی۔ اسی لئے انہوں نے قرآن پاک کا بے مثال اردو ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے کیا۔'' ۲۸

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری:

''کنز الایمان'' احادیثِ مبارکہ، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف کرام کی تفاسیر کا نچوڑ ہے اور یہ کہ اس میں کوئی خلافِ شرع، یا خلافِ اسلام مواد نہیں ہے۔ یہاں ہم امام احمد راضا سے علمی اور مسلکی اختلاف رکھنے والے علماء اور اسکالرز سے بھی درخواست گزار ہیں کہ آپ علم وتحقیق کے میدان میں ذاتی بغض وعناد، گروہی حسد اور مسلکی تعصب کی عینک اتار کر ''نگاہِ عشق ومستی'' کی ٹھنڈی روشنی میں ''کنز الایمان'' کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ آپ کو یہاں ''ایمان'' کا بیش بہا ''خزانہ'' اور ''عشقِ مصطفی'' ﷺ کی ''دولتِ بیدار'' ملے گی۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کو ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر علم کی کسوٹی پر پرکھیں ان شاء اللہ ان کو کھرا پائیں گے اور فکری اتحاد ویگانگت کی راہ پیدا ہوگی، جس کی آج ہمیں شدید ضرورت ہے۔ ''دانشِ نورانی'' کی روشنی میں ان کی شخصیت وتصانیف کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ اندھیروں سے اجالوں میں آجائیں گے اس لئے کہ نورِ بصیرت سے مزین مطالعہ اندھیروں سے اجالے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ۲۹

زمشتاقاں اگر تاب سخن بردی نمی دانی
محبت می کند گویا نگاہ بے زبانے را

کنز الایمان ''ایمان کا خزانہ'' ہے۔ اس خزانے میں خوشہ چینی کرنے والے بامراد ہوتے رہیں گے۔ کنز الایمان کی کرنیں دلوں کی تاریک زمیں کو پرنور بناتی رہیں گی۔ اس کی بہاریں گلستانِ حیات کے خزاں رسیدہ ماحول کو بہار وشادابی اور عقیدے کی جولانی عطا کرتی رہیں گی۔ تحقیق وجستجو کا سفرِ شوق جاری رہے گا۔

راقم نے اس مقالے میں عالمی سطح پر کنز الایمان پر ہونے والے ریسرچ ورک کی ہلکی سی جھلک پیش کردی ویسے یہ موضوع اتنی وسعت اختیار کرچکا ہے کہ دانش گاہوں میں اسی پر مقالہ تحقیق لکھے گئے اور مزید لکھے جارہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱ :۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ) مشمولہ رسائلِ رضویہ، مطبوعہ بریلی۔

۲ :۔ جمیل قلندر، پروفیسر، امام احمد رضا ایک موسوعاتی سائنسداں، مشمولہ معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء، صفحہ ۸۴۔

۳ :۔ بدرالدین احمد قادری، مولانا، سوانح اعلیٰ حضرت، مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۶۷

۴ :۔ محمد عبدالمبین نعمانی، علامہ، کنز الایمان اور صدرالشریعہ، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ (صدرالشریعہ نمبر) مبارکپور اکتوبر تومبر ۱۹۹۵ء، صفحہ ۲۱۱

۵ :۔ محمد مسعود احمد۔ پروفیسر ڈاکٹر، حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی، مطبوعہ بمبئی، صفحہ ۱۰۴

۶ :۔محمد عطا الرحمٰن قادری، حافظ ،تذکرۂ اعلیٰ حضرت بزبان صدرشریعت ،مطبوعہ بمبئی ،صفحہ۴۴،۴۵

۷ :۔محمد مسعود احمد۔ پروفیسر ڈاکٹر ،حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی ،مطبوعہ بمبئی ،صفحہ۲۱،۲۲

۸ :۔محمد اطہر نعیمی، مفتی، ماہنامہ جہانِ رضا لاہور ستمبر اکتوبر۱۹۹۹ء صفحہ ۲۳

۹ :۔محمد عبدالمبین نعمانی ، علامہ، ماہنامہ اشرفیہ (صدرالشریعہ نمبر) مبارکپور، صفحہ۲۱۳

۱۰ :۔مبارک حسین مصباحی ، علامہ، ماہنامہ جہانِ رضا لاہور (حکیم محمد موسیٰ امرتسری نمبر) اکتوبر نومبر ۲۰۰۰ء، صفحہ۲۳۰

۱۱ :۔محمد عبدالمبین نعمانی، علامہ، خاتمۃ الطبع مشمولہ کنزالایمان جدید نسخہ مطبوعہ دہلی

۱۲ :۔مجید اللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر، کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات ،مشمولہ معارضِ رضا کراچی سالنامہ ۲۰۰۴ء صفحہ ۱۵،۱۶

۱۳ :۔محمد مسعود احمد ۔ پروفیسر ڈاکٹر ،آئینۂ رضویات (جلد چہارم)مطبوعہ کراچی ،صفحہ۴۳

۱۴ :۔ایضاً صفحہ۱۲۱

۱۵ :۔سہ ماہی افکارِ رضا، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۷۶

۱۶ :۔بدرالدین احمد قادری ،مولانا، سوانح اعلیٰ حضرت ،مطبوعہ بمبئی ، ص ۳۶۶

۱۷ :۔معارفِ رضا کراچی سالنامہ ۲۰۰۴ء صفحہ ۸۶

۱۸ :۔غلام مصطفیٰ رضوی، امام احمد رضا ایک تعارف ،مطبوعہ مالیگاؤں، صفحہ۹،۱۰

۱۹ :۔پیغامِ رضا کا امام احمد رضا نمبر ،مطبوعہ پوکھرا ببار، شمارہ ۱۹۹۸ء صفحہ۴۹۱

۲۰ :۔یسین اختر مصباحی، علامہ، کنزالایمان اور عظمتِ توحید، مشمولہ ماہنامہ حجاز جدید دہلی، ستمبر ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۰

۲۱ :۔ملاحظہ فرمائیں، زین الدین ڈیروی، شبستان رضا کی روشن شمعیں ،مشمولہ ماہنامہ جہانِ رضا لاہور، نومبر، دسمبر ۱۹۹۶ء

۲۲ :۔معارفِ رضا کراچی سالنامہ ۲۰۰۳ء صفحہ ۱۳۸

۲۳ :۔کنزالایمان! اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمۂ قرآن، مشمولہ کنزالایمان جدید نسخہ، مطبوعہ دہلی ،صفحہ۹۸۴

۲۴ :۔محمد مسعود احمد۔ پروفیسر ڈاکٹر ،چشم و چراغ خاندانِ برکاتیہ، مشمولہ معارفِ رضا کراچی، سالنامہ ۲۰۰۴ء، صفحہ ۸۷

۲۵ :۔عبدالنعیم عزیزی ،ڈاکٹر ،اعلیٰ حضرت کیوں؟ ،مطبوعہ مالیگاؤں ،صفحہ۱۳

۲۶ :۔ماہنامہ جہانِ رضا لاہور، (حکیم محمد موسیٰ امرتسری نمبر) اکتوبر نومبر ۲۰۰۰ء صفحہ ۱۳۲

۲۷ :۔ایضاً

۲۸ :۔وجاہت رسول قادری، صاحبزادہ، سید، کنزالایمان کی عرب دنیا میں پذیرائی مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان اسلام آباد شاخ۔صفحہ ۹،۱۰

۲۹ :۔ایضاً صفحہ ۱۴،۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدماتِ علومِ حدیث

فقہ الحدیث اور امام احمد رضا خان قادری محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

منظور احمد سعیدی ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

عَلٰى رَحۡمَةٍ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔ وَعَلٰى آلِهِ الطَّاهِرِيۡنَ

وَاَصۡحَابِهِ الطَّيِّبِيۡنَ وَمَنۡ تَفَقَّهَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ۔

مَوۡلَايَا صَلِّ وَسَلِّمۡ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيۡبِكَ خَيۡرِ الۡخَلۡقِ كُلِّهِمِ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّةً ؕ فَلَوۡلَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ ﴿۱﴾

ترجمہ: اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں، تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔ (۲)

ہر فقیہ محدث ہے، اگر محدث نہیں، تو پھر فقیہ بھی نہیں۔ فقیہ کیلئے تمام علومِ حدیث کا عالم ہونا ضروری ہے؛ اس لئے کہ فقیہ صرف فقیہ نہیں، بلکہ محدث بھی ہے۔ فقہ نام ہے فہم کا، اگر فہمِ حدیث حاصل نہیں، تو پھر کس فہم کا نام فقہ ہے؟

لغت، قرآن، حدیث اور دیگر علوم میں قرآن و حدیث کے فہم کا نام فقہ ہے۔

خیر القرون اور اس سے متصل مابعد کے تین چار ادوار میں غیر محدث کو فقیہ نہیں قرار دیا گیا اور ہر محدث کو فقیہ بھی نہیں سمجھا گیا۔ دورِ صحابہ میں روایتِ حدیث کو مقصود بالذات کا درجہ نہیں دیا گیا، بلکہ فقہ الحدیث کو مقصود بالذات قرار دیا گیا؛ اسی لئے روایتِ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ الحدیث کو بھی پوچھا جاتا تھا۔

محدث کی تین قسمیں ہیں، (۱) محدثِ غیر فقیہ، (۲) محدثِ فقیہ اور (۳) محدثِ افقہ۔

فقہ الحدیث بھی علومِ حدیث میں ہی سے ہے؛ اس لئے فقیہ اور افقہ محدث کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں؛ اسی لئے ان کتبِ حدیث کو افضل واحسن قرار دیا گیا، جن میں فقہ الحدیث بھی ہے۔

کتبِ حدیث کو اولاً: دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے، (الف) ہر حدیث کو فقہی عنوان کے ماتحت روایت کیا گیا ہے اور (ب) بغیر کسی عنوان کے ہر صحابی یا ہر شیخ کی حدیثوں کو الگ الگ روایت کیا گیا ہے، دوسری قسم کی کتب، فقہ الحدیث سے خالی ہیں اور

پہلی قسم کی کتب، علم فقہ الحدیث کے پیشِ نظر لکھی گئی ہیں۔

ثانیاً: کتبِ حدیث کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلی دو قسمیں تو وہی مذکورہ بالا ہیں اور تیسری قسم وہ کتب کہ جو فقہ الحدیث پر صرف علوم حدیث کی حیثیت سے نہیں لکھی گئیں، بلکہ دوسرے علوم کی حیثیت سے بھی فقہ الحدیث پر لکھی گئی ہیں، بلکہ فقہ الحدیث کے علاوہ احکام القرآن اور اجتہادی احکامات بھی ان کتب میں ہیں، تو یہ کتب صرف فقہ الحدیث کی کتب نہیں ہیں، بلکہ افقہ الحدیث کی ہیں۔

﴿تحقیقِ علوم محدثین﴾

صرف وہ علوم کہ جن کا تعلق حدیث سے ہے، تقسیم اولی میں اِن کی دو قسمیں ہیں، (۱) جن کا تعلق صحت وضعف سے ہے اور (۲) جن کا تعلق معنیٰ حدیث اور استنباط سے ہے۔

(۱) پہلی قسم کے علوم کو محدثِ غیر فقیہ بھی جانتا ہے اور محدثِ فقیہ وافقہ بھی۔ ان علوم کو جاننے کی وجہ سے محدثِ فقیہ اور محدثِ افقہ پر محدثِ غیر فقیہ کوئی برتری نہیں رکھتا؛ کیونکہ ان علوم کو تینوں برابر جانتے ہیں۔ کسی کا نام ''افضل'' ہونا، اس پر دلالت نہیں کرتا کہ دوسرے حقیقۃً غیر افضل ہیں؛ اسی طرح اگر کوئی جماعت اپنا نام محدث رکھ لے، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسرے نام کی جماعتیں علوم حدیث کو نہیں جانتیں اور انکو محدث سمجھنا اور اس نام سے پکارنا غلط ہے، بلکہ فقیہ اور افقہ کو بحیثیتِ معرفتِ علومِ حدیث ''محدث'' سمجھنا اور ''محدث'' نام دینا ضروری ہے۔

(۲) وہ علومِ حدیث کہ جن کا تعلق فہمِ حدیث اور استنباط واجتہاد سے ہے، غیر فقیہ محدث ان علوم کو نہیں جانتا۔ یہ تو صرف ان علوم حدیث کو جانتا ہے، جن کا تعلق روایتِ حدیث سے ہے۔ فقیہ اور افقہ محدث کیلئے ان علوم کا جاننا بھی ضروری ہے، ان علوم کے جاننے کی وجہ سے یہ محدث ہونے کے علاوہ فقیہ اور افقہ بھی ہیں۔ اگر یہ محدثین علومِ معنیٰ حدیث کو نہ جانتے ہوتے تو یہ بھی صرف محدثِ محض ہوتے، محدثِ فقیہ ومحدثِ افقہ نہ ہوتے۔ یہ معنیٰ حدیث لغوی بھی نہیں ہوتا، ورنہ ہر عربی مسلم کہ جس نے حدیث کو سن لیا تھا، فقیہ ہوتا؛ اسی لئے ہر صحابی فقیہ نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خود محدثِ غیر فقیہ، محدثِ فقیہ اور محدثِ افقہ کے فرق کو بیان فرمایا ہے۔

(۱) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً:

نضر الله امراً سمع منا حديثا، فحفظه حتى يبلغه، فرب حامل فقه ليس بفقيه۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تروتازگی عطا فرمائے، جسنے مجھ سے حدیث کو سنا اور اسکو یاد کیا حتی کہ اسنے اسے دوسرے کو پہنچایا، تو بہت سارے فقہ کو اس کی طرف لے کر جانے والے ہیں، جو ان سے حدیث کی فقہ کو زیادہ جانتا ہے اور بہت سارے فقہ کو پہنچانے والے فقیہ نہیں ہوتے۔ (۳)

(۲) (الاحسان بترتیب) صحیح ابن حبان میں ان الفاظ سے مروی ہے:

رحم الله امرا سمع منى حديثا، فحفظه حتى يبلغه غيره۔ الحديث۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے، جسنے مجھ سے حدیث کو

سنا، پس اسکو یاد کیا، حتی کہ دوسرے کو پہنچایا۔ (۴)

(۳) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے:

نضر الله امرا سمع مقالتی فبلغها، فرب حامل فقه الی غیر فقیه، ورب حامل فقه الی من هو افقه منه۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس انسان کے چہرے کو ہشاش بشاش فرمائے جسنے میرے کلام کو سنا، پس اسکو پہنچایا، تو بہت سارے غیر فقیہ کی طرف فقہ کو پہنچانے والے ہیں، اور بہت سارے اپنے سے افقہ کی طرف فقہ کو پہنچانے والے ہیں۔ (۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نضر الله عبدا سمع مقالتی، فحفظها و وعاها و اداها، فرب حامل فقه غیر فقیه، ورب حامل فقه الی من هو افقه منه۔ قال ابو عیسیٰ: هذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بندے کے چہرے کو خوشی وتر وتازگی عطا فرمائے، جس نے میرے مقالے کو سنا، پس اس کو یاد کیا اور یاد رکھا اور اس کو (دوسرے تک پہنچا کر اسکی تبلیغ کو) ادا کیا، تو کئی فقہ کو پہنچانے والے غیر فقیہ ہیں اور کئی فقہ کو ان تک پہنچانے والے ہیں، جو انسے بڑے فقیہ ہیں۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۶)

﴿تخریجِ حدیث﴾

امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی نے اسکی تخریج فرمائی، لکھتے ہیں:

اخرجه الامام الشافعی والامام احمد والدارمی۔ وصححه۔ وابن ماجة والضیاء فی المختارة والبیهقی فی المدخل عن زید بن ثابت۔ والدارمی عن جبیر بن مطعم، ونحوه احمد والترمذی وابن حبان بسند صحیح عن ابن مسعود۔ والدارمی عن ابی الدرداء رضی الله تعالی عنهم اجمعین۔ (۷)

(۵) الجامع الصحیح للترمذی میں یہ الفاظ ہیں:

نضر الله امرا سمع مقالتی فوعاها وحفظها وبلغها، فرب حامل فقه الی من هو افقه منه۔ (۸)

﴿تحقیق وتنقید﴾

حاشیہ شرح السنۃ میں امام ترمذی کے حوالے سے اس حدیث کی تحسین ہے، لیکن الجامع الصحیح میں اسکی تحسین وتصحیح کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (۹)

(۶۔۸) حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوالدرداء اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس باب میں مرفوع احادیث مروی ہیں۔ (۱۰)

﴿فقہ الحدیث﴾

ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے کئی امور کے اشارے دیئے ہیں:

۱) فقہ حدیث ہی کا نام ہے، فقہ کسی اور چیز کا نام نہیں۔

۲) محدث کا کام یہ کہ وہ صرف حدیث کو یاد کرے۔

۳) محدث کی ایک قسم یہ ہے کہ وہ صرف محدث ہی ہے۔

۴) محدث کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ محدث کے علاوہ فقیہ بھی ہے۔

۵) محدث کی تیسری قسم یہ ہے کہ وہ محدث ہونے کے علاوہ نہ فقیہ نہیں ہوتا، بلکہ افقہ ہوتا ہے۔

٦) محدث قسم اول یعنی غیر فقیہ کا صرف یہ کام ہے کہ وہ حدیث کو دوسرے تک پہنچائے۔

۷) تحدیثِ حدیث مقصود بالذات نہیں۔

۸) تحدیثِ حدیث سے مقصود بالذات فقہ الحدیث ہے۔

۹) تحدیث و تبلیغ حدیث اس وقت تک فرض ہے، جب تک افقہ تک نہ پہنچ جائے۔

۱۰) افقہ تک حدیث کے پہنچنے کیلئے ہر محدث کا حافظ وضابط ہونا ضروری ہے۔

۱۱) اگر کوئی راوی محدث ہونے کے علاوہ فقیہ بھی ہو، اس پر بھی افقہ تک حدیث کو پہنچانا ضروری ہے۔

۱۲) محدثِ فقیہ کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث کا حافظ وضابط ہو۔

۱۳) ہر فقیہ، محدثِ غیر فقیہ سے بڑا محدث ہے۔

۱۴) ہر افقہ، محدثِ غیر فقیہ اور محدثِ فقیہ سے بڑا محدث ہے، در حقیقت یہ محدثِ اعظم اور امیر المؤمنین فی الحدیث ہے۔

۱۵) ہر سامعِ حدیث نہ فقیہ ہوتا ہے اور نہ افقہ، بلکہ بعض اوقات محدثِ محض ہوتا ہے۔

۱٦) جب حدیث افقہ فی العلوم تک پہنچ گئی، اس کی تحدیث و تبلیغ کا فریضہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

۱۷) جب حدیث افقہ فی علومِ الحدیث کے پاس پہنچ گئی، تو اس کے بعد تحدیثِ حدیث غیر ضروری ہے۔

۱۸) محدثِ افقہ کے بعد اگر کوئی راوی حدیث ضعیف ہے، تو اس سے صحت حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

۱۹) افقہ فی علوم الحدیث وہ ہے، جو ضعیف حدیث کو قبول نہیں کرتا، ورنہ وہ انقص فی الفقہ والفہم ہے۔

۲۰) فقیہ کی حدیث، محدثِ غیر فقیہ کی حدیث سے راجح ہے۔

۲۱) افقہ کی حدیث، محدثِ غیر فقیہ اور محدثِ فقیہ دونوں کی حدیث سے راجح ہے؛ اسلئے اسکی حدیث سب سے ارجح ہے۔

۲۲) محدثِ محض سے محدثِ فقیہ اصولِ حدیث کو زیادہ جانتا ہے، ورنہ وہ فہیم وفقیہ فی الحدیث نہیں۔

۲۳) محدثِ فقیہ وضعِ اصولِ حدیث کا محدثِ غیر فقیہ سے زیادہ حق رکھتا ہے؛ کیونکہ فقہ الحدیث اس کے بغیر ناممکن ہے۔

۲۴) محدثِ غیر فقیہ کے مدونہ اصولِ حدیث سے محدثِ فقیہ کے مدونہ اصولِ حدیث راجح ہیں۔

۲۵) محدثِ غیر فقیہ اور محدثِ فقیہ دونوں سے محدثِ افقہ علومِ حدیث کو زیادہ جانتا ہے، ورنہ وہ افہم و افقہ فی الحدیث نہیں۔

۲٦) در حقیقت افقہ فی علوم الحدیث ہی کو اصولِ حدیث وضع کرنے کا حق ہے۔

۲۷) افقہ فی علوم الحدیث کے اصولِ حدیث سب کے اصولِ حدیث سے ارجح ہیں۔

۲۸) محدثِ محض کا معانی حدیث سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، اس کا کام صرف الفاظِ حدیث کو یاد کرنا ہوتا ہے؛ کیونکہ اگر اسکا واسطہ معانی حدیث سے ہو، تو پھر وہ غیر فقیہ نہیں، بلکہ فقیہ ہے۔

۲۹) محدثِ فقیہ کا کام الفاظِ حدیث کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ فقہ الحدیث تک پہنچنا بھی ضروری ہے؛ کیونکہ اسکا واسطہ الفاظ کے علاوہ معانی سے بھی ہے؛ اسلئے یہ محدثِ محض سے حفظ وضبط میں اوپر ہے۔

۳۰) محدث فقیہ جن اصولِ حدیث اور معانی حدیث تک خود میں رسائی کی قوت نہ پائے، تو محدثِ افقہ کی طرف رجوع کرے۔

۳۱) محدثِ غیر فقیہ معانی واصول میں محدثِ فقیہ کی طرف رجوع کرے: کیونکہ محدثِ فقیہ دونوں کے درمیان واسطہ ہے۔

۳۲) محدثِ محض یعنی غیر فقیہ جب تک قوتِ فقہ پیدا نہ کرے، محدثِ افقہ سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔

۳۳) محدثِ افقہ حفظ وضبطِ حدیث میں صرف حافظ وضابط نہیں ہوتا، بلکہ احفظ واضبط ہوتا ہے؛ کیونکہ فقہ الحدیث کیلئے حفظ وضبط بھی ضروری ہے، تو اگر وہ احفظ واضبط نہ ہو، تو افہم وافقہ بھی نہیں ہوگا۔

امام ابو الحسن بن مسعود بغوی ۴۳۶ھ-۵۱۶ھ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

و فیہ(ای فی "فحفظها و وعاها و اداها"۔ الحدیث)اشارة الی تکرار الحدیث للحفظ، قال "النخعی رضی الله تعالی عنه: انی اسمع الحدیث، فاحدث الخادم ادسه به فی نفسی، ای اثبته، یرید احدث به خادمی استذکر بذلك۔

ترجمہ: اور اسمیں (یعنی حدیث:" فحفظها"۔الخ۔ میں۔ ''پس اسنے اسکو یاد کیا اور یاد رکھا اور اسکو ادا کیا''۔ حدیث کو یاد کرنے کیلئے بار بار دہرانے کا اشارہ ہے۔ امام نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں حدیث کو اپنے دل میں بٹھانے کیلئے خادم کو سناتا ہوں، آپ کی مراد یہ ہے کہ میں حدیث کو یاد کرنے کیلئے اپنے خادم سے حدیث بیان کرتا ہوں۔

اور لکھا ہے:

و فیہ دلیل علی کراهیة اختصار الحدیث لمن لیس بالمتناهی فی الفقه؛ لانه اذا فعل ذلك، فقد قطع طریق الاستنباط علی من بعده ممن هو افقه منه، و فی ضمنه وجوب التفقه والحث علی استنباط معنی الحدیث واستخراج المکنون من سره (۱۱)

ترجمہ: اور اس میں دلیل ہے کہ جو فقہ میں الملنہیں، اس کیلئے حدیث کو مختصر کرنا مکروہ ہے؛ کیونکہ اسنے اس فعل سے استنباط کا راستہ اسپر کہ جو اس سے افقہ اور اسکے بعد ہے، سے منقطع ہو جائیگا۔ اور اسکے ضمن میں ہے کہ تفقہ واجب ہے اور معنیٰ حدیث کے استنباط اور اسکے مخفی راز کے استخراج کی ترغیب ہے۔

امام بغوی کی اس عبارت میں حدیثِ مذکور کے کئی گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے:

۱) فقہ الحدیث کا تعلق الفاظِ حدیث سے ہے۔

۲) فقہ الحدیث کیلئے حدیث کا روایت باللفظ ہونا ضروری ہے۔

۳) اگر کوئی حدیث مروی بالمعنیٰ ہے، تو اسکے تمام طرق کو حاصل

کرنا اور اسکے اصل الفاظ کو تلاش کرنا ضروری ہے؛ کیونکہ اس حدیث کی فقہ کو انکے بغیر حاصل کرنا، ناممکن ہے؛ اس لئے اسکے تمام طرق کو حاصل کیا جائیگا اور اسکے اصل الفاظ کو تلاش کیا جائیگا تاکہ اس حدیث کی فقہ کو حاصل کیا جاسکے، ورنہ اس حدیث کا مروی ہونا عبث ہو جائیگا۔

۴) یہ بات بھی اشارۃً معلوم ہوتی ہے کہ محدثِ غیر فقیہ کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے، اگرچہ اس عبارت میں صراحۃً یہ مذکور ہے کہ محدث غیر فقیہ کیلئے یہ ناجائز ہے۔

۵) اس عبارت میں اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ محدثِ فقیہ اور محدثِ افقہ کے نزدیک روایت بالمعنی ناجائز ہے؛ کیونکہ فقہ کا تعلق الفاظ سے ہے معنی سے نہیں؛ اسلئے روایت باللفظ ہونا ضروری ہے اور روایت بالمعنی ناجائز ہے۔

۶) ہر حدیث میں فقہ ہے۔

۷) ہر حدیث کی فقہ کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

۸) محدث غیر فقیہ صرف حافظِ حدیث ہوتا ہے، عارفِ حدیث نہیں۔ اور محدثِ فقیہ اور محدثِ افقہ حافظِ حدیث بھی ہوتے ہیں اور عارف بھی۔

۹) فقہ الحدیث بھی خدمتِ حدیث ہے، بلکہ اصل خدمتِ حدیث یہی ہے۔

۱۰) یہ بات بھی اشارۃً معلوم ہوتی ہے کہ محدثِ محض صرف ایک حیثیت سے حدیثِ رسول ﷺ کی خدمت کرتا ہے اور محدثِ فقیہ دو حیثیتوں سے؛ کیونکہ فقہ الحدیث کا تعلق الفاظِ حدیث ہی سے ہے، اگرچہ فقہ الحدیث معنی مستنبطہ ہے۔ اور محدثِ افقہ کی خدماتِ حدیث ان دونوں سے کئی درجے اوپر ہیں۔

۱۱) پھر اس بات کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ محدثِ محض سے محدثِ فقیہ احفظ و اضبط ہوتا ہے؛ کیونکہ فقہ الحدیث کا تعلق روایتِ حدیث سے بھی ہے اور محدثِ افقہ سب سے احفظ واضبط ہوتا ہے۔

۱۲) محدثِ فقیہ اور محدثِ افقہ کے احفظ و اضبط ہونے کا دوسرا اشارہ بھی ہے؛ کیونکہ محدثِ محض حدیث کو صرف روایت بالمعنی یا روایت باللفظ کی حیثیت سے یاد کرتا ہے اور محدثِ فقیہ اور محدثِ افقہ روایت بالمعنی اور روایت باللفظ دونوں حیثیتوں سے یاد کرتے ہیں اور ان دونوں حیثیتوں سے فقہ الحدیث کو مستنبط کرتے ہیں؛ کیونکہ فقہ الحدیث کو تمام طرق کو جمع کرنے کے بعد مستنبط کیا جاسکتا ہے۔

۱۳) کامل ملکۂ استنباط صرف محدثِ افقہ کو حاصل ہوتا ہے، محدثِ فقیہ کو ناقص اور محدثِ محض کو کچھ بھی نہیں۔

۱۴) جب حدیث محدثِ افقہ تک پہنچ گئی اور اسنے فقہ الحدیث کو پالیا، تو اب روایت بالمعنی جائز ہے؛ کیونکہ اب فقہ الحدیث پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

علومِ محدثینِ اقسامِ ثلاثہ اور امام احمد رضا خان محدثِ بریلوی رحمہ اللہ تعالی

امام احمد رضا خان قادری محدثِ بریلوی رحمہ اللہ تعالی تینوں محدثین کے علومِ حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام بخاری کے امام ومتبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہما، جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابو

حنیفہ رضی اللہ عنہ وعنہم کے بال بچے ہیں۔ حفظِ حدیث ونقدِ رجال وتنقیحِ صحت وضعفِ روایات میں امام بخاری رضی الله تعالى عنه کا اپنے زمانے میں پایۂ رفیع والا، صاحبِ رتبۂ بالا، مقبولِ معاصرین و مقتدائے متاخرین ہونا، مسلم۔ کتب حدیث میں انکی کتاب بیشک نہایت چیدہ و انتخاب، جسکے تعالیق و متابعات وشواہد کو چھوڑ کر اصولِ مسانید پر نظر کیجئے تو ان میں گنجائش کلام شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں۔

مگر یہ (خدمتِ حدیث) کارِ اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اسمیں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کارِ اجل و اعظم یعنی فقاہت واجتہاد کی بھی فرصت پاتے۔ اللہ عزوجل انہیں خدمتِ الفاظِ (احادیثِ) کریمہ کیلئے بنایا تھا، خدمتِ معانی (احادیث) ائمۂ مجتہدین، خصوصاً امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ محدثِ (غیر فقیہ) و (محدثِ) مجتہد کی نسبت، عطار وطبیب کی مثل ہے، عطار دوا شناس ہے، اسکی دکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالا مال ہے، مگر تشخیصِ مرض ومعرفتِ علاج وطرقِ استعمال طبیب کا کام ہے۔ عطارِ کامل اگر طبیبِ حاذق کے مدارکِ عالیہ تک نہ پہنچے، معذور ہے، خصوصاً ملکِ اطبائے حذاق، امامِ ائمۂ افاق، جو ثریا سے علم لے آیا، جسکی دقتِ مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا، بھلا امام بخاری رضی اللہ عنہ؟ تو نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچویں درجے میں جا کر شاگرد ہیں۔

خود حضرت امام اجل سلیمان اعمش کہ اجلۂ تابعین وامامِ ائمۂ محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہیں، انسے کچھ مسائل کسی نے پوچھے؟ آپ نے ہمارے امام سے فتویٰ لیا؟ ہمارے امام نے سب مسائل کا فوراً جواب دیا۔ امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟ کہا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ سے سنیں اور وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر سنا دیں۔ امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حسبك! ما حدثتك به في مائة يوم، تحدثني به في ساعة واحدة۔ ماعلمت انك تعمل بهذه الاحاديث۔ يا معشر الفقهاء انتم الاطباء و نحن الصيادلة و انت ايها الرجل بكلا الطرفين۔

یعنی بس کیجئے! میں نے جو حدیثیں سو دن میں بیان کیں، آپ نے گھڑی بھر میں سنا دیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث میں یہ کام کرتے ہیں۔ اے مجتہدین! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے دونوں کنارے گھیر لئے ہیں۔

یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی وغیرہ ائمۂ شافعیہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تصانیف خیرات الحسان وغیرہا میں بیان فرمائی۔

یہ تو یہ، خود ان سے بدرجہا اجل واعظم، ان کے استاذ اکرم واقدم امام عامر شعبی رضی اللہ عنہ، جنہوں نے پانسو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا، اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ، جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں: بیس سال گزرے ہیں، کسی محدث سے کوئی

حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچتی جس کا علم مجھے اس محدث سے زائد نہ ہو۔ ایسے مقام والا مقام با آں جلالتِ شان فرماتے ہیں:

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحديث فرويناه للفقهاء من اذا علم عمل۔ نقله الزين فی تذکرة الحفاظ۔

ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں، ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں، جوان پر مطلع ہو کر کار وائی کریں گے۔ (اسے شیخ زین نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے)۔

امام اجل امام بخاری علیہ رحمۃ الباری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمۂ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے فقہ حاصل فرماتے، تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوالِ شریفہ کی جلالتِ شان وعظمتِ مکان سے آگاہ ہوجاتے، امام ابوجعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمۂ محدیث وائمۂ فقہاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں کے شمار میں یکساں آتے، تقسیم ازل جو حصہ دے۔

ہر کسے رابہر کارے ساختند۔
میل او اندر دلش انداختند

اور انصافاً یہ تمنا بھی عبث ہے، امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے، ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمۂ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح معتوب و معیوب قرار پاتے۔ (۱۲)

امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت میں، وہ تمام اشارے پائے جاتے ہیں، جو امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کے ماتحت مذکور ہوئے ہیں۔

وہ علوم کہ جنکا تعلق صرف محدثِ فقیہ اور افقہ سے ہے

اولاً: فقیہ محدث اور افقہ محدث ان تمام علوم کو جانتے ہیں جنکا تعلق قرآن وحدیث سے ہے؛ تا کہ فقہ الکتاب والحدیث کے فرض کو طاقتِ بشریہ کے مطابق پورا کرسکیں۔

ثانیاً: ان علوم کے علاوہ اپنے دوسرے علوم کو بھی جانتے ہیں، جن کے ذریعے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرسکیں کہ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں۔ یہ وہ علوم ہیں کہ جن کو غیر فقیہ محدث نہیں جانتا؛ کیونکہ اسکا ان علوم سے کسی حیثیت سے بھی تعلق نہیں ہوتا۔ تو فقیہ اور افقہ پہلے مفسرِ قرآن، محدثِ احادیث رسولِ دو جہاں ﷺ اور پھر مجتہد مسائل غیر مذکور آں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک میں جن صحابہ کو افتاء کی اجازت دی ہوئی تھی وہ غیر فقیہ محدث نہیں تھے، بلکہ وہ محدث، مفسر اور مجتہد تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا، تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کروگے؟ عرض کیا: کتاب اللہ سے۔ فرمایا: اگر اسمیں نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ: اسکے رسول ﷺ کی سنت سے۔ فرمایا: اگر اسمیں نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ:

اجتهد برائی و لاآلو۔ قال: فضرب رسول الله ﷺ علی صدره۔ و قال: الحمد لله الذی وفق رسول

رسول الله ﷺ لما یرضی به رسول الله ﷺ۔(۱۳)

ترجمہ: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا (اور کمی نہیں کروں گا۔سعیدی)۔راوی نے فرمایا کہ: پس حضور علیہ السلام نے انکے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ: اس خدا (جل مجدہ) کا شکر ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اسکی توفیق دی جس سے رسول اللہ ﷺ راضی ہیں۔(۱۴)

﴿تحقیقِ صحتِ حدیث﴾

سنن دارمی کے حاشیہ میں ہے:

وانتصر بعضهم لصحته۔ انظر کلام شیخ الاسلام ابن القیم فی اعلام الموقعین ۱/۴،۱ جه / ۱۔ ص: ۲۰۲۔ فانه قد انتصر لهذا الحدیث و صححه۔ والله اعلم۔(۱۵)

ترجمہ: بعض نے اس حدیث کی صحت کو بھرپور طریقے سے ثابت کیا ہے۔اعلام الموقعین، ۴ر، جہ ۱ر، ص: ۲۰۲، میں ابن قیم کے کلام کو دیکھیں! انہوں نے پوری قوت سے اس حدیث کی تائید کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام حافظ ابن العربی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تصحیح کے بارے میں طویل کلام کیا ہے۔امام مالک اور امام بخاری رضی اللہ عنہما کی دوسری حدیثیں شواہد کے طور پر پیش کی ہیں۔(۱۶)

﴿احادیثِ صحابہ﴾

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نسائی شریف جلد دوم کتاب القضاء، باب الحکم باتفاق اہل العلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثِ موقوف قیاس کے ثبوت پر، حدیثِ مرفوع مذکورہ بالا کے ماتحت نقل فرمائی۔اور حدیثِ ابن مسعود کی تصحیح امام نسائی سے نقل فرمائی، ان حدیثوں میں کتاب وسنت سے احکام کے اثبات علاوہ قیاسِ صحابہ کو بھی اثباتِ احکام کیلئے حجت قرار دیا ہے۔(۱۷)

سنن دارمی میں یہی مکتوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ فرق سے ہے۔(۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے افتاء کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے کتاب اللہ سے، پھر سنتِ رسول اللہ ﷺ سے، پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال سے لیتے تھے، پھر اپنی رائے سے فتوی دیتے تھے۔(۱۹)

﴿تحقیقِ افقہ الصحابہ﴾

تمام صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق، پھر خلیفۂ ثانی حضرت سیدنا فاروقِ اعظم، پھر خلیفۂ ثالث حضرت سیدنا عثمان جامع القرآن رضی اللہ عنہم، اور سلسلۂ خلفائے اربعہ میں آخر میں بابِ مدینۃ العلم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں، اور خلفائے اربعہ کے بعد حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

الف: اعلم الناس بعد الخلفاء الاربعة

امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

یہ اس عبد اللہ کی تعریف ہے، جسے رسول اللہ ﷺ علم کی گٹھڑی فرماتے ہیں اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے

بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہیں۔ (۲۰)

ب: اشبه الناس برسول الله ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی سنت و سیرت، علوم و استنباطات اور فہم و فراست کے نمونۂ کامل ہیں۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

یہ وہی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، جنہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، صاحبِ سر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان اشبه الناس دلا و سمتا و هديا برسول الله ﷺ ابن ام عبد رضی الله عنه ۔رواه البخاری و الترمذی و النسائی۔

ترجمہ: بیشک چال، ڈھال، روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس ﷺ سے مشابہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ (۲۱)

تذکرۃ الحفاظ میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے:

عن عبد الرحمن بن يزيد، قال اتينا حذيفة، فقلنا له: حدثنا عن اقرب الناس من رسول الله ﷺ هديا و دلا و سمتا فنأخذ عنه و نسمع منه، قال: هو ابن مسعود (رضی الله عنهم)۔ (۲۲)

ج: افقہ الصحابۃ

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

افقه الصحابة بعد الخلفاء الاربعة عبد الله بن مسعود رضی الله عنه۔ (۲۳)

محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

افقہیتِ راوی اور مرجح منع ہے کہ ابنِ عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو فقاہت جلیلہ عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رسائی نہیں۔

مرقاۃ میں ہے:

اسی لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکی روایت و قول کو خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام صحابہ کے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں۔ (۲۴)

﴿علومِ حدیث﴾

☆ علمِ فقہ کے اصول

علمِ فقہ کی بنیاد علمِ اصولِ فقہ پر ہے، اور علم اصولِ فقہ وہ علم ہے کہ جسکا موضوع چار علوم ہیں۔ (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت (حدیث) رسول اللہ ﷺ، (۳) اجماع علمائے امت، اور (۴) قیاس۔ اور کچھ علمائے اصولِ فقہ کے نزدیک انکے احکام بھی موضوع میں شامل ہیں۔ ان چاروں میں ترتیب پہلے مذکور ہو چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں فقہائے صحابہ کیلئے دو امور یعنی کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ دلائل تھے اور تیسرا امر قیاس تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد فقہائے صحابہ نے تین امور یعنی قرآن، حدیث اور اجماع فقہائے امت کو بطورِ اصولِ فقہ قرار دیا اور پھر انکی عدم موجودگی میں قیاس کو بھی اصل قرار دیا۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ اور علومِ محدثینِ ثلاثہ

امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوری تفصیل اور مکمل شرح و بسط سے تینوں قسم کے محدثین کے علوم

کو بیان فرمایا، لکھتے ہیں:

﴿مرحلہ اولیٰ: نقدِ رجال﴾

رجال پر صاحبِ مرحلہ اولیٰ کو اس طرح مہارت ہو کہ ثقاہت ،صدق ،حفظ ،ضبط کے مراتب اور ان کے بارے میں اقوالِ ائمہ سے باخبر ہو ،اور وجوہِ طعن ،مراتبِ توثیق ،جرح و تعدیل کی تقدیم کی جگہوں ،طعن کے حوامل ،توثیق کے مناشی اور تحامل ،تساہل اور تحقیق کے مواضع پر مطلع ہو۔ اور نقدِ روایات اور مخالفات ،اوہام اور خطئیات کے ضبط سے اتقانِ راوی کے مرتبہ کے استخراج پر متمکن ہو۔ اور راویوں کے ناموں ،لقبوں ،کنیتوں ،نسبوں اور راویوں کی تعبیر کیلئے مختلف وجوہ مین حاذق ہو خصوصاً اصحابِ تدلیس۔ اور مبہمات ،متفق و متفرق ،مختلف و مؤتلف کی تعیین میں حاذق ہو۔ اور انکی پیدائش کی جگہوں ،وفات کی تاریخوں ،انکے شہروں ،انکے تعلیمی سفروں ،انکی ملاقاتوں ،انکے استاذوں ،انکے شاگردوں اور تحمل کے طریقوں پر مطلع ہو۔ اور اداء ، تدلیس ،تسویہ ،تغیر اور اختلاط کی وجوہ ،(اختلاط و تغیر سے) پہلے لینے والوں ،بعد میں لینے والوں اور دونوں حالتوں میں سننے والوں وغیرہم تمام امورِ ضروریہ پر مطلع ہو اور تمام امور (مذکورہ بالا) اس پر منکشف ہوں۔ تو ان سب کے بعد یہ شخص صرف سند میں بات کرسکتا ہے کہ یہ صحیح ہے ،یا حسن ،یا صالح ، یا ساقط ، یا باطل ، یا معضل ، یا مقطوع ، یا مرسل ، یا متصل۔

﴿مرحلہ ثانیہ: کتبِ حدیث پر گہری نظر﴾

صحاح ،سنن ،مسانید ،جوامع ،اجزاء وغیرہا کتبِ حدیث ، انکے طرقِ مختلفہ اور الفاظِ متنوعہ پر نظرِ تام سے گہری سوچ و بچار کرے حتی کہ حدیث کے تواتر ، یا اسکی شہرت ،یا اسکی فردیتِ نسبیہ ،یا غرابتِ مطلقہ ،یا شذوذ ،یا نکارت ،یا رفع ، وقف ،قطع ، وصل ،متصل سندوں میں زیادتی اور سند و متن کے اضطرابات وغیرہم پر مطلع ہو ،اور رفعِ ابہام ،دفعِ اوہام ، ایضاحِ خفی ،اظہارِ مشکل ،تبیینِ مجمل اور تعیینِ محتمل بھی ان تمام طریقوں اور تمام الفاظ کے احاطہ سے حاصل ہو۔

اس پر محدث بریلوی شاہد پیش کرتے ہوئے ،لکھتے ہین:

اسی لئے امام رازی فرمایا کرتے تھے:

ہم کو ایک حدیث کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی تھی ، جب تک اسکو ساٹھ مختلف وجوہ سے نہیں لکھ لیتے تھے۔ تو اسکے بعد اس شخص کیلئے یہ ممکن ہے کہ یہ حکم لگائے کہ یہ حدیث شاذ ہے ،یا منکر ،یا معروف ،یا محفوظ ،یا مرفوع ، یا موقوف ،یا مشہور۔

﴿مرحلہ ثالثہ: عللِ خفیہ پر نظر﴾

پھر عللِ خفیہ اور غوامضِ دقیقہ پر نظر کرے ،اور کئی صدیوں سے اسپر کوئی (محدث) قادر نہیں ہوا ،تو اگر کوئی (محدث) حدیث کو تمام علل سے ،تمام وجوہِ علل کے احاطہ کے بعد منزہ پاتا ہے ،تو صرف صحتِ اصطلاحی کا حکم لگائیگا ،یہ بھی اسکے بعد ہوگا کہ تینوں مرحلوں سے گزر کر آئے گا۔ تمام حفاظِ حدیث ،اجلۂ نقاد اور اجتہادِ بلند کی چوٹی تک نہ پہنچنے والے ، صرف اس مرحلہ تک پہنچتے ہیں۔(۲۵)

یہ مراحلِ ثلاثہ کتنے کٹھن ہیں؟ امام احمد رضا خان محدثِ بریلوی لکھتے ہیں:

انصاف پسند بھائیوں پر واجب ہے کہ ان مراحل کی صعوبتوں پر نظر وفکر کریں۔ یہ وہ مراحل ہیں کہ جن میں محدثِ جلیل الشان ابوعبداللہ امام حاکم کا مواخذاتِ عظیمہ و شدیدہ سے مواخذہ کیا گیا۔ امام ابن حبان جیسے ناقد بصیر کو تساہل کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور ان دونوں سے زیادہ بڑے امام ابوعیسیٰ ترمذی ہیں، جن کے بارے میں متقرر ہو چکا ہے کہ تحسین وتصحیح میں متساہل ہیں۔

مرحلہ رابعہ: اجتہاد

یہ اس چوتھے آسمان میں وہ بلندی ہے، جس تک صرف وہی پہنچ سکتا ہے، جو نورِ اجتہاد سے روشن ہو۔ تینوں مراحل میں پہنچنے والے ائمۂ محدیث کے امام محمد بن اسماعیل بخاری جب مواضعِ احکام اور نقض و ابرام میں داخل ہوئے، تو عجائب لائے۔(۲۶)

اس مرحلے کے بارے میں مزید لکھا ہے:

اس مرحلے میں چلنے والے پر واجب ہے کہ اس کو خبرِ تام، نظرِ عمیق، ذہنِ روشن، بصیرتِ ناقدہ، بصرِ بلند اور اطلاعِ عام ہو تمام لغاتِ عرب، فنونِ ادب، وجوہِ خطاب، طرقِ تفاہم، انواعِ نظم، اقسامِ معانی، ادراکِ علل، تنقیحِ مناط، استخراجِ جامع، معرفتِ مانع، مواودِ تعدیہ، مواضعِ قصر، دلائلِ حکم آیات واحادث، اقاویلِ صحابہ وائمۂ فقۂ قدیم و جدید، مواقعِ تعارض، اسبابِ ترجیح، مناہجِ توفیق، مدارجِ دلیل، معارکِ تاویل، مسالکِ تخصیص، مناسکِ تقیید، مشارعِ قیود اور شوارعِ مقصود پر (اطلاعِ عام ہو)۔(۲۷)

اس چوتھے مرحلے کو طے کرنے والے کون ہیں؟ محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

اس میں شک نہیں کہ جس نے ان چاروں مراحل کو طے کیا ہے وہ مجتہد فی المذہب ہے، جسطرح امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذہبِ مہذب حنفی میں ہیں۔(۲۸)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ اور مختلف الحدیث

مختلف الحدیث فقہ الحدیث کا ایک باب ہے، جس میں ایک اصولِ حدیث کو پیشِ نظر رکھ کر احادیث کی فقہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ خاتم الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر میں اس اصول کو ذکر فرماتے ہوئے، لکھتے ہیں:

دو متعارض حدیثیں کہ ان میں جمع ممکن ہے، یہ مختلف الحدیث ہے۔(۲۹)

امام احمد رضا خان محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر ایسی کئی حدیثوں کے جمع کو ذکر کیا ہے، لکھا ہے:

(۱) روایاتِ صحاح ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی حالت میں نہ خوف تھا نہ سفر، نہ مرض تھی نہ مطر، بلا عذر، خاص مدینہ طیبہ میں ظہر و عصر، اور مغرب و عشاء جماعت سے جمع فرمائیں۔(۳۰)

اسکی معارض حدیث: وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھنا، گناہ ہے۔(۳۱)

اور حدیث: دو نمازوں کو جمع کرنا، گناہ کبیرہ ہے۔(۳۲)

ان حدیثوں میں جمع کس طرح ممکن ہے؟

محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے ان پر طویل بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

جمع بین الصلوتین کی حدیثوں سے مراد جمع صوری ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا گیا اور دوسری نماز کو اس کے شروع کے وقت میں؛ اس لئے ہر نماز اپنے وقت میں ہوئی۔ (۳۳)

﴿۲﴾ آنحضرت ﷺ کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا۔ یہ حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔ (۳۴)

اور اسکی معارض حدیث: آنحضرت ﷺ کا کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرنا۔ یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے۔ (۳۵)

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے ان دونوں حدیثوں کی آٹھ وجوہ ذکر کیں، جن میں ایک وجہ نسخ کی ہے اور سات جمع کی۔ اور خود اپنی طرف سے تین وجوۂ ترجیح ذکر کیں۔ وجۂ نسخ اور وجوہ جمع میں سے صرف تین کو برقرار رکھا؛ اس طرح آپ نے تین اصولِ حدیث کے ماتحت فقہ الحدیث کو ذکر کیا؛ کیونکہ نسخ، جمع اور ترجیح تین اصولِ حدیث ہیں۔

میں نے اپنے مقالہ ''احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' میں ان تین اصولوں کو ایک جگہ ذکر نہیں کیا؛ اس لئے یہاں صرف وجوۂ جمع ذکر کی جاتی ہیں، امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی تحریر فرماتے ہیں:

﴿الف﴾ زانوئے مبارک میں زخم تھا، بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔

محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے اسکا رد کیا کہ:

دار قطنی، بیہقی اور ابن عساکر نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہم نے اسکو منکر کہا ہے۔ (۳۶)

﴿ب﴾ امام عبد العظیم منذری رحمہ اللہ تعالی نے کہا:

آپ ﷺ کو ملوث ہونے کا ڈر تھا۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی نے اسکا رد کیا:

ان پر کئی اعتراضات ہوئے، اگر یہ کہتے: ''وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی''۔ تو اعتراضات سے بچ جاتے۔ (۳۷)

﴿ج﴾ اسمیں ڈھلوان ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہیں تھا۔ ابہری رحمہ اللہ تعالی نے کہا:

ڈھیر آگے کی جانب بلند تھا، اگر بیٹھتے، تو گر پڑتے اور اگر پیچھے منہ کر کے بیٹھتے، تو لوگوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا، اور اسکے ساتھ ساتھ پیشاب کے لوٹنے کا بھی ڈر تھا۔

محدثِ بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے اسکے رد میں کہا:

ابہری رحمہ اللہ تعالی کی یہ آخری بات صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح بات ابن حبان رحمہ اللہ تعالی کی ہے کہ آپ ﷺ اونچی جگہ کھڑے ہوئے اور پیشاب کے لوٹنے سے محفوظ رہے۔ (۳۸)

﴿د﴾ پشت مبارک میں درد تھا، علاج کیلئے ایسا کیا۔ یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا۔

حافظ الحدیث بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے اسکا رد کیا کہ:

آپ ﷺ نے اضطرار کی حالت میں اختیار نہیں فرمایا، تو پھر قصداً غیر اضطراری حالت میں اختیار کرنے کی کیا حیثیت رہتی ہے؟

﴿ہ﴾ دوسرے راستہ سے حدث کا خروج نہ ہو جائے۔ یہ مازری رحمہ اللہ تعالی نے کہا۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی نے اسکے رد میں کہا کہ:

یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے نہایت بدذوقی ہے۔(۳۹)

﴿و﴾ کام میں مشغول تھے، دور جانا ممکن نہ تھا۔ یہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی نے کہا۔

محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:

یہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟ یہ صرف دور جانے کی عادت کو چھوڑنے کی وجہ ہے۔ ہاں! اگر اسکے ساتھ یہ کہا جائے کہ دوسرے مقام سے حدث کے خارج ہونے کا خطرہ تھا اور وہ جگہ گھروں کے قریب بھی تھی، تو پھر صحیح ہے۔(۴۰)

﴿ز﴾ یہ بیانِ جواز کیلئے ہے۔(۴۱)

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالی نے ان وجوہ جمع میں سے صرف چار وجوہ کو برقرار رکھا، لیکن بلفظہ نہیں، بلکہ ان میں بھی تاویل کی اور باقی سب کا رد کیا۔ وہ چار وجوہ یہ ہیں:

۱۔ یا وہاں تر نجاست تھی، جس کے سبب وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔

۲۔ یا اس میں ڈھلوان ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہیں تھا۔

۳۔ یا وہ جگہ گھروں کے قریب تھی۔

۴۔ یا بیانِ جواز کیلئے آپ ﷺ نے ایسا کیا۔(۴۲)

﴿امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی اور نسخِ حدیث﴾

حدیثِ ناسخ اور منسوخ کے علم کا تعلق علمِ اصولِ حدیث سے ہے، لیکن اسکا تعلق حدیث کی صحت وضعف سے نہیں ہے، بلکہ دونوں طرف کی حدیثیں ایک ہی معیار کی ہوتی ہیں، اگر دونوں طرف کی حدیثیں احکام کی ہیں، تو کم از کم حسن ہونا ضروری ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی ۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں:

اگر دونوں طرف کی حدیثوں میں جمع ممکن نہ ہو اور اول و متاخر کی تاریخ معلوم ہو، تو متاخر ناسخ ہوگی اور اول منسوخ۔

نسخ کی تعریف یہ کی ہے:

دلیل شرعی متاخر کے ساتھ حکمِ شرعی (مقدم) کو اٹھا لیا جائے۔(۴۳)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ناسخ کی تعریف سے اس بات پر صراحۃً دلالت ہوتی ہے کہ اس کا تعلق فقہ الحدیث سے ہے۔

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی نے حدیثِ ناسخ کی تعریف میں لکھا ہے:

یہ اصول ہے کہ آپ ﷺ کے آخری عمل کو لیا جائیگا، تو جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ دو مشاہدوں میں سے ایک متاخر بھی ہے اور جاری بھی ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

وانما یؤخذ بالآخر، فالآخر من افعالہ ﷺ۔ فکون کل اخبر بما شاھد، لایمنع النسخ، اذاعلمنا ان احدی المشاھدتین متاخرۃ مستمرۃ۔(٤٤)

﴿اقسامِ نسخِ حدیث مطلقاً﴾

امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی کی تحریر سے اسکی تین

قسمیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) کتاب اللہ حدیث کی ناسخ (۲) حدیث، حدیث کی ناسخ اور (۳) حدیث کتاب اللہ کی ناسخ۔ احناف اور شوافع کا اسمیں اختلاف ہے، شوافع صرف دوسری قسم کو مانتے ہیں، پہلی اور آخری قسم کو رد کرتے ہیں۔

﴿آخری قسم پر شوافع کے اعتراضات﴾

آخری قسم کے رد کے بارے میں ''نامی'' میں ہے:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الف﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ما ننسخ من اية او ننسها نأت بخير منها او مثلها ☆(۴۵)

ترجمہ: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں، تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ (۴۶)

تو یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قرآن حدیث سے منسوخ نہیں ہوتا:

(۱) کیونکہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا ہے کہ ناسخ منسوخ سے بہتر ہوتا ہے، یا اسکی مثل۔ حدیث کتاب اللہ سے بہتر ہے اور نہ مثل۔

(۲) لانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے؛ اس لئے یہ جائز نہیں کہ ناسخ کو لانے والے نبی ﷺ ہوں۔

﴿ب﴾ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ☆ (۴۷)

ترجمہ: (تم فرماؤ!) مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ (۴۸)

تو آپ ﷺ کیلئے جائز نہیں کہ آپ اپنی طرف سے تبدیلی کریں، خواہ یہ لفظی تبدیلی ہو یا حکمی؛ تو آپ ﷺ کے ارشاد سے نسخ ناجائز ہے۔

﴿تردید شوافع﴾

اس کے رد میں علامہ ابو محمد عبد الحق حقانی بن محمد امیر رحمہ اللہ تعالیٰ ''نامی'' میں لکھتے ہیں:

(الف) پہلی آیت پر اعتراضات کے جوابات:

(۱) ہم یہ نہیں مانتے کہ سنتِ رسول ﷺ کتاب اللہ کی مثل نہیں؛ کیونکہ نسخِ کتاب اللہ سے مراد نسخِ حکم ہے، نسخِ نظم نہیں، تو جائز ہے کہ سنتِ رسول ﷺ کا حکم کتاب اللہ کے حکم سے مکلفین کی مصلحتوں کے اعتبار سے بہتر ہو یا مساوی۔ ہاں نظمِ کتاب اللہ الفاظِ سنتِ رسول ﷺ سے بہتر ہے اور ہم نسخِ نظمِ کتاب اللہ بالسنۃ کے قائل نہیں ہیں۔

(۲) اور اسی طرح ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ سنت ناسخہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ کا استدلال تام متصور ہو، بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

و ما ینطق عن الهوی ☆ ان هو الا وحی یوحی ☆(۴۹)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انکی طرف کی جاتی ہے۔ (۵۰)

(ب) دوسری آیت پر اعتراضات کے جوابات:

(۱) ''منفی تبدیلی سے مراد نظمِ قرآن کی تبدیلی ہے'' تو آنحضرت ﷺ کا یہ مقام نہیں کہ نظمِ کتاب اللہ کو ایک دوسرے سے تبدیل کریں، جسطرح کہ آیت کا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) اگر تسلیم بھی کرلیا جائے، تو نسخ میں تبدیلی نبی ﷺ کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہے؛ اسلئے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔(۵۱)

نسخ کی پہلی قسم پر شوافع کے اعتراضات

نسخ کی پہلی قسم پر شوافع کے اعتراضات کے بارے میں ''نامی'' میں ہے:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سنت کا نسخ کتاب اللہ سے جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کا مبارک قول ہے:

لتبين للناس مانزل اليهم ☆ (۵۲)

کہ تم لوگوں سے بیان کردو! جوان کی طرف اترا۔(۵۳)

تو اگر کتاب اللہ سے سنت منسوخ ہوجائے، تو سنت صالحِ بیان نہ رہی بلکہ کتاب اللہ اسکی رافع ہوگئی۔(۵۳)

شوافع کی تردید

صاحبِ نامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں کہا:

نسخ بھی بیان ہی ہے، تو کتاب اللہ بھی سنت کے بیان کی صلاحیت رکھتے ہے۔ اور ''لتبین'' کا معنیٰ ''پہنچانا'' ہے۔(۵۴)

بیان کا معنیٰ یہ ہے کہ پہلے حکم کی مدت بیان کی جاتی ہے کہ اسکا وقت ختم ہوگیا ہے۔

التوضیح فی حلِ غوامض التنقیح میں ہے:

(۱) فجازله ﷺ بيان مدة حكم الكتاب بوحي غير متلو، و(۲) يجوز ان يبين الله تعالى بوحي متلو مدة حكم، ثبت بوحي غير متلو۔(۵۵)

تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ ایک دوسرے کے حکم کی مدت کو بیان کرسکتے ہیں.

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام اعتراضات کے جوابات امام عبید اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی دیئے ہیں، انکے الفاظ یہ ہیں:

الف: (۱) (قوله عز وجل:" نأت بخير منها" اى فيما يرجع الى مصالح العباد دون النظم، (۲) و ان سلم هذا لكنها انما تنسخ حكمه لا نظمه وهما فى الحكم مثلان) اى ان سلم ان المراد الخيرية من حيث النظم، فالسنة لاتنسخ نظم الكتاب؛ فان الاحكام المتعلقة بالنظم باقية كما كانت، بل تنسخ حكمه۔ فالكتاب و السنة فى اثبات الحكم مثلان و ان الكتاب راجح فى النظم بان نظمه معجز و تثبت بنظمه احكام كالقرأة فى الصلوة ونحوها۔

ب: (وليس من تلقاء نفسه ﷺ؛ لقوله تعالى: ان هو الا وحى يوحى) اى ليس نسخ الكتاب بالسنة من تلقاء نفسه ﷺ و هذا جواب قوله: قل ما يكون لى ان ابدله من تلقاء نفسى۔(۵۶)

﴿شوافع کی طرف سے اس کا رد﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث سے استدلال کرتے ہو اس نسخ کے عدمِ جواز کے بارے میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یکثر کم الاحادیث من بعدی، فاذا روی لکم عنی حدیثا، فاعرضوہ علی کتاب اللہ، فان وافقہ فاقبلوہ و ان خالفوہ فردوہ۔(۵۷)

میرے بعد تمہارے پاس بہت ساری حدیثیں لائی جائیں گی، تو جب کوئی میری طرف سے حدیث کو روایت کرے تو اسکو کتاب اللہ پر پیش کرو، تو اگر اسکے موافق ہو تو قبول کرو اور اگر مخالف ہو تو رد کردو۔

﴿تردیدِ شوافع﴾

اس کے جواب میں امام عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) جب اسکی تاریخ میں اشکال ہو تو کتاب اللہ پر پیش کرو۔

(۲) یا صحت کے اس معیار پر نہیں کہ کتاب اللہ کو منسوخ کر سکے؛

اس پر دلیل اسی حدیث کے شروع کا سیاق ہے کہ میرے بعد بہت ساری حدیثیں لائی جائیں گی۔(۵۸)

یعنی اکثارِ احادیث کے جوش میں صحتِ حدیث کے ہوش کو کھو بیٹھیں گے؛ اس لئے اسکی صحت کو جانچنے کیلئے کتاب اللہ کی طرف پیش کرنے کا حکم ہوا، تو اگر کتاب اللہ کے اصل کلی کے ماتحت آئے، تو لیلو اور اگر نہ آئے، تو رد کردو۔

حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں؛

کیونکہ حدیث خود دلیل ہے، امام بغوی، ابو محمد الحسین رحمہ اللہ تعالی ۴۳۶ھ-۵۱۶ھ نے فرمایا ہے:

و فی الحدیث دلیل علی انہ لا حاجۃ بالحدیث الی ان یعرض علی الکتاب، و انہ مہما ثبت عن رسول اللہ ﷺ کان حجۃ بنفسہ، و قد قال النبی ﷺ: الا انی اوتیت الکتاب و مثلہ معہ۔(۵۹)

﴿موضوعیتِ حدیث﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی استدلال میں پیش کردہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کے بارے میں حافظ الحدیث امام ابن العربی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:

قال یحیی بن معین: حدیث باطل وضعہ الزنادقۃ-یزید ابن ربیعۃ مجہول، و لا یعرف لہ سماع من ابی الاشعث، و ابو الاشعث لا یروی عن ثوبان، انما یروی عن ابی الاسماء البرقی-فبطل من کل وجہ۔(۶۰)

﴿شوافع کی طرف سے تردید﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عقلی استدلال کرتے ہوئے، فرماتے ہیں:

اگر کتاب اللہ کو سنت کا ناسخ قرار دیا جائے، تو غیر مسلم کہیں گے کہ انکے رب نے ان کی تکذیب کردی، تو ہم بھی اسکی تصدیق نہیں کرتے اور ایمان نہیں لاتے۔ تو کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ میں تعاون و توافق اولی ہے۔(۶۱)

﴿تردیدِ شوافع﴾

اس کے جواب میں امام صدر الشریعہ صغیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہی اعتراض نسخ کتاب اللہ بکتاب اللہ اور نسخ سنت بالسنّت پر بھی ہوتا ہے۔ (کہ اللہ تعالی نے خود اپنی تکذیب کردی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی خود تکذیب کردی۔ سعیدی) تو جو تصدیق کرنیوالا ہے وہ یقین کرنے والا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔ اور جو تکذیب کرنے والا ہے وہ سب پر طعن کریگا اور طعنِ باطل کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے اسمیں رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ بلند ہونے اور آپ کی سنت کی عظمت و تعظیم کا اظہار ہے۔ (۶۲)

امام صدر الشریعہ صغیر رحمۃ اللہ علیہ نسخِ سنت بالکتاب پر استدلال کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے، تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ مہینے تک نمازیں پڑھیں۔ تو آپ ﷺ کا اس طرح سے نمازیں پڑھنا کتاب اللہ سے ثابت نہیں، بلکہ سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہے، پھر اسکو کتاب اللہ سے منسوخ کردیا گیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فول وجهك شطر المسجد الحرام ☆ (۶۳)

تو اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف پھیرلیں۔ (۶۴)

تو سنت کا نسخ کتاب اللہ سے یقینی ہے۔

نسخِ کتاب بالسنہ پر استدلال فرماتے ہوئے، تحریر کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے حتی کہ اللہ تعالی نے آپ کیلئے مباح فرمادیا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں۔

تو اس سنت نے کتاب اللہ کے ایک حکم کو منسوخ فرمادیا ہے وہ یہ ہے: اللہ تعالی فرماتا ہے:

لایحل لك النساء من بعد ☆ (۶۵)

اسکے بعد آپ ﷺ کیلئے عورتیں حلال نہیں۔ (۶۶)

بیشمار کتبِ تفاسیر میں بھی اسی طرح ہے۔

تو نسخ کی مذکورہ سابقہ پوری بحث سے نسخ کی جامع اور مانع تعریف یہ ہوگی:

بیان انتهاء حکم شرعی مطلق عن التابید و التوقیت بنص متاخر عن مورده۔ (۶۷)

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوی میں ان تین قسموں میں سے ایک پر صراحۃً دلالت ہوتی ہے اور ایک پر اشارۃً اور ایک قسم تو متفق ہے؛ اس لئے اس کے اثبات کی ضرورت نہیں تھی۔

﴿نسخ کی آخری قسم﴾

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدیث کتاب اللہ کی ناسخ ہے، شوافع اسکے رد میں حدیث پیش کرتے ہیں:

کلامی لاینسخ کلام اللہ۔

(میرا کلام اللہ تعالی کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔) (۶۸)

محدث بریلوی نے رحمۃ اللہ علیہ اسکا صراحۃً رد فرمایا، لکھتے

ہیں:

(یہ حدیث) محض بے اصل ہے۔(۶۹)

تعلیق علی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس خدیث کے بارے میں ہے:

قال الحافظ ابن حجر فی لسان المیزان موافقا للذہبی بان ہذا الحدیث [illegible] جدون [illegible] الذہبی انه متهم بقلة حیاء، وذکرله حدیثین موضوعین المذکور هنا احدهما۔ وقد رواه الدارقطنی (رحمة الله علیهم) فی کتاب النوادر، ۴۰ ، ۱۴۵۔(۷۰)

یعنی حدیثِ رسول ﷺ کتاب اللہ کی ناسخ ہے، اسکی نفی پر دلالت کرنے والی حدیث صحیح نہیں ہے؛ اسلئے اس سے عدمِ نسخ کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔

﴿ناسخ کا درجہ﴾

ناسخ کیلئے کم از کم مثل ہونا ضروری ہے، تو حدیث کتاب اللہ کی اس وقت تک ناسخ نہیں ہوسکتی جب تک کتاب اللہ کی مثل نہ ہو۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی مثلیت پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:

(۱) خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں ﷺ: دیکھو! ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا بے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے، یہ کہے: ہم نہیں جانتے! (ہم) جو قرآن میں حلال پائیں گے اسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام پائیں گے، اسے حرام کہیں گے۔(۷۱)

﴿تحقیقِ حدیث﴾

یہ حدیث سنن ابن ماجۃ مجتبی میں نہیں ہے ہاں! امام ابن ماجہ کی کسی اور کتاب میں یہ حدیث ہوسکتی ہے۔

(۲) محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری حدیث استدلال میں پیش کی، (آپ ﷺ نے فرمایا:)

الا انی اوتیت القرآن و مثله معه۔(۷۲)

﴿تحقیقِ حدیث﴾

یہ حدیث اور پہلی حدیث ایک ہی ہے، اسکے جملوں کو آگے پیچھے کردیا گیا ہے۔(۷۳)

انہیں الفاظ سے الجامع الصحیح للترمذی، سنن ابن ماجۃ، اور سنن الدارمی میں نہیں ہے، انمیں ''شعبان'' اور حدیث:۲ کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۳) محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثلیت پر تیسری حدیث بطورِ دلیل پیش کی کہ (آپ ﷺ نے فرمایا:)

الا و ان ماحرم رسول الله ﷺ مثل ماحرم الله۔

ترجمہ: سنو! بیشک جسے رسول اللہ ﷺ نے حرام کیا، وہ ایسا ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالی نے حرام کیا۔(۷۴)

﴿تحقیقِ حدیث﴾

الجامع الصحیح للترمذی میں ان الفاظ سے ہے:

وان ماحرم رسول الله ﷺ کما حرم الله۔ قال ابو عیسی: هذا حدیث حسن غریب من هذا الوجه۔(۷۵)

غیر مقلد البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(۷۶)

حدیث:۲، سنن ابی داؤد میں حدیثِ تعلیق کے الفاظ کے ساتھ اضافہ ہے۔(۷۷)

﴿ثبوتِ مثلیت قرآن سے﴾

امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے مثلِ قرآن ہونے پر قرآن سے بھی استدلال فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

(۱) خود رب العزت تبارک وتعالیٰ قرآنِ عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے:

ولا یحرمون ماحرم اللہ و رسولہ۔ ☆

کافر ان چیزوں کو حرام نہیں جانتے جنہیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے حرام کیا۔(۷۸)

(۲) اور مسلمانوں سے فرماتا ہے:

ماآتکم الرسول فخذوہ و مانھکم عنہ فانتھوا۔

جو کچھ رسول اللہ ﷺ تم کو عطا فرمائیں اس کو لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔(۷۹)

پہلی آیت سے نسخ قرآن از حدیث پر محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حرام فرمانا، اللہ تعالیٰ کے حرام فرمانے جیسا ہے؛ اس لئے کہ حدیث مثلِ قرآن ہے اور نسخ مثل ہی سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت سے استدلال میں اشارہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے امر و نہی کو اللہ تعالیٰ نے مطلق ذکر فرمایا ہے، تو آپ ﷺ کی نہی اللہ تعالیٰ کے نسخ کو شامل ہے اور آپ کا امر اللہ تعالیٰ کی نہی کے نسخ کو۔

نسخ کی پہلی قسم کہ جس میں کتاب اللہ حدیث کی ناسخ ہے، پر بھی اشارۃ احادیثِ مذکورہ سابقہ اور آیات سے دلالت ہوتی ہے؛ کیونکہ کتاب وسنت ایک دوسرے کی مثیل ہیں اور ایک مثیل دوسرے مثیل کی ناسخ ہوسکتی ہے؛ اس لئے قرآن حدیث کا ناسخ ہوسکتا ہے۔

﴿اقسامِ نسخِ حدیث بحیثیتِ اقسامِ حدیث﴾

اس کی چار قسمیں:

(۱) ایک صحیح حدیث دوسری صحیح حدیث کی ناسخ،

(۲) صحیح حدیث ضعیف حدیث کی ناسخ،

(۳) ضعیف حدیث صحیح حدیث کی ناسخ، اور

(۴) ایک ضعیف حدیث دوسری ضعیف حدیث کی ناسخ۔

الف: پہلی اور آخری کا نسخ ہونا ظاہر و باہر ہے؛ کیونکہ یہ دونوں متفق علیہ ہیں۔(۸۰)

ب: دوسری قسم میں کئی اشارے ملتے ہیں:

۱) صحیح حدیث ضعیف کی ناسخ ہوتی ہے بلکہ بطریق اولیٰ ہے۔

۲) اس معنی کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ صحیح حدیث اور ضعیف حدیث میں بھی تعارض ہوتا ہے۔ اور

۳) اس مفہوم کی طرف بھی اشارہ ہے کہ صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کے تعارض کو صرف ترجیح سے رفع نہیں کیا جاتا بلکہ یہ تعارض نسخ سے بھی مدفوع ہوجاتا ہے۔

ج: تیسری قسم بھی مطلقاً نہیں؛ کیونکہ ہر ضعیف حدیث ہر صحیح حدیث کی ناسخ نہیں ہوتی، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تفصیل سے لکھا ہے، محدث بریلوی لکھتے ہیں:

مادون الاحکام میں ضعیف حدیث محتاجِ ورودِ صحیح نہیں اور

دلیل سابق میں اسکے دس نظائر کے پتے دیئے، سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمۂ کرام، اعاظم محدثینِ اعلام (۱) مثل امام ابن عساکر، (۲) و امام ابن شاہین، (۳) و ابوبکر خطیب بغدادی، (۴) و امام سہیلی، (۵) و امام محب طبری، (۶) و علامہ ناصر الدین ابن المنیر، (۷) و علامہ ابن سید الناس، (۸) و حافظ ابن ناصر، (۹) و خاتم الحفاظ، (۱۰) و علامہ زرقانی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں، متاخر ٹھہرا کر ناسخ جانا۔ تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار، اس کے مقابل کی صحاح اس سے منسوخ ٹھہرائیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السیوطی فی سبیل النجاة: مال إلی ان الله تعالی احیا هما، حتی امنا به، طائفة من الائمة و حفاظ الحدیث۔ و استندوا الی حدیث ضعیف، لا موضوع کالخطیب، و ابن عساکر، و ابن شاهین، و السهیلی، و المحب الطبری، و العلامة ناصر الدین ابن المنیر، و ابن سید الناس۔ و نقله عن بعض اهل العلم و مشی علیه الصلاح الصفدی، و الحافظ ابن ناصر۔ و قد جعل هو ء لاء الائمة هذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردة بما یخالفه و نصوا علی انه متاخر عنهما، فلا تعارض بینه و بینها۔ اه۔ و قال فی الدرج المنیفة: جعلوه ناسخا و لم یبالوا بضعفه؛ لان الحدیث الضعیف یعمل به فی الفضائل و المناقب و هذه منقبة۔ و هذا کلام هذا المجهد و هو فی غایة التحریر۔ (رحمهم الله اجمعین) اه۔ ملخصا۔ (۸۱)

بلکہ اس عربی عبارت میں نو (۹) محدثین کا ذکر ہے، اس طرح یہ محدثین گیارہ (۱۱) ہوئے، تو زائد محدث امام صلاح صفدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

﴿فقہ الحدیث﴾

تحقیقِ اصولِ نسخِ حدیث کی حیثیت سے امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں اور دوسری تصانیف میں محدثانہ اور فقیہانہ شان سے بحث کی ہے۔

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے '' کھڑے ہوکر پیشاب کرنا''۔ اور '' کھڑے ہوئے پیشاب نہ کرنا''۔ کی احادیث متعارضہ پر کئی جہتوں سے سیر حاصل بحث کی ہے، تحریر فرمایا:

(۱) کتبِ فقہ کے نظائر سے استدلال،
(۲) احادیث کے نظائر سے استشہاد،
(۳) وجوہِ تطبیق،
(۴) وجوہِ ترجیح اور
(۵) نسخ۔

صرف پہلی جہت کی بحث کا تعلق اصولِ حدیث سے نہیں، یہ بھی صرف براہِ راست نہیں ورنہ یہ بھی حدیث کی فقہ ہے۔ بقیہ کا براہِ راست حدیث سے تعلق ہے۔ یہاں صرف نسخ کی حیثیت سے فقہ الحدیث کو پیش کیا جارہا ہے۔

'' کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرنا''۔ اصولِ نسخ کی حیثیت سے امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ناسخ ہونے پر دو قسم کی حدیثیں تحریر کی ہیں، (۱) نظائر سے استشہاد اور (۲)

صریح احادیث۔

۱۔ نظائر سے استشہاد

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں چار حرج ہیں (میں نے صرف تین ذکر کئے ہیں۔سعیدی)

(الف) دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذاب قبر کا استحقاق اپنے سر لینا،

(۱) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تنزهوا من البول؛ فان عامة عذاب القبر منه۔ رواه الدارقطني عن انس رضي الله تعالى عنه بسند صالح و للحاكم بلفظ: استنزهوا۔ و قال: صحيح على شرطهما۔(۸۲)

تحقیق وتنقید

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

المحفوظ مرسل (۸۳)

حجية المرسل

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

احناف اور مالکیہ کے نزدیک مراسیل مقبول ہیں۔(۸۴)

تو امام احمد رضا خان کا امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے اسکو''صالح'' لکھنا صحیح ہے۔

(۲) محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث پیش کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے دو شخصوں پر عذابِ قبر ہوتے دیکھا، تو فرمایا:

كان احدهما لا يستتر من بوله و كان الاخر يمشي بالنميمة۔رواه الستة عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما۔

ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا تھا۔(۸۵)

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے اس استدلال سے یہ اشارہ ہے کہ جب پیشاب میں آڑ نہ لینے میں یہ عذاب ہے، جو کہ اس سے کم گناہ ہے، تو کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں کتنا عذاب ہوگا؟ ان دونوں حدیثوں میں وجہ مشارکت یہی ہے اور قیاس کی علت بھی یہی ہے۔

تحقیق حدیث ثانی

یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر نہیں ہے، بعض محدثین نے اسکو حقیقی معنی پر بھی محمول کیا ہے، لیکن انہوں نے صرف ایک معنی متعین کو ذکر نہیں کیا، بلکہ احتمالات ذکر کئے ہیں۔امام ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۵ھ ـ ۵۴۳ھ نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ تین طرح کے الفاظ سے مروی ہے اور اسی طرح اسکے معنی کے احتمالات بھی کئی ذکر کئے ہیں، لکھتے ہیں:

روى على ثلاثة اوجه،(۱) لايستتر من التستر،(۲) وروى لايستنزه من النزهة وهي البعد،(۳) وروى لا يستبرئ من البراءة۔ فاما قوله:" لا يستتر "بتائين

اشتبس من الاستتار، فیحتمل وجهين، احدهما: انه لایبالی بکشف عورته، الثانیة: انه لایبالی باضافة البول الی ثیابه، لایجعل بینه و بینها حاجزامن ماء او حجارة و لایستنزه، وقد کان بنی اسرائیل اذااصاب ثوب احدهم البول، قرضه، فخففه الله عن هذه الامة،فجعل حجابها عن النجاسة الطهارة بالماء۔ الثالثة:انه کان لایبالی استوفی اخراج ما کان منه قد صار فی المثانة او بقی شئ منه فیها، فاذا توضا خرج بعد ذلك، فیکون ناقضا للوضوء۔ وقد بیناه فی باب الاستنجاء و النثر للذکر ثلاث مرات لئلایبقی فیه نقطة،ینقض الوضوء اخراجها۔ والیهما جمیعا یرجع معنی قوله"یستنزه من النزاهة و هی البعد"۔ ویقرب منه"یستبرئ" لان کل من برئ من شئ، فقد ابعد۔الثانیة: اذاکان یکشف عورته عند الاستنجاء فلایتعلق ذلك بابطال الوضوء والصلوة فی شئ و ان کان یتنزه، فیکون المعنی انه یتلبس بالبول و یعود ذلك الی التاثیر فی الصلوة؛ فان النجاسة مختلف فیها۔(۸۶)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ، لکھتے ہیں:

فروی ثلاث روایات،(۱) یستتر بتائین مثناتین،(۲) و یستنزه بالزاء و الهاء،(۳) و یستبرئ بالباء الموحدة و الهمزة، و هذه الثلاثة فی البخاری وغیره۔ و کلها صحیحة، ومعنا ها: لایتجنبه و لا یحترز منه۔ و الله اعلم۔(۸۷)

امام ابن العربی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہما کی تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف الفاظ میں فرق ہے باقی معنی سب کا ایک ہے، امام ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے معمولی سی تفصیل ذکر کی ہے کہ (۱) پیشاب کرتے وقت اپنی شرم گاہ کو ننگا کرنے کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ (۲) سترِ بول سے یہ مراد ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے آڑ نہ لیتا کہ پانی یا پتھر سے مقامِ مخصوص پر لگے ہوئے قطروں کو نہ دھوتا۔ (۳) سترِ بول سے یہ مراد ہے کہ مقامِ مخصوص کے اندر موجود قطروں کو نہ نکالتا کہ اگر نکل جاتے تو پیشاب کی نجاست سے آڑ ہو جاتی۔

امام ابن حجر عسقلانی ۷۷۳ھ۔ ۸۵۲ھ نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہما کی طرح تینوں روایتوں کو ذکر کیا ہے اور سب کا ایک معنی بیان کیا ہے اور ستر کے حقیقی معنی مراد لینے کے احتمال کو رد کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

قوله:(لایستتر) کذا فی اکثر الروایات بمثناتین من فوق، الاولی مفتوحة و الثانیة مکسورة، و فی روایة ابن عساکر:" یستبرئ"بموحدة ساکنة من الاستبراء۔ و لمسلم و ابی داؤد(یقول السعیدی: فی روایة: لایستتر و فی روایة :) فی حدیث الاعمش" یستنزه" بنون ساکنة بعدها زاء ثم هاء، فعلی روایة الاکثر معنی الاستتار: انه لایجعل بینه و بین بوله سترة، لایتحفظ منه، فتوافق روایة"لایستنزه"؛ لانها من التنزه و هو الابعاد۔ و قد وقع عند ابی نعیم فی المستخرج من طریق وکیع عن الاعمش:" کان لایتوقی" و هی مفسرة للمراد۔

و اجراه بعضهم علی ظاهره، فقال: معناه لایستر عورته۔ و ضعف بان التعذیب لو وقع علی کشف العورة لاستقل الکشف بالسببیة و اطرح اعتبار البول، فیترتب العذاب علی الکشف سواء وجد البول ام لا، و لا یخفی ما فیه۔ و سیأتی کلام ابن دقیق العید قریبا (ان شاء الله تعالی) و اما روایة الاستبراء فهی ابلغ فی التوقی۔ و تعقب الاسماعیلی علی روایة الاستتار بما یحصل جوابه ماذکرنا۔ قال ابن دقیق العید: لو حمل الاستتار علی حقیقته، للزم ان مجرد کشف العورة کان سبب العذاب المذکور، و سیاق الحدیث یدل علی ان للبول بالنسبة الی عذاب القبر خصوصیة، یشیر الیه ما صححه ابن خزیمة من حدیث ابی هریرة مرفوعا: "اکثر عذاب القبر من البول" ای بسبب ترك التحرز منه۔ قال: و یؤیده ان لفظ: "من" فی هذاالحدیث لما اضیف الی البول اقتضی نسبة الاستتار الذی عدمه سبب العذاب الی البول، بمعنی ان ابتداء سبب العذاب من البول، فلو حمل علی مجرد کشف العورة، زال هذا المعنی، فتعین الحمل علی المجاز لتجتمع الفاظ الحدیث علی معنی واحد؛ لان مخرجه واحد۔ و یؤیده ان فی حدیث ابی بکرة عند احمد و ابن ماجة: "اما احدهما فیعذب فی البول" و مثله للطبرانی عن انس(رضی الله تعالی عن الصحابة و من تبعهم الی یوم الدین)۔(۸۸)

تو اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ دوسری حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح ہے۔

ب: امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ احادیث سے دوسری نظیر پیش کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:

سوم: رہگزر پر ہو، یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعثِ بے پردگی ہوگا، بیٹھنے میں رانوں اور زانوں کی آڑ ہو جاتی ہے اور کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری، اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے، حدیث میں ہے:

لعن الله الناظر و المنظور الیه۔

جو دیکھے اس پر بھی (اللہ تعالیٰ کی) لعنت اور جو دکھائے اس پر بھی لعنت۔(۸۹)

﴿تحقیقِ سند وتخریجِ حدیث﴾

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تخریج کے بارے میں لکھتے ہیں:

هکذا فی حفظی و لایحضرنی الان من خرجه۔ و الله اعلم۔(۹۰)

اس جملہ میں دو اشارے ہیں:

(۱) امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے حافظ الحدیث ہونے کا اشارہ ہے، بلکہ صراحت ہے۔ اور

(۲) دوسرا اشارہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی دیانت کا ثبوت دیا ہے، فرمایا:

اسکی تخریج مستحضر نہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں اسکی اسناد کے بارے میں ہے:

عن الحسن [illegible] مرسلا۔ رواہ

البیہقی فی شعب الایمان۔(۹۱)

ج محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری نظیر یہ لکھی ہے

چہارم: یہ نصاریٰ سے تشبہ اور ان کی سنتِ مذمومہ میں انکا اتباع ہے، آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے، اسکی یہی علت ہے، اور یہ موجب عذاب وعقوبت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاتتبعوا خطوات الشیطٰن۔(۹۲)

شیطان کے قدموں پر [illegible]۔(۹۳)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔(۹٤)

۲۔صریح احادیث سے استدلال

''کھڑے ہوکر پیشاب کرنا'' اسکے منسوخ ہونے پر امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ صریح الدلالۃ حدیثوں سے استدلال فرمایا ہے، انکو ''خلافِ سنتِ مصطفیٰ ﷺ''، ''بے ادبی وجفا'' اور ''نہی'' کے تین عنوانات کے ماتحت تحریر فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

اس حرکت سے نہی اور اسکے بے ادبی وجفا، وخلافِ سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہونے پر احادیث متعددہ وارد ہیں:

الف: خلافِ سنتِ مصطفیٰ ﷺ

حدیثِ اول: امام احمد، وترمذی، ونسائی، وابن حبان صحیح میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

من حدثکم ان رسول اللہ ﷺ کان یبول قائما فلا تصدقوہ، ماکان یبول الا قاعدا۔

جو تم سے کہے کہ حضور اقدس (و) اطہر (رسول اللہ) ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے (تھے)، اسے سچا نہ جاننا، حضور ﷺ پیشاب نہیں فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔(۹۵)

تحقیق وتنقید

محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و فی الباب عن عمر و بریدۃ رضی اللہ تعالی عنھما و حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا احسن شئ فی الباب و اصح۔(۹٦)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ مزید اس حدیث کی تخریج کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہی حدیث صحیح ابوعوانہ ومستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے:

ما بال قائما منذ انزل علیہ ﷺ القرآن۔

جب سے حضور اقدس ﷺ پر قرآن مجید اترا، کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ فرمایا۔(۹۷)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(۹۸)

امام ابن حجر عسقلانی اور امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہما

نے حدیثِ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گھر کے اندر کی حالت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صرف گھر کے اندر آپ ﷺ کو دیکھا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے گھر کے باہر کی پیشاب کی حالت کو بیان کیا؛ اس لئے دونوں میں تعارض نہیں؛ کیونکہ یہ دو الگ الگ حالتیں ہیں۔ محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد کیا کہ حدیثِ سابق نے اس توجیہ کو رد کر دیا ہے، لکھتے ہیں:

اقول: و به اندفع ما وقع للامامین الشهاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری و البدر محمود العینی رحمة الله علیهمافی عمدة القاری، حیث قال و اللفظ للعینی رحمة الله علیه: الجواب عن حدیث عائشة رضی الله تعالی عنها انه مستند الی علمها، فیحمل علی ماوقع منه ﷺ فی البیوت و اما فی غیر البیوت فلاتطلع هی علیه و قد حفظه حذیفة رضی الله تعالی عنه و هو من کبار الصحابة۔اه(۹۹)

فقیر سعیدی کہتا ہے کہ بعینہ یہی الفاظ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔(۱۰۰)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے تردید مذکور کی وجہ تحریر فرمائی، لکھتے ہیں:

و ذلك انها رضی الله تعالی عنها انما ولدت بعد نزول بخمس سنین، فکیف یحمل علی مارأت من فعله ﷺ فی البیوت؟ و انما تقوله عن توقیف(یقول الفقیر السعیدی:من علم بفعل النبی ﷺ لا من نفسها رضی الله تعالی عنها)۔ و به یترجح ان حدیث حذیفة رضی الله تعالی عنه کان لعذر و الاعذار مستثناة عقلا و شرعا۔ ثم اذا ثبت هٰذه سنته ﷺ مختلیا فی بیته الکریم، تثبت دلالة فی خارج البیوت؛ فان خارج البیوت احوج الی الستر و التزام الادب۔(۱۰۱)

﴿ب: بے ادبی و جفا﴾

کھڑے ہوئے پیشاب کرنا جفاء ہے،

محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدیث دوم: بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثلاث من الجفاء،(۱) ان یبول الرجل قائما،(۲) او یمسح جبهته قبل ان یفرغ من صلوته،(۳) او ینفخ فی سجوده۔

تین باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں،(۱) یہ کہ آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کرے،(۲) یا نمازی اپنی پیشانی سے (مثلاً مٹی یا پسینہ) پونچھے (۳) یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کیلئے) پھونکے۔(۱۰۲)

﴿تحقیق وتنقید﴾

محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تیسیر میں ہے:

رجاله رجال الصحیح۔

اس حدیث کے سب راوی ثقہ، معتمد، صحیح کے راوی ہیں۔(۱۰۳)

مرقاۃ القاری میں ہے:

و رواہ البزار رحمۃ اللہ علیہ بسند صحیح۔قال: و قال الترمذی رحمۃ اللہ علیہ:حدیث بریدۃ رضی اللہ تعالی عنہ غیر محفوظ۔ وقول الترمذی رحمۃ اللہ علیہ یرد بہ۔

اسے امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے بسند صحیح روایت کیا،کہا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس سلسلے میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت غیر محفوظ ہے۔اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے ساتھ رد کیا جاتا ہے۔(۱۰۴)

ج: نہی

نہی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کھڑے ہوئے کبھی پیشاب نہیں کیا،محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدیث سوم: ترمذی، و ابن ماجۃ، و بیہقی رحمۃ اللہ علیہم امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

قال: رانی رسول اللہ ﷺ ابول قائما، فقال: یا عمر! لاتبل قائما، فما بلت قائما بعد۔(۱۰۵)

تحقیق وتنقید

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن ایک اور حدیث کو صحیح ؛ کیونکہ جب یہ حدیث پہلی حدیث کے مقابلہ میں اصح ہے،تو لامحالہ پھر یہ حدیث صحیح ہے۔ لکھتے ہیں:

و انما رفع ھذاالحدیث عبد الکریم بن ابی المخارق و ھو ضعیف عند اھل الحدیث، ضعفہ ایوب السختیانی و تکلم فیہ۔و روی عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھم، قال: قال عمر رضی اللہ تعالی عنہ: مابلت قائما منذ اسلمت۔ و ھذا اصح من حدیث عبد الکریم۔

اس حدیث کو صرف عبد الکریم بن ابی المخارق نے مرفوع روایت کیا ہے اور یہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے،ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے اور اسکے بارے کلام کی ہے۔ اور عبید اللہ نے از نافع از ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم دوسری حدیث روایت کی ہے،انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: میں جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی کھڑے ہوئے پیشاب نہیں کیا۔اور یہ حدیث عبد الکریم کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔(۱۰۶)

عبد الکریم کی حدیث کے بارے میں مشکوۃ شریف میں ہے:

قال الشیخ الامام محی السنۃ رحمۃ اللہ علیہ: قد صح۔(۱۰۷)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے بارے میں ہے:

قلت : فی الوجہ الثانی نظر؛ اذ یمکن الجمع بینھما بان مرادہ منذ اسلمت و نھیت عن البول قائما؛ اذ لا یعلم الحسن و لا القبح الا من الشارع۔(۱۰۸)

شیخ الاسلام امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حدیث ذکر فرمائی، جس میں کسی صحابی کے عمل کا ذکر ہے

نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کا تحریر فرماتے ہیں:

ابن ماجہ وبیہقی رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

نہی رسول اللہ ﷺ ان یبول قائما۔

رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔(۱۰۹)

﴿تحقیق وتنقید﴾

محدثِ قادری رحمۃ اللہ علیہ اسکی تحسین کرتے ہوئے، لکھتے ہیں:

۔م خاتم الحفاظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۔ یث حسن ہے۔(۱۱۰)

﴿حدیثِ منسوخ﴾

۔ ث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رہی حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اتی النبی ﷺ سباطة قوم فبال قائما۔ رواہ الشیخان۔

نبی ﷺ ایک گھورے (کوڑا کرکٹ کے ڈھیر) پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔(۱۱۱)

محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے نسخ کے بارے میں لکھتے ہیں؛

یہ حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے منسوخ ہے، یہ امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السنۃ میں اختیار فرمایا ہے۔

و تعقبهما العسقلانی و العینی، فقالا رحمهما الله تعالی: الصواب انه غیر منسوخ۔ زاد العینی: لان کلا من عائشة و حذیفة رضی الله تعالی عنهما اخبر بما شاهد۔ اھ۔(۱۱۲)

امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ انکے رد میں لکھتے ہیں:

اقول: معلوم ان حدیث حذیفة رضی الله تعالی عنه لم یکن فی اخر عمره ﷺ و قد رأته ﷺ ام المؤمنین رضی الله تعالی عنها و اطلعت وله افعاله ﷺ الی یوم لحق ﷺ الله عز و جل: و انما یؤخذ بالاخر، فالاخر من افعاله ﷺ۔ فکون کل اخبر بما شاهد، لایمنع النسخ اذا علمنا ان احدی المشاهدتین متاخرة مستمرة۔ و الحاوی علی حکم النسخ ما صح من قوله ﷺ: "انه من الجفاء" و قد کان ﷺ ابعد الناس عنه۔

میں کہتا ہوں: یہ بات معلوم ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نبی اکرم ﷺ کے آخری دور کی نہیں، جبکہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کو وصال تک دیکھا اور آپ ﷺ کے افعال مبارکہ پر مطلع رہیں۔ اور آخری عمل کو اپنایا جاتا ہے، لہذا آپ ﷺ کے بھی آخری فعل پر عمل ہوگا۔ بنا بریں ہر ایک کا اپنے مشاہدہ کے مطابق خبر دینا، نسخ کو منع نہیں کرتا، جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ دو مشاہدوں میں سے ایک متاخر بھی ہے اور جاری بھی۔ اور حکمِ نسخ پر آپ ﷺ کا وہ قول حاوی ہوگا جو صحیح

(۴۹) (النجم: ۳۔۴)، النامی، ص: ۱۸۸۔۱۸۹۔

(۵۰) (کنز الایمان)، النامی، ص: ۱۸۸۔۱۸۹۔

(۵۱) النامی شرح الحسامی، ص: ۱۸۸۔۱۸۹، ابو محمد عبد الحق حقانی، محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔

(۵۲) (النحل: ۴۴)، النامی، ص: ۱۸۹۔

(۵۳) (کنز الایمان)، النامی، ص: ۱۸۹۔

(۵۴) النامی شرح الحسامی، ص: ۱۸۹۔

(۵۵) التوضیح فی حلِ غوامض التنقیح، ۵۱۶/۲، عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ، میر محمد کراچی۔

(۵۶) التوضیح فی حل غوامض التنقیح، ۵۱۶/۲۔

(۵۷) التوضیح فی حل غوامض التنقیح، ۵۱۵/۲۔

(۵۸) التوضیح فی حل غوامض التنقیح، ۵۱۶/۲۔۵۱۷۔

(۵۹) (سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۶۰۴) شرح السنۃ ۱۳۸/۱۔۱۳۹۔

(۶۰) عارضۃ الاحوذی، ۱۳۳/۱۰۔

(۶۱) التوضیح فی حل غوامض التنقیح، ۵۱۵/۲۔

(۶۲) التوضیح فی حل غوامض التنقیح، ۵۱۷/۲۔

(۶۳) (البقرہ)، التوضیح، ۵۱۶/۲۔

(۶۴) (کنز الایمان)، التوضیح، ۵۱۶/۲۔

(۶۵) (الاحزاب)، التوضیح، ۵۱۶/۲۔

(۶۶) التوضیح فی حل غوامض التنقیح، ۵۱۶/۲۔

(۶۷) النامی شرح الحسامی، ص: ۱۸۰۔

(۶۸) (الکامل فی الضعفاء الرجال، ترجمہ جبرون بن واقد، دار الفکر بیروت، ۶۰۲/۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۲۷۳/۱۱، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۵۔ اور (الدارقطنی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ) مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۴۴۱/۱۔

(۶۹) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۲۷۳/۱۱، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۵۔

(۷۰) تعلیق علی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ۴۴۱/۱۔

(۷۱) (ابو داؤد و الدارمی و کذا ابن ماجۃ) مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۴۰۰/۱۔۴۰۴۔ اور (الترمذی بھذا اللفظ) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ۴۰۴/۱۔ اور (سنن ابن ماجۃ، ص: ۳، ایچ، ایم، سعید کراچی) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۲۷۳/۱۱، رضا فاؤنڈیشن۔

(۷۲) (سنن ابی داؤد، آفتاب عالم پریس لاہور، ۲۷۶/۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۲۷۳/۱۱، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۴۔ اور (ابو داؤد و الدارمی و کذا ابن ماجۃ) مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۴۰۰/۱۔۴۰۴۔ اور (الترمذی بھذا اللفظ) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ۴۰۴/۱۔

(۷۳) مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۴۰۰/۱۔۴۰۴۔ اور معنی۔ حاشیۃ شرح السنۃ ۱۳۸/۱۔

(۷۴) سنن ابن ماجۃ، مقدمۃ، ص: ۳، وزارتِ تعلیم اسلام آباد۔ اور سنن الدارمی، ۱۵۳/۱، قدیمی کراچی۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۲۷۳/۱۱، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۵۔

(۷۵) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۱۳۳/۱۰۔ اور (احمد فی المسند، ۱۳۲/۴۔ و الحاکم فی المستدرک، ۱۰۹/۱) تعلیق علی سنن الدارمی، ۱۵۳/۱۔

(۷۶) (صحیح الجامع، ۳۶۵/۶) تعلیق علی سنن الدارمی، ۱۵۳/۱۔

(۷۷) مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۴۰۰/۱۔۴۰۴۔

(۷۸) التوبۃ: ۲۹، العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۲۷۳/۱۱، رضا۔

(۷۹) الحشر: ۷، العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۲۷۳/۱۱، رضا۔

(۸۰) احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۵۔

(۸۱) (شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، باب وفات امہ و مایتعلق بابو بہ ﷺ، ۱۹۷/۱، المطبعۃ العامرہ مصر) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵۹۵/۵۔۵۹۶، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد

للترمذی، ۱/۲۶، امین کمپنی اردو بازار دہلی۔ اور سنن النسائی، ۱/۶۹، سلفیہ لاہور۔ اور شرح معانی الآثار، ۱/۱۱۱، ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی۔) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵/۱۹۰۔۱۹۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۳۱) (الصحیح المسلم، ۱/۲۳۹۔) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵/۱۹۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۳۲) (المطالب العالیہ، ۱/۱۷۹، توزیع عباس احمد الباز مکۃ المکرمۃ) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵/۱۹۳ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۳۳) (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، ۳/۲۴۶، مصطفی البابی مصر۔ اور المصنف، ۲/۵۵۶، عبد الرزاق، المکتب الاسلامی بیروت اور کنز العمال، ۷/۵۴۷، ۸/۲۵۰۔ اور المعجم الکبیر، ۱۰/۴۷، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت۔) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵/۱۹۳۔۱۹۶، رضا فاؤنڈیش لاہور۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

نوٹ: ان احادیث کی مکمل فقہ الحدیث آئندہ مضمون میں پیش کی جائیگی۔

(۳۴) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۸۹۔۵۹۰، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۳۵) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۸۷، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۳۶) (المستدرک، ۱/۱۸۲، دار الفکر بیروت۔ اور السنن الکبری، ۱/۱۰۱، بیہقی، دار صادر بیروت) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۹۱، رضا فاؤنڈیشن۔

(۳۷) (عمدۃ القاری، ۳/۱۳۶، المنیریۃ بیروت۔ اور مرقاۃ شرح مشکوۃ، ۱/۳۶۳، امدادیہ ملتان۔) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۹۱۔۵۹۲، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۳۸) (عمدۃ القاری، ۳/۱۳۶، المنیریۃ بیروت۔ اور مرقاۃ شرح مشکوۃ، ۱/۳۶۳، امدادیہ ملتان۔ اور فتح الباری، ۱/۳۴۳، مصطفی البابی مصر۔) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۹۲۔۵۹۳، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۳۹) (عمدۃ القاری، ۳/۱۳۶، المنیریۃ بیروت۔ اور فتح الباری، ۱/۳۴۳، مصطفی البابی مصر۔) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۹۴۔۵۹۵، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔

(۴۰) (عمدۃ القاری، ۳/۱۳۶، المنیریۃ بیروت۔ اور فتح الباری، ۱/۳۴۳، مصطفی البابی مصر۔) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۹۵، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۳۔۴۶۴

(۴۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۹۶، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۴۔

(۴۲) احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۴۔

(۴۳) نزہۃ النظر، ص: ۵۸، فاروقی کتب خانہ ملتان۔

(۴۴) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۹۰، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۴۔

(۴۵) (البقرہ: ۱۰۶)، النامی، ص: ۱۸۸۔۱۸۹۔

(۴۶) (کنز الایمان)، النامی، ص: ۱۸۸۔۱۸۹۔

(۴۷) (یونس: ۱۵)، النامی، ص: ۱۸۸۔۱۸۹۔

(۴۸) (کنز الایمان)، النامی، ص: ۱۸۸۔۱۸۹

خاں کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۱۸۷، حاشیہ: ۸۶۱۔ اور صرف حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (احمد فی المسند، حدیث: ۱۳۳۴۹) حواشی شرح السنۃ، ۱/۱۶۲۔ اور مثل حدیث حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور نمبر: (۱)، صرف حدیث حضرت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیکن "فرب حامل فقہ" الی اخرہ۔ کے الفاظ کے بجائے یہ الفاظ ہیں: "فرب مبلغ اوعی"۔ الی اخرہ۔ سنن الدارمی، ۱/۸۷، حدیث: ۲۳۶۔

(۱۱) شرح السنۃ، ۱/۱۶۱۔۱۶۲

(۱۲) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۱۰/۱۹۹۔۲۰۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

(۱۳) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۶/ ۶۸۔۶۹، حدیث: ۱۳۳۱۔ اور سنن الدارمی، ۱/۷۱۔۷۲، حدیث: ۱۶۸۔ اور (الترمذی، ابوداؤد اور دارمی) مشکوٰۃ مع شرحہ مرقات، ۷/ ۳۰۸ ـ ۳۰۹، حدیث: ۳۷۲۷۔ اور جاء الحق، ۱/۴۳، مفتی احمد یار خان نعیمی، مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

(۱۴) (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ، باب ما علی الولاۃ اور ترمذی جلد اول شروع ابواب الاحکام اور دارمی) جاء الحق، ۱/۴۳۔

(۱۵) سنن الدارمی، ۱/۷۲

(۱۶) عارضۃ الاحوذی ۶/۷۲۔۷۳۔

(۱۷) جاء الحق، ۱/۴۳۔۴۴۔

(۱۸) سنن الدارمی، ۱/۷۱، حدیث: ۱۶۷۔

(۱۹) سنن الدارمی، ۱/۷۱، حدیث: ۱۶۶۔

(۲۰) احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۲۰۔ اور (العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۱/۶۹۶۔۶۹۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور) حواشی وحوالجات احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۷۰۳، حاشیہ: ۲۸۶۔

(۲۱) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵/۳۱۱ لاہور۔ اور، ۹/۷۷، ۱، مکتبہ رضویہ کراچی۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۲۰۔

(۲۲) تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۴۔

(۲۳) احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۲۰۔ اور (العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۹/۷۷، ۱، رضویہ کراچی) حواشی وحوالجات احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۷۰۳، حاشیہ: ۴۸۹۔ اور (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب، جامع المناقب، الفصل الاول عن عبد اللہ بن عمر، امدادیہ ملتان، ۱۱/۴۰۹) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵/۳۱۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

(۲۴) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۵/۳۱۱۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۲۰۔ اور (العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۹/۷۷، ۱، رضویہ کراچی) حواشی وحوالجات احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۷۰۳، حاشیہ: ۴۸۹۔

(۲۵) الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی۔ الاسم التاریخی۔ اعز النکات بجواب سوال ارکات، ص: ۲۸۔۲۹، مجلس رضا لاہور۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۴۸۔۶۴۹۔

(۲۶) الفضل الموہبی، ص: ۳۰۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۹۴۔

اس مرحلے کے بارے میں مزید لکھا ہے:

(۲۷) الفضل الموہبی، ص: ۳۲۔۳۳۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۴۹۔

(۲۸) الفضل الموہبی، ص: ۳۳۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۴۹۔

(۲۹) نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص: ۵۵۔۵۶، فاروقی کتب خانہ، ملتان۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۶۳۔

(۳۰) (الصحیح المسلم، ۱/۲۶۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ اور الجامع الصحیح

حواشی وحوالجات

(۱) (القرآن: التوبة: ۱۲۲) ۔

(۲) (کنز الایمان، امام احمد رضا خان قادری محدثِ بریلوی، ص:۲۶۶۔ ۲۶۷ حافظ کمپنی لاہور۔

(۳) مشکل الآثار، ج:۲، ص:۱۶۰، حدیث: ۱۷۳۳۰۔ اور بلفظ: نضر الله عبدا۔ الحدیث۔ قال ابو عیسی: هذا حدیث حسن صحیح۔ شرح السنة، ۱/۱۶۱۔۱۶۲۔ اور حدیثِ متن: "حتی یبلغه غیره"۔ کی بجائے: "فاداه الی من هو احفظ منه"۔ الی اخره۔ ہے۔ سنن الدارمی، ۱/۸۷، حدیث: ۲۲۹۔ اور صرف حدیثِ متن۔ احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائز، ص: ۱۱۳، سعیدی، منظور احمد، کمپوز شدہ۔ اور (سننِ ابی داؤد، ۲۲/۱۵۹ اور الجامع الصحیح للترمذی، ۲/۹۴۔ اور کنز العمال، ۱۰/۲۲۱، حدیث: ۲۹۱۶۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ سننِ ابی داؤد۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ الجامع الصحیح للترمذی، ۲/۹۴۔ امام ترمذی اپنی جامع، ابن حبان اور حاکم تینوں اپنی اپنی صحیحین میں مرفوعاً راوی ہیں: نضر الله امرا سمع مقالتی۔ الخ۔ معنی۔ وقال الترمذی: حسن۔ الجامع الصحیح للترمذی، ۲/۹۴۔ فقال الحاکم: صحیح علی شرط الشیخ۔ عمدة القاری، ۲/۳۵۔) حواشی احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۱۸۷، حاشیہ: ۸۶۱، سعید، منظور احمد، ریسرچ اسکالر (Ph.) جامعہ کراچی، کراچی، کمپوز شدہ۔ اور بغیر نامِ راوی۔ فتح الباری، ۱/۲۳۸۔

(۴) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ۱/۱۰۴، حدیث: ۱۰۴۔

(۵) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضة الاحوذی، ۱۰/۱۲۴، حدیث: ۲۶۶۱ اور مشکل الآثار، ۲/۱۶۰، حدیث: ۱۷۳۲۔ اور (المسند لاحمد: بمعناہ، حدیث: ۱۶۷۳۸، ۱۶۸۵۴) حواشی شرح السنة، ۱۰/۱۶۲۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، کمپوزڈ ص: ۱۱۳۔ اور (سننِ ابنِ ماجہ، ۱/۲۱۔ اور الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۲۸۰/۲۔۲۸۱) حواشی احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ کمپوزڈ ص: ۱۸۷، حاشیہ: ۸۶۲۔ اور بلفظ: نضر الله عبدا سمع مقالتی فوعاها، فاداها الی من لم یسمعها، فرب حامل فقه لافقه له، ورب حامل فقه الی من هو افقه منه۔ سنن الدارمی، ۱/۸۶، حدیث: ۲۲۸۔ اور بلفظ: رحم الله سمع۔ الحدیث۔ (بتعبیر خفیف)۔ سنن الدارمی، ۱/۸۶، حدیث: ۲۲۷۔

(۶) شرح السنة، ۱/۱۶۱۔۱۶۲، حدیث: ۱۱۲۔ اور احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۶۵۰ اور (الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی، ۲۸۔۳۳، بریلوی، امام احمد رضا خان) حواشی احمد رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۲۰۷، حاشیہ: ۴۸۱۔

(۷) (الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی، ص: ۳۳۔) حواشی احمد رضا خاں کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۲۰۷، حاشیہ: ۴۸۱۔ اور (ابن ماجة فی مقدمة السنن، باب من بلغ علما، حدیث: ۲۳۰۔۲۳۱۔ اور النسائی فی السنن، کتاب العلم، اور احمد فی المسند، حدیث: ۴۱۵۷۔) حواشی شرح السنة، ۱/۱۶۲۔

(۸) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضة الاحوذی، ۱۰/۱۲۵۔۱۲۶ حدیث: ۲۶۶۳۔

(۹) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضة الاحوذی، ۱۰/۱۲۵۔۱۲۶ حدیث: ۲۶۶۳۔ اور حواشی شرح السنة، ۱/۱۶۲۔

(۱۰) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضة الاحوذی، ۱۰/۱۲۴۔ اور حواشی احمد رضا

طور پر ثابت ہے کہ '' یہ ظلم ہے'' اور نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر اس سے پرہیز کرتے تھے۔ (۱۱۳)

حکمِ نسخ کا راجح

نسخ کیلئے اگر چہ اصولِ نسخ ہی کافی ہے، لیکن محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اور وجوہ بھی نسخ کے راجح ہونے کی ذکر کیں، ان میں سے ایک کو صراحۃً ذکر کیا، اس دوسری وجہ کی طرف بھی اشارہ ہے، جو آپ نے حکمِ نسخ سے پہلے ذکر کی، آپ نے لکھا:

حکمِ نسخ پر غالب آپ ﷺ کا یہ قول ہے:

انه من الجفاء، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ظلم ہے۔ (۱۱۴)

رضا خان کی خدماتِ حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۵،
حاشیہ:۲۷۴،ص:۴۷۱۔

(۸۲) سنن الدارقطنی، ۱/۱۲۷، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔ اور (نصب الرایۃ، کتاب الطھارۃ، حدیث:۴۳، المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت، ۱/۱۲۸) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ۴/۵۸۶، رضا فاؤنڈیشن۔

(۸۳) سنن الدارقطنی، ۱/۱۲۷۔

(۸۴) مقدمۃ المشاوۃ ص:۲۔

(۸۵) الجامع الصحیح للبخاری مع فتح الباری، ۱/۳۲۳، حدیث:۲۱۶، ۲۱۸، دار الفکر بیروت۔ اور الجامع الصحیح لمسلم مع نووی ۲/۱۳۱۰، حدیث:۱۱۱، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز الریاض۔ اور الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۱/۹۰۔۹۱، حدیث: ۵۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔ اور (ابو داؤد، ۱/۶، کتاب الطھارۃ، باب الاستبراء من البول، حدیث: ۲۰۔ اور النسائی ۱/۲۸، کتاب الطھارۃ، باب التنزہ من البول، حدیث:۳۱۔ اور ۴/۱۰۶، کتاب الجنائز، باب وضع الجریدۃ علی القبر، حدیث: ۲۰۶۸۔ اور سنن الکبری للنسائی، ۱/۶۶۴، کتاب الجنائز وتمنی الموت، باب وضع الجریدۃ علی القبر حدیث:۲/۲۱۹۶۔ اور سنن ابن ماجۃ، ۱/۱۲۵، کتاب الطھارۃ، باب التشدید فی البول، حدیث:۳۴۷) تعلیق علی النووی، ۲/۱۳۱۰۔ اور مشکوٰۃ مع مرقاۃ ۱/۵۶۔۵۷، حدیث:۳۳۸۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ۴/۵۸۶، رضا فاؤنڈیشن۔

(۸۶) عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی ۱/۹۱۔۹۲۔

(۸۷) نووی شرح صحیح مسلم ۲/۱۳۱۱۔

(۸۸) فتح الباری ۱/۳۲۴۔۳۲۵۔

(۸۹) مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۶/۲۹۰، حدیث:۳۱۲۵، باب النظر الی المخطوبۃ و بیان العورات۔ اور کنز العمال، حدیث:۱۹۱۶۲۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ۴/۵۸۶، رضا فاؤنڈیشن۔

(۹۰) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ۴/۵۸۶، رضا فاؤنڈیشن۔

(۹۱) مشکوٰۃ مع مرقاۃ ۶/۲۹۰، حدیث:۳۱۲۵۔ (مذکور سابقا)

(۹۲) (البقرۃ:۱۶۸)

(۹۳) (کنز الایمان)

(۹۴) سنن ابی داؤد، حدیث:۴۰۳۱۔ اور المسند لاحمد، ۲/۵۰، ۹۲، مسند ابن عمر، مطبعۃ المیمنۃ۔ اور مشکل الاثار، ۱/۸۸، مجلس دار النظام (ہند)۔ اور المصنف ابن ابی شیبۃ، ۵/۳۱۳، ۳۲۲، دار الفکر بیروت۔ اور تمہید، ۶/۸۰، المطبع المغرب۔ اور مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۸/۱۵۵، حدیث: ۴۳۴۷۔ اور کنز العمال، حدیث:۲۴۶۸۰۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ۴/۵۸۶، رضا فاؤنڈیشن۔

(۹۵) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۱/۲۷، حدیث:۸۔ اور ابن ماجۃ، ۱/۲۶۔ اور (النسائی، ۱/۲۶، کتاب الطھارۃ، باب البول فی البیت جالسا۔ اور المسند لاحمد، حدیث:۲۵۰۹۹، اور ۲۵۶۵۳) تعلیق علی شرح السنۃ ۱/۲۶۶۔۲۶۷۔ اور صحیح ابن حبان، ۲/۲۷۰، حدیث: ۱۴۲۷، مکتب البحوث والدراسات فی دار الفکر۔ اور المصنف ابن ابی شیبۃ، ۱/۱۱۶، حدیث:۱۳۲۳، دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء۔ اور مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۱/۷۹، حدیث:۳۶۵۔ اور فتح الباری ۱/۴۴۰۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ۴/۵۸۷، رضا فاؤنڈیشن۔

(۹۶) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۱/۲۷۔۱۸، حدیث: ۸۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ ۴/۵۸۷، رضا فاؤنڈیشن۔

(۹۷) (المسند لاحمد، حدیث:۲۵۰۹۹، اور ۲۵۶۵۳) تعلیق علی شرح السنۃ ۱/۲۶۷۔ اور سنن الکبری للبیہقی، ۱/۱۸۷، حدیث:۴۹۴۔ اور فتح الباری، ۱/۴۴۰۔ اور (المستدرک للحاکم، باب البول قائما و قاعدا، ۱/۱۸۱، دار الفکر بیروت) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۸۷، رضا فاؤنڈیشن۔

(۹۸) فتح الباری، ۱/۴۴۰۔

(۹۹) فتح الباری ۱/۴۴۰۔ اور (عمدۃ القاری، باب البول قائما و قاعدا، ۳/۱۵۳، المنیریۃ بیروت) العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ۴/۵۸۷، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۰۰) فتح الباری ۱/۴۴۰۔

(۱۰۱) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۸/۴، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۰۲) (کشف الاستار عن زوائد البزار، ۲۶۶/۱، باب ما نہی عنہ فی الصلوٰۃ، موسسۃ الرسالۃ بیروت) اور العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۸/۴۔۵۸۹، رضا فاؤنڈیشن۔ اور مجمع الزوائد للہیثمی، ۸۳/۲، مطبوعۃ القدسی۔ اور کنز العمال، حدیث: ۴۳۷۸۳۔

(۱۰۳) (فیض القدیر شرح جامع الصغیر، زیر حدیث مذکورہ، ۲۹۳/۳، دار المعرفۃ بیروت) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۹/۴، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۰۴) (عمدۃ القاری، ۱۳۵/۳) اور العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۸/۴۔۵۸۹، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۰۵) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۲۸/۱، حدیث: ۸۔ اور ابن ماجۃ، ۲۶/۱۔ اور شرح السنۃ، ۲۶۷/۱۔ اور صحیح ابن حبان، ۲۶۸/۲، حدیث: ۱۴۲۰۔ اور سنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۰۸/۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۹/۴، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۰۶) الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۲۸/۱، حدیث: ۸۔

(۱۰۷) مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ۷۸/۲۔

(۱۰۸) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ۷۸/۲۔

(۱۰۹) ابن ماجۃ، ۲۶/۱۔ اور سنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۷۹/۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۹/۴، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۱۰) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۹/۴، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۱۱) الجامع الصحیح للبخاری مع فتح الباری، ۴۳۷/۱، حدیث: ۲۲۴۔ اور (کتاب المظالم، باب الوقوف و البول عند سباطۃ القوم، حدیث: ۲۴۷۱) تعلیق علی شرح السنۃ، ۲۶۵/۱۔ اور بلفظہ: فانتھی الی سباطۃ السخ، الصحیح للمسلم مع نووی، ۱۲۲۷/۲، حدیث: ۷۳/۲۷۳/۶۱۳۔ اور الجامع الصحیح للترمذی مع عارضۃ الاحوذی، ۳۰/۱، حدیث: ۹۔ اور سنن ابن ماجۃ، ۲۶/۱۔ اور (سنن ابی داؤد: ۲۳) موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف، ابو ہاجر محمد سعید بن بسیونی زغلول، ۱۰۰/۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ اور (النسائی، ۲۵/۱، کتاب الطہارۃ، باب الرخصۃ فی البول فی الصحراء۔ اور احمد فی المسند، حدیث: ۲۳۳۰۱، ۲۳۳۰۸) تعلیق علی شرح السنۃ، ۲۶۵/۱۔ اور سنن الدارمی، ۱۷۱/۱۔ اور المصنف لابن ابی شیبۃ، ۱۱۵/۱، حدیث: ۱۳۰۹۔ اور شرح السنۃ، ۲۶۴/۱، حدیث: ۱۹۳۔ اور صحیح ابن حبان، ۲۶۸/۱، حدیث: ۱۴۲۱، ۱۴۲۲۔ اور سنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۷۶/۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔ اور العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۸۹/۴، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۱۲) (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ۱۳۵/۳) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۹۰/۴، رضا فاؤنڈیشن۔ اور بمعناہ: فتح الباری، ۴۴۰/۱۔

(۱۱۳) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۹۰/۴۔۵۹۱، رضا فاؤنڈیشن۔

(۱۱۴) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ، ۵۹۰/۴، رضا فاؤنڈیشن۔ اور احمد رضا خان کی خدمات حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، ص: ۴۶۴۔

امام احمد رضا کا فقہی مقام اور امتیازات

از:۔ پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد خاں*

ابتدائے آفرینش سے سنتِ الٰہی جاری ہے کہ جب بھی اس خاکدانِ گیتی پر کفروشرک کی گھنگھور گھٹا چھائی' الحاد و بے دینی کا دور دورہ ہوا تو اس نے اپنے ایسے مقرب اور برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے کفروشرک کی دھجیاں اڑادیں اور الحاد و بے دینی کی جگہ کلمۂ توحید بلند فرما کر ظلمت کدۂ عالم کو بقعۂ نور بنا دیئے !

ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں میں انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی باعصمت ذات والا صفات جو حسب تقاضا و ضرورت مطلع رسالت و نبوت پر طلوع ہوتی اور تیرہ و تاریک فضا میں انوار بکھیرتی رہیں لیکن جب باب نبوت و رسالت پر مہر قفل ڈال دیا گیا اور کفروشرک' الحاد و بے دینی نے سر اٹھایا تو حضرات صحابۂ کرام، تابعین عظام' ائمہ دین اور فقہائے کرام اس کی سرکوبی فرماتے رہے۔ فقہائے کرام میں ائمہ اربعہ۔ حضرت امام اعظم. حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی' حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم افق نقابت پر طلوع ہوئے۔ ظلم وعدوان سہے' قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ لیکن بڑی بے باکی' بلا لحاظ لومۃ لائم کلمۂ حق بلند فرماتے رہے اور ان کی زبان حال پکار پکار کہتی رہی۔

دار ہو سولی ہو پہاڑوں کی نظیر   نغمہ اپنا ہر بلندی سے سنا سکتے ہم

انیسویں صدی اپنے نصف مراحل طے کر چکی تھی۔ سرزمین ہند ماتم کناں اور غمگسار تھی۔ اس کی فضائے بسیط میں آہ وفغاں کے نالے بلند تھے۔ ذرہ ذرہ رحمت باری کا منتظر' شمال و جنوب کا کونہ کونہ سسک رہا تھا۔ مشرق و مغرب کا گوشہ گوشہ سوگوار تھا۔ عقیدت مند بے چین و بے قرار تھے۔ حق پرستوں کی صدائے حق جبر و اکراہ کے ہنگاموں میں دبائی جارہی تھی۔ ناموس رسالت پر مرمٹنے والے ماہیِ بے آب تھے ایک طرف الغثی یارسول اللہ' المدد یاغوث کے دل ہلادینے والے نعرے حرمت نبوت پر بازی لگادینے والوں کے دلوں میں ہیجان برپا کررہے تھے تو دوسری طرف شرک و بدعت' الحاد و کفر کی گود میں بیٹھ کر تیروکمان کی مشق جاری رکھے ہوئی تھی۔

غرض ایسی ہولناک فضا میں حق پرستوں کی صدائے حق رنگ لائی۔ آہ وفغاں باب اجابت سے ٹکرائی۔ سرزمین بریلی رشک ثریا بنی' اقبال مندی کا ستارہ چمکا' شب دیجور کے تار تار بکھر گئے۔ پو پھٹی' خورشید ولایت اور ماہتاب مجددیت وفقاہت افق بریلی نمودار ہوا اور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت فقید المثال فقیہہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ بوقت ظہر مطابق ۱۴جون ۱۸۶۵ء کو مطلعِ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کے آباد و اجداد فضل و کمال کے تاجدار اور علم کے شہنشاہ تھے آپ کی پانچویں پشت میں حضرت مولانا محمد اعظم خاں صاحب علیہ الرحمۃ زہد و ارتقاء میں یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ تھے۔ شاہزادہ کا تکیہ محلہ معماران بریلی میں قیام پزیر تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ کاظم علی خان صاحب علیہ الرحمۃ ہر جمعرات کو آپ کے در پر حاضری دیتے اور گرانقدر رقوم قدموں پر نثار کرتے۔

ایک مرتبہ موسم سرما میں حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خان علیہ الرحمۃ کڑاکے کی سردی میں آگ کے پاس رونق افروز ہیں۔ سردی کی

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، جامعہ سندھ

کوئی سرمائی پوشاک نہیں ۔ حضرت مولانا حافظ کاظم علی خان علیہ الرحمۃ نے اپنا بیش بہا دوشالہ اتار کر والد ماجد کے جسم اطہر پر ڈال دیا۔ حضرت نے استغناء اور بے پرواہی سے اتار کر آگ میں رکھ دیا۔ حضرت حافظ صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کاش یہ دوشالہ کسی اور کو عطا کر دیا جاتا۔ ادھر چشم ولایت نے وسوسہ کو دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحب نے بھڑکتی آگ سے دوشالا نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کاظم! فقیر کے یہاں ہیر پھیر کا معاملہ نہیں لے اپنا دوشالا۔ دیکھا تو دوشالہ صاف شفاف جوں کا توں نکلا۔ ایک تار بھی متاثر نہیں ہوا۔

یہ کرامت مظہر ہے اس معجزہ نبوی علیہ التحیۃ والثنا کا جبکہ مختار دو عالم علیہ السلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دعوت میں کھانا تناول فرما کر دست اختیاری حضرت انس کے دسترخوان میں مس فرمایا تو اس کی اثر پذیرائی یہ ہوئی کہ حضرت انس کا وہی دسترخوان جو کثرت استعمال سے میلا ہو گیا تھا ایک مرتبہ کسی دعوت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دسترخوان کو دہکتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ دہکتی آگ نے دسترخوان کا ایک ریشہ بھی نہیں جلایا بلکہ نیا صاف وشفاف ہو کر نکلا کہ میل کا نام ونشان بھی باقی نہ تھا۔ یہ آبائی فیضان تھا اعلیٰ حضرت پر کہ افق تجدید پر ماہتاب اور مطلع فقاہت پر آفتاب بن کر چمکے ۔ اعلیٰ حضرت جب اپنے استاد سے ناظرہ کلام پاک کی تعلیم حاصل کر رہے تھے استاد زیر بتاتے اور آپ زبر پڑھ رہے تھے ۔ آپ کے جد امجد علیہ الرحمۃ نے یہ کیفیت دیکھ کر آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور قرآن پاک کے اوراق الٹ کے ملاحظہ فرمایا تو واقعی کتابت کی غلطی سے بجائے زیر زبر لکھا ہوا تھا اور صحیح وہی تھا جسے اعلیٰ حضرت پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ کے جد امجد نے ارشاد فرمایا بیٹا! مولوی صاحب جو پڑھا رہے تھے ۔ اسے تم نے کیوں نہیں پڑھا؟ عرض کی ارادہ کرتا تھا کہ استاد کی تعلیم کے مطابق پڑھوں لیکن بجائے زیر زبر زبان زد ہو جاتا تھا۔

یہ واقعہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ایام طفولیت ہی سے غلط روی سے محافظت کی گئی ۔ اور صحت وصراط مستقیم پر چلنا ودیعت کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ دوست ودشمن نے دیکھا کہ آپ رشد وہدایت کے بدر کامل بن کر چمکے اور ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر گامزن فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی فقاہت پر اولین شہادت اور مستند ثبوت یہ ہے کہ علوم عقلیہ ونقلیہ کیفارغین عموماً اور عادتاً افتاء کے فرائض منصبی سے ناآشنا ہوتے ہیں لیکن آپ اپنے ولاد بزرگوار حضرت مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمۃ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر بہ عمر ۱۴ سال مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے اور سب سے پہلا مسئلہ رضاعت پر تحریر فرمایا جو بالکل صحیح اور درست تھا ۔ ذہن میں مسائل فقہیہ کا استحضار اس قدر تھا کہ سائل عرض خدمت کرتا اور آپ برجستہ محقق اور مدلل جواب باصواب عنایت فرما دیتے بلکہ بیک وقت کئی سوالات عرض خدمت کر دیئے جاتے اور آپ ہر ایک سوال کا جواب بالترتیب وافی وکافی مرحمت فرما دیتے ۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی فقاہت کا انمول ذخیرہ اور بے مثال گنجینہ ''فتاویٰ رضویہ'' ہے جو بارہ جلدوں میں ہیں اور ہر جلد قریب ہزار صفحات اور ہزار ہا مسائل فقہ پر مشتمل ہے۔ جس کا ہر مسئلہ فقاہت اعلیٰ حضرت کا مظہر اتم ہے اور ایک بحر ذخار ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد دوسری کتب فقہ کے متون وشروح کی مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ جلد سوم (مرد کی شرمگاہ) کے اعضاء کو نو ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند ومعتبر کتب فقہیہ اور فتاویٰ کے حوالے سے ۸ شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل ومحقق فرمایا پھر تدقیق نظر سے ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضاء نو (۹) ہیں چونکہ کتب فقہ میں نویں کا ذکر نہ آنا ذکر عدم کو مستلزم نہیں اور نہ ان میں استیعاب کا ذکر اور نہ تحدید تعداد پر کوئی دلیل موجود۔

نیز رسالہ ''الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب'' میں غائب کی نماز جنازہ کے عدم جواز کی چھیاسی معتبر و مستند کتب فقہ کے متون و شروح کی ۲۳۰ عبارتوں سے آراستہ فرمایا پھر احادیث مبارکہ سے مدلل فرما کر نجاشی بادشاہ پر نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کی ایسی نفیس تاویلات کیں کہ مسئلہ واضح و منقح ہو جاتا ہے اور مجالِ دم زدن اور گنجائش شکوک وشبہات نہیں رہ جاتی ہے۔

حضرات فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ درحالتِ قیام دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی اور درحالتِ رکوع انگلیوں کا بسوئے قبلہ ہونا نیز رکوع میں الصاق کعبین (دونوں ٹخنوں کا ملانا) مسنون ہے۔ مگر صاحبِ مفتاح الصلوۃ نے فرمایا کہ اگر رکوع میں حقیقتاً الصاق کعبین ہو تو پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے انحراف اور قیام میں چار انگلیوں سے زیادہ کشادگی لازم آئے گی جس سے دو فعل مسنون فوت ہو جائیں گے اور نیز دونوں ٹخنوں کو حقیقتاً ملانے میں حرکت کثیر لازم آئے گی۔ لہٰذا انہوں نے الصاق کعبین کو مجاز پر محمول فرمایا یعنی ہر ٹخنہ کو دوسرے کی جانب جھکا دینا۔ اور ایک دوسرے کے مقابل کر دینا۔

اس پر اعلیٰ حضرت اپنی فقہی بصیرت سے ایسی تحقیقِ انیق فرماتے ہیں کہ الصاق کعبین کو اس کے معنی حقیقی پر محمول کرنے کے باوجود درحالت قیام دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی اور رکوع میں انگلیوں کے قبلہ رو ہونے کی مسنونیت علیٰ حالہٖ باقی رہتی ہے اور حرکتِ کثیرہ نہیں لازم آتی۔ فرماتے ہیں کہ پاؤں خلقی حالت پر رکھا جائے اور پنجوں کے درمیان چار انگلیوں کی کشادگی ہو تو ایڑیوں کے درمیان کم اور ٹخنوں کے مابین بہت کم فاصلہ رہ جاتا ہے اور پھر یہ کہ ٹخنے ابھرے ہوتے ہیں تو پھر رکوع میں تھوڑی حرکت اور تھوڑے سے جھکاؤ سے ایک ٹخنہ دوسرے سے مل جائے گا اور انگلیوں کا انحراف قبلہ سے بالکل نہ ہوگا۔ ہاں اگر کوئی بہت موٹا ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ نہ رکھ سکے اور اس نے بالشت بھر فاصلہ رکھا تو یہ اس سے مستثنیٰ ہے لہٰذا اس کیلئے الصاق کعبین مسنون نہیں۔ اگر الصاق کعبین کرے گا تو حرکت کثیرہ کے ساتھ ساتھ انگلیوں کا قبلہ سے انحراف لازم آئے گا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ یہی صورت خاص صاحب مفتاح الصلوۃ کے خیال مبارک میں ہو جس پر انہوں نے الصاق کعبین کو معنی مجازی پر محمول فرمایا ہو۔

کتنی فقہی باریک بینی سے اعلیٰ حضرت نے صاحب مفتاح الصلوۃ کے اقوال کی بھی تاویل فرمادی اور اصل مسائل کو واضح فرمادیا کہ مجال شکوک وشبہات نہیں رہ جاتا ہے۔

اسی طرح غسل میت کے باب میں مسئلہ ہے کہ بعد فوت بسبب انعدام محل سلک نکاح ختم ہو جاتا ہے اور شوہر اجنبی ہو جاتا ہے لہٰذا شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ اس پر تعارض واقع ہوا کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو غسل دیا جس سے شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دینے کا جواب ثابت ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت تحقیق فرماتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو غسل دینا معنیٰ مجازی پر محمول ہے یعنی غسل تو حقیقتاً حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی دائی نے دیا تھا اور حضرت مولیٰ علی نے چونکہ غسل دینے کا حکم دیا یا اسبابِ غسل مہیا فرمایا اس لئے مجازاً غسل کی نسبت حضرت مولیٰ علی کی طرف کر دی گئی مثلاً کہا جاتا ہے۔ قتل الامیر فلان وقاتل الملک القوم فلان۔ یعنی حقیقتاً تو فلاں کو جلاد نے قتل کیا ہے لیکن چونکہ امیر قتل کا حکم دیتا ہے اس لئے قتل کی نسبت امیر کی طرف کر دی گئی۔ اسی طرح کسی قوم سے قتال و جنگ بادشاہِ وقت کے سپاہی اور اس کی فوج کرتے ہیں لیکن چونکہ بادشاہ کے حکم سے کرتی ہے لہٰذا قتال کو بادشاہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ نیز حدیث میں اذان النبی ﷺ ای امر بتاذین حضور ﷺ نے اذان کہی یعنی چونکہ اذان کا حکم حضور نے دیا لہٰذا اذان کا کہنا حضور کی جانب منسوب ہوگیا اور اگر غسل کی نسبت حقیقتاً

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہوتو بھی تعارض سرے سے رفع ہوجاتا ہے۔اعلیٰ حضرت اس کی تحقیق یوں فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور ﷺ کا رشتہ ابدالاباد تک باقی ہے کبھی ختم نہ ہوگا۔لہذا حضرت مولیٰ علی نے واقعی حضرت خاتونِ جنت کوغسل دیا،اسی لئے منقول ہے کہ جب مولیٰ علی پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعتراض فرمایا تو حضرت مولیٰ علی نے جواباً ارشاد فرمایا ''اماعلمت ان رسول اللہ ﷺ قال ان فاطمة زوجتک فی الدنیا والاخرة ''اے ابن مسعود کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ فاطمہ دنیا وآخرت میں تیری بیوی ہے۔اسے اس بات کی طرف اشارہ ہوگیا کہ حضرت خاتونِ جنت کے وصال کے بعد بھی حضرت مولیٰ علی ان کے لئے اجنبی نہ ہوئے اور رشتۂ زوجیت منقطع نہیں ہوا۔لہذا اس سے معلوم ہوا کہ حضراتِ صحابۂ کرام کے نزدیک بھی حضرت مولیٰ علی کا بیوی کو بحیثیت شوہر کا غسل دینا ناجائز تھا۔

اسی لئے حضرت مولیٰ علی نے یہ نہیں فرمایا کہ شوہر بیوی کو غسل دے سکتا ہے بلکہ اپنی خصوصیت کی جانب اشارہ فرمادیا۔

یہ ہے اعلیٰ حضرت کی فقاہت اور فقہی بصیرت وتحقیق کی چند مثالیں جن کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا ہی پڑتا ہے ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کو خوفِ طوالت کی وجہ سے ترک کیا جاتا ہے اور انہیں دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی رفعتِ فقاہت کے سامنے غیروں نے بھی سر ٹیک دیئے اور کہنے پر مجبور ہوگئے'' مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ ہیں جس مسئلہ پر قلم اٹھایا نہ موافق کو ضرورتِ افزائش اور نہ مخالف کو دم زدن کی گنجائش اختلافِ مسلک کے باوجود آپ کی فقاہت کا اعتراف برملا کیا۔چنانچہ معارف اعظم گڑھ رقمطراز ہیں:

''مولانا احمد رضا بریلوی اپنے وقت کے زبردست عالم مصنف اور فقیہہ تھے انہوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ان علمی کارناموں کے ساتھ ساتھ ہزار ہا فتووں کے جوابات بھی انہوں نے دیئے ہیں۔ان کے بعض فتوے کئی کئی صفحوں کے ہیں۔ان کی نظر بڑی وسیع ہے۔دو جلدیں پہلے شائع ہوچکی ہیں۔اب تیسری جلد سنی دارالاشاعت مبارک پور نے شائع کی ہے۔اس جلد میں ۸۴۲ مسائل ہیں۔ابھی ان کے فتاویٰ کی آٹھ جلدیں اور باقی ہیں۔ان فتاویٰ میں بعض پیدا شدہ مسائل کے متعلق بھی فتوے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعت نظری سے دیا ہے۔بہرحال مولانا کے مخصوص خیالات (مسئلہ تکفیر) سے قطع نظر ان کے فتاویٰ اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔(معارف) اعظم گڑھ فروری ۱۹۶۲ء والحق ماشہدت بہ الاعداد۔حق وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دے دیں۔(۱)

مولانا احمد رضا بریلوی میں مجتہدین کے پہلے چھ طبقوں میں سے ہر طبقہ کی بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔بنظرِ غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت میں مجتہدین فی المسائل کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔چنانچہ آپ کے زمانہ میں جو ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پر امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے کوئی روایت موجود نہ تھی۔آپ نے اصول وفروع میں اتباع امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا،فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں اس کی بکثرت امثال موجود ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات

فقہ کی تعریف اور طبقات فقہاء بیان کرنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات کی چند مثالیں

پیش کی جائیں جن سے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے فقہی مقام کی ایک جھلک سامنے آجائے۔ آپ کی فقہی تحقیقات مختلف انواع ہر منقسم ہیں۔ بعض مسائل میں انہوں نے فقہاء متقدمین کی عبارتوں میں اضطراب کو رفع کر کے تطبیق بین الاقوال فرمائی ہے۔ بعض مواقع پر جو گوشے متقدمین کی نظر سے مخفی رہ گئے ہیں۔ انہیں اجاگر کر کے حق کو آشکارا کیا ہے۔ معاصر فقہاء میں جن جن حضرات نے فقہی مسائل میں لغزشیں کھائیں ہیں ان پر انہیں اَن گنت وجوہ سے متنبہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار (عنوان) ہیں۔ جن کی وقت اجازت نہیں دیتا۔ فی الحال ہم زیرِ نظر تین عنوانوں پر گفتگو کرتے ہیں۔

تطبیق بین الاقوال:۔ وضو میں بلاسبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہاء متقدمین کی عبارتوں میں زبردست اختلاف اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حلبی نے غنیۃ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح درمختار میں بلاسبب پانی خرچ کرنے کو حرام قرار دیا۔ مدقق علائی نے درمختار میں مکروہِ تحریمی بتایا۔ بحر الرائق نے اس کو مکروہِ تنزیہی قرار دیا۔ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں خلافِ اولیٰ ہونے پر جزم کیا۔ غرضیکہ اسراف فی الوضو کے بارے میں فقہاء کے چار قول ہیں۔ حرام، مکروہِ تحریمی، مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ۔ اور بظاہر یہ چند متضاد اقوال ہیں، اعلیٰ حضرت نے کمال تحقیق سے ان چاروں اقوال کے علیحدہ علیحدہ محل بیان کئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حرام:۔ وضو میں سنت سمجھ کر بلا ضرورت پانی خرچ کیا جائے۔

مکروہِ تحریمی:۔ بلا اعتقاد سنیت و بلا ضرورت وضو میں پانی اس طرح خرچ کرے کہ وہ پانی ضائع ہو۔

مکروہِ تنزیہی:۔ نہ تو سنیت کا عقیدہ ہو نہ پانی ضائع کرنے کا ارادہ لیکن عادۃً بلا ضرورت پانی خرچ کرتا ہو۔

خلافِ اولیٰ:۔ نہ اعتقاد سنیت ہو نہ اضاعت ہو نہ بلا ضرورت خرچ کرنے کی عادت ہو بلکہ نادراً بلا ضرورت پانی خرچ کرے۔

اس تحقیق کے بعد مزید اضافہ کے طور پر فرمایا اگر ان چاروں وجہ کے علاوہ کسی غرض صحیح سے وضو میں تین تین دفعہ سے زیادہ پانی خرچ کیا تو وہ بلاشبہ جائز اور صحیح ہے اور اس کی چار صورتیں بیان فرمائیں۔

[۱] بدن سے گندگی اور میل کا ازالہ اور تنظیف کی خاطر تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔

[۲] شدت گرمی سے بچنے اور بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے تین بار میں زیادتی کی جائے۔

[۳] دو یا تین بار شک میں پڑ جائے تو ازالۂ ریب کی خاطر مقدر اقل پر بناء کر کے ایک بار اور دھوئے۔

[۴] وضو نور علیٰ نور کے قصد سے تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے۔

الغرض تطہیر کے قصد سے اگر تین مرتبہ دھونے پر زیادتی کرے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔ اور وہ حرام، مکروہِ تحریمی، مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کا حکم رکھتی ہیں۔ اور ان صورتوں کے بغیر اگر غرضِ صحیح سے بمطابق مؤخر الذکر چاروں صورتوں سے زیادتی کی جائے تو بلا کراہت جائز اور بلاریب صحیح ہے۔ (محصلہ فتاویٰ رضویہ ۱۶۶۔۲۰۸)

علامہ سید طحطاوی اور امام احمد رضا:۔ فقہائے کرام کا ضابطہ ہے کہ جو چیز بیماری کے سبب جسم سے خارج ہو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ ''وکذا کل ما یخرج من وجع ولو من اذن او ثدی او سرۃ'' نواقضِ وضو میں سے ہر وہ شئی ہے کہ بیماری کے سبب سے خراج ہو۔ اگرچہ کان، پستان یا ناف سے ہی خارج ہو۔

اس قاعدہ پر علامہ سید طحطاوی نے یہ مسئلہ متفرع کیا۔ کہ زکام سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ زکام میں بیماری کے سبب پانی ناک سے خارج ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ درمختار کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ ''ظاھرہ یعم الانف اذا زکم'' اس عبارت کا ظاہر ناک کو بھی

شامل ہے جب کہ زکام ہو جائے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ زکام سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور سید احمد طحطاوی پر یہ بات مخفی رہ گئی کہ فقہائے کرام کا مذکورہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے۔ بلکہ اس صورت میں ہے کہ جب بیماری کے سبب سے جو چیز بدن سے خرج ہوئی اس میں خون یا پیپ کی آمیزش کا شائبہ ہو۔ چنانچہ منیہ، غنیۃ، حلیہ، تحفہ کافی، بحرالراق، تبیین الحقائق، خلاصہ رجیز، فتح القدیر، وغیرہ کتب فقہ میں اس نتید پر تصریح موجود ہے۔ قاعدہ مذکورہ کی وضاحت کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے زکام سے وضو نہ ٹوٹنے پر دو مستقل دلیلیں رقم فرمائیں۔ ہم ان کی تلخیص ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

[۱] فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلغمی رطوبات خواہ دماغ سے نازل ہوں یا پیٹ سے صاعد ہوں، ظاہر ہیں۔ ان کا خروج ناقصِ وضو نہیں ہے۔ اور زکام میں ناک کے راستے سے بلغمی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے پس ان کا اخراج نقصِ وضو کا سبب نہیں ہے۔

[۲] فقہائے کرام کا قاعدہ ہے کہ نجاست کا خروج موجبِ حدث ہے اور جو نجس بالخروج نہ وہ۔ وہ حدث نہیں ہے۔ اور زکام کی رطوبات چونکہ نجس بالخروج نہیں ہیں۔ اس لئے وہ موجب، حدث نہیں ہیں۔ (خلاصہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۲۴۔۴۰)

علامہ شامی اور امام احمد رضا: رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اذان دی ہے یا نہیں، بعض علماء نے کہا کہ آپ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ کیوں کہ امام ترمذی کی روایت سے اسی طرح ثابت ہے اور بعض علماء نے اس استدلال کو رد کر دیا۔ کیوں کہ طریقِ ترمذی سے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا تھا۔ پس روایتِ ترمذی میں حضور ﷺ کی طرف اذان کا اسناد الی السبب کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا آپ کا اذان دینا ثابت نہ ہوا۔ چنانچہ علامہ شامی ردالمختار جلد اول ص ۲۷۷ پر فرماتے ہیں:

''وهما بكثر السوال عنه هل باشر النبى ﷺ الاذان بنفسه وقد اخرج الترمذى انه عليه السلام اذن فى سفر و صلى باصحابه وجزم به النووى ولكن وجد فى مسند احمد من هذا الوجه نام بلالاً فاذن فعلم ان فى رواية الترمذى اختصارًا و ان معنى قوله اذن امر بلالاً ''

ترجمہ:۔ عام طور پر لوگ پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اذان دی ہے یا نہیں۔ اور امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔ اور اس پر امام نووی نے اعتماد کیا۔ لیکن امام احمد نے اسی طریق سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا امر فرمایا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ روایتِ سابقہ کا بھی یہی محل ہے۔

اس مقام پر علامہ شامی نے مُلّا علی قاری اور دوسرے علماء کی طرح اس پر جزم کیا کہ حضور ﷺ نے اذان نہیں دی۔ اور ترمذی کی روایت میں اسناد مجازی ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ حضور ﷺ نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے۔ اور اس کو اسنادِ مجازی پر محمول نہیں کیا جا سکتا...... کیوں کہ تحفۂ امام ابن حجر مکی میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی اور اذان کے تشہد میں فرمایا کہ اشهد انى رسول اللّه (میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور یہ نص مفسر ہے کہ جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتی۔ کیوں کہ اگر آپ نے اذان خود نہ فرمائی ہوتی تو اشهد انى رسول الله کے بجائے اشهد ان محمدًا رسول الله کے الفاظ وارد ہوتے۔ اور علامہ شامی نے خود جلد اول ص ۲۷۶ پر تحفہ کی اس روایت کو ذکر کر کے اس کی صحت کو بیان کیا ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد دوم ص ۳۴۴ مع توضیح)

مولانا عبدالحی لکھنوئی اور امام احمد رضا: علمائے احناف کے نزدیک سود کے تحقق کے لئے اتحاد وقدر وجنس شرط ہے۔ یعنی دو

چیزیں جب پیمانہ یا وزن میں برابر ہوں اور ان کی جنس ایک ہو، تو ان میں تفاضل حرام ہے اور جو چیزیں مکیل موزون کے قبیل سے نہ ہوں بلکہ عددی ہوں مثلاً انڈے یا پیسے تو ان میں تفاضل جائز ہے۔ کیوں کہ ان میں سود کی علت یعنی قدر مذکور محقق نہیں ہے۔ بناء بریں نوٹ بھی چونکہ فلوس (پیسوں) کی طرح عددی ہے۔ لہذا اس میں بھی تفاضل جائز قرار پایا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اس اصول سے تو متفق ہیں کہ عددی چیزوں میں سود نہیں ہوتا۔ چنانچہ فلوس (پیسوں) میں وہ بھی کہتے ہیں کہ تفاضل جائز ہے۔ لیکن نوٹ میں ان کا اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نوٹ میں تفاضل حرام ہے اور سود خالص ہے۔ چنانچہ انہوں نے نوٹ میں سود کے تحقق پر ایک فتویٰ تحریر کیا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے سامنے جب یہ فتویٰ آیا تو آپ نے اس فتوے کو ایک سوبیس وجوہ سے رد کر دیا۔ ہم آپ کے سامنے مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے ایک سوبیس وجوہِ ابطال میں سے چند وجوہ پیش کرتے ہیں جس کے مطالعے سے اعلیٰ حضرت کا فقہی تدبر و وسعتِ نظر قارئین کے سامنے آ جائے گی۔

فتویٰ ھوالمصوب:

''نوٹ ہر چند کہ خلقۃ ثمن نہیں، مگر عرفاً حکم ثمن میں ہے بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے اگر نوٹ سو روپیہ کا کوئی ہلاک کر دے تو اصل مالک سو روپیہ تاوان لیتا ہے۔ اور سو روپیہ کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اس سے قیمت ملنا اس کاغذ کی نہیں ہوتی کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ دو پیسے کا بھی نہیں ہے بلکہ مقصود سو روپے کا بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے اور نوٹ سو روپیہ کا اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقت ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے، یا سو روپے دیوے۔ دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں۔ اور دائن کو کسی کے لینے میں مدیون سے عار نہیں ہوتا۔ حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دائن نہیں لیتا۔ بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً ثمن ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں ہے۔ اگر ایک روپے کے عوض میں کوئی چیز خرید لے۔ یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور وقتِ ادا پیسے ایک روپے کے دیوے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے۔ اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا کہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے۔ پس پیسے اگرچہ عرفاً ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں۔ بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے۔ گو عینیت خلقیہ نہیں۔ بلکہ عینیت عرفیہ ہے۔ پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ نوٹ میں بھی جائز ہو جائے کیوں کہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں۔ حقیقتاً بھی عرفاً بھی۔ گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اوس میں صفت ثمنیت آ گئی ہو۔ پس ہرگاہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں ثمن خلقی سمجھا گیا، باب تفاضل میں اسی بناء پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا۔'' (فتاویٰ عبدالحیٔ جلد دوم فتویٰ نمبر ۲۶)

علامہ عبدالحیٔ کی دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ ثمن خلقی یعنی سونا چاندی میں بوجہ موزوں ہونے کے تفاضل حرام ہے اور نوٹ بھی ثمن خلقی یا اس کے حکم میں ہیں۔ اس وجہ سے اس میں بھی تفاضل حرام ہے۔ نوٹ کے ثمن خلقی (سونا چاندی) ہونے پر انہوں نے یہ دلیل دی کہ سو کا نوٹ ہلاک کر دینے پر سو چاندی کے روپے دینے پڑتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نوٹ ثمن خلقی یعنی عین چاندی ہے۔ مزید انہوں نے کہا کہ پیسے ثمن عرفی ہیں۔ ان میں تفاضل جائز ہے اور پیسوں کے ثمن عرفی ہونے پر یہ دلیل دی کہ کوئی شخص کسی کو ایک چاندی کا روپیہ ادھار دیتا ہے۔ تو ادائیگی کے وقت اگر اس سے ایک روپیہ کے بجائے، ایک روپیہ کے پیسے دیئے جائیں تو وہ اس امر کا مجاز ہے کہ وہ اپنے روپوں کے بجائے ان پیسوں کو قبول نہ کرے۔

مولانا عبدالحیٔ صاحب کی دلیل کا رکنِ اول یہ ہے کہ نوٹ ثمن خلقی (سونا چاندی) یا اس کے حکم میں ہے۔ بہر حال نوٹ کا بعینہٖ سونا چاندی ہونا تو بداہۃً باطل ہے۔ کیوں کہ نوٹ اور سونا چاندی

دونوں میں ذاتیات اور عوارض کے اعتبار سے تبائن ہے۔ رہا اس کے حکم میں ہونا تو اس پر اعلیٰ حضرت نے کثیر وجوہ سے کلام کیا۔ ازاں جملہ یہ کہ نوٹ کے لئے سونے چاندی کے جمیع احکام ثابت ہیں۔ یا فی الجملہ مثلاً تمول وغیرہ اگر جمیع احکام مراد ہوں، تو قطعاً باطل ہے۔ کیوں کہ سونے چاندی کے زیورات برتن اور لباس ہائے فاخرہ وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور نوٹ کا نہ کوئی لباس بنتا ہے، نہ زیور نہ برتن اور اگر بعض احکام کے اعتبار سے یہ سونے چاندی کے حکم میں ہے، کہ جس طرح سونا چاندی مال دولت ہے۔ اسی طرح نوٹ بھی مال دولت ہے۔ تو یہ حکم پیسوں میں بھی مشترک ہے۔ کیونکہ پیسے بھی مال ودولت ہیں۔ پھر نوٹ میں تفاضل کا حرام ہونا۔ اور پیسوں میں جائز ہونا یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ دلیل کا رکن ثانی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا سو روپیہ کا نوٹ پھاڑ دے تو اسے سو روپے (چاندی) کے دینے پڑیں گے معلوم ہوا کہ نوٹ بعینہ ثمن خلقی چاندی ہے'' یہ اس وقت کی بات ہے چاندی کا روپیہ ڈھلتا تھا، اب تو اس دلیل کا بطلان اور واضح ہو گیا ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ نوٹ چاندی کا عین ہے۔ کیونکہ وہ تاوان میں نوٹ کے عوض چاندی کے روپیہ لے رہا ہے۔ الجواب اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ نوٹ گھوڑے کا بھی عین ہے۔ کیونکہ اگر کوئی کسی کا سو روپیہ کا گھوڑا ہلاک کر دے تو مالک تاوان میں اس سے سو کا نوٹ لے گا۔ معلوم ہوا کہ نوٹ گھوڑے کا عین ہے کیونکہ وہ تاوان میں گھوڑے کے عوض نوٹ لے رہا ہے، ثانیاً یہ اصول ہی غلط ہے۔ کہ سو کا نوٹ ضائع کر دینے پر سو (چاندی کے روپے) دینے واجب ہوں گے۔ کیونکہ جائز ہے کہ وہ اسے تاوان کی صورت میں سو کا دوسرا نوٹ ہی دیدے یا ایک ایک کے سو نوٹ دے یا اٹھنی چونی اور پیسوں کی شکل میں اسے سو روپے پورے کر دے۔

دلیل کا رکن ثالث یہ ہے کہ پیسے ثمن عرفی ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کو ایک روپیہ ادھار دے تو اسے حق ہے کہ وہ اس کے بدلے میں ایک روپے کے پیسے قبول نہ کرے۔

الجواب:۔ مولای عبدالحیٔ صاحب کی خیالی دنیا میں ممکن ہے یہ روانہ ہو۔ ورنہ واقع اور نفس الامر میں ایسا کوئی قانون رائج نہیں ہے۔ ایک روپیہ اور سو نئے پیسے کی مالیت میں فرق کرنا نہ صرف یہ کہ بداہۃً باطل ہے بلکہ انتہائی مضحکہ خیز۔ فتاویٰ مذکور میں مولانا عبد الحیٔ صاحب کو ایک اور شبہ لاحق ہوا ہے کہ اگر نوٹ میں تفاضل جائز رکھا جائے تو لوگ سود کے کاروبار کیلئے نوٹ میں تفاضل کے جواز کو حیلہ بنالیں گے۔ اور نوٹ کے حیلہ سے سود کھانا شروع کر دیں گے۔

الجواب:۔ یہ شبہ مشترک ہے۔ کیونکہ پیسوں میں تفاضل کے جواز کو آپ بھی مانتے ہیں۔ پس جنہیں سود کھانا ہوگا۔ وہ پیسوں کے حیلہ سے سود کھانا شروع کر دیں گے۔

(ماخوذ از کفل الفقیہ ص ۱۴۴ تا ۱۶۵)

جناب مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کے زیر نظر فتویٰ پر اعلیٰ حضرت نے ایک سوبیس وجوہ سے گرفت کی ہے۔ ہم نے ان میں سے کل پانچ وجوہ پیش کی ہیں۔ تفصیل کیلئے اصل کتاب کا مطالعہ فرمائیں ہم نے یہاں پر اس کی ایک جھلک دکھلائی ہے، جس سے آپ کی فقہی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاصرین پر آپ کی زبر دست ہیبت طاری تھی۔ کیوں کہ اس رسالہ کی اسی وقت طباعت ہوگئی تھی۔ اور آج تک کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور امام احمد رضا:۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کی تحقیق یہ ہے کہ نوٹ اس سونے چاندی کی رسید ہے۔ جو حکومت کے پاس محفوظ ہے اور یہ نوٹ سونا چاندی بھی ہے۔ نیز نوٹ پر زکوٰۃ واجب ہے کیوں کہ یہ مبیع نہیں ہے۔ اپنی اس تحقیق کو گنگوہی صاحب نے ایک فتویٰ میں بیان کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی اصل تحقیق کا بیس وجوہ سے رد کیا ہے۔ ہم قارئین کی ضیافت طبع کیلئے مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے کلام کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں۔ مولوی احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔

''نوٹ وثیقہ اوس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے۔ اس واسطے نوٹ میں نقصان آجاوے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں۔ اور اگر گم ہو جاوے بشرطِ ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہر گز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی مبیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبضہ مشتری کے نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس مبیع ہے۔ اور نوٹ نقدین ان میں زکوٰۃ نہیں، اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے۔ اوس پر زکوٰۃ ہوگی، اکثر لوگوں کو شبہ ہو رہا ہے۔ کہ نوٹ کو مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے، کاغذ کی مبیع سمجھ رہے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ فقط

بندہ رشید احمد گنگوہی (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۴۹)

اعلیٰ حضرت نے جو اس فتوے پر کلام کیا ہے۔ اس کا ملخص یہ ہے

اوّلاً نوٹ کو رسید قرار دینا بداہتہً باطل ہے۔ کیوں کہ رسید کسی معین شخص یا ادارہ کی طرف سے کسی معین شخص یا ادارے کے لئے ہوتی ہے مثلاً زید نے مال کی رسید دی ہے۔ تو اب اس رسید کی رو سے صرف مال دینے کا ذمہ دار ہے نہ کہ ہر کس و ناکس جس کو بھی رسید دی جائے وہ اس رسید پر مال ادا کر دے۔ بخلاف نوٹ کے کہ ہر ملک، ہر شہر، ہر قصبہ و دیہات میں اس کے عوض اس کی مالیت کے مطابق رائج سکہ مل جائے گا۔ جس طرح مال کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ اسی طرح نوٹ کی ہر جگہ قیمت لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ نوٹ مال کی رسید نہیں بلکہ خود مال متقوم ہے بیچا اور خریدا جاتا ہے۔

ثانیاً یہ فتویٰ خود مناقضِ لنفسہ ہے۔ کیوں کہ پہلے کہا کہ یہ نقدین (سونا چاندی) کی رسید ہے۔ چند سطر بعد کہا کہ یہ خود نقدین ہے۔

ثالثاً نوٹ کو تمسک قرار دیا اور اس پر زکوٰۃ بھی لازم کر دی۔ حالانکہ زکوٰۃ مال پر ہوتی ہے اور تمسک مال نہیں ہے۔

رابعاً نوٹ کے مبیع نہ ہونے پر زکوٰۃ کی بناء کی ہے۔ گویا مبیع زکوٰۃ پر نہیں ہوتی؟ فلہٰذا وہ تمام تُجار جن کے پاس لاکھوں روپے کا بکاؤ مال ہوتا ہے۔ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہو گئے۔

خامساً۔ کاغذ کو مبیع ہونے کے منافی قرار دیا۔ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے۔ (ماخوذ از کفل الفقیہہ ص ۱۲۳ تا ۱۳۳)

مولوی اشرفعلی تھانوی اور امام احمد رضا:۔ مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ جس طرح اذان میں نامِ مقدس پر انگوٹھے چومے جاتے ہیں۔ کیا اس طرح اقامت میں بھی نامِ اقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اقامت تو بجائے خود اذان میں بھی انگوٹھے چومنا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس جواب کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا۔ ہم ذیل میں تھانوی صاحب کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے تعاقب کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

فتویٰ:۔ ''اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایات کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں۔ چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں ''**وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا انتهٰی**'' ۶۲۷ شامی جلد اوّل مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں۔ پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کی ہے۔ ''**ونقل بعضهم ان القهستانی هامش نسخته ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام**'' جلد اص ۶۲۷ (فتاویٰ امدادیہ جلد اص ۵۷)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب ملاحظہ فرمائیے۔

[۱] تقبیل ابہامین حدیث موقوف سے ثابت ہے۔ اور اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں اور جب تقبیل ابہامین سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو یہ عمل کے لئے کافی ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خلفائے راشدین کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔

[۲] صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ بیٹھنا، جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے، فن حدیث سے جہالت پر مبنی ہے۔ کتب رجال میں جابجا مذکور ہے ''یعتبر بہ ولایحتج بہ '' اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں۔ اگر چہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

[۳] تھانوی صاحب نے اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دیا حالانکہ جس جگہ کی عبارت نقل کی ہے۔ اس سے متصل شامی نے بیان کیا کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب ہے اور استحباب کو قہستانی نے فتاویٰ صوفیہ اور کنز العباد سے بھی نقل کیا۔ ملاحظہ ہو ''یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ صلی اللّٰہ علیک یارسول اللّٰہ وعند الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللّٰہ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابھامین علی العینین فانہ علیہ السلام قائد الہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد اہ قہستانی وبنیہ فی الفتاویٰ الصوفیۃ ''یعنی جب اذان میں پہلی بار اشھدان محمداً رسول اللہ سنے تو کہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور جب دوسری بار سنے تو کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ پھر دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر۔ پس اس شخص کی نبی علیہ السلام جنت میں قیادت فرمائیں گے۔ اسی طرح کنز العباد وقہستانی اور فتاویٰ صوفیہ میں ہے۔

اس عبارت کو تھانوی صاحب صاف گول کر گئے۔ تاکہ اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دینے کا جواز پیدا ہو سکے اور قہستانی کی وہ مجہول نقل ذکر کردی جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا کہ مجھے اقامت میں انگوٹھے چومنے کی روایت نہیں ملی۔

[۴] تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا کہ اذان میں تقبیل کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روایت موجود ہے۔

[۵] قہستانی کی نقل مجہول ہے۔ اور خود شامی نے جلد ۲۳ ص ۵۱۲ پر تصریح کی ہے۔ نقل مجہول مقبول نہیں ہوتی لایکفی فی النقل لجھالۃ۔

[۶] علی التنزل اگر اس نقل کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ نفیِ روایت ہے۔ روایتِ نفی تو نہیں ہے۔ اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی ضرورت ہے نفی روایت کی نہیں۔

[۷] کسی فعل کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس فعل پر نہیِ خاص موجود ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ ''لا یلزم منہ ان یکون مکروھاً الا نھی خاص لان حکم شرعی فلا بدلہ من دلیل ''یعنی بغیر نہیِ خاص کے کوئی فعل مکروہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ کراہت حکم شرعی ہے۔ اس کے لئے دلیلِ خاص ضروری ہے۔ رد المختار جلد اص ۶۸۴

پس اقامت میں تقبیل سے روکنے کیلئے نفی بالخصوص ضروری ہے۔ صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں'' لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذلابدلھا من دلیل خاص ''یعنی ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔ کیوں کہ اس کے لئے دلیلِ خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس نفی روایت سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ روایت نفی نہ ہو۔ (بحر الرائق جلد ۲ ص ۱۷۶)

اقامت میں نامِ اقدس سن کر انگوٹھے چومنا نامِ اقدس کی تعظیم ہے۔ اور اس کا منشاء بھی موجود ہے۔ پس اقامت میں نامِ اقدس سن کر انگوٹھے چومنا ادب وتعظیم کے قبیل سے ہے۔

محقق علی الاطلاق ابن ہمام فرماتے ہیں: ''کل ما کان ادخل من الادب والاجلال کان حسناً ''یعنی ہر وہ کام جو ادب اور تعظیم میں داخل ہو، حسن ہے۔

امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں۔ ''تعظیم النبی علیہ السلام بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللّٰہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللّٰہ ابصارھم ''یعنی تمام انواع تعظیم سے نبی علیہ السلام کی تعظیم کرنا۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں مشارکت نہ ہو اہل بصیرت کے نزدیک امر مستحسن ہے۔

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ اذان میں تقبیل مذکور ثابت ہے۔ اور اقامت میں جائز اور مستحسن ہے۔ جائز اس لئے ہے کہ اس کی نفی ثابت نہیں اور مستحسن اس وجہ سے ہے کہ یہ تعظیم رسول کا ایک فرد ہے اور تعظیم رسول کم از کم مستحسن ہے۔ (محصلہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۸۳ تا ۴۹۶)

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور امام احمد رضا:۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ مصدقہ گنگوہی میں سنت اور بدعت کا ایک فقہی ضابطہ بڑے فخر کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی ضابطہ کا کئی وجہ سے احتساب کیا ہے۔ ہم انبیٹھوی صاحب کا ضابطہ بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے احتساب کا کچھ ملخص پیش کریں گے۔

مولوی انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں:

''حاصل یہ ہوا کہ جس کی جواز کی دلیل قرونِ ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجوہ خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس جا جنس کا وجوہ خارج میں ہو یا نہ ہو وہ سب سنت ہے۔ اور وہ بوجوہ شرعی ان قرون میں موجود ہے۔ اور جس کے جواز کی دلیل نہیں، تو خواہ قرون میں بوجوہ خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالۃ ہے۔ اس قاعدے کو خوب سمجھ لینا ضروری ہے۔ مؤلف او راس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور تار رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع۔ ور مخالفین کو شاید ہدایت حاصل ہو۔ الخ ملخصا (براہینِ قاطعہ ص ۲۸ تا ۲۹)

امام احمد رضا کا تعاقب:۔ مولوی انبیٹھوی صاحب نے اپنے اس کلام میں جوازِ شرعی کی دلیل کے وجود وعدم کا سنت و بدعت میں عصر عقل کر دیا۔ پس استحباب اباحت اور کراہت تنزیہی ان تمام احکام کی نفی ہوگئی۔ کیوں کہ جس امر کے وجود کی دلیل شرعی پائی گئی وہ سنت ہے۔ استحباب واباحت کے ثبوت کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ اور جس امر کی جواز کی دلیل شرعی نہ پائی گئی وہ بدعت و ضلالت ہوگا۔ پس کراہت تنزیہی کا رفع ہوگیا۔ (محصلہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۵۸ تا ؟۴۵)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فقہ کی جس قدر انواع پر کام کیا ہے۔ اگر ان تمام کا احصار کیا جائے تو اس کے لئے بھی ایک عظیم دفتر کی ضرورت ہے۔ یہ مختصر مقالہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت الشاہ مولانا احمد رضا خان کی تمام فقہی خصوصیات کو پیش کرنے سے یقیناً قاصر ہے۔ تاہم اعلیٰ حضرت کی فقہی تحقیقات میں سے چند انواع کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔ تاکہ اس کا مطالعہ قارئین کو اعلیٰ حضرت کے فقہی تبحر سے ایک حد تک روشناس کر سکے۔ (۱۲)

مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی بصیرت اور فقہی امتیازات وخصوصیات

عالمِ اسلام کو نابغۂ روزگار شخصیت دنیائے سنّیت کا عظیم المرتبت تاجدار اسلام کے اجڑتے ہوئے گلستان کو نئی زندگی بخشنے والا، اپنے قلم کی تیغ برہان سے باطل پرست طاقتوں کا سر قلم کرنے والا عرب وعجم، حل وحرم میں دشمنانِ مصطفیٰ پر قہر وغضب کی بجلیاں گرانے والا۔ سرکار کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت وشان کا ڈنکا پوری دنیا میں بجانے والا جسے دنیا اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت، مجدد دین وملّت اور فاضلِ بریلوی جیسے عظیم القاب سے یاد کرتی ہے۔ جن کی عظمت و شان، جلالت علمی، تفقہ فی الدین کا اعتراف صرف غیر منقسم پاک و

ہند کے معاصر علماء اور فقہاء ہی نہیں بلکہ حجازِ مقدس کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر علماء و مشائخ اور اصحاب افتاء وقضا نے بھی ان کی علمی برتری کے آگے سرِ تسلیم خم کیا اور پکار اٹھے ''لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرآن لکان حقاً و صدقاً ''یعنی اگر ان کے حق میں یہ کہا جائے کہ یہ اس صدی کے مجدد ہیں تو حق و صحیح ہے۔ (۲۲)

حقیقت یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے بعد امام احمد رضا ہی وہ عظیم شخصیت ہے جس میں ایک عظیم فقیہہ کی تمام خصوصیات اجتماعی طور پر نظر آتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ کے تمام گوشوں پر نظر ڈالنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بچپن ہی سے صالح الفکر، صاحب الرائے شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کا بچپن ایک ذکی الطبع اور قوی الفکر انسان کے شباب سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اور سرحدِ شباب میں داخل ہونے تک جملہ فنونِ عربیہ وعلوم دینیہ اور ان کے مبادی میں ماہر نظر آتے ہیں۔ علم وفن کے کسی میدان میں آپ کی جولانیِ قلم میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ علمِ حدیث میں آپ امام سیوطی کے مظہر نظر آتے ہیں تو تفسیر میں ابن جریر طبری کے پرتو، علومِ عربیہ میں سحبان کی شان رکھتے ہیں، تو امام اعظم ابو حنیفہ کے قواعد واصول برتتے ہیں، آپ پر امام بزدوی و سرخسی کا احساس ہوتا ہے اور صرف انہیں علوم تک نہیں بلکہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں آپ کی شان یکساں نظر آتی ہے اور اس شان میں ایسی انفرادیت حاصل ہے کہ اقران و امثال ہی نہیں بلکہ کئی صدی قبل بھی آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو ملنا مشکل ہے۔

فاضلِ بریلوی کے فتاویٰ کا جائزہ لینے کے بعد ہر وہ شخص جس نے مشہور فقہاء کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا وہ اس نتیجہ پر بہت آسانی سے پہنچ سکتا ہے کہ امام ابن ہمام کی شانِ روایت اور رنگِ اجتہاد سے مزین فکر جو ان کی خصوصیت تھی، ان کے بعد صرف اعلیٰ حضرت کو حاصل ہوئی اور فقہ کی جملہ متداول کتب پر نظر رکھتے ہوئے مسائل کی تنقیح وتوضیح جو علامہ ابن عابدین شامی کی ایک مسلّم خصوصیت تھی، امام اہلسنّت کے حق میں مقدر ہوئی گویا اعلیٰ حضرت بیک وقت امام ابن ہمام بھی تھے اور علامہ ابن عابدین شامی بھی۔

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ میں چند ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو دیگر کتبِ فتاویٰ میں بہت کم نظر آتی ہیں ہم ان چند خصوصیات پر ایک اجمالی گفتگو کر رہے ہیں تا کہ آپ کی فقہی بصیرت سب پر واضح اور روشن ہو جائے۔

کثرتِ استدلال:۔ ایک فقیہہ کے لئے تمام مسائل میں مکمل اور مفصل دلائل پر واقف ہونا فقہ کی اساس وبنیاد ہے۔ اگر دلائل کی قوت اور ندرت استدلال ایک فقیہہ کی بصیرت پر روشن ثبوت ہے تو دلائل کی کثرت اس کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری کا واضح نشان ہے۔ دلائل ہی سے ایک فقیہہ کی شانِ تفقہ ظاہر ہوتی ہے اور دلائل ہی سے اس کی رفعت مراتب نمایاں ہوتی ہے۔ اس حیثیت سے جب ہم فاضلِ بریلوی کے فتاویٰ پر نظر دوڑاتے ہیں تو آپ کتاب وسنّت سے استنباط کرنے میں ایک صاحبِ بصیرت فقیہہ نظر آتے ہیں دلائل کی کثرت آپ کے فتاویٰ میں اس حد تک ہے کہ آپ کئی سو سال کے فقہاء کے درمیان یکتا و یگانہ دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے یہاں دلائل کی بہتات دیکھنے کے بعد مذہبِ حنفی کی قوت بخوبی واضح ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی اس اعتراض کی حیثیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ علمائے حنفیہ زیادہ تر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ آپ کے اکثر مبادی کئی کئی صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں الگ الگ سینکڑوں مسائل پر مستقل رسائل بھی تصنیف فرمائے۔ فتاویٰ کی یہ وسعت صرف دلائل کی کثرت اور بارِ علم کی بنیاد پر ہے۔ یہاں چند فتاویٰ کی نشاندہی ضروری ہے تا کہ آپ کے کثرتِ استدلال کا اندازہ ہو سکے۔

[۱] نمازِ جنازہ دوبارہ پڑھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ آپ نے اس سوال کی مکمل تنقیح فرما کر دس نوعوں میں بحث فرمائی اور فقہ کی مستند ومتداول کتابوں سے دو سو سات حوالے اور عبارتیں پیش کیں بلکہ ایک دوسرے مقام پر خاص اسی مسئلہ میں کتبِ فقہ کی چالیس عبارتیں اور

حدیثیں ذکر کیں ۔ (۲۳)

[۲] اولیاء کرام کا بعدِ وفات سننا اور حاجت روائی کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اس سوال کے جواب میں ایک طویل رسالہ ''حیات اموات فی بیان سماع الاموات'' تحریر فرمایا جس میں پہلے ساٹھ احادیث پیش کیں پھر صحابۂ کرام وتابعین عظام اور علمائے سلف کے دوسو اقوال پیش کرنے کے بعد خاص ان علماء کے ایک سو اقوال تحریر فرمائے جو وہابیہ کے نزدیک بہت ہی معقول ومستند ہیں گویا کل چارسو حوالے پیش کئے لیکن اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کی تائید میں ایک طویل رسالہ'' الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین '' تحریر فرمایا اور صرف ایک سوال کے جواب میں جہازی سائز کے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل یہ فتویٰ اپنی مثال آپ ہے۔

[۳] نماز کے بعد دعا مانگنے کے سلسلے میں ثبوت طلب کیا گیا تو آپ نے اس کے ثبوت میں ایک آیت حدیث کی متداول کتب سے دس حدیثیں تخریج فرمائیں جبکہ مولانا عبدالحکیم فرنگی محلی نے اسی مسئلہ کے جواب میں صرف ایک حدیث پیش کی اور فرقہ اہل حدیث کے مسلم الثبوت محدث مولوی نذیر حسین نے بھی اس موضوع پر صرف ایک حدیث ہی لکھی تھی۔

[۴] اوقات صلوٰۃ کی پابندی لازم ہے اور جمع بین الصلوتین ناجائز ہے۔ اس موضوع پر آپ نے ایک مستقل رسالہ ''حاجز البحرین'' تصنیف فرمایا جس میں قرآن عظیم کی سات آیات اور احادیث کی مشہور ومستند کتابوں سے چھتیس حدیثیں پیش فرمائیں۔

[۵] اس دور کے مشہور محدث حضرت علامہ وصی احمد صاحب محدث سورتی نے عمامہ سے متعلق استفتاء کیا تو آپ نے صرف عمامہ کی فضیلت میں چالیس احادیث پیش کردیں اور تمام احادیث کی تخارج بھی بالالتزام تحریر کیں۔ یہی نہیں بلکہ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ نے جامع الرموز کے حوالے سے ایک حدیث کا متن نقل کرکے اس حدیث کے موضوع تصنیف ہونے سے متعلق اور اس کی تخریجی حوالے سے متعلق سوال کیا تو مزید آپ نے تحقیق فرمائی اور حدیثِ مذکور کا ابن عساکر، ابن بخارا اور دیلمی کے مسند الفردوس کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر سے مروی ہونا نقل فرمایا اور امام جلال الدین سیوطی سے اس حدیث کی تقویت نقل کی پھر اس کی رجال پر بھی گفتگو کی اور جن لوگوں نے اس حدیث پر وضع یا ضعف کا حکم لگایا تھا اس کا مدلل جواب بھی دیا۔

تنقیح مسائل:۔ آئمہ مذاہب کے لئے دشوار ترین منزل یہ ہے کہ دلائل آپس میں متعارض ہوں اور تقدیم وتاخیر، ناسخ ومنسوخ کا کوئی تعین نہ وہ ایسی صورت میں ہمتیں جواب دے جاتی ہیں اور فیصلہ مشکل ہوجاتا ہے۔ امام اعظم کے سوا تمام متقدمین میں اس طرح کی مثالیں وافر مقدار میں ملتی ہیں ائمہ کے بعد ان کے مذہب کے فقہاء کے لئے اس طرح کی صعوبتیں پیش آئیں جہاں تائید الٰہی کے بغیر ان کا حل مشکل تھا متاخرین میں امام ابن ہمام سے لے کر علامہ ابن عابدین شامی تک کئی جلیل القدر فقہاء پیدا ہوئے جنہوں نے دلائل کی تنقیحات کیں اور بہت حد تک افتاء کے مسند نشینوں کی مشکلات حل فرمائیں لیکن اس کے باوجود ہزاروں مسائل تشنۂ تنقیح رہ گئے ۔ نویں صدی ہجری سے اب تک کی تاریخ میں ہم نے جن فقہاء سے تعارف حاصل کیا ان میں اعلیٰ حضرت کو اس شان میں منفرد پایا ہے کہ مشکل سے مشکل مقام تنقیح میں آپ کا قلم چابک دست نظر آتا ہے کئی ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ان کے فتاویٰ میں ایک بھی مقام ایسا نظر نہیں آتا کہ جہاں حکم کی تنقیح باقی رہ گئی ہو۔ فقہ حنفی کی جن کتابوں پر آپ کے حواشی وتعلیقات ہیں ان سے بھی یہی شان نمایاں ہے۔ فقہہ کی پُرخار وادیوں سے آپ کی یہ سبک خرامی اور علم کے بحر زخار سے گوہر مراد کی تحصیل کا مشاہدہ کرکے حرمین طیبین کے فقہاء بھی کہہ اٹھے ''لــو راهـــا

ابو حنیفة النعمان لا قرت عینه ویجعل مؤلفهامن جملة الاصحاب''۔ یعنی اگر امام اعظم ابوحنیفہ ان فتاویٰ کو دیکھتے تو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی اور ان کے مصنف کو اپنے اصحاب میں جگہ دیتے۔(۲۴)

اعلیٰ حضرت نے صاع، قنوتِ نازلہ، جمعہ کی اذان ثانی، تصویر سے نماز میں کراہت وغیرہ مسائل سے متعلق جو تحقیقات پیش کی ہیں اور جس طرح کی تنقیح و توضیح فرمائی ہے اور کہیں نظر نہیں آئیں۔

معروضات:۔ اپنے پیش رو فقہاء کے اقوال پر اعتراض وارد کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ معترض کے پاس قوی دلائل موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے بے شمار متقدمین فقہا پر معروضات قائم فرمائے ہیں مگر ادب کی پاسبانی یہ ہے کہ ان کے قوال پر جہاں تنقید کی ہے لفظ معروضہ نہیں استعمال کیا بلکہ فرقِ مراتب کا پاس رکھتے ہوئے معروضہ کے بجائے لفظ تطفل کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ جلد اول میں ۴۵ جگہ متقدمین فقہاء کے اقوال پر تطفل کے عنوان سے دقیق بحث کی ہے اور ۴۰ جگہ متاخرین فقہاء کے اقوال پر معروضہ کے عنوان سے اہم تحقیق پیش کی جس سے آپ کی فقہی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہندوستان کی سرزمین پر اس دور کے اکابر علماء وفقہاء میں جن کا شمار ہوتا ہے وہ بھی آپ سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مثلاً خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے پیر ومرشد حضرت علامہ سید شاہ ابو الحسین نوری علیہ الرحمۃ کہ فتاویٰ رضویہ میں متعدد مقام پر آپ کے استفتاء موجود ہیں۔ یونہی اس عہد کے مشہور محدث علامہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمۃ جنہوں نے صحاح ستہ کے علاوہ شرح معانی الآثار اور دیگر کتب احادیث پر حواشی وتعلیقات تحریر فرمائے آپ نے بھی بہت سارے استفتاء کیے حتی کہ عمامہ سے متعلق ایک حدیث کا بھی استفتاء کیا جو اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت اور مہارت کے ساتھ ان کی حدیث دانی میں یگانہ روزگار ہونے پر دال ہے۔ ۱۰ رجب ۱۳۱۵ھ کو حضرت محدث موصوف نے پانچ سوالوں پر مشتمل ایک استفتاء روانہ کیا تو جواب میں فاضل بریلوی قدس سرہ نے ایک مستقل رسالہ ''تجویز الردعن تزویج الابعد'' تصنیف فرمایا اور چند صفحات کے اس مختصر سے رسالے میں تحقیقات کے بیش بہا جوہر بکھیر دیئے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے معاصر علماء مثلاً استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری، حضرت علامہ شاہ سلامت اللہ صاحب، قطب بنارس حضرت علامہ شاہ عبدالحمید صاحب فریدی پانی پتی، حضرت علامہ مفتی رضا علی صاحب بنارسی، حضرت علامہ مفتی ریاست علی خان صاحب شاہجہاں پوری، صدر الصدور حضرت علامہ مفتی عبدالقادر صاحب رامپوری، حضرت علامہ عبدالمقتدر صاحب بدایونی، حضرت مولانا نثار احمد صاحب کانپوری، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری، مولانا عبدالعلی صاحب مدراسی، مولانا عبد الرحیم صاحب مدراسی، مولانا عبدالغفار صاحب حیدرآبادی، مولانا سید دیدار علی صاحب الوری اس طرح کے معاصر علماء کی ایک بہت ہی طویل فہرست ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ متبحر عالم فقیہہ اور مرجع فتاویٰ تھا۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں ان استفتاء کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ سارے عالم میں آخری امیدگاہ اور مشکل سے مشکل مسائل کے حل کرنے والی شخصیت تھی تو وہ فاضل بریلوی کی ذاتِ گرامی تھی۔ اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ اپنے دور کے زبردست فقیہہ حضرت مولانا سراج احمد سراج الفقہاء جنہوں نے ستر سال درس دیا اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک فتویٰ نویسی کی وہ اپنا تاثر ذکر کرتے ہیں کہ ''ہمارے ذہن میں یہ بات بٹھادی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے اور ان کی تصانیف کو تحقیق سے کوئی علاقہ نہیں، مگر حسن اتفاق سے رسالہ میراث کی تالیف کے وقت ایک

مسئلہ میں الجھن پیدا ہوگئی علمائے دہلی، دیوبند، سہانپور کو لکھا مگر شافی جواب نہ ملا نا چار مولوی احمد رضا خان کو بھی لکھا انہوں نے بڑا مدلل اور مشروح جواب عنایت فرمایا جس سے پوری تشفی ہوگئی اور شکوک و شبہات رفع ہوگئے۔ اس جواب کے دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کے متعلق میرا اندازِ فکر یکسر بدل گیا اوران کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات تارو پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں (سوانح سراج الفقہاء از عبدالحکیم شرف القادری) یہ ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی شان تفقہ اور یہ ہے ان کے فتاویٰ کی تاثیر۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشند ہ خدائے بخشندہ

''ردالمختار علی الدرالمختار'' فاضل بریلوی کے فقہی امتیازات وخصوصیات کا شاہکار

ردّ المختار علی الدرالمختار المعروف فتاویٰ شامی سے کون اہل علم واقف نہیں اسی مشہور حاشیہ کے متن درّ مختار شرح تنویر الابصار پر حضرت علامہ سید احمد بن اسماعیل طحطاوی مصری (متوفی ۱۲۳۱ھ) نے بھی حاشیہ لکھا ہے جو حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار کے نام سے موسوم اور طحطاوی علی الدر سے مشہور ہے اس حاشیے کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ نے اپنے حاشیے میں اس سے استفادہ کیا ہے یہ دونوں حواشی پورے عالم اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور فتاویٰ میں ان کے حوالے مقبول و معتمد ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ہر دو پر اپنی تعلیقات سپرد قلم فرمائی ہیں۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہم یہاں حاشیہ طحطاوی علی الدر پر تعلیقاتِ رضا کا تعارف، خصوصیات اور بعض اہم نمونے پیش کرتے ہیں جو مجدد اسلام مقبول انام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے حواشی اور تعلیقات کا درجہ عام حواشی اور تعلیقات سے بالکل مختلف ہے عام طور پر محشی حضرات کسی ایک کتاب کا انتخاب کر لیتے ہیں پھر اپنی پوری صلاحیت اس پر صرف کرتے ہیں اس کے ہر ہر گوشے پر لغوی معنوی انداز سے بحث کرتے ہیں اور اس سلسلے میں قدیم حواشی اور اقوال کو بھی حتی المقدور نقل و جمع کرتے جاتے ہیں اس طرح اکثر حواشی حجماً ضخیم و عظیم ہوجاتے ہیں جو محشی کے کثرت مطالعہ اور ذوقِ تحقیق کی نشانی قرار پاتے ہیں جن حضرات نے کتب فتاویٰ وغیرہ پر اس طرح کی علمی خدمت کی ہے یقیناً سراہنے کے قابل ہیں اور اس کے احسانات سے ہماری گردنیں جھکی ہیں مگر میدانِ تحقیق و تدقیق کے شہسوار اسلامی علوم و معارف کے بحر ناپیدا کنار امام احمد رضا علیہ الرحمۃ جب کسی کتاب پر حواشی و تعلیقات سپرد قلم فرماتے ہیں تو آپ کا انداز بالکل جداگانہ اور منفرد ہوتا ہے آپ متعلقہ کتاب کا مطالعہ فرماتے چلے جاتے ہیں اور جہاں کہیں مصنف نے کوئی لغوی تحقیق میں کمی کی جس عبارت کا مفہوم کماحقہ سمجھنے میں قاری کو دقت ہوسکتی ہے یا غلطی میں پڑسکتا ہے۔ تو آپ فوراً اس کمی کو پورا فرماتے ہیں پھر اگر لغوی تحقیق میں کوئی خامی اور غلطی دیکھتے ہیں تو اس پر بھی متنبہ فرماتے ہیں اور اگر مصنف نے کوئی تاریخی غلطی کی ہے یا اسماء الرجال میں تسامح واقع ہوا ہے تو پورے شرح وبسط کے ساتھ اس کی بھی تفصیل و تحقیق فرماتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مصنف یا شارح نے کسی مسئلہ کو بیان کرکے ایک یا چند حوالوں پر اکتفا فرمایا اور دوسری کتب میں بھی یہ مسئلہ مصرح ہو تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ ان تمام کتب کی نشاندہی فرماتے ہیں۔

جن جن میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہو اور بسا اوقات حسب ضرورت کلیات عبارات کے اختلاف و تضادت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ترجیحی رائے بھی حوالۂ قلم فرماتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے

کہ شارح یا محشی متن کی تشریح کرتے ہوئے عبارت میں چند احتمالات پیش کر کے چھوڑ دیتے ہیں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ ان میں ترجیح فرماتے ہیں۔ اور اگر کسی کتاب میں کوئی عبارت موقع ومحل کے لحاظ غیر مناسب نظر آتی ہے تو اس پر خطِ تصحیح کھینچتے ہوئے مناسب عبارت کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ گویا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حواشی وتعلیقات میں بھی شان افتاء جذبہ اصلاح اور تحقیق وتدقیق پوری آب وتاب کے ساتھ نگاہوں کو خیرہ کرتی نظر آتی ہے جنہیں دیکھ کر ہر انصاف پسند اس حقیقت کے تسلیم پر مجبور ہے کہ اعلیٰ حضرت کے حواشی وتعلیقات مستقل تصنیف وتحقیق کا درجہ رکھتے ہیں۔ قدیم شروح وحواشی کا انتخاب یا عطر مجموعہ نہیں ہوتے جیسا کہ بیشتر شروح وحواشی کا حال ہے۔

جنہیں امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی تحریروں کے مطالعے کا موقع ملا ہے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اگر اعلیٰ حضرت شروح وحواشی کے معروف طریقے پر کسی کتاب پر ہر عبارت کی شرح لکھتے تو شاید کسی ایک کتاب کی شرح لکھنے میں عمر تمام ہو جاتی اور شرح پوری نہ ہو پاتی کیوں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اعلیٰ حضرت کا منشا اس طرح اپنے علم کی شان دکھانا نہ تھا بلکہ آپ کا منصب تو منصبِ تجدید واصلاح تھا لہٰذا جب جس امر کے بارے میں سوال ہوا اس پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور مسئلہ کی تمام جہتوں کو اجاگر کر دیا اور جو آپ کی شرعی ودینی فریضہ تھا اسی طرح جب کسی کتاب کا مطالعہ فرمایا تو اس میں جہاں جہاں اصلاح وترمیم اور تشریح وتصریح کی جس قدر ضرورت تھی اس پر نوٹ لگائے بغیر آگے نہیں بڑھے اور یہ بھی آپ کا دینی وعلمی فریضہ تھا۔ اس طرح آپ کے مطالعہ سے گزری ہوئی کم کتابیں ایسی ہوں گی کہ اس پر آپ کے حواشی یا تعلیقات یا نوٹس نہ ہوں ان میں بعض مبسوط ہیں اور بعض بہت مختصر۔

سرِ دست حاشیہ طحطاوی پر اعلیٰ حضرت کی تعلیقات کے چند نمونے پیش کئے جا رہے ہیں جن سے اعلیٰ حضرت کے تعلیقات کی اہمیت بخوبی واضح ہو جائے گی، پہلے علامہ طحطاوی کے قول کا خلاصہ پیش ہوگا پھر اس پر اعلیٰ حضرت کی تعلیق کا خلاصہ۔

پہلی مثال:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں لفظ رحمٰن ورحیم پر بحث کرتے ہوئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں بعض کے نزدیک رحمٰن ابلغ ہے قول ثانی یعنی رحیم کے ابلغ ہونے پر امام طحطاوی نے بطورِ دلیل ایک حدیث بیان کی جس میں رحیم الدنیا ورحمٰن الآخرۃ آیا ہے علامہ طحطاوی کا مقصد شاید یہ ہے کہ لفظ رحیم کو دنیا کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جس میں اس کے مصدر مؤمنین اور کفار دونوں ہیں مگر رحمٰن کو آخرت کے ساتھ خاص کیا جہاں صرف مؤمنین ہی رحمت کے مستحق ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں حدیث کے اندر رحمٰن الدنیا والآخرۃ رحیمہا بھی آیا ہے یعنی دنیا وآخرت کا رحمٰن اور ان دونوں کا رحیم لہٰذا کسی ایک حدیث کے پیش نظر رحمٰن کو آخرت سے خاص کرنا اور رحیم کو دنیا سے صحیح نہیں ہے۔ اور حدیث پاک کے الفاظ دونوں مذاہب کا رد کرتے ہیں اور مذکورہ حدیث رحمٰن ورحیم کا ذکر تفسیر کے ساتھ از راہ تفنن ہے اور صحیح وہی ہے جیسا کہ طحطاوی نے خود آگے بیان کیا ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی حیثیت سے ابلغ ہے یعنی یہ کہنا صحیح نہیں کہ رحمٰن رحیم سے زیادہ بلیغ ہے یا رحیم رحمٰن سے زیادہ رحمٰن جو فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے یہ استیلا وغلبہ کی حیثیت سے ابلغ ہے اور رحیم جو فعیل کے وزن پر مبالغہ ہے جس میں تکرار کے معنی پائے جاتے ہیں لہٰذا یہ تکرار معنی کی حیثیت سے ابلغ ہے۔

دوسری مثال:۔

بسم اللہ کے احکام ومقامات بیان کرتے ہوئے علامہ طحطاوی فرماتے ہیں بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اور انہیں مقامات میں سے ایک مقام سورہ برأت سے ابتداء قرأت ہے یعنی

جب سورہ برأت سے ہی پڑھنا شروع کرے تب بھی بسم اللہ نہ پڑھے کہ یہ مکروہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں لیکن بعض مشائخ فقہاء نے کراہت کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ جب سورہ برأت کو سورہ انفال (اس سے پہلے والی سورت سے ملا کر پڑھے تو مکروہ ہے ورنہ سورہ برأت ہی سے ابتداء ہو) بسم اللہ پڑھنا بدستور سنّت ہے۔

گویا علامہ طحطاوی اس بات کی توثیق کرتے ہیں کہ ابتداء قرأت میں بھی بسم اللہ مکروہ ہے اور ضعف کے ساتھ بعض مشائخ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ پہلی والی سورۃ سے ملا کر پڑھے تو بسم اللہ مکروہ ہے ورنہ سنّت (حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، یعنی یہ قول اخری ہی قوی ہے نہ کہ ضعیف۔)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں میں کہتا ہوں یہ بات اس حدیث پاک سے ثابت ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سورہ برأت کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے جس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ حدیث ترمذی شریف جلد دوئم صفحہ ۱۴۳ پر اس طرح درج ہے۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ سورہ انفال اور سورہ برأت کے درمیان بسم اللہ نہ لکھنے کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور اقدس ﷺ کاتبین وحی کو حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں شامل کردو سورہ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں ہے جب کہ سورۃ برأت آخر قرآن سے ہے ان دونوں کے بیان کی مشابہت کی وجہ سے میں نے ان دونوں کو ایک شمار کیا اس کے بعد حضور ﷺ وصال فرما گئے اور آپ نے ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے کے بارے میں کچھ نہ فرمایا تو میں نے ان دونوں کو بسم اللہ کے بغیر ملا دیا (ترمذی) لہذا اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ سورہ برأت جب انفال کے ساتھ پڑھی جائے تو اس میں بسم اللہ نہ پڑھے اور ابتداء پڑھنے کی صورت میں بسم اللہ کی نفی نہیں بلکہ بسم اللہ پڑھیں گے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ جیسا کہ کسی سورت کو جب بیچ سے پڑھنا شروع کریں تو بسم اللہ پڑھیں گے گویا اعلیٰ حضرت قدس سرہ بعض مشائخ کی طرف نسبت کر کے جس قول کو ضعیف بیان کیا گیا ہے اسی توثیق و تائید فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے خلف ارشد حضرت مولانا امجد علی اعظمی مصنف ''بہار شریعت'' بھی غنیۃ کے حوالے سے اسی کی تصریح کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں سورۃ برأت سے اگر تلاوت شروع کی تو اعوذ باللہ بسم اللہ کہے اور پہلے سے شروع کی اور سورۃ برأت آ گئی تو تسمیہ پڑھنے کی حاجت نہیں (غنیۃ) اور جو یہ مشہور ہے کہ سورۃ توبہ ابتداء بھی پڑھے جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے یہ محض غلط ہے۔'' (بہار شریعت جلد ۳، صفحہ ۱۰۲ رضوی کتب خانہ بریلی)

تیسری مثال:۔

درّ مختار کے مصنف علامہ علاؤالدین حصکفی (متوفی ۱۰۸۸ھ) نے کتاب کے خطبہ میں خدائے تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ یا من شرحت صدورنا الخ وہ جس نے ہمارے سینوں کو کھول دیا۔ اس پر علامہ طحطاوی فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اے وہ جس کو پکارا گیا اور یہ تعظیم کے طور پر ہے

اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس کی مزید تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس طرز تخاطب کو بعض لوگوں نے مکروہ قرار دیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کیوں کہ بہت سی احادیث میں اس طرح کا خطاب مذکور ہے ان میں ایک حدیث تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''یا من مستر القبیح واظھر الجمیل'' یعنی اے وہ جس نے قبیح کو چھپایا اور جمیل کو ظاہر فرمایا دوسری یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''یامن وعدفوفاوا وعد فعفا'' یعنی اے وہ جس نے وعدہ کیا تو پورا فرمایا اور ڈرایا پھر معاف فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کی تعلیق میں ایک تو اس بات کا اضافہ ہے کہ بعض لوگوں نے اس طرز کو مکروہ بتایا ہے اور دوسرے اس کا رد کرتے ہوئے دو حدیثوں سے اپنے قول کی توثیق فرمائی، جب کہ علامہ طحطاوی نے محض بیان جواز پر اکتفا کیا ہے اس سے اعلیٰ حضرت کی وسعتِ علم اور قوتِ استدلال پر روشنی پڑتی ہے۔

چوتھی مثال:۔

علامہ طحطاوی نے اپنی کتاب حاشیۃ الدرر میں تاریخ بغداد کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طلب فقہ کے بارے میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ امام اعظم اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے طلب علم کے بارے میں استخارہ کیا تو جواب ملا کہ قرآن سیکھو میں نے کہا اس کا انجام کیا ہوگا؟ اب میں ملا جب تم قرآن حفظ کر کے ایک جگہ پر جاؤ گے بچے پڑھنے آئیں گے پھر ان میں تم سے زیادہ قابل ہوجائے یا برابر ہوجائے گا تو آپ کی سروری ختم ہوجائے گی اسی طرح علمِ حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑھیں گے پھر طلبہ آپ کے پاس آئیں گے تو کچھ دنوں بعد جھوٹ سے آپ محفوظ نہ رہ سکیں گے یعنی آپ کی طرف سے جھوٹی باتیں بھی منسوب ہوں گی اس طرح بلاوجہ آپ متہم ہوں گے تو میں نے کہا اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں پھر کہا اگر میں نحو پڑھوں گا تو کیا ہوگا تو جواب ملا مدرس ہو گے اور آمدنی دو تین دینار سے زیادہ نہ ہوگی میں نے کہا اس کا بھی نتیجہ اچھا نہیں، پھر میں نے کہا شاعر ہوجاؤں اور مجھ سے بڑا کوئی شاعر نہ ہوتو جواباً کہا گیا کہ صورت میں یا تو کسی کی ہجو کرے گا یا تو کسی کی مدح دونوں صورتیں نقصان سے خالی نہیں، اس طرح کلام کے بارے میں جواب ملا کہ یہ بھی اچھا نہیں کہ کلامی ہونے کے بعد تجھ کو زندیق کہا جانے لگے گا، آخری سوال فقہ کے بارے میں کیا کہ اس کا کیا انجام ہوگا۔ یہ جواب ملا کہ جب تو فقیہ بن جائے گا تو لوگ تجھ سے مسائل پوچھیں گے تو فتویٰ دے گا پھر تجھ کو دعوت ملے گی تو میں نے کہا اس سے بڑھ کر نفع بخش کوئی علم نہیں پھر میں نے علمِ فقہ حاصل کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس من گھڑت واقعہ پر اظہار تعجب کرتے ہوئے سب سے پہلے خدا سے اپنے اور ناقل کے لئے معافی کی دعا کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں امام اعظم کے ناقدین کے اقوال بھی جمع کردیئے ہیں جس کا جواب ''السھم المصیب فی کبد الخطیب'' نامی کتاب کے ذریعہ دے دیا گیا ہے یہ من گھڑت حکایت بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، تعجب ہے اس کو وضع کرنے والے نے کس چالاکی سے وضع کیا ہے کہ بظاہر مدح معلوم ہوتی ہے جب کہ حقیقت میں ذم پر مشتمل ہے۔ امام جلال الدین السیوطی کو بھی اس سے دھوکہ لگا اور انہوں نے بھی اس کو مناقب میں نقل کردیا، پھر انہیں کی اتباع اور انہیں پر اعتماد کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے بھی نقل کردیا اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے۔ (آمین)

ہر عقلمند اس واقعہ کی کمزوری کی شہادت دے گا۔ عوام الناس میں یہ تو یہ کسی کا قول ہوسکتا ہے مگر علماء دین میں سے کسی کا قول نہیں ہوسکتا اس کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ خیر القرون کا دور تھا اور ان دنوں فقہ فروعات کے طور پر کسی فن کا نام نہ تھا بلکہ اجتہاد ہی کا دوسرا نام فقہ تھا اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن وحدیث کے علوم میں مہارتِ تامہ اور عربی دانی کے بغیر اجتہاد ناممکن ہے خدا اس مفتری کا بھلا نہ کرے جس نے اس من گھڑت واقعہ کو گھڑ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نہ تو قرآن کا علم رکھتے تھے اور نہ ہی حدیث کا بلکہ آپ صرف عربی دان تھے اس لئے شریعت کو اپنی مرضی کے مطابق کرتے جو چاہا حلال کیا اور جس کو چاہا حرام کردیا اور یہ بات کوئی بے حیائے دین ہی کہہ سکتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

مذکورہ واقعہ کے من گھڑت ہونے کی تصریح اور اس کو تاریخی و عقلی دلائل سے مبرھن کو نا نیز تاریخ بغدادی کے غیر مستند ہونے کی

تحقیق اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وسعتِ مطالعہ، تاریخ دانی اور دقیق النظری پر دال ہے۔ جب کہ علامہ جلال الدین سیوطی وعلامہ طحطاوی اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔

مذکورہ واقعہ کی وضعیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے متعلق غلط فہمیوں کی اشاعت کا سلسلہ زمانۂ قدیم سے آرہا ہے لہذا آج عقل وتقلید شرعی کے دشمن آپ کی شخصیت پر کیچڑ اچھال کر اپنے بغض وعناد کی آگ کو ٹھنڈا کرتے ہیں تو چنداں تعجب کی جانہیں، ان کے گھٹائے سے آپ کی شخصیت نہیں گھٹ سکتی ان کی مثال بس ایسی ہے کہ ''مہ فشاند نور وسگ غوغو کند''

پانچویں مثال:۔

علامہ طحطاوی نے ذخائر المہمات کے حوالے سے لکھا ہے کہ الاشاعۃ کے مصنف نے بعض جاہل حنفیوں کا یہ دعویٰ کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں گے'' نقل کرکے اس کا شدید رد کیا ہے۔ اور ہندوستان کے ایک شیخ طریقت نے بھی اپنی ایک مشہور تصنیف میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے اور ان جہلاء کا شدید رد کیا ہے جو امام مہدی وعیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلیدِ امام اعظم کا نظریہ رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے سب سے پہلے یہ بیان کرتے ہیں کہ الاشاعۃ کا مصنف کون ہے؟ پھر یہ کہ شیخ طریقت اور ان کی تصنیف سے کیا مراد ہے پھر نفسِ مضمون پر تنقید فرماتے ہوئے اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

صاحب الاشاعۃ سے مراد سید محمد سعید عبد الرسول برزنجی مدنی شافعی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۰۳ھ ہیں۔ اور وہ ہندوستانی مصنف شیخ طریقت جن کی تصنیف مشہور ہے وہ شیخ مجدد سرہندی ہیں اور ان کی مشہور تصنیف مکتوبات ہے جو فارسی زبان میں ہے اور اس میں الاشاعت کی طرح مسئلہ مذکورہ کا رد جلد اول کے مکتوب ۲۸۲ میں ہے

۔ پھر جلد دوم مکتوب ۵۵ میں خود شیخ مجدد علیہ الرحمۃ نے اس قول کی یہ توجیہہ پیش کی ہے کہ:

''آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ، نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول مذہب امام ابی حنیفہ، عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد، (منتخب مکتوبات امام ربانی ص ۲۶۲ مکتوب جلد دوم مطبوعہ استنبول ترکی)

ترجمہ:۔ فصول ستہ، میں خواجہ محمد پارسا نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول کے بعد امام اعظم کے مذہب پر عمل کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذہب حنفی کی وہ تقلید کریں گے۔

علامہ طحطاوی نے اس بات کو مطلق لکھ کر رد کردیا جب کہ یہ بات بالکل بے اصل نہیں بلکہ اس کی اصل ہے، جیسا کہ حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے قول ثانی سے بخوبی واضح ہے البتہ بعض کا اسے تقلیدِ امام اعظم سے تعبیر کرنا غلط ہے اور ہوسکتا ہے یہ بھی امام اعظم کے حاسدین کا غلط پروپیگنڈہ ہو کہ بات تھی موافقتِ اجتہاد کی مگر اس کو تقلید سے بدل دیا تاکہ اس سے امام اعظم کی شان گھٹانے اور احناف کی تنقیص کرنے کی راہ ہموار ہو اور بعض مصنفین نے غلط فہمی و حقیقت ناشناسی میں اس رد کو مطلق نقل کرڈالا، یہ تو اعلیٰ حضرت کی طبع جوہر شناس تھی جس نے حقیقت کا کھوج لگا کر مسئلے کی صحیح نوعیت کو واشگاف کردیا، رحمۃ اللہ رحمت واسعہ آگے چل کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سلسلے میں مزید تفصیلات پیش کی ہیں جنہیں اصل کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

چھٹی مثال:۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں خزانہ میں ہے کہ جب ظہر کا وقت حد اختلاف میں داخل ہوجائے یعنی ہر چیز کا سایہ اس کی مثل

ہو جائے تو یہ وقت مکروہ ہے۔

اس متن کی توضیح یہ ہے کہ ظہر کے وقت میں اختلاف ہے کہ کب تک رہتا ہے امام اعظم کا قول ہے یہ ہے کہ زوال سے اس وقت تک کہ ہر چیز کا سایہ دگنا ہو جائے سایہ اصلی کے علاوہ مگر صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی علیہم الرحمۃ کا قول ہے کہ ہر چیز کا سایہ کے ایک مثل ہونے تک ہے سایۂ اصلی کے علاوہ، تو امام طحطاوی خزانہ کے حوالے سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ظہر کا وقت جب ایک مثل سے زیادہ ہو جائے تو حد اختلاف میں داخل ہو جانے کی وجہ سے مکروہ ہے اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارقام فرماتے ہیں۔

اسی کتاب حاشیہ طحطاوی کے صفحہ ۱۷۹ میں بحر الرائق کے حوالے سے یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ وقت ظہر میں حنفی کے نزدیک کوئی کراہت نہیں اور یہی بات زیادہ بہتر ہے جیسا کہ میں نے ردّ المختار شامی کے حاشیہ جد المختار میں اس مسئلہ پر تحقیقی بحث کی ہے۔(ملاحظہ ہو جد المختار جلد اول ص ۱۹۲۔ المجمع الاسلامی مبارک پور)

یہاں پر طحطاوی خود اپنی تصریح کے خلاف لکھ گئے تھے جس پر اعلیٰ حضرت نے تنبیہ فرمائی اور صفحہ و حوالہ کی نشاندہی فرمادی کہ کس صفحہ پر علامہ طحطاوی نے اس کے خلاف صحیح مسئلہ لکھا ہے اور کس کتاب کے حوالے سے، اس سے اعلیٰ حضرت کے تبحر واستحضار علمی کا پتہ چلتا ہے۔

ساتویں مثال:۔

علامہ طحطاوی تذکرۂ قرطبی کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں تو جب مؤمن آیۃ الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبور کو پہنچائے تو خدائے تعالیٰ ہر قبر کو مشرق سے مغرب تک نور سے بھر دیتا ہے اور ان کی قبروں کو کشادہ کر دیتا ہے اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبیوں کا ثواب دیتا ہے یہ ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کرتے ہیں اور ہر میت کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔

حضرت علامہ طحطاوی نے اس کو نقل کر کے برقرار رکھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابلِ اعتماد ہے مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں یوں لگتا ہے کہ یہ روایت ہوں ہی اِدھر اُدھر کی ہے یعنی اس روایت میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن سے اس کا پایۂ اعتبار ساقط ہونا واضح ہے۔

علامہ طحطاوی کی نظر جہاں نہ گئی اعلیٰ حضرت نے اس کو صاف محسوس کر لیا کہ یہ روایت قابلِ اعتماد معلوم نہیں ہوتی کہ واقعی بعض باتیں مثلاً مشرق سے مغرب تک تمام قبروں کی کشادہ کر دینا اور تمام جہاں کے مُردوں کے برابر ثواب ملنا اور ساٹھ نبیوں کا ثواب ملنا تو عجب تر ہے۔

لیکن پھر بھی اعلیٰ حضرت کا مقام و احتیاط ملاحظہ ہو کہ صاف لفظوں میں اس کو موضوع نہیں قرار دیا جیسا کہ غیر محتاط لوگوں کا طریقہ ہے اظہارِ تعجب کر کے سکوت اختیار کرتے ہیں کہ کسی حدیث کو موضوع بتانا آسان کام نہیں ہو سکتا کوئی ضعیف سے ضعیف سند اس کی موجود ہو اور اس ظاہر اشکال کا کوئی جواب بھی ہو جس کی طرف اپنی توجہ نہ ہو سکی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض احادیث واقعتاً مروی ہوں اور بعض الحاقی تو موضوع قرار دے دینے میں سب کی تغلیط لازم آئے گی اور موضوع و غیر موضوع کا تعین مشکل ہے بخاری شریف کتاب العلم کی حدیث ہے ''من کذب عَلَیَّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار'' یعنی جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔ تو جس طرح غیر حدیث کو حدیث بنانا کذب ہے اسی طرح حدیث کو غیر حدیث کہنا بھی بلکہ من وجہ یہ اس سے زیادہ سخت ہے، اس نکتے کو بہت سے لوگ نہیں سمجھتے اور حدیث کو موضوع کہنے میں بڑی بے باکی کا ثبوت دیتے ہیں۔

آٹھویں مثال:۔

تنویر الابصار متن درّ مختار میں ہے کہ اگر کسی شہر میں اسلامی حاکم نہ ہو تو وہاں کے باشندگان کسی قابل اعتماد آدمی کے قول پر روزہ رکھیں، علامہ طحطاوی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں نہ تو وہاں

قاضی ہو اور نہ ہی حاکم۔ (بحوالہ فتاویٰ ہندیہ)

اعلیٰ حضرت اس پر ارقام فرماتے ہیں جہاں حاکم نہ ہوں وہاں علماء حکمراں ہیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کی طرف رجوع کریں اور ان کا حکم مانیں اگر علماء زیادہ ہوں تو ان میں جو زیادہ علم والا ہو وہی والی ہوگا اور اگر سب علم میں برابر ہوں تو قرعہ اندازی کی جائے گی جس کا نام آئے گا اس کو حاکم مانا جائے گا اس مسئلے کی صراحت ''الحدیقہ الندیہ'' (مصنفہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ) میں موجود ہے۔

تنویر الابصار چونکہ متن ہے اس لئے اس پر اختصاراً صرف حاکم کا ذکر فرمایا جس میں ضمناً وہ لوگ بھی آگئے جو بجائے حاکم مانے جاتے ہیں۔ مثلاً قاضی اور عالم دین، اور جب یہ دونوں بھی نہ ہوں تو بستی کے قابل اعتماد دیندار شخص کی بات پر حکم ہوگا وہ جیسا حکم دے گا مسلمانوں پر اسی کے مطابق عمل لازم ہوگا تاکہ مسلمانوں کی اجتماعیت ٹوٹنے نہ پائے کیوں کہ اتحاد واتفاق ہی کا نام زندگی ہے اور اختلاف موت ہے۔ اس مسئلے کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے حاکم کی جگہ صرف قاضی کا ذکر کیا جس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کی پوری تفسیر کرتے ہوئے علمائے دین کو بھی حاکم قرار دیا اور (الحدیقہ الندیہ) کے حوالے سے اس کو مؤید بھی کر دیا اس سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی وقعیت نظر کا پتہ چلتا ہے۔

نویں مثال:۔

صاحب درّ مختار نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ حاکم تنہا رمضان المبارک کا چاند دیکھے تو اس کو اختیار ہے کہ خود لوگوں کو روزے کا حکم دے یا گواہ قائم کرے اس گواہ قائم کرنے پر حضرت علامہ طحطاوی حاشیہ لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کسی کو شہادت پر آمادہ کرے پھر وہ شخص گواہی دے کہ مجھے ایک آدمی نے خبر دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور اس نے مجھے شہادت دینے کی ترغیب دی ہے۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں بلکہ میرے نزدیک اس کا طریقہ یہ ہے کہ امام یا حاکم کسی کو اپنا نائب مقرر کرے پھر اس کے سامنے خود شہادت دے۔ یہاں اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ طریقۂ شہادت اور علامہ طحطاوی کے طریقۂ شہادت میں جو نمایاں فرق ہے وہ اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔

دسویں مثال:۔

باب الہدی میں علامہ طحطاوی نے بحرالرائق کے حوالے سے ایک روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ روایت عباس بن مرداس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے کیوں کہ یہ منکر الحدیث اور ساقط الاحتجاج یعنی غیر معتمد ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس پر ارقام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے سبقت قلم سے انہوں نے ایسا لکھ دیا ورنہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں اور ان کے بارے میں کسی نے ایسی کوئی بات نقل بھی نہیں کی ہاں ابن حبان کا قول ان کے بیٹے حضرت کنانہ کے بارے میں ہے مگر ان کے قول میں خود اختلاف ہے کہ ایک جگہ تو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور پھر ثقات میں بھی ذکر کیا جس سے ان کی توثیق معلوم ہوتی ہے جس طرح علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فرز جان پر بھی اعلیٰ حضرت کی نظر بڑی کڑی تھی ضعیف وثقہ ہر طرح کے راویانِ حدیث کے حالات ہمہ وقت متحضر رہتے تھے۔

گیارہویں مثال:۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں بعض لوگوں کے نزدیک غیر انبیاء پر خلیفۃ اللہ کا طوق جائز نہیں کیوں کہ ان کے نزدیک یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ قرآن پاک میں حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے خلیفہ آیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں حدیث پاک میں حضرت امام مہدی کے لئے خلیفۃ اللہ کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوا کہ غیر انبیاء پر بھی اس لفظ کا اطلاق جائز ہے۔

بارہویں مثال:۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اگر عورت باوجود (حیض ونفاس سے) پاک ہونے کے خاوند کے پاس اس کے بلانے سے نہ آئے تو خاوند کو اسے سزا دینے کا حق ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں مناسب تھا کہ ایسے مرض سے سلامتی کی بھی قید لگائی جاتی جس کے ساتھ جماع مناسب نہیں یا نقصان دہ ہے اسی طرح بلوغ کی شرط بھی ضروری تھی۔

تیرہویں مثال:۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو خط لکھے اور اس میں لکھے کہ اس کی پشت پر جواب لکھ دو تو مکتوب الیہ کے لئے اس کاغذ کا لوٹانا ضروری ہے اور اس میں تصرف کا حق نہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اسی طرح اگر اسی مکتوب میں لکھا کہ پڑھ کر فلاں کو پہنچا دو تو مکتوب الیہ کے لئے اس میں تصرف جائز نہیں اب یا تو وہ کاتب کی طرف لوٹا دے یا اس کی طرف پہنچا دے (جس کو کہا ہے) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحریروں میں تفریع مسائل اور استخراج احکام کی بھی بے شمار مثالیں ملتی ہیں یہ تفریع کی ایک بہترین مثال ہے

چودہویں مثال:۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں بدعتی یعنی بد مذہب کی تکفیر میں اختلاف ہے اگر بد مذہب کی بد مذہبی کفر تک پہنچ چکی ہے اور اس کی کوئی صحیح تاویل ممکن نہیں تو بالا جماع اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (یعنی اس کے کافر ہونے کوئی اختلاف نہیں) البتہ جس کی بد مذہبی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو تو س کے بارے میں اختلاف ہے (یعنی بعض نے اس کو بھی کافر کہا ہے اور بعض نے نہیں) علامہ ابن ہمام نے شرح ہدایہ (فتح القدیر) میں فرمایا کہ اہلِ مذاہب کے کلام میں ایسے بہت سے لوگوں کی تکفیر ثابت ہے لیکن یہ ان فقہاء کا کلام نہیں جو منصب اجتہاد پر فائز ہیں اور جو مجتہد نہ ہو اس کا اعتبار نہیں فقہائے مجتہدین سے عدم تکفیر ہی ثابت ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں غیر مجتہد کا قول اس وقت معتبر نہیں جب وہ مجتہدین فقہاء کے اقوال کے خلاف ہو، اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علامہ طحطاوی کے اس کلیہ کا ردّ فرمایا ہے کہ غیر مجتہد کا اعتبار نہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں یہ اس وقت صحیح ہے جب کہ مجتہدین کی تصریحات کے خلاف جیسا کہ مذکورہ مسئلے میں لیکن مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں کہ جو منصبِ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس کا قول معتبر نہیں اگر ایسا ہو تو پھر ہر زمانے میں مجتہد کا ہونا لازم آئے گا اور نہ ہونے کی صورت میں حوادثِ فتاویٰ میں مکمل سکوت لازم ہوگا جس کا کوئی فقیہ تو کیا کوئی مسلم بھی قائل نہیں ہوسکتا۔ علامہ طحطاوی نے یہ فرمایا ہو کہ اس مسئلے میں غیر مجتہد کا قول معتبر نہیں اور ناقل نے اس کو چھوڑ دیا ہو اور خود علامہ طحطاوی سے بھی تسامح کا امکان ہے اس تعلیق سے اعلیٰ حضرت کی تصحیح مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

پندرویں مثال:۔ جانور کے بعض اجزاء جن کا کھانا مکروہ ہے ان کے ذکر کے بعد علامہ طحطاوی فرماتے ہیں اسی طرح وہ خون بھی مکروہ ہے جو گوشت سے نکلتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ردّ المحتار (یعنی جس پر علامہ طحطاوی کا حاشیہ ہے) اس میں وَالدَّمُ الْمسفُوح آیا۔ نیز وہ خون جو ذبح کے بعد رگوں میں رہ جاتا ہے وہ مکروہ نہیں اور اسے خود علامہ طحطاوی نے مسائل شتی میں ذکر فرمایا ہے۔ لہذا علامہ طحطاوی کا دم اللحم کے بارے میں کراہت کا فتویٰ خود ان کی تصریح کے مطابق صحیح نہیں اس کا تعلق بھی اعلیٰ حضرت کی تصحیح مسائل سے ہے۔

سولہویں مثال:۔ علامہ طحطاوی نووی کے حوالے سے فرماتے ہیں ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہے اور صرف صبح عصر کی نماز کے بعد کے شرعی تخصیص نہیں۔ (یعنی جیسے ہر ملاقات کے بعد مصافحہ مستحب ہے اسی طرح صبح وعصر کی نماز کے بعد مستحب ہے۔ اور یہ عصر وفجر سے خاص نہیں بلکہ ہر نماز کے بعد مستحب ہے کیوں کہ نماز کے بعد تجدید ملاقات ہوئی) پھر علامہ طحطاوی امام ابوالحسن بکری کا قول نقل کرتے ہیں کہ شاید اس زمانے میں لوگوں کی یہ عادت رہی ہو۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں یعنی فجر وعصر کے ساتھ تخصیص اس زمانے (یعنی امام نووی کے زمانے) میں لوگوں کی عادت رہی ہو اس تعلیق میں اعلیٰ حضرت بہ صراحت فرمارہے ہیں نماز کے بعد خصوصاً فجر وعصر کے بعد مصافحہ امام نووی کے یا ان کے ماقبل کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور یہ درست ہے گویا علامہ طحطاوی کی تائید وتوثیق فرمارہے ہیں۔ علامہ طحطاوی صراحت فرماتے ہیں کہ امام نووی کے زمانے کے لوگوں کی عادت تھی کہ وہ صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں علامہ طحطاوی کا یہ قول امام ابوالحسن بکری کے کلام کے تتمہ ہے ورنہ تمام نمازیں اسی طرح ہیں یعنی ہر نماز کے بعد مصافحہ مستحب ہے۔

واضح رہے کہ امام نووی (متوفی ٦٧٦) کا زمانہ ساتویں صدی ہجری کا ہے جس سے ثابت ہوا کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج آج کا نیا نہیں۔ قدیم زمانے سے بزرگانِ دین اور علماء وفقہاء اس پر عامل رہے باوجود یہ کہ بعدیت نماز کی تخصیص شرعی نہیں مگر حکم عام سے خارج بھی نہیں۔

حاشیہ طحطاوی پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی تعلیقات کے چند نمونے پیشِ خدمت ہوئی امید ہے کہ اس سے اہل علم و دانش نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حواشی وتعلیقات کی کیا حیثیت ہے اور ان کا مقام کیا ہے اور یہ کہ جب تک یہ حواشی منظرِ عام پر نہیں آتے اصل کتابوں سے استفادہ کرنے والے بعض ان مقامات پر جہاں مصنفین سے تسامحات واقع ہوئے ہیں غلط فہمی کا شکار ہوں گے بلکہ کتنے مفتی حضرات تو ان تعلیقات کے پیش نظر نہ ہونے کی وجہ سے افتاء بھی کر بیٹھیں گے لہذا یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ گرامی ہمارے لئے ہی نہیں پورے عالمِ اسلام کے لئے ایک نعمت کبریٰ اور آفتاب عالم تاب کی حیثیت رکھتی ہے جس کی کرنوں کا سارا عالم بھکاری ہے۔ ان شاء اللہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصانیف جس قدر دنیا والوں کے سامنے آتی جائیں گی آپ کی عظمت کا اسی قدر احساس بڑھتا جائے گا۔ آج عالم میں امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف عام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

فقہ حنفی کے اساسی قواعد اور فتاویٰ رضویہ

پروفیسر محمد دلاور خان*

عربی زبان میں قاعدہ کے لغوی معنی کسی عمارت کی بنیاد کے ہیں اس لئے ہودہ کے نیچے لگائی جانے والی لکڑیوں کو بھی قواعد کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی ہودہ کے لئے بمنزلہ بنیاد ہیں کسی مملکت کے دارالحکومت کو بھی قاعدہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی مملکت کی بنیاد کی طرح اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ قاعدہ اسی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(۱)

قواعد کی اصطلاحی تعریف:۔

اَلامرالکُلّیّ الّذِیْ یَنْطَبِقُ عَلَیْهِ جُزْئیَاتٌ یُفْهَمُ اَحْکَامُهَا مِنْهَا (۲)

ترجمہ ''قاعدہ سے مراد وہ کلی امر ہے۔ جس پر جزئیات منطبق ہوتی ہوں اور ان جزئیات کے احکام اس سے سمجھے جانے ہوں''۔

حُکْمٌ کُلِّیٌ یَنْطَبِقُ عَلیٰ جَمِیْعِ جُزْئیَاتِهِ لِتُعَرَّفَ اَحْکَامُهَا مِنْهُ (۳)

ترجمہ ''ایسا کلی حکم جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے تا کہ ان کے احکام اس سے پہچانے جائیں''

حُکْمٌ اَغْلَبِیٌّ یُتَعَرَّفُ مِنْهُ حُکْمُ الْجُزْئیَاتِ الْفِقْهِیَّةِ مُبَاشِرَةً (۴)

ترجمہ '' قاعدہ فقہیہ سے مراد وہ اغلبی حکم ہے جس سے جزئیات فقہیہ کے احکام بلاواسطہ پہچانے جاتے ہیں''

قاعدہ اور ضابطہ کا فرق:

قاعدہ اور ضابطہ اس اعتبار سے مترادف ہیں کہ ہر دو کے تحت فقہی احکام درج ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود ان دونوں میں دقیق سا فرق ہے قاعدہ عام ہوتا ہے جو فقہ کے تمام یا بہت سے ابواب کے متعلق جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔ مثلاً یہ قاعدہ **الا مور بمقا صد ها** ''معاملات کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے'' یہ قاعدہ فقہ کے تقریباً تمام ابواب میں پھیلی ہوئی جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔ مثلاً وضو۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نکاح۔ طلاق۔ خرید و فروخت غرض یہ کہ یہ قاعدہ ہر جگہ منطبق دکھائی دیتا ہے اور ہر جگہ اس سے استدلال کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس کے برعکس فقہاءِ متاخرین کی اصطلاح میں ضابطہ فقہ کے کسی ایک باب سے متعلق خاص ہوتا ہے۔ مثلاً، ہر وہ جس کا سجدہ نماز میں اعتبار کیا جاتا ہے اسی کا سجدہ تلاوت میں بھی اعتبار کیا جائے۔ یہ ضابطہ ہے۔ کیونکہ یہ صرف باب الصلوٰۃ کے ساتھ خاص ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاعدہ اور ضابطہ میں نسبتیں عموم وخصوص مطلق پائی جاتی ہیں۔

قواعد کی اقسام:

قواعدِ متفقہ: ان سے مراد ایسے قواعد ہیں جن میں صیغہ استفہام مذکور نہ ہو۔ ان پر مذاہب اربعہ یا ایک مذہب کے تمام محققین کا اتفاق

*اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج آف ایجوکیشن۔ قاسم آباد کراچی

ہو۔ اگر چہ بعض قواعد کے تحت بیان ہونے والے مسائل میں ائمہ کے مابین اختلاف موجود ہو۔ جیسے ''اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِ ھَا'' ''اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ'' ''اِعْمَالُ الْکَلَامِ اَوْلٰی مِنْ اِھْمَالِہٖ'' قواعدِ متفقہ میں سے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے ''القوعد الکلیہ'' ابو سعید الخادمی نے ''مجامع الحقائق'' اور ابن مالھادی نے ''مغنی ذوالافھام'' میں اس نوع کے قواعد تحریر کئے ہیں۔

قواعدِ مختلفہ: ان سے مراد ایسے قواعد ہیں جس میں صیغۂ استفہام یا ایسا قرینہ مذکور ہو جو ائمہ اربعہ یا ایک مذہب کے محققین کے مابین ان کے مختلف فیہا ہونے کی دلیل ہو۔ اور پھر ان کے تحت بیان ہونے والے مسائل فرعیہ میں اختلاف ظاہر ہو مثلاً ''ھَلِ الْعِبْرَۃُ بِصِیَغِ الْعُقُوْدِ اَوْمَعَانِیْھَا'' ''ھَلِ الْعِبْرَۃُ بِالْحَالِ اَوْ لِمَآلِ'' ''اَلنَّادِرُھَلْ یَلْحَقُ بِجِنْسِہٖ اَوْ بِنَفْسِہٖ'' قواعد مختلفہ میں سے ہیں۔ اس نوع کے قواعد کتب فقہ میں کثیر پائے جاتے ہیں۔ اور کسی بھی مسئلہ میں اختلاف کے اسباب بیان کرتے وقت اکثر فقہا کی زبان پر استدلال ہوتے ہیں۔ ابن الحاجب نے ''المختصر الفقھی'' میں اس نوع سے متعلقہ قواعد لکھے ہیں۔

بنیادی قواعد: بنیادی قواعد سے مراد وہ اساسی قواعد ہیں جن سے بہت سے فروعی احکام متعدد فروعی قواعد نکلتے ہیں لیکن وہ خود کسی دوسرے قاعدے سے ماخوذ نہیں ہوتے۔

فروعی قواعد: فروعی قواعد سے مراد وہ قواعد ہیں جو کسی بنیادی اور اساسی قاعدے کی ذیلی تشریحات کے ضمن میں آتے ہیں یا اس کی کسی فروعی بحث سے اعتناء کرتے ہیں۔

ماخذ قواعد: اگر قواعدِ فقہیہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے ماخذ و مصادر درج ذیل ہیں۔

قرآن:۔

بعض قواعد فقہیہ قرآن مجید کی نص سے ماخوذ ہیں۔ جیسا کہ ''اَلْمَشَقَّۃُ تَجْلِبُ التَّیْسِیْرَ'' (مشقت آسانی لاتی ہے) تو اس کا ماخذ یہ ارشادِ خداوندی ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (والانشرح:۶) ''بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے''۔

حدیث:۔

بعض قواعد ایسے ہیں۔ جو براہِ راست حدیث مبارکہ سے لفظاً یا معناً ماخوذ ہیں۔ مثلاً ''لاضرر ولاضرار'' (نہ نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ) یہ قاعدہ بعینہ حدیث کے الفاظ ہیں مثلاً ''الا مو رُ بمقا صدھا'' معاملات کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہے۔ یہ قاعدہ صراحتاً حدیث نبوی سے معناً ماخوذ ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''انما الاعمال بالنیات'' اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

صحابہ کرام کے فتاویٰ:۔

اشباہ ونظائر فروق اور قواعد فقہیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قواعد کی دریافت کا کام دورِ صحابہ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ان قواعد میں بہت سے اہم قواعد براہِ راست صحابہ کرام کے وضع کردہ ہیں۔ صحابہ کرام کے فقہی استدلال کی ایسی بہت سی مثالیں حدیث تفسیر اور فقہ کی کتب میں موجود ہیں ان مثالوں پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ عمومی اصول و قواعد فقہیہ جو بہت بعد میں اپنی موجودہ عبارتوں میں مرتب ہوئے اپنی ابتدائی شکل میں صحابہ کرام کے سامنے موجود تھے اور صحابہ کو اس کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ اصول باقاعدہ شکل میں مدون کئے جائیں یا انہیں کسی خاص عبارت کا جامہ پہنایا جائے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں تالاب کے قریب

اترے حضرت عمر بن العاص بھی ہمراہ تھے انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں درندے تو پانی نہیں پیتے حضرت عمر نے لوگوں کو روک دیا کہ نہ بتانا۔اس سے مستنبط ہونے والے دو اصول (قواعد فقہیہ)

(۱) الاصل فی الاشیاء اباحۃ کہ شے میں اصل مباح ہوتا ہے (۲) اگر ظاہر حالت صحیح ہے تو تفحص اور جستجو پر ہم مکلف نہیں ہیں (۵)

فقہاءِ کرام:۔صحابہ کرام کے اس اسلوب استدلال کو تابعین نے آگے بڑھایا جیسے جیسے فقہاءِ تابعین مختلف شرعی احکام پر غور کرتے گئے تو قرآن وحدیث میں ملتے جلتے جزئی احکام متشابہ مثالوں کو دریافت کیا پھر استقرائی طریقے کو بروئے کار لاتے ہوئے ان نصوص سے فقہی قواعد وضع کئے۔اس طرح ارتقائی طور پر یہ عمل فقہ اسلامی کا ایک روشن باب قرار پایا اور جس نے رفتہ رفتہ باقاعدہ ایک منظم علم وفن کی صورت اختیار کرلی۔

قواعد فقہیہ کی ضرورت واہمیت:

☆ یہ قواعد اسلامی قانون سازی کی صحیح روح کی حفاظت کرتے ہیں۔

☆ قواعد کلیہ کے مطالعہ سے فقہ اسلامی میں گہرائی حاصل ہوجاتا ہے

☆ قواعد کلیہ کے مطالعہ سے فقہی احکام سے ایک نوعہ مناسبت پیدا ہوجاتی ہے۔

☆ منتشر ومتفرق فقہی مسائل کو مرتب ومنضبط کرنے اور انہیں ایک مربوط قانونی نظام کے تحت لانے میں مدد ملتی ہے۔

☆ فقہی احکام کی پشت پر جو عمومی انداز فکر کارفرما ہے اس سے ایک عمومی واقفیت پیدا کرنے کے لیے ان قواعد کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

☆ جب کسی فقیہ کو فروعی مسائل میں کوئی دلیل و حجت نہ ملے تو یہ قواعد مسائل کی صحیح حکمت معلوم کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔

☆ فروع وجزئیات چونکہ بے شمار ہیں اس لئے ان سب کے تفصیلی دلائل یاد کرنا اور مستحضر رکھنا مشکل ہے۔اگر قواعد کلیہ اور ان کے ماخذ و دلائل سے ایک بار واقفیت پیدا ہوجائے تو ان کے تحت آنے والے فروغ وجزئیات کی جڑ ہاتھ آجاتی ہے۔

☆ یہ قواعد فقہ کے لٹریچر کے معتبر اور مسلم اصول ہیں اور فقہائے کرام کے طرز استدلال سے واقف ہونے کے لئے ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔

☆ قواعد کلیہ سے واقفیت کے بعد انسان کے لئے روزمرہ زندگی میں شریعت کے نقطۂ نظر کو جاننا اور اپنے معاملات پر منطبق کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

''ابن نجیم المصری الحنفی'' اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں۔

''یہ قواعد دراصل فقہ کے اصول ہیں اور ان ہی کے ذریعے ایک فقیہ درجہ اجتہاد پر فائز ہوتا ہے ان کی تدوین فقہائے کرام کیلئے باعث فخر ہے اس کے بعد ابن نجیم فرماتے ہیں۔ہمارے ساتھیوں (حنفی علماء) کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اس معاملے میں سبقت کی اور دوسرے لوگوں نے ان کی پیروی کی اور وہ خود فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ میں ہیں۔''(۶)

علامہ شہاب الدین القرافی مالکی (متوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی مشہور کتاب انوار البروق فی انوار الفروق میں تقریباً ۵۴۸ قواعد جمع کئے ہیں اور قاعدے کو اس کے مناسب فروعی مسائل کے ذریعے واضح کیا ہے قرافی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''اسلامی شریعت چند اصول وفروع پر مشتمل ہے اس کے

اصول کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اصول فقہ ہیں، دوسری قسم وہ کلیہ قواعد فقہیہ ہیں جن کی تعداد بہت ہے اور وہ شریعت کے اسرار ورموز کو سمجھنے میں بہت مدد دیتے ہیں ہر قاعدہ کے ماتحت بے شمار فروعی مسائل ہیں یہ قواعد فقہ میں بہت اہم اور مفید ہیں اور فقیہ جس قدر ان قواعد کا احاطہ کر سکے گا اسی قدر اُسکی منزلت بڑھے گی اور فقہ کی رونق نمایاں ہوگی انہی قواعد کے ذریعے فتاویٰ کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں اور انہی کی بدولت اہل علم کی ایک دوسرے پر فوقیت ظاہر ہوتی ہے۔ علماء کا یہ قدیم مقولہ ہے۔ جو اصول فقہ کو پیش نظر رکھے وہ منزل تک پہنچ سکتا ہے اور جو قواعد کو پیش نظر رکھے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا ہے''۔(۷)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ فقہ اسلامی کے سارے ذخیرہ میں قواعد کلیہ کو نہایت اہم مقام حاصل ہے اور علمی طور پر ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص قواعد کلیہ میں جتنا درک اور بصیرت حاصل کرے گا اتنا ہی اس کو فقہ اسلامی پر عبور حاصل ہوگا اور اس کی فقہی آراء میں اتنی ہی پختگی پیدا ہوگی۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص قواعد کلیہ کو نظر انداز کر کے محض جزئیات اور فروعی مسائل کو یاد کرنے میں لگے گا اس کو بڑی مشکلات، دقتوں اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لئے کہ اس کو جو جزئی مسائل اور فروعی احکام یاد کرنے پڑیں گے وہ لاتناہی ہوں گے۔ لیکن جو شخص پہلے قواعد کلیہ پر عبور حاصل کر کے پھر جزئیات کی طرف جائے گا اسے اکثر و بیشتر صورتوں میں جزئیات کو الگ الگ یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، اس لئے کہ بہت سی جزئیات تو انہی کلیات کے اندر آ جائیں گی جن پر وہ پہلے ہی حاوی ہو چکا ہوگا۔ اس طرح بہت سے ایسے معاملات و مسائل جو دوسروں کو ایک دوسرے سے الگ الگ اور جدا جدا نظر آتے ہیں وہ اس شخص کو ایک مربوط اور متناسب اسکیم میں مندرج ہونے کی وجہ سے بسہولت یاد رہیں گے''۔(۸)

مصر کے مشہور عالم حسن احمد الخطیب رقم طراز ہیں۔ ''یہ فقہ اسلامی کے اہم قواعد ہیں جو شریعت کے ایسے مکمل اصول وضوابط ہیں کہ تمام مسائل واحکام ان سے ماخوذ ہو سکتے ہیں اور موجودہ مغربی قوانین ان سے افضل نہیں ہیں۔ مگر ہمارے قانون دان حضرات انہی پر فریفتہ ہیں اور وہ اسلامی قانون پر قدامت اور جمود کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ جمود اور کوتاہی کے ہم ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے ورنہ اسلامی شریعت بالکل صحیح وسالم حالت میں ہے اور اسی کے اصول وقواعد عقل کے مطابق ہیں اور عدل وانصاف پر ان کی بنیاد قائم ہے وہ قواعد ایسے لچک دار ہیں کہ اگر فروعی احکام اور اجتہادی مسائل کو ان پر منطبق کیا جائے تو ان کے اندر ہر دور میں قوموں کے حالات کے مطابق تبدیل ہونے کی صلاحیت موجود ہے''۔(۹)

قواعد فقہ کی تدوین میں فقہائے احناف کی خدمات:۔

امام محمد بن الحسن الشیبانی۔ تاریخ فقہ اسلامی کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ قواعد فقہیہ اور اس سے ملتے جلتے موضوعات، الفروق، ضابطہ، اصول اور کلیہ پر سب سے پہلے حنفی فقہا نے تحقیق اور تدوین پر بھرپور توجہ دی اس سلسلے میں جس فقیہ کی تحریروں میں اس موضوع پر باقاعدہ مباحث ملتے ہیں ان میں سرفہرست امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی ہیں ان کی کتب مثلاً الجامع الکبیر، کتاب الاصل اور کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ میں جا بجا ایسی بحثیں کیا ہے قرانی اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

''اسلامی شریعت چند اصول وفروع پر مشتمل ہے اس کے اصول کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اصول فقہ ہیں، دوسری قسم وہ کلیہ قواعد فقہیہ ہیں جن کی تعداد بہت ہے اور وہ شریعت کے اسرار ورموز کو سمجھنے میں بہت مدد دیتے ہیں ہر قاعدہ کے ماتحت بے شمار فروعی مسائل ہیں یہ

قواعد فقہ میں بہت اہم اور مفید ہیں اور فقیہ جس قدر ان قواعد کا احاطہ کر سکے گا اسی قدر اُسکی منزلت بڑھے گی اور فقہ کی رونق نمایاں ہوگی انہی قواعد کے ذریعے فتاویٰ کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں اور انہی کی بدولت اہل علم کی ایک دوسرے پر فوقیت ظاہر ہوتی ہے۔ علماء کا یہ قدیم مقولہ ہے۔ جو اصول فقہ کو پیش نظر رکھے وہ منزل تک پہنچ سکتا ہے اور جو قواعد کو پیش نظر رکھے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا ہے''۔(۷)

موجود ہیں جن سے قواعد فقہیہ کو منظم کرنے میں بڑی مدد ملی۔ امام محمد کی ان تاریخ ساز فقہی بحثوں کا اثر تھا کہ حنفی فقہا کے طبقہ مقدمین نے قواعد فقہیہ کے علم کو باقاعدہ ایک شکل دے دی۔ حنفی فقہا ہی سے یہ علم دوسرے فقہی مکاتب میں منتقل ہوا اور انہوں اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق اس کو ڈھال لیا شروع میں ان قواعد کے۔ نئے اصول کا لفظ اختیار کیا گیا تھا۔

امام ابوالحسن کرخی:۔(متوفی ۳۴۰ھ) آپ نے قواعد فقہیہ پر سب سے پہلے باقاعدہ رسالہ اصول کرخی ترتیب دیا۔ اصول کرخی کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں قواعد، ضوابط، اصول، اور کلیات سب شامل ہیں اس رسالے میں ۳۹ قواعد فقہیہ واصولیہ شامل ہیں۔

امام ابوزید عبیداللہ بن عمر الدبوسی (متوفی ۴۳۰ھ) امام ابوالحسن کرخی کے بعد اس فن میں سب سے اہم کام ابوزید دبوسی کا ہے جو اپنے زمانے کے نہایت نامور حنفی فقیہ تھے آپ نے ۸۱ موضوع پر کتاب تاسیس النظر مرتب کی اس کتاب میں قواعد فقہیہ کے ساتھ ساتھ مختلف قواعد کے تحت آنے والے احکام کی بھی مثالیں دیں اور اس طرح مختلف فقہی ابواب کے تحت مسائل منضبط کرنے والے، بعض اہم ضوابط بھی اس کتاب میں درج کئے ہیں۔

امام ابوحفص عمر بن محمد النسفی (متوفی ۵۳۷ھ) آپ نے امام کرخی کے رسالہ اصول کرخی کی شرح تحریر کی انہوں نے ہر قاعدہ کے تحت ایک یا چند صورتوں میں ایک سے زائد مثالیں دے کر ان اصول کی افادیت بڑھادی۔

علامہ زین العابدین ابراہیم ابن نجیم المصری (متوفی ۹۷۰ھ) آپ نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں قواعد کلیہ، فروق الاشباہ والنظائر وغیرہ سے ملتے جلتے علوم پر بحث کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو سات حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ کو فن کا نام دیا ہے۔

علامہ محمد ابوسعید الخادمی (متوفی ۱۱۷۶ھ) اصول فقہ پر ایک کتاب مجامع الحقائق تحریر کی جس کے آخری باب میں قواعد فقہیہ سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ایک سو چون قواعد فقہیہ درج ہیں پھر مولف نے بذات خود اس کی شرح **منافع الدقائق فی شرح مجامع الحقائق** کے نام سے شائع کی۔

مجلہ الاحکام العدلیہ۔ اُسے سلطنت عثمانیہ کی علماء کونسل نے مرتب کیا۔ قواعد فقہیہ کے فروغ میں مجلّہ نے اہم کردار کیا ہے اس میں ابن نجیم اور خادمی وغیرہ کے ہاں جو موتی بکھرے ہوئے تھے ان سب کو یکجا کر کے 99 قواعد کی صورت میں مرتب کیا۔ اس مجلّہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بہت سے اہل علم نے اس کی شرحیں مرتب کیں جن میں خالد الاتاسی، علی حیدر، منیر القاصی، یوسف آصاف، سلیم بن رستم باز لبنانی مسیحی کی شرحیں زیادہ مشہور ہیں۔

مفتی دمشق شیخ محمود حمزہ (متوفی ۱۳۰۵ھ) آپ نے ایک جامع کتاب **الفوائد البھیہ فی القواعد والفوائد الفقھیہ** کے نام سے مرتب کی اس کتاب میں بیان کردہ قواعد وضوابط کی کل تعداد اڑھائی سو ہے مفتی صاحب نے قواعد کے ساتھ ساتھ ۶۳۶ فوائد بھی ذکر کئے ہیں اس طرح قواعد وفوائد کی کل تعداد ۸۸۶ ہے مصنف نے فائدہ کا لفظ

قریب قریب ضابطہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔

سرزمین تصوف برصغیر پاک و ہند کو یہ عزوشرف حاصل ہے کہ یہاں کی روحانی فضاؤں میں فقہ حنفی کا پودا شجر سایہ دار رہا۔ جس کے فکر وفن اور عقل ونقل کے فرحت بخش جھونکوں نے تشکک اور جمود کی پرخار وادی میں متلاشیان حق کے سرگرداں راہیوں کو سایہ عاطفت بخشا علمی تشنہ لبوں کو اس فقہ نے حقائق و معارف کے بحر بےکنار سے ایسا سیراب کیا کہ انہیں دیگر مذاہب کی طرف نگاہ اُٹھانے سے بے نیاز کر دیا اس مردم خیز خطے میں امام ابوحنیفہ کے حقیقی جانشین کا تاج فقیہ اسلام احمد رضا حنفی قادری کے سر کی زینت بنتا ہے۔ آپ نے فقہ حنفی کے فروغ ودفاع کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا قرار دیا۔ اس لیے آپ کی تحریرات میں رنگ نعمانی کی جولانیوں کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں ہیں۔ اس عظیم الشان شاہکار کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکارہ ہوتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند کی طویل تاریخ میں یہ پہلا انفرادی فقہ حنفی کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس کا محور ومرکز دلائل و براہان، جامعیت، مقصدیت، بصیرت اور افادیت ہے۔ شاہ احمد رضا حنفی قادری نے چمنستان نعمانی کی آبیاری کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اس کا اعتراف شرح صدر کے ساتھ فقہاء عرب وعجم نے کچھ اس طرح کیا ہے

مکہ مکرمہ کے فاضل جلیل حضرت سید اسمٰعیل بن سید خلیل نے فرمایا:

واللہ اقول الحق والحق اقول انه لو راها ابو حنيفه النعمان لا قرت عينه و يجعل مو لفها من جملة الا اصحاب ''میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر اس (فتاویٰ رضویہ) کو امام ابوحنیفہ ملاحظہ فرماتے تو آپ کی چشم ٹھنڈی ہوتی اور مولف اعلیٰ حضرت کو اپنے اصحاب (امام محمد وزفر) کے زمرے میں شامل کر لیتے''۔(۱۰)

مسند نشین حنفیت شیخ الاسلام احمد رضا قادری کے بارے میں مولانا عبدالحئی لکھنوی رقم طراز ہیں۔ یندر نظیره فی عصره فی الا طلاع علی الفقه الحنفی و جزئیات الخ ''فقہ حنفی اور اسکی جزئیات پر امام احمد رضا کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے ان کی دلیل ان کا فتاویٰ ہے''۔(۱۱)

مولانا محمد زکریا پشاوری نے حضرت محمد امیر شاہ جیلانی کو فتاویٰ رضویہ کا نسخہ پیش کرتے ہوئے فقہ حنفی کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''اگر احمد رضا خان بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتے تو حنفیت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی'' (۱۲)

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب نقشبندی عالم وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ان کو (امام احمد رضا) دین و شریعت کی حفاظت و بقا کے لئے جلوہ گر فرمایا انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ اور امام بخاری کی یادوں کو تازہ کر دیا''۔(۱۳)

پروفیسر ڈاکٹر ابوذر رواجدی (جامعہ کراچی) کہتے ہیں ''جب (امام احمد رضا) فقہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ شبیہ امام ابو حنیفہ دکھائی دیتے ہیں'' (۱۴)

پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خان (جامعہ سندھ) رقم طراز ہیں کہ ''آپ (امام احمد رضا) کے زمانے میں ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پر امام اعظم ابو حنیفہ سے کوئی روایت موجود نہ تھی تو آپ نے اصول وفروع میں اتباع امام اعظم کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا''۔(۱۵)

پروفیسر محمد ایوب قادری آپ کی فروغ حنفیت کی خدمات کا اعتراف یوں کرتے ہیں ''اگرچہ فاضل بریلوی تمام علوم متداولہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے مگر فقہ میں کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا۔ ان کی فقہی جامعیت کا

اندازہ ان کے فتاویٰ سے ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے حنفیت کی بڑے زور و شور سے تبلیغ و اشاعت کی'' (۱۶)

سراج الفقہا امام اعظم ابوحنیفہ کے اجتہاد و استدلال کی روشنی میں آپ کے تلامذہ رشید نے قواعد فقہیہ کو مدون کر کے انہیں باقاعدہ ایک منظم علم کے سانچے میں ڈھالا اور مفکر اسلام احمد رضا حنفی قادری نے تغیر زمان و مکان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نئے پیچیدہ مسائل پر انہی قواعد کا اطلاق کر کے انسانی ضروریات کی تکمیل کا فریضہ سرانجام دیا۔ قواعد سے مسائل کا استخراج کرانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں لیکن آپ کو اس فن کے اطلاق اور مستثنیات پر کامل ملکہ حاصل تھا اس ملکہ کی حقانیت کا اظہار صاحبزدہ وجاہت رسول قادری یوں کرتے ہیں:

''(شیخ احمد رضا حنفی قادری کی)'' شان اجتہاد ایسی کہ ہر مسئلے میں پہلے اصول دیتے ہیں۔ کلیہ پیش کرتے ہیں اصول کے تحت جزئیات پیش کرتے ہیں اور اس بات سے پوری طرح واقف ہیں کون کون سی جزئیات کن کن اصولوں کے تحت ہیں۔ (۱۷)

علامہ محمد احمد مصباحی (انڈیا) اسی حقیقت کی شہادت اس طرح دیتے ہیں۔ ''امام احمد رضا اقدس سرہ کبھی بہت سے جزئیات کی روشنی میں کوئی ضابطہ اور عام قاعدہ وضع کرتے ہیں اور کبھی مقررہ اصول و قواعد پر تنبیہ کرتے اور کبھی نصوص کی روشنی میں قواعد وضع کرتے ہیں ان سب کے شواہد ان کے فتاویٰ میں کثرت سے ملیں گے''۔ (۱۸)

فقہ حنفی کے اساسی قواعد کے چند شواہد فتاویٰ رضویہ سے ملاحظہ ہوں:

قاعدہ : الاصل فی الاشیاء الاباحۃ .

جو شخص ضروریات دین مذکورہ (علم دین، فقہ، حدیث، تفسیر اور عربی زبان) سے فراغ پا کر اقلیدس حساب، مساحت جغرافیہ وغیرہ وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح قائم ہوگا جب اُس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔ (۱۹)

قاعدہ : من ابتلی ببلستین اختارا هو نهما

ذریعہ رزق تمام وکمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اس کے اہل وعیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح نہیں مل سکتا تو اس نا قابلِ برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو اور اگر کسی مال دار شخص کے سوا دو سو روپے کسی نے دبا لیے تو اس کے لئے صریح جھوٹ کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مال دار پر ایسا گراں نہیں حدیث سے ثابت ہے اور فقہ کا قائدہ مقررہ بلکہ عقل ونقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ'' من ابتلی ببلتین اختارا هو نهما " جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو اور ان میں جو آسان ہو اسے اختیار کرے (۲۰)

قاعدہ : (الف) العادۃ محکمۃ (ب) الثابت بالعرف کالثابت بالنص (جو چیز عرف سے ثابت ہے وہ نص سے ثابت کے مثل ہے) **(ج) التعین بالعرف کالتعین بالنص**۔ (عرف کی تعین کی حیثیت وہی ہے جو نص کی تعین کی ہے)

سوال:۔ پختنی حلوہ شب برات کی تخصیص کیا ہے؟

جواب:۔ یہ تخصیص عرفی ہے لازمی شرعی نہیں ہاں اگر کوئی جاہل اسے شرعاً لازم جانے کہ ثواب نہیں پہنچے گا تو وہ خطا پر ہے واللہ اعلم (۲۱)

قاعدہ : لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ . قاعدہ : المنکر لا یزال البمنکر

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور اُستاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پُرنور سید عالم ﷺ ہے۔ ہاں اگر کسی

خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے **لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ** مگر اس نہ ماننے میں گستاخی اور بے ادبی سے پیش نہ آئے۔ ''فانِ المنکر لازال البمنکر'' (۲۲)

قاعدہ : العادۃ محکمۃ (عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق کیا جائے گا)

نوشہ کو پالکی میں سوار کرنا مباح و جائزہ ہے لانہ من الرسوم العادیہ التی لا مغمز منہا من الشرع او لکڑی پھینکنا، بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں جبکہ اپنی یا دوسرے کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو اور ان سے مقصود کو غرض محمود جیسے فن، سپاہ گری کی مہارت ہو نہ کہ مجرد لعب ولہو۔ (۲۳)

قاعدہ : الاصل الطھارۃ (اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے) قاعدہ : **الیقین لا یزول بالشك**

اصل اشیا میں طہارت وحلت ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس میں کوئی ناپاک یا حرام چیز ملی ہو لیے محض شبہ پر نجس و ناجائز نہیں کہہ سکتے

قاعدہ : اطاعت وعبادت پر اجرت لینی حرام ہے۔

زید (میلا دخواں) نے جو اپنی مجلس خوانی خصوصا راگ سے پڑھنے کی اجرت مقرر کر رکھی ہے ناجائز و حرام ہے اس کا لینا اُسے ہرگز جائز نہیں اس کا کھانا صراحتاً حرام کھانا ہے اس پر واجب ہے کہ جن جن سے فیس لی ہے یاد کر کے سب کو واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو پھیرے پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں پر تصدق کرے آئندہ اس حرام خوری سے توبہ کرے تو گناہ سے پاک ہو۔ اول تو سید عالم ﷺ کا ذکر پاک خود عمدہ طاعات واجل عبادت سے ہے۔ اور طاعت وعبادت پر فیس لینی حرام مبسوط بھر عالمگیری میں ہے **لا یجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذ کیر ولا یجب الاجر** (۲۵)

قاعدہ : المعروف کالمشروط

سوال:۔ اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کی دعوت کرے تو چند آدمیوں کو لے کر اس شخص کا دعوت میں جانا اور ان لوگوں کو بھی مجبور کر کے دعوت کھلانا جائز ہے یا نہیں حالانکہ یہ لوگ بلا دعوت ہیں۔

جواب:۔ بلا دعوت میں جائے اسے صحیح حدیث میں فرمایا **دخل سارقا و خرج مغیراً** چور بن کر گیا اور لٹیرا ہو کر نکلا خصوصاً دعوت عام نہ ہو تو معہود و معروف سے زائد لے جانا سخت ناجائز ہے۔ مثلاً ''جو لوگ عادی ہیں کہ بے آدمی کے ساتھ لئے ہوئے کہیں نہیں جاتے ان کی دعوت کرے گا آپ جانے گا کہ ساتھ آدمی ہوگا **المعروف کالمشروط**'' (۲۶)

قاعدہ : ما حرم اخذہ حرم اعطاوہ

سوال:۔ شراب افیون یا ہر وہ چیز جو شرعاً حرام یا ناپاک ہو اُس کا کسی مرض میں خارجاً ضماداً استعمال کرنا کیسا ہے اس طرح بچوں کو نیند لانے سے یا رونے سے روکنے کی غرض سے دوا میں قدرے افیون کا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ شراب حرام بھی اور نجس بھی اس کا خارج بدن پر بھی لگانا جائز نہیں اور افیون حرام ہے نجس نہیں خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے بچے کو سلانے یا رونے سے باز رکھنے کے لیے افیون دینا حرام ہے اور اس کا گناہ اس دینے والے پر ہے بچہ پر نہیں **''ماحرم اخذہ حرم اعطاوہ''** (۲۷)

قاعدہ : درء المفاسد اھم من جلب المصالح۔ قاعدہ : الیقین لا یزول بالشک (یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مبین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کا باپ علوم دینیہ پڑھنے سے زید کو روکتا ہے کیا زید

بلا رضا مندی اپنے باپ کے طلب علم دین کے واسطے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے شہر میں جا کر علم دین پڑھے درحال یہ کہ اس کے وطن میں کوئی مولوی حافظ موجود نہیں۔ جواب بحوالہ کتب مسطور فرمایا جائے۔

جواب:۔ طلب علم دین اپنی حاجت کے قدر فرض عین اور اس سے زائد فرض کفایہ ہے اُس کے باپ کا اُس سے روکنا خلاف حکم خدا ہے اور خلاف حکم خدا میں کسی کی اطاعت نہیں' قال ﷺ لا طاعته لا حد فی معصیته الله تعالیٰ' فتاویٰ قاضی خاں میں ہے ''لو خرج الیٰ طلب العلم بغیر اذن الدیه فلا باس به ولم یکن هذا عقو قا ہاں اگر باپ محتاج ہے اور اگر یہ باہر جائے تو وہ ضائع رہ جائے کوئی ذریعہ قوت نہ اس کے پاس نہ یہ بھیج سکے تو اُس کا روکنا بجا ہے۔۰۰۰ اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ اگر وہاں جانے میں اندیشہ فتنہ یقینی ہے یعنی ایسا ظن غالب کہ فقہیات میں ملتحق بہ یقین ہے تو بلا شبہ باپ روک سکتا ہے بلکہ روکنا لازم ہے فان درا المفا سداهم من جلب المصالح اور اگر محض وہم ہے تو معتبر نہیں ہے اور اگر متوسط حالت ہے تو علم ضروری سے نہیں روک سکتا اور زائد میں نظر مختلف ہے اور معیار موازنہ مفسدہ و مصلحت ہے۔(۲۸)

قاعدہ: ما حرم فعله حرم التفريح عليه

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید خود بھی تخت علم، تعزیہ وغیرہ دیکھنا جائز رکھتا ہے اور مستورات کو بھی اس قسم کے ہنگاموں میں جانے سے منع نہیں کرتا بلکہ بچوں کو بھی خواہ بنظر ثواب بخیال تماشہ اپنے ساتھ لے جا کر دکھاتا ہے؟

جواب:۔ تخت علم، تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں اور ناجائز کام کو بطور تماشا دیکھنا بھی حرام کہ لا ن ما حرم فعله حرم التفريح عليه اور بچوں کو دکھانے کا بھی گناہ اسی پر ہے کما فی الا شباه وغیرها۔(۲۹)

قاعدہ: لا خير في الا سراف ولا اسراف في الخير.

سوال:۔ میلاد شریف میں جھاڑ فانوس فرش وغیرہ سے زیب و زینت اسراف سے یا نہیں؟

جواب:۔ علماء فرماتے ہیں **لا خير في الا سراف ولا اسراف في الخير** جس شے سے تعظیم ذکر شریف مقصود ہو ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتی۔ امام غزالی نے احیا العلوم شریف میں سید ابو علی رودباریؒ سے نقل کیا کہ ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں ایک شخص ظاہر میں پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے۔ بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لیجا کر فرمایا کہ جو شمع میں نے غیر خدا کیلئے روشن کی بجھا دیجئے کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوئی۔(۳۰)

سفارشات:

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں ان قواعد سے بھرپور استفادہ کے لئے چند سفارشات درج ذیل ہیں۔

(۱) ان قواعد اور ان کی شرح کا ترجمہ انگریزی زبان میں شائع کیا جائے۔

(۲) پاکستان کی جامعات کے نصاب اصول فقہ میں ان قواعد فقہیہ کو شامل کیا جائے۔

(۳) فتاویٰ رضویہ کی اس خصوصی جہت پر پی ایچ ڈی کرانے کے لئے علماء و اسکالرز کو ترغیب دی جائے۔

(۴) مدارس میں فتاویٰ نویسی کے طلباء کو خاص طور پر ان قواعد کے اطلاق اور مستثنیات کی مشق پر خاص توجہ دی جائے۔

(۵) برطانوی اور امریکی اصول قوانین سے ان قواعد کا تقابل کیا

جائے اور عدالتوں میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

(۶) لا کالج کے نصاب ''ایل ایل بی اور ایل ایل ایم'' میں فقہ حنفی کے قواعد پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کے اس حصّہ کو شامل کیا جائے۔

(۷) عصر حاضر کے تناظر میں فقہی اور عدالتی ضروریات کے پیش نظر فتاویٰ رضویہ سے ان قواعد کی تخریج اور فقہیہ اسلام کا اس موضوع پر انیق تحقیق پر مشتمل رسالہ جلی النص فی اما کن ا ر خص کو یک جا کر کے ایک مستند مجموعہ قواعد تیار کیا جائے

(۸) پاکستانی وکلاء جو بے خبری میں برومز لیگل میگزمز (Brooms Legal Maxims) کا حوالہ عدالتوں میں دیتے ہیں ان کی رہنمائی اور توجہ کے لیے فتاویٰ رضویہ کے اس خصوصی پہلو کے مطالعہ کی ترغیب کے لئے سیمنار اور کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

ماخذ و مراجع

(۱) البقرہ (۲)۔۱۲۷۔النمل ۱۶۔۲۶۔

(۲) تاج الدین: سبکی الاشباہ والنظائر مطبوعہ مکۃ المکرمہ۔

(۳) ابن خطیب: مختصر قواعد العلائی۔

(۴) ابو عبد اللہ محمد بن احمد المقری: القواعد ص ۱۰۷ مطبوعہ مکۃ المکرمہ

(۵) فضل احمد پروفیسر ڈاکٹر: تاریخ واصول فقہ ص ۳۵ مطبوعہ کراچی۔

(۶) ابن نجیم المصری الحنفی: الاشباہ والنظائر بحوالہ فقہ اسلام ص ۳۳۳ مطبوعہ کراچی۔

(۷) شہاب الدین القرافی مالکی: انوار البروق فی انوار الفروق بحوالہ فقہ اسلام ص ۳۳۴ مطبوعہ کراچی۔

(۸) محمود احمد غازی ڈاکٹر: قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء ص ۲۴ مطبوعہ اسلام آباد۔

(۹) حسن احمد الخطیب المصری: فقہ الاسلام ص ۳۸۱ مطبوعہ کراچی۔

(۱۰) معارف رضا ۲۰۰۲ء ص ۱۰۷ مطبوعہ کراچی۔

(۱۱) عبد الحئی لکھنوی: نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۴۱۔

(۱۲) معارف رضا ۲۰۰۳ء ص ۱۰۹ مطبوعہ کراچی۔

(۱۳) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۴ء مطبوعہ کراچی۔

(۱۴) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۴ء مطبوعہ کراچی۔

(۱۵) معارف رضا ۱۹۹۴ء ص ۹۱ مطبوعہ کراچی۔

(۱۶) انوار رضا ص ۶۸۲ مطبوعہ لاہور۔

(۱۷) معارف رضا ۱۹۹۲ء ص ۵۵ مطبوعہ کراچی۔

(۱۸) معارف رضا ۱۹۹۳ء ص ۷۶ مطبوعہ کراچی۔

(۱۹) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۱۰۸ مطبوعہ کراچی۔

(۲۰) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۱۷۸ مطبوعہ کراچی۔

(۲۱) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۱۷۹ مطبوعہ کراچی۔

(۲۲) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۶۸ مطبوعہ کراچی۔

(۲۳) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۷۷ مطبوعہ کراچی۔

(۲۴) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۷۹ مطبوعہ کراچی۔

(۲۵) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۹۵ مطبوعہ کراچی۔

(۲۶) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۳۸۰ مطبوعہ کراچی۔

(۲۷) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۳۹۷ مطبوعہ کراچی۔

(۲۸) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۱۴۲ مطبوعہ کراچی۔

(۲۹) امام احمد رضا قادری حنفی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۲۹۹ مطبوعہ کراچی۔

(۳۰) انوار رضا ص ۱۶۸ مطبوعہ لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ رضویہ کے خطبات

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی فصاحت و بلاغت، ذہانت و فطانت اور عقیدت و محبت کے شاہکار

محمد صحبت خان کوہاٹی، دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ، کراچی

اعلیٰحضرت، عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ الباری کا صدقۂ جاریہ، فقہ حنفیہ کا انسائیکلو پیڈیا ''فتاویٰ رضویہ'' کا خطبہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اچھوتا شہکار ہے۔ اپنی جامعیت کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال ہے۔ مسجع و مقفٰی الفاظ و تراکیب کا نادر نمونہ ہے۔ یہ خطبہ کے جملہ لوازمات و مناسبات کا خوبصورت مجموعہ ہے۔

اس شہکار خطبہ کے الفاظ، اس کی تراکیب، اس کی ترتیب، اس کا انداز، اس کے دلکش اشارات، اس کی روشن تلمیحات، اس کے خوبصورت استعارات، اس کی خوشنما تشبیہات، اس کے جامع لوازمات، اس کے مترادفات، اس کے علمی، ادبی، فقہی اور فنی نکات، حمدِ ربِّ جلیل کی روح پرور کیفیات، باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات کی بارگاہِ جمال میں درود و سلام کی وجد آمیز سوغات، ائمہ اربعہ کے جامع مانع القابات، مستند و معتبر فقہ کی کتابوں کے انوار و تجلیات، اس آن بان اور شوکت و شان سے رقم کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والا بے ساختہ کہہ اُٹھتا ہے۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو، سکے بٹھا دیے ہیں

اس فصیح و بلیغ، بے مثال و بے نظیر اور حسین و جمیل خطبہ کی چند خوبیاں ملاحظہ ہوں:

- قرآنِ کریم کی سورۂ فاتحہ کا ایک مبارک نام ''فاتحۃ الکتاب'' بھی ہے کہ اسی پاک سورت سے اس پاک کلام کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کا ایک تعارف ''ام الکتاب'' بھی ہے کہ یہ سارے کلام کے لئے اصل اور مغز کی مانند ہے، یہ گویا اس عظیم الشان کتابِ رحمان کا بہترین خطبہ ہے، اس میں رب العٰلمین جل جلالہ کی تعریف و ثناء ہے اور اس کی پہلی آیت ہر تعریف کو، ہر طرح کی تعریف کو، ہر تعریف کرنے والے کو، ہر وقت، ہر جگہ، ہر انداز سے تعریف کرنے کو شامل ہے، بلند پایہ مصنفین نے اپنی اپنی کتاب کا آغاز خطبہ سے کیا اور اس خطبہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔

فتاویٰ رضویہ کے جامع مانع خطبہ سے پہلے امام فخرالدین رازی علیہ رحمۃ الباری کی مشہور زمانہ تفسیر ''التفسیر الکبیر'' کا خطبہ خوش ذوق قارئین کی نذر ہے۔ خوبصورت کلمات، دلآویز مترادفات، حمد و نعت کی حسین سوغات، اللہ اور اس کے رسول کی تعریف و توصیف میں جگمگاتے الفاظ، کلامِ الٰہی کی سورتِ ابتدائی فاتحہ شریف کے انوار و تجلیات ملاحظہ ہوں۔

- **الحمدللہ الذی و فقنا لأداء أفضل الطاعات، ووفقنا علیٰ کیفیتہ اکتساب أکمل السعادات، وھدانا الی قولنا : أعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم**

من كل المعاصى والمنكرات (بسم الله الرحمٰن الرحيم) نشرع فى أدا كل الخيرات و المأمورات (الحمدلله) الذى له ما فى السمٰوات (رب العٰلمين) بحسب الذوات والصفات (الرحمٰن الرحيم) على أصحاب الحاجات و أرباب الضرورات (مالك يوم الدين) فى ايصال الأبرار الى الدرجات، ادخال الفجار فى الدركات (اياك نعبد واياك نستعين) فى القيام بأداء جملة التكليفات، (اهدنا الصراط المستقيم) بحسب كل أنواعِ الهدايات (صراط الذين أنعمت عليهم) فى كل الحالات والمقامات (غير المغضوب عليهم ولا الضالين) من أهل الجهالات والضلالات. والصّلٰوة على محمد المؤيد بأفضل المعجزات والآيات، وعلٰى آله وصحبه بحسب تعاقب الآيات وسلّم تسليماً. (۱)

امابعد : فهذا كتاب مشتمل على شرح بعض ما رزقنا الله تعالٰى من علوم سورة الفاتحة ونسأل الله العظيم أن يوفقنا لاتمامه و أن يجعلنا فى الدارين أهلاً لاكرامه وانعامه انه خير موفق ومعين.

اس بے مثال خطبہ میں پوری سورۂ فاتحہ شامل ہے اور ''فاتحۃ الکتاب'' سے عمدہ رب تعالیٰ کی حمد ناممکن ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خداداد ذہانت سے کام لیتے ہوئے ربُّ العٰلمین کی اس طرح تعریف و توصیف کی کہ عبادت کا تسلسل بھی قائم رہا، مترادفات کا خوبصورت استعمال بھی جاری رہا، سورۂ فاتحہ کی آیات کی تشریح بھی ہوتی رہی، پھر آخر میں فصاحت و بلاغت کے معیار کو برقرار رکھتے ہوئے اسی انداز سے سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا۔ اختتامی کلمات میں سورۂ فاتحہ کے علوم کی تشریح، اس کی تکمیل کے لئے بارگاہِ ربوبیت سے توفیق اور دارین کے انعام واکرام کی بھیک دلربا ادا سے طلب کی گئی۔ اسلاف و اخلاف کی اس حسین روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بلکہ اسے مزید نکھار بخشتے ہوئے ''فتاویٰ رضویہ'' کا آغاز بھی ''خطبۃ الکتاب'' سے کیا گیا ہے اور اس میں سب سے پہلے باری تعالیٰ کی حمد ہے البتہ اس کا امتیاز یہ ہے کہ امام احمد رضا نے حمدِ باری تعالیٰ کے لئے جو الفاظ چنے وہ فصاحت و بلاغت کا شہکار بھی ہیں، تعریف وثناء کے لئے خوشنما پھولوں کا گلدستہ بھی مرتب ہوا، فقہ کی ایک درجن سے زائد نامور کتابوں کے نام بھی گنوا دیئے گئے۔ اللہ کی حمد کو سب سے بڑی فقہ اور دانشمندی بتاتے ہوئے کمال ذہانت سے فقہ حنفی میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ''الفقہ الاکبر'' کا تعارف بھی کرا دیا اور آغاز ہی سے اشارہ دیدیا کہ یہ ''فتاویٰ رضویہ'' ''فقہ حنفیہ'' کا انسائیکلو پیڈیا ہوگا۔

ربُّ السمٰوات والارض کا فیض، کرم، جود، عطا جاری و ساری ہے، ازلی اور ابدی ہے۔ اسی کے پاک نام سے ابتداء ہوتی ہے، اسی کے پاکیزہ ذکر سے انتہاء، اسی کی حمد سے حفظ واماں ہے اسی کی تعریف قلب و نگاہ کی پاکیزگی اور کیفیت کی خوبی ہے، ہدایت کا سرچشمہ اُسی کی ذات ہے، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت علیہ الرحمۃ نے اپنے عظیم رب کی حمد اس حسین پیرائے میں کی کہ جب اسی کے نام سے آغاز کی بات کی ''البدایۃ'' نامی کتاب کا تعارف بھی ہوگیا اور انتہاء کی بات کی تو ''النہایۃ'' کا ذکر ہوگیا۔ اسی طرح اس حمدیہ عبارت کا تسلسل بھی قائم رہا، اس کے معنی و

۱۔ فخر الدین الرازی، الامام، العلامہ، التفسیر الکبیر، ج ۱، ص

مفہوم میں بھی فرق نہ آیا، حمد بھی ہوتی رہی۔ اور ضمیر و حرف جر کے اضافہ سے فقہ کی نامور کتابوں کے اسماء بھی بیان ہوتے رہے تا آنکہ جب خطبہ ختم ہوتا ہے تو:

''ائمہ کبار اور فقہ کی کتب تابدار کے ۹۰ اسماء ایک حسین گلدستہ کی شکل میں یکجا ملتے ہیں۔''

حمد باری تعالیٰ کے لئے یہ عبارت ملاحظہ ہو:

الحمدلله هوَ الفقه الاكبر. والجامع الكبير لزيادات فيضه. المسبوط الدرر الغُرر. به الهداية ❖ ومنه البداية❖ واليه النهاية❖ بحمدهٖ العقاية❖ ونقاية الدراية❖ و عين العناية❖ وحسن الكفاية❖

میں صرف ابتدائی کلمات کا اُردو ترجمہ عرض کر کے فقہ کی ان مشہور کتابوں کے ناموں پر اکتفا کرتا ہوں۔

''سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے۔ اللہ ہی سے آغاز ہے اور اسی کی طرف انتہا، اسی کی حمد سے حفظ ہے اور عقل کی پاکیزگی اور عنایت کی نگاہ اور کیفیت کی خوبی۔''

مذکورہ عربی عبارت میں شامل فقہ کی درج ذیل کتب کے نام یکجا کئے گئے ہیں۔

(۱) الفقہ الاکبر — (۲) الجامع الکبیر
(۳) زیادات — (۴) فیضہ
(۵) المبسوط — (۶) درر
(۷) غرر — (۸) الھدایۃ
(۹) البدایۃ — (۱۰) النھایۃ
(۱۱) الوقایۃ — (۱۲) الدرایہ
(۱۳) العنایہ — (۱۴) الکفایۃ

○ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام، آپ کے فضائل کا بیان اور اپنی عقیدت و عقیدہ کا برملا اعلان:

نامور مصنفین نے اپنی تصنیفات کے آغاز میں جو خطبات رقم کئے اُس میں حمدِ ربِّ جلیل کے معاً بعد سرورِ کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ جمال میں درود وسلام کے گجرے پیش کئے۔ علوم و فنون کی شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہوگی جس کی ابتداء میں حمدِ خدا اور نعتِ مصطفیٰ (نذرانۂ صلوٰۃ وسلام) نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ نے حمد باری تعالیٰ کی طرح اس خوبصورت ادا کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے مزید حسن و جمال بخشا۔ اپنے کریم آقا کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے کمال ذہانت سے جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب و فضائل اس شان سے بیان کئے کہ وہ آپ کے اسمائے مبارکہ بھی بن گئے، القاب و صفات کے زمرہ میں بھی آگئے اور اس ضمن میں ائمہ فقہ کے القاب اور کتب فقہ کے اسماء کا بھی تعارف ہوگیا۔ کمال یہ ہے کہ خطبہ کی اس عبارت میں امام احمد رضا نے اپنی عقیدت اور اپنے عقیدہ کو اس انداز سے بیان کیا کہ پڑھنے والا حیراں مگر اُن کے بختوں پر نازاں دکھائی دے۔ معتبر اور مستند سیرت نگار علامہ قاضی عبدالدائم دائم دامت فیوضھم کے مضمون ''فتاویٰ رضویہ کا خطبہ'' کا یہ دلرُبا اقتباس خوش ذوق قارئین کی نذر ہے۔

''بارگاہِ رسالت میں صلاۃ وسلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرورِ عالم

کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات، اس کے بعد اسمائے کتب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں، البتہ صلاۃ وسلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے یعنی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور پوری اہلسنت کی ترجمانی کا فریضہ انجام دے دیا ہے۔''(۱)

اب آپ اس یادگار، پُر بہار، شاندار اور تاب دار خطبہ کے گہر بار الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

والصلاة والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام مالکی و شافعی احمد الکرام یقول الحسن بلا توقف محمدن الحسن ابو یوسف فانه الاصل المحیط لکل فضل بسیط و وجیزو وسیط.

اور درود وسلام ہو تمام معزز رسولوں کے سب سے بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے شفاعت کرنے والے ہیں۔ ان کا نامِ نامی احمد، بہت عزت و کرامت والے ہیں۔ (آپ کے جمال بے مثال کو دیکھ کر) حسن بغیر کسی توقف کے پکار اُٹھتا ہے کہ حسن والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت یوسف علیہ السلام کے اب اور اصل ہیں کیونکہ وہی اصل ہیں جو ہر فضیلت کبیر و متوسط کو محیط ہیں۔

آپ درود وسلام بحضور سرورِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کلمات پر ایک نگاہ ڈالیں، آپ پر یہ حقائق، یہ محاسن، یہ فضائل منکشف ہوتے چلے جائیں گے کہ:

○ فتاویٰ رضویہ کے خطبہ کے اس حصہ میں پہلے مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے ائمہ کرام کے معروف القاب و اسماء کس خوبصورتی سے یکجا ہیں۔

امام اعظم (ابوحنیفہ)
امام مالک
امام شافعی
امام احمد (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

پھر ان کلمات کو مدحِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لئے اس انداز سے جمع کیا کہ جانِ کائنات علیہ افضل الصلوات کی بارگاہِ جمال میں درود وسلام کا نذرانہ بھی پیش کر دیا اور اپنی عقیدت کے علاوہ اپنا عقیدہ بھی بیان فرما دیا اور وہ اس طرح کہ:

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے امام اعظم ہیں، امام الانبیاء آپ ہی کی ذاتِ بابرکات ہے، مالک بھی آپ ہیں، شافع محشر بھی آپ ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ایک اور مقام پر نذرانہ نعت پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک و مولیٰ بھی کہا اور شفیعِ روزِ جزاء کا عقیدہ بھی واضح کیا، فرماتے ہیں:

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روزِ جزا کا کہوں تجھے

پھر عاشقِ شاہِ خوباں حیراں ہو کر کہتا ہے

۱۔ سالنامہ معارفِ رضا ۱۹۹۴ء (فتاویٰ رضویہ کا خطبہ از علامہ قاضی عبدالدائم دائم۔

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

اوراس سے بھی جی نہ بھرا تو برملا اعلان کر دیا۔

لیکن رضؔا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

''فتاویٰ رضویہ'' کے خطبہ میں مالکی و شافعی (میرے مالک، میری شفاعت فرمانے والے) کا اعلان کرنے والے امام احمد رضا نثر کے علاوہ نظم میں بھی جگہ جگہ اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ یہ شعراسی طرح کے جذبات کا ترجمان ہے۔ ؎

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

''فتاویٰ رضویہ'' کا خطبہ پڑھنے والا جب درود وسلام کی اس حسین سوغات میں جانِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و ازکیٰ التحیات کے القابات دیکھتا ہے تو حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ امام احمد رضا نے کس شان سے کتبِ فقہ کے ناموں کو تاجدارِ حرم کے امتیازات گنوائے اور اس ضمن میں کس ناز و ادا سے اہلسنّت کے عقائد کی ترجمانی کی۔ ذرا اس عقیدہ کی وضاحت کیلئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل و بے نظیر ہیں۔ خَلق اور خُلق میں آپ کی کوئی مثیل نہیں۔ صورت وسیرت میں آپ کا کوئی بدل نہیں۔ ایسے نادر و نایاب گوہر کہ کسی آنکھ نے نہ دیکھا، نہ ایسا جمیل کسی ماں نے جنا اور نہ ہی آپ کی مثل رب تعالیٰ نے کسی کو پیدا کیا، نہ پیدا کرے گا، یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

''زواهر الجواهر: البدائع النوادر: المنزّه وجوباً عن الاشباهِ والنظائر''

نہایت تاب دار جواہر عجب و نادر، وہ مثل ونظیر سے ایسے پاک ہیں کہ ان کا مثل ممکن نہیں۔

عبارت میں زواہر الجواہر، البدائع، النوادر، الاشباہ والنظائر، فقہ کی معتبر کتابوں کے نام ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے المنزّہ وجوباً کا اضافہ کر کے تلمیح کے انداز میں مؤمنوں کو اس راز سے آشنا کیا کہ سرورِ کون و مکاں، سرورِ دل و جاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے چمکدار جوہر ہیں جو نادر و نایاب ہونے کے ساتھ بے عدیل و بے نظیر ہیں اور اپنے حسن و جمال میں، فضل وکمال میں رب تعالیٰ کی اس بھری کائنات میں ایسی ہستی ہیں کہ ان کا کوئی مثل نہیں، نہ تھا، نہ ہوگا۔ نثر کے علاوہ نظم میں امام احمد رضا نے اپنا یہ عقیدہ اس عقیدت سے بیان کیا اور کمال کر دکھایا۔ ؎

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حسن وادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا تیرے شہر وکلام و بقا کی قسم

تیرا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرم راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

(المنزّہ وجوباً عن الاشباہ والنظائر)

اسی طرح ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ ربّ ذوالجلال والاکرام نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کمالات کا جامع، تمام خوبیوں کا مرقع، تمام اوصاف، امتیازات، اختیارات، برکات، خیرات اورحسنات کا مصدر بنایا ہے۔ عارفین نے سچ فرمایا:

لکل نبی فی الانام فضیلة
و جملتها مجموعة لمحمد

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کا یہ جملہ اس حقیقت سے پردہ اُٹھاتا ہے

''جمع فيه سائر الكمالات الباطنة والظاهرة'' اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے اس خطبہ میں ایک جملہ کے اندر معانی کا سمندر بند کر دیا، فرماتے ہیں:

الحاوی القدسی : لکل کمال قدسی و انسی:
الکافی الوافی الشافی

ہر کمال ملکوتی و انسانی کے پاک جامع ہیں۔ تمام مہمات میں کافی ہیں، بھرپور بخشنے والے اور جملہ بیماریوں سے شفاء دینے والے ہیں۔

عبارت میں الحاوی القدسی، قاضی جمال الدین احمد بن محمد القابسی کی تصنیف کا نام ہے۔ اسی طرح الکافی، الوافی اور الشافی فقہ کی کتابوں کے اسماء ہیں۔ کمال خوبصورتی سے اعلیٰ حضرت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت و اکملیت کو اس طرح نکھار دیا کہ آپ کی ذات کو منبع کمالات بھی بتا دیا، آپ کی کفایت اور کفالت کا، آپ کی بخشش اور عنایت کا، آپ کی غریب پروری کا، آپ کی رحمتوں اور برکتوں کا تذکرہ بھی ہو گیا۔ فقہ کی ۴ کتابوں کے اسماء کا ذکر بھی آ گیا۔ اور اشاروں اشاروں میں آپ نے یہ عقیدہ بھی عیاں کر دیا کہ ۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور

ہر مرتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

علامہ محمد اشرف سیالوی نے خوب فرمایا کہ:

''اللہ کریم نے، تمام مخلوقات میں فرداً فرداً جو کمالات موجود تھے، وہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یکجا فرما دیئے بلکہ ایسے مراتب و درجات پر فائز فرمایا جو اور کسی فرد کے لئے ممکن ہی نہیں ہیں۔''[۱]

داستانِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یہ محاسن اور لطائف تو فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں ''خطبۃ الکتاب'' کے ہیں۔ تمام مجلدات میں ہر مستقل رسالہ کے آغاز میں امام احمد رضا نے جو بھی خطبہ لکھا، کمال کر دیا۔ ہم صرف دو خطبوں پر اکتفا کریں گے۔

(۱) کسی نے امام احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ الباری سے آبِ مطلق کی تعریف دریافت کی۔ سائل کا سوال صرف اس قدر تھا کہ وضو و غسل کے لئے آبِ مطلق درکار ہے اس کی کیا تعریف ہے اور آبِ مقید کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں مستقل رسالہ ''اَلنُّورُ وَالرَّوْنَقُ لِاِسْفَارِ الْمَاءِ الْمُطْلَقِ'' تحریر فرمایا۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم صفحہ نمبر ۴۵۱ سے اس رسالہ کا آغاز ہوتا اور جلد سوم میں صفحہ ۲۴۹ پر یہ رسالہ مکمل ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی فقاہت، عبقریت، مطالعہ کی وسعت، دقتِ نظر، قوتِ استدلال کا اندازہ لگائیں کہ سینکڑوں صفحات صرف اس ایک سطر کے سوال کے جواب میں تحریر فرمائے۔ ابتداءً وضاحت فرمائی کہ:

''یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اس کا جواب بہت طول چاہتا ہے۔ یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآراء ہے، فقیر بتوفیق القدیر اول جزئیات منصوصہ ذکر کرے پھر تعریف مطلق و مقید کہ اصالۃً ضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لئے معیار پھر ضوابط جزئیہ متون پھر ضوابط کلیہ متاخرین پھر جزئیاتِ

۱۔ محمد اشرف سیالوی کوثر الخیرات، ص ۳۱۰۔

جدیدہ کے احکام وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب۔(۱)

اس وقت ہمارا مقصود صرف وہ خطبہ ہے جو آپ نے اس معرکۃ الآراء تفصیلی جواب کے آغاز میں لکھا۔ خطبہ پڑھنے والا جواب کی تفصیلات سے پہلے آگاہ اور آشنا ہو جاتا ہے کہ پانی خالقِ ارض و سماء نے بارش کی صورت میں آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ یہی آبِ مطلق ہے۔ پانی پاکی کا اہم ترین ذریعہ ہے ہم اسی سے وضو کرتے ہیں، غسل کے لئے اسے استعمال کرتے ہیں، یہ ہمیں پاک و صاف کرتا ہے اور ہم اس طہارت کے بعد اپنی عبادات انجام دیتے ہیں، آپ اس خطبہ کے کلمات، پھر اس کے اشارات، اس کے مترادفات، اس کی فصاحت و بلاغت، اس کا صوری و معنوی حسن و جمال، اس ضمن میں حمدِ رب جلیل، اُس کے حبیب لبیب، طیب و طاہر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے معطر و معنبر گلہائے عقیدت کی بارش، آپ کے آل و اصحاب پر رحمتوں کی دُعا اور اس کے دوام و استمرار کے لئے یہ خوبصورت جملہ کہ "مَا اَمْطَرَتِ السُّحُبُ مَاءً نَمِیْرًا" (جب تک بادل وافر پانی برساتے رہیں) ملاحظہ فرمائیں اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی عظمتوں اور رفعتوں کو سلامِ محبت پیش کریں۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً طَھُوْرًا لِیُطَھِّرَنَا بِہٖ تَطْھِیْرًا حَمْدًا مُطْلَقًا غَیْرَ مُقَیَّدٍ بِعَدَدٍ اَوَامِدَ دَائِمًا اَبَدًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الطَّیِّبِ الطَّاھِرِ الطُّھُوْرِ الْمُطَھِّرِ الْمُفَضَّلِ عَلَی الْخَلْقِ فَضْلاً کَبِیْرًا. وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَابْنِہٖ وَحِزْبِہٖ مَا اَمْطَرَتِ السُّحُبُ مَاءً نَمِیْرًا. آمین اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ.

تمام تعریفیں اُس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے آسمان سے پاک پانی اُتارا تاکہ اس کے ذریعے ہمیں پاک صاف کرے، مطلق تعریفیں بغیر کسی قید عددی اور غائی کے ہمیشہ ہمیشہ بہت زیادہ اسی کیلئے ہیں۔ طیب، طاہر، پاک کرنیوالے اور مخلوق پر فضیلت رکھنے والے پر اور آپکے آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ پر بے شمار صلاۃ وسلام ہوں جب تک بادل وافر پانی برساتے رہیں، آمین اے اللہ! ہمیں سچے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرما۔ (آمین)

امام احمد رضا کی کتابِ دلرُبا ''فتاویٰ رضویہ'' بنیادی طور پر بلاشبہ ایک فقہی کتاب ہے کہ اس میں مختلف سائلین کو فقہی جوابات دیئے گئے ہیں۔ البتہ آپ کا یہ اعزاز اور امتیاز ہے کہ آپ کی ہر کتاب میں عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء رچا بسا دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے نظم ونثر میں جو لکھا اور جس موضوع پر قلم اُٹھایا اُس میں ادب رسالت اور جذبۂ حبِ نبی کا خاص خیال رکھا۔ آبِ مطلق اور ماءِ مقید کی تعریف و تفصیل میں آپ نے جو رسالہ ''النور والرونق لاسفار الماء المطلق'' تحریر فرمایا اور جس کا جاندار خطبہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس کے آغاز میں مختلف پانیوں کے احکام کا ذکر ہے۔ پانی کے حصول کے ذرائع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ نے لکھا کہ:

> ''وہ پانی جن سے وضو صحیح ہے: مینہ، دریا، نہر، چشمے، جھرنے، جھیل، بڑے تالاب، کنویں کے پانی تو ظاہر ہیں۔ بالخصوص قابلِ ذکر مائے مبارک زمزم شریف ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اُس سے وضو و غسل بلاکراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا ممنوع ہے۔'' (۱)

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج ۲، صفحہ ۵۵۱/۵۵۲۔

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۴۵۱۔

یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں لوگ اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زم زم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے، یا اس سے زیادہ مقدس اور متبرک پانی کوئی اور نہیں ہے، اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے عقیدے اور اپنی عقیدت کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں:

''سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، دونوں جہانوں کے سب پانیوں سے افضل، زم زم سے افضل، کوثر سے افضل وہ مبارک پانی ہے کہ بارہا براہِ اعجاز حضور انور سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زم زم و کوثر سے افضل مگر اب وہ کہاں نصیب!'' (۱)

اللہ اللہ! اس عبارت کے ہر لفظ سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو پھوٹ رہی ہے۔ وہ مبارک اور مطہر، وہ منزّہ اور پاکیزہ پانی جو جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے معجزانہ طور پر بہا، جہان بھر کے پانیوں سے اعلیٰ اور افضل قرار پایا۔ زم زم اور کوثر سے بھی فضیلت پا گیا، اعلیٰ حضرت نے ایک فقہی حکم بیان کرتے ہوئے کس ادب اور احترام سے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق کو اُجاگر کیا پھر آخری جملہ میں ''مگر اب وہ کہاں نصیب!'' میں جو حسرت کی دنیا پنہاں ہے اس کی کوئی نظیر نہیں۔ عالی بخت تھے وہ لوگ جنہیں یہ مقدس ترین پانی پینے کو ملا اور اسی پاک پانی سے انہوں نے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کیا۔

نامور سیرت نگار، عاشقِ حبیبِ خدا، مصنفِ ''سید الوریٰ'' علیہ التحیۃ والثناء اس دلرُبا واقعہ کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ذی قعدہ ۶ھ کو جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ ۱۴ سو صحابہ کی معیت میں سوئے حرم مکہ مکرمہ روانہ ہوئے......''

طویل راستہ تھا، بہت سے آدمی تھے، قربانی کے ستر اونٹوں کے علاوہ سواری کے لئے بھی کئی جانور ساتھ۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے کارواں کے لئے بہت زیادہ پانی چاہئے تھا جب کہ اہلِ قافلہ کے پاس پانی کا محدود ذخیرہ تھا، جو جلد ہی ختم ہوگیا۔ اور لق و دق صحرا میں انسانوں اور جانوروں کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہوگیا۔

جانِ دوعالم ﷺ ایک کھلے منہ والے برتن میں پانی ڈالے بیٹھے تھے، اور وضو کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ اچانک بہت سے صحابہ کرام ﷺ گھبرائے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔

جانِ دوعالم ﷺ نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟''

عرض کی...... ''یارسول اللہ! پانی مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے اور سوائے اس پانی کے، جو آپ کے پاس برتن میں پڑا ہے، کہیں بھی پانی موجود نہیں ہے۔ نہ پینے کیلئے، نہ وضو کرنے کیلئے۔''

یہ سن کر جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں رکھ دیا، جس میں پانی پڑا تھا اور صحابۂ کرام ﷺ کی نگاہوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ آپ کی انگشتہائے مبارکہ سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے۔ فَرَأَيْنَا الْمَآءَ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ ہم نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں سے اُبل رہا ہے۔ اور یہ پانی اس وقت تک اُبلتا رہا، جب تک کارواں کی تمام ضرورتیں پوری نہ ہو گئیں۔ بعد میں حضرت جابر ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ اس وقت آپ کی تعداد کیا تھی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ہم تو ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھے، لیکن اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمارے لئے کافی ہو جاتا۔

جانِ دوعالم ﷺ کے اس معجزے کو جس خوبصورتی سے مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کیا ہے، وہ اپنی

۱۔ احمد رضا، امام، فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۴۵۱۔

مثال آپ ہے۔ انہوں نے جانِ دو عالم ﷺ کی پانچ انگلیوں سے نکلنے والے پانی کو رحمت کے پانچ پانی قرار دیا ہے، اور اس کیلئے "پنجاب رحمت" کی انوکھی اور البیلی اصطلاح استعمال کی ہے۔ علاوہ ازیں منظر کشی اور محاکات بھی کمال درجے کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اُنگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ (۱)
(حدائق بخشش)

علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی اپنی تالیفِ لطیف "کوثر الخیرات لسید السادات" میں یہی واقعہ ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر پانی کے بارہ چشمے جاری فرمائے اور محبوبِ کریم ﷺ نے انگلیوں میں سے پانی کی ندیاں جاری فرما دیں۔ پتھروں سے پانی کو نکلتے ہر ایک نے دیکھا ہے لیکن چشمِ فلک پیر نے یہ معجزہ آج تک نہ دیکھا تھا کہ ہڈیوں اور گوشت و پوست کے درمیان سے پانی کے دریا بہہ نکلے ہوں۔

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں۔" (۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے نظم و نثر میں جہاں جہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں اور رفعتوں کو اُجاگر کرتے ہوئے اپنی سچی اور سچی عقیدت کو بھی عیاں کیا۔ آپ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" میں آپ کا جو "سلام" زبان زد خاص و عام ہے۔ اُس کا یہ دلآویز شعر اسی واقعہ کے ضمن میں ہے:

نور کے چشمے لہرائیں، دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی نظم و نثر کا اعجاز ہے کہ قاری جس قدر غور کرے اُسے فصاحت و بلاغت، ذہانت و فطانت اور عقیدت و محبت کے خوشنما پھول کھلے دکھائی دیتے ہیں۔

کسی نے آپ سے تیمّم کی تعریف و ماہیت شرعیہ سے متعلق دریافت کیا، آپ نے جواب میں مستقل رسالہ قلمبند فرمایا۔ اس کا خوبصورت نام رکھا:

حُسنُ التَّعمُّمِ لِبَیَانِ حَدِّ التَّیَمُّمِ
تیمّم کی ماہیت و تعریف کا بہترین بیان

تسمیہ شریف کے بعد تمہیدی کلمات اور ازاں بعد اس انداز سے خطبہ رقم فرمایا کہ پڑھنے والا یا اپنے سوال کا شافی جواب پانے والا خطبہ کے کلمات دیکھ کر جان گیا۔

- تیمّم کا معنیٰ قصد ہے۔
- تیمّم پاک مٹی سے ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم نے "فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا" کا حکم دیا ہے۔
- تیمّم وضو کی طرح پاک اور پاکیزہ بناتا ہے۔
- تیمّم کر کے بندہ نماز کی صورت میں حمدِ باری تعالیٰ کی سعادت پاتا ہے۔
- ہمارا دین یُسر کا دین ہے۔ پہلی امتیں تیمّم کی سہولت اور سعادت سے محروم تھیں۔
- تیمّم رحمان اور وہاب جل جلالہ کی رحمت اور نعمت ہے۔
- تیمّم جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتیازات اور آپ کی اُمت کی خصوصیات میں سے ہے۔
- ساری زمین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصدق سے مسجد بنا دی گئی، اُمتی جہاں چاہے پاک دھرتی پر نماز ادا کرے، پہلی اُمتیں اپنے مخصوص عبادت خانوں میں عبادات

۱۔ عبدالدائم دائم، قاضی، علامہ، سید الوریٰ ج ۱ ص ۱۶۲
۲۔ کوثر الخیرات لسید السادات، صفحہ ۲۷۶، ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

انجام دیتی تھیں۔

- ریت اور مٹی پر تیمم کیا جاتا ہے۔ خاک کے ذرات شمار میں نہیں جانِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی ذاتِ بابرکات پر بے حدوحساب درود وسلام عرض کیا گیا۔
- تیمم کی سہولت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آل کا صدقہ ہے۔ یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وسیلہ سے اُمت کا تحفہ ہے۔

اب اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے کلام کی فصاحت و بلاغت، اس ضمن میں آپ کی خداداد ذہانت و فطانت اور اس میں پنہاں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت ملاحظہ ہو۔

تَیَمَّمْنَا صَعِیْدًا طَیِّبًا مِنْ سَاحَةِ کَرَمٍ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ: لِیَطْهُرَ قُلُوْبُنَا وَاَلْسِنَتُنَا فَنَسْتَاهِلُ اَنْ نَقُوْلَ بِنِیَّةٍ زَکِیَّةٍ وَمِقْوَلٍ طَیِّبٍ. اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ. وَمَا جَعَلَ عَلَیْنَا فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَدَدَ الرَّمْلِ وَالتُّرَابِ. عَلٰی رَحْمَةِ الرَّحْمٰنِ وَمَنَّةِ الْوَهَّابِ الَّذِیْ اَتٰی بِالدِّیْنِ یُسْرًا مَیْسُوْرًا وَجُعِلَتْ لَهُ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا. فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِهٖ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ. مُتَمَتِّعًا بِبَرَکَةِ اٰلِ اَبِیْ بَکْرِ الْاَجَلِ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ : وَاِبْنِهٖ وَحِزْبِهٖ. اَجْمَعِیْنَ. اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ.

''ہم نے اس میدانِ کریم کی سطح پاک (صعید طیب) کا قصد کیا جس تک پاکیزہ کلے صعود و ترقی پاتے ہیں تاکہ وہ ہمارے دلوں اور زبانوں کو طہارت و پاکیزگی بخش دے جس کے باعث ہم صاف ستھری نیت اور پاکیزہ زبان سے بولنے کے قابل ہو جائیں۔

یقیناً ساری تعریف خدا کے لئے ہے جس نے ایسا قرآن نازل فرمایا جس میں ذرا بھی کجی نہیں، اور جس نے دین میں ہم پر کوئی تنگی نہ رکھی۔ ریت اور مٹی کے ذرات کی تعداد میں درود وسلام ہو۔ رحمتِ رحمان اور احسانِ وہاب پر جو سہل و آسان دین لے کر تشریف لائے اور جن کے لئے زمین مسجد اور مطہر بنا دی گئی کہ ان کی امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پا جائے وہ بزرگ و برتر ابوبکر کی آل پاک کی برکت سے فائدہ اٹھاتا ہوا نماز ادا کرے۔ اور اُن کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ پر سب پہ ہمیشہ ہمیشہ (درود وسلام ہو)۔

ہم نے ان محدود صفحات میں ''فتاویٰ رضویہ'' کے خطبۃ الکتاب اور دو مختلف جلدوں میں شامل دو متفرق موضوعات پر مشتمل رسائل کے خطبات پر ابتدائی گفتگو کی ہے۔ تمام تر کوشش و کاوش اور تمام تر عقیدت و محبت کے باوجود اس اعتراف کے ساتھ اجازت دیں کہ۔

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا، وہ آغازِ باب ہے

حوالہ جات (مآخذ و مصادر)

- قرآنِ پاک
- التفسیر الکبیر، للامام فخر الدین الرازی علیہ رحمۃ الباری
- معارف رضا، سالنامہ ۱۹۹۴ء
- کوثر الخیرات لسید السادات، علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی
- فتاویٰ رضویہ مختلف مجلدات امام احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ الباری
- سید الوریٰ (ﷺ) علامہ قاضی عبد الدائم دائم دامت فیوضہم۔
- حدائقِ بخشش۔ نعتیہ دیوان۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

حضرت رضا بریلوی کا تصورِ عشق

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

عالمگیر تحریک: عالمگیر ضرورت

جن کے باغِ حسن کی بہاروں سے گلشنِ کونین کی نمود و تازگی ہے، ایسے کثیر الفضائل اور پاکیزہ خصائل کہ زمانے نے ان کی مثال نہ دیکھی نہ سنی، نہ دیکھے نہ سنے..... گلشن میں گلاب تو سب دیکھتے ہیں مگر گلاب میں گلشن جسے دیکھنا ہو وہ محمد عربی ﷺ کے چمنستان صورت و سیرت کی سیر کرے، اسے احساس ہو جائے گا کہ شبستانِ وجود اسی ایک گلاب کی نکہت بیزی کا صدقہ ہے..... اسے حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا فروغِ نظر یا حسنِ اعتقاد کی برکت کہیے کہ انہوں نے محبت و عشق کیلئے اسی سچے سورج اور اچھے گلاب کا انتخاب کیا، جن کی غلامی میں کونین کی بادشاہی پنہاں ہے اور جن کی محبت انسان کو اس معراجِ کمال سے آشنا کرتی ہے جہاں سے "محبتِ الٰہیہ" کے سوتے پھوٹتے، چشمے لہراتے ہیں اور ایک معمولی انسان بھی "عشقِ مصطفیٰ" کے صدقے میں "محبوبِ خدا" کے تمغے سے سرفراز کر دیا جاتا ہے.... حضرت رضا بریلوی اسی جانِ رحمت پر اپنی متاعِ فکر اور سرمایۂ حیات لٹا رہے تھے، کبھی تحریر سے..... کبھی تقریر سے..... کبھی نثر میں..... کبھی نظم میں..... کبھی جلوت میں..... کبھی خلوت کے مزے لے کر..... اور کبھی خلوت میں جلوت کی انجمن سجا کر..... کبھی غلامانہ شان سے آن..... کبھی دور، کبھی پاس..... کبھی سوز، کبھی ساز..... کتنی رنگینی ہے عشقِ مصطفیٰ میں اور کتنے جلوے ہیں اس بندۂ خدا کے۔ دیکھئے! دیکھئے! ذرا محبت کا یہ انداز دیکھئے۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہہ کہوں
جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے
گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ درد، بلبلِ شیدا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضؔا نے ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اس کائنات میں کے پردۂ زنگاری سے نہ معلوم کتنی عظیم شخصیتوں نے جلوے دکھائے ہیں۔ اس پھیلی ہوئی زمین پر نہ معلوم کیسے کیسے جیالے افراد نے نازک خرامی کی ہے۔ کائنات کی اس وسیع و عریض فضا میں نہ معلوم کیسی کیسی ہستیوں کے قوت و فکرِ عمل نے اجالا کیا ہے۔ تاہم ان میں کتنی شخصیتیں اور کتنے افراد ہیں جنہیں زمانے نے یاد رکھا ہے یا کائنات کے دامن پر جن کے انمٹ اثرات و نقوش ہیں۔ پردۂ عدم میں چھپ جانے کے بعد بھی ان کی یادوں سے محفل محفل جگمگا رہی ہو.....

*ریسرچ اسکالر میسور یونیورسٹی، میسور، انڈیا

ان کا نام آتے ہی عقیدتوں کے بوجھ سے پیشانی جھک جاتی ہو.....ان کے ذکر و تذکرے سے وادی وادی گونج رہی ہو.....جن کی یاد آنکھوں کا نور اور جن کی بات دل کا سکوں بن کر چھا جاتی ہو.....جو چھپ کر بھی جلوہ نما ہو.....جو جا کر بھی اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہو.....اگر دفینۂ کائنات میں کچھ ایسی ہستیاں ہیں اور یقیناً ہیں تو ان کی فہرست میں حضرت رضا بریلوی کا نام بھی روشن اور نمایاں ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر جمال الدین اسلم حضرت رضا بریلوی اور مولانا آزاد کے افکار کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''برصغیر میں نیشنلسٹ آزاد کو تغافل اور اہلسنت کے علمبر دار احمد رضا کو بقائے دوام نصیب ہوا..... ''امام الہند'' کا احترام کیا جاتا ہے ان کی پیروی یا تقلید نہیں کی جاتی.......''امام اہلسنت'' مولانا احمد رضا خاں کو زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی لاکھوں کی تعداد میں پیرو ملے.....فاضلِ بریلوی امام اہلسنت بن کر مخصوص ہو گئے۔'' (1)

حضرت رضا بریلوی کا یہ فیضانِ محبت ہے کہ جدھر دیکھئے ادھر ہی ان کے پیغام کے پھریرے لہراتے نظر آرہے ہیں، خصوصاً برصغیر کی دینی، علمی، روحانی فضا مدرسہ، مسجد، خانقاہ، ان کے ذکر و اذکار کے جاں بخش ترانوں سے گونج رہی ہے۔ کل انہوں نے کہا تھا۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

آج ان کے دیوانوں نے وہ دھوم مچادی ہیں کہ در و بام جھومنے لگے ہیں۔ تعلیمی، تصنیفی، دعوتی اور اشاعتی اداروں کے ذریعہ ان کی زریں خدمات پر وقت کی پڑی ہوئی غبار کی تہوں کو ہٹایا جا رہا ہے۔ سورج چمکنے لگا ہے، روشنی پھیلنے لگی ہے!

یہ ان کا زندہ و تابندہ احساس ہے کہ انہوں نے چراغِ عشق بجھنے نہ دیا، دولتِ ایمان لٹنے نہ دی۔ ان کے زمانے میں جیسی گستاخیٔ خدا و مصطفیٰ سے لبریز کتابیں مارکیٹ میں آنے لگی تھیں، یہ ان کی غیرتِ عشق کی آواز اور مجاہدانہ للکار کا اثر ہے کہ بعد کے دور میں یہ سلسلہ ٹوٹا اور حالت یہ ہے کہ آج لوگ بارگاہِ رسالت میں بے ادب ہونے سے جھجکتے ہیں۔ دلوں میں احترام و عقیدت کے بند سوتے پھر سے جاری ہوئے ہیں اور محبت کا ماحول بنا ہے۔ حضرت علامہ عبدالحمید صاحب شیخ الجامعہ حیدر آباد دکن رقمطراز ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب سیف الاسلام اور مجلدِ اعظم گزرے ہیں، اہلسنت و جماعت کے مسلک و عقائد کا ایک مضبوط قلعہ تھے، آپ کا مسلمانوں پر احسانِ عظیم یہ ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت و احترامِ رسول کریم ﷺ اور اولیائے امت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے۔ خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا خاصا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب و لہجہ درست ہوا۔'' (2)

کہنے والے نے بڑی سچی بات کہی ہے کہ امام احمد رضا کا خمیر تین چیزوں کا مرکب تھا: علم، عمل اور عشق۔ کمالِ علم نے شاہراہِ حیات و کائنات کی پیچیدگیاں واضح کیں۔ جلوۂ عمل نے شبستانِ رضا کی جلوت و خلوت میں امیدوں کا سویرا اور صبحِ یقین کا اجالا بکھیرا اور کیفیتِ عشق نے حال و قالِ محبوب کا وہ لبالب جام عطا کیا کہ رضا کے وجود سے عشق،

رسول کے شرارے پھوٹنے لگے اور دنیا کی زبان پر ''عاشقِ مصطفیٰ'' کا مقدس لقب جاری ہوگیا۔ ان کی ہر ادا ''عشقِ مصطفیٰ'' کا ایک نیا عنوان تھی۔ مختلف انداز واسلوب میں آپ نے اپنا ''تصورِ عشق'' ایسا واضح فرمادیا کہ جو آگے چل کر رہروان کوچۂ محبوب کے لئے ''رہِ نور'' ثابت ہوا اور اب تو لوگ اسی اجالے میں دیارِ محبوب کا سفر کرنے میں فخر بلکہ قبولیت سرکار کی ضمانت سمجھنے لگے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، حضرت رضا بریلوی نے ایک ایسے ماحول میں ہوش کی آنکھیں کھولی تھیں جہاں رہزن، رہبر کے لباس میں بڑی عیاری سے کام کررہے تھے۔ مومنوں کے دلوں سے عشقِ مصطفیٰ کی چنگاری بجھا دینے کیلئے نہ معلوم کیا کیا ہتھکنڈے آ زمائے جارہے تھے، نبوتِ مصطفیٰ، محبتِ مصطفیٰ، عظمتِ مصطفیٰ، معجزات وکمالاتِ مصطفیٰ ﷺ جو اصل دین وایمان اور روحِ اسلام وقرآن ہیں، چن چن کر بڑی بے رحمی سے ان غنچوں کو مسلا اور کلیوں کچلا جارہا تھا۔ ایسے دلدوز، روح فرسا، المناک ماحول میں حضرت رضا بریلوی ہی تھے، جو اس طرح کے ہر حملے کا بڑی پامردی سے دفاع فرمارہے تھے۔ ایک وفادار غلام کی طرح آقا کے دامنِ عظمت پر چلنے والے ہر تیر کیلئے اپنا سینہ سپر کئے ہوئے تھے اور ایک مخلص جانثار کی طرح ہر وار پر تڑپ تڑپ جاتے تھے۔ غرض کہ آپ کے تمام تر کارناموں کا خلاصہ صرف عظمتِ رسالت کا تحفظ ہے۔ ان کی کتابوں سے جلوۂ عشق لٹاتے چند اقتباس پیشِ خدمت ہیں جن سے امید ہے کہ محبوں کا دل باغ باغ اور منافقوں کا سینہ داغ داغ ہوجائے گا۔ ملاحظہ فرمایئے! آسمانِ عشقِ رضا کے چند کھلتے ہوئے تارے اور گلشنِ عشقِ رضا کے چند مہکتے ہوئے پھول سجایئے، ان تاروں سے اپنے دامنِ دل کو اور معطر کیجئے ان پھولوں سے اپنی حیات وکائنات کو۔

☆.... عبادت ان کی کفر اور بے ان کی تعظیم حبط (برباد، ناقابلِ اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت وعظمت کا نام ہے۔ (3)

اسی مفہوم کو آپ نے اشعار میں اس طرح ڈھالا ہے۔

اللہ کی سر تابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

☆......... اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ ورسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے۔ ماں باپ کی محبت وحمایت کو اللہ ورسول کی محبت وخدمت کے آگے ناچیز جانو گے۔ تو واجب واجب واجب، لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ ان کے بدگو سے وہ نفرت ودوری وغیظ وجدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزارواں حصہ نہ ہو۔ (4)

اور حدائقِ بخشش میں فرماتے ہیں۔

نورِ الٰہ کیا ہے محبت حبیب کی
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک وخر کی ہے
اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
منکرو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

☆......... بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس ﷺ کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں

کیلئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کی تعظیم تمام اقسامِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امرِ مستحسن ہے، ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔ (5)

اور حدائقِ بخشش میں فرماتے ہیں ؎

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
کیجئے چرچا انہی کا صبح وشام
جانِ کافر پر قیامت کیجئے

☆........ ہر نعمتِ قلیل یا کثیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی روزِ اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت تک، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہی کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی، انہی کے ہاتھوں پر بٹی، بٹتی ہے اور بٹے گی۔ یہ سرالوجود، واصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم وولیٔ نعمتِ عالم ﷺ ہیں۔ یہ خود فرماتے ہیں: 'انا ابوالقاسم، اللہ یعطی وانا قاسم'۔ (میں ابوالقاسم ہوں، اللہ دیتا اور میں تقسیم فرماتا ہوں)۔ (6)

اسی مفہوم کو حدائقِ بخشش میں یوں شعر کے قالب میں پیش کرتے ہیں:

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے صبر کی ہے

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

☆........ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ حیاتِ ظاہری میں حضور ظاہر تھا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزارِ پُر انوار ہے اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ۔ حضور سے توسل، فریاد و استغاثہ طلبِ شفاعت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری علیہ الرحمہ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں: ''روح النبی ﷺ حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام'' (ختم النبوۃ) اور اعتقاد الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی تو حضرت نجاشی کی میت سامنے نظر آرہی تھی حالانکہ وہ میت حبشہ میں موجود تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرماتے تھے۔ یہ امر آپ کے شاہدِ کل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔'' (7)

اسی مفہوم کو اپنے نعتیہ دیوان میں یوں شعر کا لبادہ بخشا ہے ؎

سرِ عرش پر ہے تری گزر، دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

☆.......... انبیائے کرام کی حیاتِ حقیقی، حسی، دنیاوی ہے۔ ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ پھر ویسے ہی ان کو حیات عطا فرمادی جاتی ہے، اس حیات پر وہی احکام دنیوی ہیں، ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام، نیز

ازواجِ مطہرات پر عدت نہیں۔ قبور میں نماز پڑھتے، کھاتے پیتے ہیں۔ (8)

اسی مفہوم کو نعت کے قالب میں یوں ڈھالتے ہیں ۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسمِ پرنور بھی روحانی ہے
تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ
مری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

☆......... وہ بشر ہیں لیکن عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف و احسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح و ملائک سے ہزار درجہ الطف۔ وہ خود فرماتے ہیں: 'لست مثلکم' میں تم جیسا نہیں (رواہ الشیخان) 'ویروی لست کھیئتکم' میں تمہاری ہیئت پر نہیں ویروی، "ایکم مثلی" تم میں کون مجھ جیسا ہے؟ آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سنا آپ کا بشر ہونا اور نورِ درخشندہ ہونا منافی نہیں۔ گویا ۔

محمد بشر ﷺ لا کالبشر
بل ھو یاقوت بین الحجر

(قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام) (9)

اور حدائقِ بخشش میں یوں اظہار فرماتے ہیں ۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا — تیرے خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا — تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

☆......... حضور پرنور سید عالم ﷺ بلاشبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث میں وارد ہے: "ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ" بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمادیا۔ (رواہ عبدالرزاق و نحوہ عند البیہقی) حدیث میں نورہ فرمایا ہے جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسمِ ذات ہے من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ وغیرہ نہ فرمایا کہ نور صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ من نورہ ای من نور ذاتہ (صلوۃ الصفاء) (10)

اسی عقیدے کو آپ نے اپنے اشعار میں بھی بیان کیا ہے ۔

وہی نورِ حق، وہی ظلِ رب، ہے انہی سے سب، ہے انہی کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
شمعِ دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

سبحان اللہ! ان منتخب اقتباسات میں سے آپ چاہے جس کو دیکھئے ہر اقتباس اپنی جگہ پر واقعی نور کا ٹکڑا ہے۔ بارگاہِ رسالت سے آپ کی وابستگی کتنے عروج پر تھی اس بلندی کا اندازہ لگانے کیلئے تو رضا بریلوی کی

نظر اور رضا بریلوی کا دل و دماغ درکار ہے۔ آپ نے نثر و نظم کے ذریعہ الفاظ کے پیکر میں عشقِ حبیب کا وہ علم بھر دیا ہے کہ مفاہیم کے پرت کے پرت کھولتے جایئے، ان کے جذبے کی گہرائی ناپ نہیں آنے پاتی اور ناچار یہی کہنا پڑتا ہے کہ ان احساسات و تصورات کی پاکیزگی و رنگا رنگی تولی اور ناپی نہیں جاسکتی۔ وہ اداشناسِ ادب تھے اس لئے ان کی تخلیقی قدروں کی پیمائش کے لئے اولین شرط اداشناسِ ادب ہونا ہے۔ ماہرِ رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری فرماتے ہیں:

''رضا بریلوی کا مطالعہ و مشاہدہ بڑا وسیع تھا اس لئے ان کا ذہنی افق وسعتوں کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ ہم ان وسعتوں میں پرواز کرتے ہیں مگر پا نہیں سکتے اس کی حدود کو چھو نہیں سکتے۔ ان وسعتوں کے باہر جانا تو بہت دور کی بات ہے فکر و فن کے بھی سماوات ہیں ان کی پہنائیوں کو وہی پاسکتے ہیں جو اداشناسِ ادب ہوں۔'' (11)

اس اداشناسِ عشق و ادب نے پون صدی پہلے، جو نغمے الاپے تھے، جو پھریرا لہرایا تھا، جو پرچم بلند کیا تھا اور عالمِ اسلام کو بارگاہِ رسول ﷺ کی قربت و نسبت کا جو درس دیا تھا، آج زمانے کو اس پیغام کے ہر جز و کل کی ضرورت ہے اس لئے کہ آج عالم دگرگوں ہے، ہولناک صدائیں سنتے سنتے لوگوں کے کان پک گئے ہیں، نفرتوں سے دماغ کھول رہے ہیں، محبت کے چمن لٹ رہے ہیں، بھانت بھانت کی بولی بولی جارہی ہے، نت نئے اور فاسد خیالات سے علم و ادب کی فضا متعفن ہورہی ہے، ایسے میں تو پیغامِ رضا کی ضرورت اور شدید ہوگئی ہے اس لئے کہ رضا بریلوی کا پیغام محبت کا پیغام ہے، رضا بریلوی کا پیغام سکونِ جان و تسکینِ قلب کا پیغام ہے، رضا بریلوی کا پیغام خوفِ خدا اور عشقِ مصطفی ﷺ کا پیغام ہے، رضا بریلوی کا پیغام صالح فکر و شعور کا پیغام ہے، رضا بریلوی کا پیغام قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کا عطر نچوڑ ہے۔ ان کے پیغام میں وہ سب کچھ ہے جس کی زمانے کو ضرورت تھی، ہے اور رہے گی۔ ان کے پیغام کی افادیت ہر دور میں اپنوں اور غیروں سے اپنی عظمت کا لوہا تسلیم کرواتی رہے گی۔ اس لئے کہ ان کے پیغام میں افکارِ شریعت و طریقت کی گونج دور سے ہی کانوں میں رس گھولتی ہے۔ انہوں نے عشقِ رسالت کی بدولت اس دور زبوں کار، زبوں حال میں دولتِ ایمان و عشق کی حفاظت فرمائی جس کی ہولناکی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ کیسا عاشقِ رسول تھا جو ہر مومن کو اپنی ہر تحریک سے عاشقِ رسول بنانے کا آرزومند تھا۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری تحریر فرماتے ہیں:

''وہ عاشقِ رسول تھا اس کے عشقِ جہاں تاب کے موافق و مخالف سب قائل تھے، وہ ادب آموزِ حیات تھا۔ وہ نہ ہوتا تو ہماری بے باکیاں، خود فراموشیاں اور گستاخیاں نہ معلوم کیا رنگ لاتیں؟ اس کی شدید تنقیدات نے بے راہ روی کے سیلاب کو یکلخت روک دیا اور برِ صغیر میں ہم اس قابل ہوسکے کہ اپنے ملی تشخص کو برقرار رکھ سکیں اور اپنے دین و دنیا کی حفاظت کرسکیں۔'' (12)

حضرت رضا بریلوی کی حیات، خدمات و تخلیقات کا خلاصہ صرف تین چیزیں نظر آتی ہیں:

1) دنیا بھر کی ہر ایک لائقِ محبت و مستحقِ تعظیم چیز سے زیادہ اللہ و رسول کی محبت و تعظیم،

2) اللہ و رسول ہی کی خوشی کے لئے اللہ و رسول کے دشمنوں سے نفرت و عداوت،

3) اللہ و رسول ہی کی رضا کیلئے اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی و محبت۔ (13)

آپ اپنی ساری عمر دنیا کو یہی بتاتے رہے کہ کسی مسلمان کے دل میں ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی کامل نہیں تو اس کا ایمان بھی کامل نہیں۔ الغرض آپ نے مسلمانانِ عالم کو شانِ الٰہی کا سچا ادب سکھایا۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا سبق پڑھایا۔ حضرت انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ السلام کی عزت وحرمت کا امن گانا بتایا۔ صحابہ و اہلبیتِ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت وعقیدت کا درس دیا۔ حضرات اولیاء قدست اسرارہم کے احترام واکرام کا چراغ روشن کیا۔ محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کے دشمنوں سے دور ونفور رہنے کا شرعی حکم سنایا۔ آپ کی یہ رباعی آپ کی زندگی کی عکاس ہے۔

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوشِ ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جزمن و چند کتابے و دوات و قلمے

آداب کی پابندی کرتے۔

عشق ومحبتِ رسول ﷺ جو آپ طرۂ امتیاز تھا، اس کا سارا زمانہ قائل ہے۔ اس ضمن میں یہ نکتہ ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ مخالفین اور گستاخانِ رسول کی ایمان سوز عبارتوں پر جو آپ نے شرعی گرفتیں کی ہیں وہ بھی جذبۂ عشقِ رسول ﷺ ہی کے تحت۔ اپنے آقا ومولیٰ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایسا کوئی جملہ برداشت نہ کر سکے جس سے جناب رسالت مآب ﷺ کی شانِ مبارک میں گستاخی کا پہلو بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ بھی نکلتا ہو۔ وہ سینہ ہی کیا جو عشقِ رسول کی تپش سے محروم ہو۔ حضرت رضا بریلوی کا یہ حال تھا رسول ہاشمی ﷺ کے اسمِ مبارک پر ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں جان قربان کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ عرض کرتے ہیں:۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہان سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضرت رضا بریلوی کے تصوراتِ عشق وعلم کا خلاصہ ان کی تمام تر صفات کا نچوڑ صرف تین چیزیں ہیں:

1) تصلب فی الدین
2) عشقِ مصطفیٰ ﷺ
3) ردّ بدعات ومنکرات

تمام گوشۂ حیات اور اپنے ہر کردار وگفتار میں وہی انداز اختیار کرتے جو دین وایمان کی روح سے قریب تر ہوتا اور اسلام کے قوانین و فرامین اور اس کی خصوصیات کو ہر قدم پر پیشِ نظر رکھتے۔ آپ کا ہر فیصلہ دینی فکر ومزاج کی روشنی میں ہوتا۔ اتباعِ شریعت کا اتنا خیال کہ اپنی نشست وبرخاست، گفتگو وملاقات ہر چیز میں مزاجِ شریعت اور اسلامی

ردّ بدعات ومنکرات کا جو عظیم الشان کارنامہ آپ نے انجام دیا اس کی نظیر آپ کے معاصرین میں نہیں ملتی، مسلم معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی بدعتوں اور اوہام وخرافات کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی سعی بلیغ کی اور جابجا ان پر نکیر فرمائی اور ان کے مضرات ونقصانات سے ہر سائل ومستفتی کو باخبر اور ہوشیار کیا۔ آپ کی مطبوعہ کتب ورسائل اور فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ بات محقق ہوجاتی ہے کہ آپ اپنے پورے عہد میں (1) تبحرِ علمی، (2) وسعتِ فکر ونظر اور (3) واضح ومحکم فیصلہ (قولِ فیصل) کے لحاظ سے عدیم النظیر ہیں۔ (14)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا کی نظر میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ ایسا سمایا ہوا ہے

کہ نظروں میں کوئی جچتا نہیں، ان کے نزدیک ہماری ساری توانائیاں اور ہمارا مرنا جینا سب محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہے۔ کیا خوب فرمایا ہے۔

دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھے بھی وہاں تمہارے لئے

جس نے گردن فرازوں کے سر اپنے قدموں میں جھکا لئے تھے، اسی تحریک کو لے کر جب غلامانِ مصطفیٰ علیہ السلام آگے بڑھے ہیں تو انہوں نے زمان و مکان کے نقشے بدل دیئے تھے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ۔

جہاں پہنچے زمیں کو آسماں سے کردیا اونچا
جہاں ٹھہرے درو دیوار کا نقشہ بدل آئے

امام احمد رضا نے دلوں کو عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام کی گرمی سے گرمایا اور اس سلسلے میں امام احمد رضا نے ایک بھرپور تحریک چلائی۔ آج کے دور میں اسی جذبۂ عشق کی ضرورت ہے جو کمزوروں کو توانا، مغلوبوں کو غالب، محکوموں کو حاکم اور غلاموں کو بادشاہ بنادیا کرتا ہے۔'' (15)

مدت العمر آپ نے عالمِ اسلام کو یہی پیغام دیا کہ محمد عربی علیہ السلام کے دامنِ مقدس سے وابستہ ہوکر ہی انسانیت اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ ان کی تعلیماتِ مبارکہ پر ہی عمل کرکے دنیا کے مصائب و آلام کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور سنتِ رسول علیہ التحیۃ والثناء کی روشنی میں ہی بے قرار انسانیت کو راحتِ دل اور امن و سکون میسر آسکتا ہے۔ اپنے جذبات و خواہشات، اپنے مفادات و مصالح اور اپنی جان و مال کو عظمتِ رسول علیہ السلام پر قربان کردیا جائے اور رسولِ اکرم علیہ السلام کی ذات وصفات سے قرب حاصل کرنے کو مقصدِ حیات تصور کرلیا جائے۔ حضرت رضا بریلوی کا یہ پیغام صرف بریلی کی آواز نہیں، یہ تو عالمگیر آواز اور ہمہ گیر تحریک ہے۔ اس کی آفاقیت اور اجتماعیت بول رہی ہے یہی وہ عالمگیر تحریک ہے جس سے خیالات و تصورات کی دنیا تہہ و بالا ہوئی تھی یہی وہ تحریک ہے جس سے دلوں کے آفاق فتح ہوئے تھے، یہی وہ تحریک ہے جس نے قیصر و کسریٰ کی شوکت و سطوت لرزتی تھی۔ یہی وہ تحریک ہے

اپنی عظمتِ رفتہ کو پانے کیلئے، اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت کی تحصیل کیلئے، اپنے گئے ہوئے باوقار ایام کی بازیابی کیلئے، انگریزی و دیگر اسلام دشمن نظریات کے بندھن میں جکڑے ہوئے ذہن و فکر کی واگذاری کیلئے، اپنے گنوائے ہوئے مقام و منصب کی بحالی کیلئے، دنیا کے امن و سکون کیلئے، فرد کے چین اور جماعت کی راحت کیلئے، ملک کی بہتری اور ملت کی برتری کیلئے، دینی فکر و مزاج کی سلامتی و تحفظ کیلئے، افکار و خیالات کی پاکیزگی اور آبیاری کیلئے، معاشرت و معیشت کی فلاح و بہبودی کیلئے، قومِ مسلم کی باآبرو اور سرخرو زندگی کیلئے، ایک مسلمان کو صحیح معنی میں مسلمان بنانے اور بنے رہنے کیلئے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول علیہ السلام کی خوشنودی کیلئے حضرت رضا بریلوی کی چلائی ہوئی تحریک کو سینے سے لگانے کی ضرورت ہے اور اپنا بنانے کی ضرورت ہے۔

قومیں عشق ہی سے زندہ رہتی ہیں۔ ملتِ مسلمہ بھی عشق ہی سے زندہ ہوئی، عشق ہی سے زندہ رہی، عشق ہی سے زندہ رہے گی۔ عشق جتنا محکم ہوگا زندگی اتنی پائندہ ہوگی۔ احمد رضا محبت کی موت کو ملت کی موت سمجھتا تھا اس لئے اس نے محبت کی خاطر ملک گیر تحریک چلائی، دلوں کو مرنے نہ دیا، زندہ رکھا۔ اس کو معلوم تھا عشق و محبت نے صحابہ کو سرفراز کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ کوئی علم و فن اللہ اور اس کے رسول کے ذکر

سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ یہ ایک ایسا انقلابی خیال تھا کہ اگر اس پر عمل کرلیا جاتا تو دل و دماغ اس طرح ویران نہ ہوتے جس طرح آج ویران ہیں۔ دلوں کی اجڑی بستی کی باز آبادکاری کے لئے حضرت رضا بریلوی کا پیغام ہی عالمگیر تحریک اور عالمگیر ضرورت ہے۔

حاصلِ کلام

شخصیت یونہی نہیں بنتی اس کے پیچھے کتنے عوامل کارفرما ہوتے ہیں، کسان بیج زمین میں ڈالتا ہے، زمین اسے اپنا آغوش دیتی ہے، سورج تمازت دیتا ہے، بارش نمی دیتی ہے تب زمین سے کونپل نکلتی ہے، نازک پودا نکلتا، اب شبنم اس کا چہرہ دھلاتی ہے، نسیم وصبا جھولا جھلاتی ہے، چاندنی اپنا دودھ پلاتی ہے، کسان خورد پودوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے، تب کلیاں کھلتی اور پھول مسکراتے ہیں..... حضرت رضا بریلوی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے، ان کی تعمیر شخصیت کے جو عوامل ہمیں نظر آتے ہیں ان میں کسی نے ان کے دامنِ حیات پر علم کے گل بوٹے سجائے ہیں، تو کسی نے عمل کی آئینہ بندی کی ہے، ان کی تربیت واخلاق و افکار کے یہ ظاہری وسائل وذرائع ہیں جو ہمیں نظر آتے ہیں لیکن ان کے علم کی سمندر جیسی وسعت، ان کے عمل کی ہمالہ جیسی بلندی وصلابت، ان کے اخلاق وافکار کی پھول جیسی نزاکت ولطافت بول رہی ہے کہ علم ہو یا عمل ہر گلشن کی آبیاری عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام نے کی ہے، ان کی ہر چمک دمک میں مدینہ کی کرن کا اہم رول رہا ہے، آفتابِ رسالت مدینہ میں جلوہ گر تھا اور اس کی کرن بریلی میں نور برسا رہی تھی۔ چوں کہ نوری پاور عالمی پاور ہاؤس سے ڈائرکٹ آرہا تھا اس لئے تجلیات کا دائرہ بھی محدود نہ تھا۔ علم وعمل، فکر ونظر، شعور وآگہی، تجربہ ومشاہدہ، اخلاق وعادات، غرض کہ جس شعبہ پر اجالا پڑ گیا، چمکتا چلا گیا، ذرہ پر اگر سورج کی کرن پڑ جائے تو اس میں بھی قوتِ پرواز آجاتی ہے تو پھر جس ہستی پر ماہتابِ نبوت کی کرن پڑ جائے اس کی تجلیات اور پرتو فگنی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ اسے یوں سمجھئے ایک ہوتا ہے مُنَوَّر، اور ایک ہوتا ہے مُنَوِّر، مُنَوَّر کا فیض یافتہ ہی مُنَوِّر ہوتا ہے، جب مُنَوَّر سے اکتسابِ فیض کرکے مُنَوِّر چمک اٹھتا ہے، تو اب جو اس مُنَوِّر کے قریب آجائے، اس سے منسوب ہوجائے وہ بھی چمک اٹھتا ہے، وہ بھی مُنَوِّر ہوجاتا ہے۔ افقِ حجاز سے نبوت کی کرن جگمگائی ''قد جاءکم من اللہ نور'' کی نوری شعائیں پھیلیں، میرا نبی مُنَوِّر بن کر نورانی کرن برسا رہا ہے، جماعت در جماعت لوگ آتے جارہے ہیں، صحابیت کے نور سے جگمگاتے جارہے ہیں، مُنَوِّر بنتے جارہے ہیں، مُنَوَّر نبی کی صحبت سے صحبت یافتہ صحابی بن کے چمکے، صحابی کا صحبت یافتہ تابعی بن کے چمکا، تابعی کا صحبت یافتہ تبع تابعی بن کے چمکا، علیٰ ہذا القیاس قرناً بعد قرنٍ لوگ چمکتے جارہے ہیں، مُنَوِّر بنتے جارہے ہیں۔ وہی کرن بغداد میں چمکی تو لوگوں نے غوثِ اعظم کہا، وہی کرن اجمیر میں چمکی تو لوگوں نے غریب نواز کہا، وہی کرن دلّی میں چمکی تو لوگوں نے محبوبِ الٰہی کہا، وہی کرن بریلی میں چمکی تو دنیا نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کہا۔ اب جو ان سے قریب ہوگیا وہ بھی چمک گیا، کوئی حجۃ الاسلام بن کے چمکا، کوئی مفتیِ اعظم بن کر چمکا، کوئی ملک العلماء بن کے چمکا، کوئی صدر الشریعہ بن کے چمکا، کوئی صدر الافاضل بن کے چمکا اور جو ان چمکنے والوں سے قریب ہوگیا وہ بھی سنورتا جارہا ہے، چمکتا جارہا ہے، روشنی ہے کہ پھیلتی جارہی ہے۔ مدنی کرن کا یہ فیضان ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے ملک وملت اور فرد وقوم کی جگمگاہٹ کا اہتمام وانتظام فرمادیا ہے۔ شمع جلا جلا کر آپ نے رکھ دی

ہیں، جس کا جی چاہے منور ہوجائے اور جس طرح چاہے منور ہوجائے، جس گوشے کو چاہے منور کرے۔ زبان وادب کو روشنی کی ضرورت ہے۔ کنزالایمان، فتاویٰ رضویہ اور حدائقِ بخشش سے حاصل کرلو، قوم وملت کو روشنی کی ضرورت ہے حجتہ الاسلام، مفتیِ اعظم ہند، ملک العلماء اور صدرالشریعہ کے چراغ سے لو ملالو، ملکی سیاست کو روشنی کی ضرورت ہے اعلام الاعلام اور المحجتہ الموتمنہ سے اکتسابِ نور کرلو۔ حضرت رضا بریلوی کی شمع مدنی شمع ہے اور اس کا فیضان، فیضانِ رحمت اللعالمین کی طرح سب کیلئے عام ہے۔

وہ ایک ذرہ تھے مگر صحرا کی وسعتیں بھی ان کے دامن میں پناہ لیتی تھیں، وہ ایک قطرہ تھے مگر سمندر کی تشنہ کامی بھی سیراب ہوا کرتی تھی، وہ ضعیف تھے مگر ناقابلِ تسخیر چٹان بھی ان سے عزم واستقامت کی بھیک مانگا کرتی تھی، وہ تن تنہا تھے مگر اپنی شخصیت میں ایک بڑی جماعت تھے۔ وہ اکیلے تھے مگر سوادِ اعظم تھے، وہ ایک نقطہ تھے مگر جب پھیلے تو اتنا پھیلے کہ اعلیٰ حضرت بن کر دنیا پر چھا گئے مگر جب سمٹے تو اتنا سمٹے کہ مجسم عشقِ مصطفیٰ ﷺ بن گئے۔ سنئے سنئے رضا کے عشق کی یہ آواز۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1) امام احمد رضا بریلوی اور مولانا آزاد کے افکار۔ ص:19

2) دبستانِ رضا۔ مصنف: علامہ یٰسین اختر مصباحی۔ ص:119

3) مجددِ الفِ ثانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ ازمولانا غلام مصطفیٰ صاحب مجددی۔ ص:111

4) تمہیدِ ایمان۔ ازامام احمد احمد رضا۔ ص:21

5) فتاویٰ رضویہ۔ ازامام احمد رضا خاں۔ ص:78

6) ختم النبوہ۔ ازامام احمد رضا۔ ص:29

7) اعتقادالاحباب۔ ازامام احمد رضا خاں۔ ص:17

8) الملفوظ۔ ج:4۔ مرتبہ مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا قادری۔ ص:30

9) مجددالفِ ثانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ مولانا غلام مصطفیٰ مجددی۔ ص:100

10) مجددالفِ ثانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ مولانا غلام مصطفیٰ مجددی۔ ص:94

11) انتخاب حدائقِ بخشش از ڈاکٹر مسعود احمد مظہری۔ ص:13

12) مقدمہ امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات ازمولانا یٰسین اختر مصباحی۔ ص:91

13) سوانحِ اعلیٰ حضرت ازمولانا بدرالدین رضوی۔ ص:136

14) امام احمد رضا اور ردِ بدعات ومنکرات ازمولانا یٰسین اختر مصباحی۔ ص:29 تا 32

15) محدثِ بریلوی از ڈاکٹر مسعود احمد مظہری۔ ص:21,22

امام احمد رضا۔

اسلامی وعصری علوم کا محققِ اعظم

ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف سنبھلی*

زیرنظر مقالے میں ہم نے امام احمد رضا خاں کی شخصیت کے اسلامی وعصری علوم کے ماہر ہونے کی حیثیت سے بحث کی ہے۔اس لئے اس میں سب سے پہلے ایک تمہید ہے جس میں امام احمد رضا کا برصغیر میں اسلامی وعصری علوم میں ماہر ہونے سے متعلق لکھا گیا ہے۔پھر آپ کے علوم کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے اس کے بعد اسلامی علوم میں آپ کی تحقیقات وتصنیفات کا ذکر کیا گیا ہے۔یہاں پر اسلامی علوم میں صرف قرآنیات،فن حدیث اور فقہ اسلامی میں کئے گئے آپ کے معرکۃ الآرا کارناموں کا ہی احاطہ کیا گیا ہے۔پہلے آپ کے ترجمۂ قرآن سے متعلق مواد فراہم کیا گیا ہے پھر اس پر اہل دانش کی آرا نقل کی گئی ہیں اس کے بعد اس کا تحقیقی معیار قلم بند کیا گیا ہے۔فن حدیث کے سلسلے میں اسماء الرجال اور حفظ حدیث پر امام احمد رضا کے مکمل دسترس ہونا ثابت کیا گیا ہے۔اس کے بعد اس فن میں آپ کے رشحات قلم تحریر کیا گیا ہے۔فقہ اسلامی چونکہ آپ کا نہایت پسندیدہ اور محبوب ترین فن ہے اسی لئے اس فن میں تو آپ کا کثیر لٹریچر موجود ہے جو کثرت مواد کی بنا پر ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت کا حامل ہے۔مختصر سے مقالے میں زیادہ تفصیلی طور پر تو کچھ لکھا جانہیں سکتا اس لئے صرف آپ کے دو ہی تحقیقی شاہکار ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' اور ''جد الممتار علی شرح رد المحتار'' کا تعارف ہی کرایا گیا ہے۔اس فن میں آپ کے طریقۂ تحقیق اور اس کے پایۂ استناد سے متعلق بھی تحریر کیا گیا ہے۔اس طرح اسلامی علوم سے متعلق ان فنون میں امام احمد رضا کی تحقیقات وتعلیقات کا تعارف پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا کی تحقیقات عالیہ کا اعتراف کیا گیا ہے۔

اس کے بعد عصری علوم کا چیپٹر شروع ہوتا ہے یہاں بھی اجمال کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان علوم میں صرف فلسفہ ومنطق اور سائنسی علوم سے متعلق امام احمد رضا کے نظریات، مؤقفات اور ان کے ردوابطال میں پیش کی گئی عظیم الشان تحقیقات کو قلم بند کیا گیا ہے فلسفہ ومنطق میں فلاسفہ کے اس نظریے کا امام احمد رضا کے ذریعہ کئے گئے رد بلیغ کا ذکر کیا گیا ہے جس میں فلاسفہ نے خدائے تعالیٰ کی صفت خالقیت کا انکار کرتے ہوئے اس کو عقول سے منطبق کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔امام احمد رضا نے اپنی کتاب ''الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ لوہاء الفلسفۃ المشئمہ'' میں فلاسفہ کے اس باطل نظریے کا دندان شکن جواب دیا مقالے میں اس کا ذکر کیا ہے۔سائنس کی تحقیقات کے سلسلے میں امام احمد رضا کی عظیم الشان تصنیف ''فوزُ المبین در ردِ حرکتِ زمین'' کے توسط سے اہل سائنس کے ان غیر اسلامی نظریات کو باطل قرار دیا گیا ہے جس میں جدید سائنس کے بانی آئزک (اسحاق) نیوٹن کے نظریۂ حرکتِ زمین کو ایک سو پانچ دلائل سے ابطل قرار دیا ہے۔ہم نے مقالے میں آپ کی اسی سائنسی تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا کے جدید سائنس کے موضوع پر گراں قدر تحقیقات کا تعارف کرا کر انہیں اس میدان کا ہیرو ثابت کیا ہے۔اسلامی اسکالر وہ بھی ایک دینی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اس عظیم محقق کے فلسفہ وسائنس کے موضوع پر ان گراں قدر کارناموں سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام احمد رضا صف عالم دین ہی نہیں بلکہ برصغیر میں اسلامی وعصری علوم کے محقق اعظم تھے۔

---

* منیجر اقبال ماڈرن پبلک اسکول، سنبھل، مراد آباد، انڈیا

ماہرین علوم نے جملہ علوم وفنون کو بنیادی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں ایک کو ''علوم دینیہ'' کا نام دیا گیا ہے تو دوسرے کو ''دنیاوی علوم'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اول الذکر میں دینی مناسبت سے روحانی اور مذہبی علوم سے بحث کی جاتی ہے تو ثانی الذکر کا تعلق مادی اور عصری علوم سے ہوتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک آفاقی مذہب ہے اور برصغیر میں ابتداء سے ہی اس مذہب کے ماننے والوں کی ایک معتدبہ تعداد رہی ہے جنہوں نے نہ صرف یہاں کے ساکنان کے، مذہب، تمدن اور تہذیب وثقافت سے کچھ حاصل ہی نہیں کیا بلکہ اپنے کارہائے زریں کی بناء پر یہاں کے تہذیب وتمدن کو متاثر کرنے میں بھی کامیاب رہے۔ برصغیر میں مسلمانوں کی تہذیبی وثقافتی تاریخ کا مطالعہ کرنے پر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس جہانِ رنگ وبو کے دیگر خطوں کی مانند یہاں بھی مسلمانوں نے اپنی جودت طبع اور ندرت تحقیق سے برصغیر کو بقعۂ نور بنا دیا۔ یہاں پیروان اسلام سے وابستہ وہ عظیم ہستیاں ظہور پذیر ہوئیں جنہوں نے یہاں کے باشندوں پر ایک طرف اسلام کی صداقت وبرتری کو ثابت کیا تو دوسری جانب عصری علوم میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا۔ اسی لئے جب ہم یہاں کی تاریخ پر تحقیقی نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں مختلف انواع واقسام سے متصف شخصیات اور متفرق علوم وفنون سے مزین افراد نظر آتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جن کے جوہر کسی خاص میدان کو ہی منور کرتے ہیں کچھ ایسے نظر آئیں گے جن کے فیوض وبرکات مکانی وزمانی اعتبار سے محدود ہیں۔ اقسام علوم کے اعتبار سے کچھ کے کارنامے مذہبی ودینی میدان میں نظر آتے ہیں تو کسی کے کارہائے اعزاز صرف علوم عصریہ میں ہی ملتے ہیں۔ کسی نے اسلامی علوم ہی میں دسترس حاصل کی تو کوئی دنیاوی علوم میں کمال رکھتا ہے۔ غرض کہ ہر ایک کا اپنا اپنا میدان ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا گوشہ ہے۔ ہر کوئی کسی مخصوص علم میں دخل رکھتا ہے۔ نہ صرف خطہ برصغیر بلکہ عالمی تاریخ میں بھی ہمیں کم ہی حضرات ایسے نظر آئیں گے جنہوں نے بیک وقت علوم دینیہ میں بھی کمال حاصل کیا ہو اور انہیں دنیاوی علوم کے بحر ذخار سے بھی گوہر آبدار حاصل ہوئے ہوں۔ پھر اگر کسی خوش نصیب کو ان ہر دو اقسام سے تعلق رہا بھی ہو تو غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ ان میں بھلا کون ایسا خوش نصیب ہوگا جسے ان علوم میں محقق ومدقق ہونے کا بلند وبالا مقام حاصل ہوا ہو۔ ان میں چند ایسے تو ہو سکتے ہیں جنہوں نے علوم اسلامیہ وعصریہ کے چند ایک مخصوص گوشے سے تعلق پیدا کر لیا ہو اور ان کا برائے نام کام بھی رہا ہو۔ مگر تاریخ عالم میں ایسی کوئی عبقری شخصیت شاید ہی نظر آئے جنہوں نے مذہبی وعصری علوم وفنون کے متعدد میدانوں میں اپنی ذہانت کے گھوڑے دوڑائے ہوں۔ تحقیق وتدقیق کے پھول کھلائے ہوں یا پھر تصنیف وتالیف سے آسمانِ علم وفضل کو جگمگایا ہو۔

اس حقیقت کو بھی سامنے رکھا جائے کہ اگر ہم صرف مذہبی علوم کو ہی لیتے ہیں تو اس کے بھی متعدد گوشے ہیں۔ مختلف اقسام ہیں۔ جو مزید ذیلی اصناف میں بھی تقسیم ہوتے ہیں۔ تو اس میدان میں بھی ہمیں ایسی ہی شخصیات نظر آتی ہیں جنہوں نے مذہبی علوم کی کسی ایک مخصوص قسم میں کارہائے عظیم انجام دیئے ہوں اور علوم کے دیگر شعبوں سے انہیں کوئی تعلق نہ رہا ہو۔ بطور مثال اگر کسی صاحبِ علم نے قرآنیات پر کام کیا تو حدیثِ پاک سے ان کا کوئی حصہ نہ ہو۔ یا پھر علوم حدیث میں اگر کسی شخص کو شغف رہا ہو تو فقہ کے گوہر آبدار سے ان کا دامنِ علم خالی رہا ہو۔ الغرض کہ شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہمیں نظر آئے جس کا دائرہ کار علوم اسلامیہ کے ساتھ تمام شعبوں پر محیط ہو۔ شاید ہی کوئی ایسی خوش نصیب ہستی ہو جس نے مذہبی علوم کے متعدد گوشوں میں کارہائے تحقیق انجام دیئے ہوں۔ یہ حقیقت نہ کوئی شاعرانہ تعلّی ہے اور نہ کوئی مبالغہ آمیز دعویٰ ہے کہ برصغیر میں اٹھارویں صدی عیسوی کے اخیر تک کوئی ایک شخصیت بھی ایسی ظہور پذیر نہیں ہوئی جسے جملہ اسلامی علوم کا جامع کہا جا سکے۔ جسے عصری ومذہبی علوم کا ماہر کہا جا سکے۔

جیسا کہ سنّتِ الٰہیہ ہے کہ اس نے اپنے انعام واکرام کسی خاص قوم، علاقے اور زمانے کے لئے ہی مخصوص نہیں رکھے بلکہ اس رحیم وکریم نے اس دنیائے رنگ وبو کے ہر ایک خطے کو ہی اپنے عظیم

احسانات سے نوازا ہے۔ ہر ایک علاقے کے لوگوں پر اپنے انعام واکرام کا سایہ فرمایا ہے۔ اور ہر ایک زمانے کے افراد پر نوازشوں کی بارش کی ہے۔ اپنی اسی کرم نوازی کی بنا پر ہی تو اس نے برصغیر میں بھی اپنی عنایتوں ومہربانیوں کی لہر دوڑائی اور ۱۸۵۶ء میں ہندوستان کے مشہور شہر بریلی میں ایک ایسی عظیم شخصیت کو پیدا فرمایا جسے ہم امام احمد رضا کے نام سے جانتے ہیں۔ جسے جامع علوم اسلامیہ اور جامع فنون دینیہ کا اعزاز بھی حاصل ہے اور اسلامی وعصری علوم کے تمام گوشوں پر گہری نظر رکھنے کا اکرام بھی۔ آپ کی ذات واعلیٰ صفات اس معنی میں بھی کافی اہمیت کی حامل ہے کہ انہوں نے ملت اسلامیہ کو اپنے آقا اور محبوب الٰہی حضرت محمد ﷺ سے سچا عشق کرنا بھی سکھایا اور ان کے مذہب کے متعدد علوم میں مہارت تامہ بھی حاصل کی۔ زیر نظر مقالہ میں اس عظیم ہستی کا ہی مختصر تعارف کرایا جارہا ہے اور اسلامی وعصری علوم کے جن گوشوں میں آپ نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ان کو منظر عام پر لانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

امام احمد رضا کوئی معمولی شخصیت نہ تھے بلکہ ان کی ذات گرامی علمی وتحقیقی عظمت کا دیو پیکر وجود تھا جس نے اپنی عبقریت وآفاقیت کا اعتراف نہ صرف اپنے مداحوں سے کرایا بلکہ مخالفین کو بھی ان کی عظمت کا لوہا ماننا پڑا۔ اس حقیقت سے بھلا کون صاحب عقل انکار کرسکتا ہے کہ امام احمد رضا نے علوم کے کسی خاص گوشے پر ہی کام نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنی ذہانت ولیاقت کے پھولوں سے متفرق علوم وفنون کے متعدد گوشوں کو مہکا دیا۔ اس سے پہلے کہ ہم اپنے قارئین کو اسلامی وعصری علوم میں امام احمد رضا کی نابغۂ روزگار تحقیقات سے روشناس کرائیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امام اہل سنت کے ان علوم کی تعداد کی وضاحت کردی جائے جس میں آپ نے اپنے عظیم رشحات قلم یادگار چھوڑے ہیں۔ مولانا کے ان علوم کی تعداد بہت زیادہ ہے اور آپ کے متعدد سوانح نگاروں نے ان کی متفرق تعداد لکھی ہے مگر اب تک حاصل شدہ معلومات میں اس وقت تک ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی کے حوالے سے جو معلومات ہم تک پہنچی ہیں وہ سب سے زیادہ اہم ومعتبر ہیں۔ اس کے مطابق آپ کے علوم کی تعداد ستّر (۷۰) ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

''آپ علومِ درسیہ کے علاوہ علومِ جدیدہ وقدیمہ پر بھی مکمل دسترس وعبور حاصل تھا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی حاصل کئے بغیر اپنی خداداد صلاحیت وذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم وفنون پر امام احمد رضا محدث بریلوی کو مکمل عبور حاصل تھا۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد تقریباً ستّر (۷۰) ہے۔ ان میں کئی فنون تو ایسے ہیں کہ دورِ جدید کے بڑے بڑے محقق اور ماہرین علوم وفنون ان کے نام سے بھی آگاہ نہ ہوں گے''۔ [۱]

مولانا کے علوم وفنون کی کثیر تعداد ہے ان میں اسلامی علوم بھی ہیں اور عصری بھی۔ مگر چونکہ زیر نظر مقالہ زیادہ تفصیلی تو ہے نہیں اور اس مختصر سی تحریر میں آپ کے تمام علوم کا احاطہ ممکن بھی نہیں اسی مناسبت سے یہاں پر صرف انہیں علوم وفنون پر مشتمل آپ کی تحقیقات عالیہ کا بیان مقصود ہے جو اپنے بلند معیار کی وجہ سے اپنا ثانی نہیں ونظیر نہیں رکھتیں۔

اسلام علوم میں امام احمد رضا کی تحقیقات

امام احمد رضا بے بدل عالم دین ولاثانی محقق متین تھے اسی وجہ سے اسلام علوم میں تو آپ کے گراں قدر شہ پارے موجود ہیں جن سے اسلامی علوم پر مشتمل برصغیر کا علمی سرمایہ جگمگا رہا ہے۔ آپ کی گراں قدر تحقیقات میں جہاں اس موضوع پر اسلامی علوم کے ذخیرے میں معتدبہ اضافہ کیا ہے وہیں آپ کی تحقیقات عالیہ نے اسلام کے اثبات اور اس کے مخالف نظریات کی نفی کی۔ دشمنان اسلام کے منہ بند کئے تو مخالفین کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ نے ان موضوعات پر جہاں ایک طرف برصغیر کے علماء سے داد وتحسین حاصل کی وہیں خود عالمِ عرب کے مایۂ ناز اہل علم کو بھی اپنی خداداد صلاحیت ولیاقت کا پورا احساس کرادیا۔

ان موضوعات پر آپ کی گراں قدر تصانیف نے اہل برصغیر سے تو خراجِ عقیدت حاصل کیا ہی خود علمائے عرب کو بھی آپ کی تصانیف کے علمی پائے کے اسناد کو تسلیم کرنا ہی پڑا۔

اسلامی علوم میں امام احمد رضا نے جن موضوعات پر اپنی مایہ ناز تحقیقات اور گراں قدر تخلیقات پیش کی ہیں ان میں سب سے نمایاں وممتاز تین موضوعات پر ہم یہاں بحث کرنا چاہیں گے جن کی ترتیب اس طرح ہے۔

۱۔امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآنِ پاک

۲۔امام احمد رضا اور فن حدیث

۳۔امام احمد رضا اور فقۂ اسلامی

ترتیب کے اعتبار سے سب سے پہلے یہاں پر آپ کے گراں قدر ترجمۂ قرآن پاک کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ قارئین آپ کی قرآن کریم سے دلچسپی اور اس میں آپ کے ادراک وانہماک کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

۱۔امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآنِ پاک

امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن پاک ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں منظرِ عام پر آیا۔امام موصوف کے اس ترجمۂ قرآن پاک کے شان نزول کے سلسلے میں مولانا بدر الدین قادری نے تحریر کیا ہے۔

''واقعہ یوں ہے کہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمے کی ضرورت کو پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کردینے کی گزارش کی ۔آپ نے وعدہ تو فرمالیا لیکن دوسرے مشاغلِ دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی ۔جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمے کے لئے میرے پاس کوئی مستقل وقت نہیں ،اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں ۔چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اس طرح یہ دینی کام شروع ہو گیا''۔ ۲

کنزالایمان کے شان نزول کے اسباب و وجوہات کے ذکر کے بعد اب ضروری محسوس ہوتا ہے کہ عالم اسلام کے اس شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن پاک کی چند اہم خوبیاں اور اس کے خصوصی محاسن قارئین کے سامنے پیش کردیئے جائیں تا کہ اس کی تاریخی اہمیت کے ساتھ ہی فنی محاسن اور ادبی خصائص بھی قارئین پر اچھی طرح واضح ہو جائیں ۔اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم پاکستان کے اہل حدیث عالم جناب سعید بن عزیز یوسف زئی کے ایک مضمون کا اقتباس پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے اعتراف کیا ہے۔

''کنزالایمان واقعی ایک ایسا ترجمۂ قرآن پاک ہے جو کہ ہر ایک متبع رسول ﷺ کو پڑھنا چاہئے ۔میں یہ بات برملا کہوں گا کہ کنزالایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جناب رسالت مآب ﷺ کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے''۔ ۳

کنزالایمان کے خصائص ومحاسن کے سلسلے میں مفتی شفیق احمد شریفی نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے اور انہوں نے امام احمد رضا کے اس ترجمۂ قرآن پاک کو اردو کے معروف ترجمہ ''موضح القرآن'' از شاہ عبدالقادر دہلوی علیہ الرحمۃ پر بھی فوقیت دی ہے ۔جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

قرآن کریم کے اردو میں بے شمار ترجمے ہوئے ہیں گو اوّلیت شاہ عبدالقادر دہلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمے ''موضح القران'' کو حاصل ہے مگر نگاہ عشق ومستی سے دیکھا جائے تو فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن امتیازی حیثیت رکھتا ہے''۔ ۴

امام احمد رضا کے اردو ترجمۂ قرآن پاک کی خوبیوں کا ذکر آپ کے تقریباً سبھی تذکرہ نگاروں نے کیا ہے آپ کے ایک اور معروف تذکرہ نگار مولانا محمد صابر القادری رضوی اپنی مشہور تصنیف میں اس

ترجمے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ اگر چہ تھوڑے سے وقت میں فرمایا مگر وہ اپنی شان میں دنیا کے تمام ترجموں پر زبان کی سلاست، معنی کی جامعیت اور حقائق ومعرفت میں بے مثل فائق ہے۔ جس کے بڑے بڑے علماء مداح ہیں''۔ ۵

مندرجہ بالاتحریریں عقیدت مندوں کی آراء ہیں اس لئے اس میں جانبداری کا پہلو ہوسکتا ہے اور اسے محبت وعشق کی کارفرمائی سے منسوب کیا جاسکتا ہے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ کنزالایمان کے محاسن کے سلسلے میں کسی ایسے صاحب قلم کی رائے پیش کردی جائے جس کا امام موصوف سے کسی طرح کا عقیدت مندانہ تعلق نہ ہو۔ اس حقیقت کا بھلا کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے کہ کنزالایمان کے سلسلے میں تو انہوں نے بھی عقیدت مندانہ اظہار کیا جن کا باعتبار مسلک ومشرب آپ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اس طرح کا ایک ماہنامہ رسالہ ''الحسنات'' رامپور ہے جس کا تعلق مسلک کے اعتبار سے مولانا احمد رضا خاں سے نہیں ہے۔ وہ مسلمانوں کے ایک اعتدال پسند گروہ ''جماعت اسلامی'' سے تعلق رکھتا ہے۔ اس رسالے کے ایک مخصوص شمارے میں مولانا کے اس ترجمے سے متعلق لکھا ہے۔

''یہ ترجمہ اس حیثیت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ جن چند آیات قرآنی کے ترجمے میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جل مجدہٗ اور آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے احمد رضا خاں نے اس کے بارے میں نہایت احتیاط برتی ہے۔''۶

امام احمد رضا کا یہ ترجمۂ قرآن پاک محض ترجمہ ہی نہیں بلکہ یہ تحقیق کا گنجینہ اور عظمت کا خزینہ ہے۔ اس سلسلے میں اکثر اہل قلم نے اپنی قیمتی آراء قلم بند کی ہیں جن سے کنزالایمان کے معیار، عظمت اور بیان کی ندرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ملک شیر محمد خاں پاکستان کے ایک معرکتہ الآراء مضمون سے مختصر سا اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا کا ایک عظیم ترین کارنامہ اور علمی شاہکار قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے جو ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے موسوم ہے۔ تمام اردو تراجم قرآن سامنے رکھ لیجئے اور امام احمد رضا کے ترجمے کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ کیجئے آپ ان میں واضح فرق محسوس کریں گے۔ امام احمد رضا خاں کا ترجمہ لغوی، معنوی، ادبی اور علمی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن فہمی کا کس قدر ملکہ حاصل تھا۔

امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کے تحقیقی عنصر کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ایک آیتِ مقدسہ پر نظر ڈالتے ہیں جس میں پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے قرآن مقدس کی آیت ''وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کی انفرادیت اس طرح بیان کی ہے۔

''یہاں آپ نے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ کا ترجمہ منزل پر چڑھنا فرما کر یہ بتادیا کہ انسان جب فضاؤں کو چیرتا ہوا باہر نکلے گا تو ضرور اس کی کوئی دوسری منزل ہوگی اور سورہ کی اٹھارویں آیت یہ بھی اشارہ کرتی ہے کہ وہ منزل چاند ہوگی۔ اور ممکن ہے منزل بہ منزل انسان چڑھتا ہی جائے اور بیسویں آیت یہ بھی اشارہ کررہی ہے کہ یہ انسان جو چاند یا کسی اور سیارے پر قدم رکھے گا وہ مسلمان نہیں کافر ہوگا۔ اور دنیا گواہ ہے کہ چاند پر پہلا قدم رکھنے والے دونوں امریکی خلاباز نیل آرم اسٹرانگ اور ایڈن الڈرن کافر تھے۔ اب اگر قرآن یہ بتانے سے قاصر رہے کہ آیا انسان کسی دوسرے سیارے پر قدم رکھے گا یا نہیں۔ اور اگر انسان قدم رکھے گا تو اتنی بڑی بڑی ترقی اگر قرآن نہ بتاسکے تو پھر قرآن کا یہ وعدہ درست نہیں رہتا کہ ہر خشک وتر کا ذکر قرآن میں موجود ہے،۔ یا ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ قرآن کو سمجھنے کے

لیئے خاص کر آج کے دور میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر بھی دسترس ضروری ہے۔ امام احمد رضا نے ایسے ہی لفظوں کا انتخاب کر کے جہاں مذہبی اور دینی قانون کی پاسداری کی ہے وہیں دیگر علوم وفنون کی معلومات کی بھی بڑے نپے تلے لفظوں میں ترجمانی کی ہے''۔ ۸

ان اقتباسات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' نہایت اہم علمی ومذہبی کارنامہ ہے۔ جو اردو زبان میں کئے گئے قرآن پاک کے دیگر تراجم میں سب سے نمایاں وممتاز مقام رکھتا ہے۔ اور یہ نہ صرف اصول ترجمہ وتفسیر پر پورا اترتا ہے بلکہ امام احمد رضا نے اس کے اندر اسلامی وعصری معلومات پوری طرح جذب کر دی ہے۔ اس طرح جہاں ہم ایک طرف آپ کی عربی دانی اور اسلامی علوم سے شغف کے قائل ہوتے ہیں وہیں یہ حقیقت بھی ہمیں تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ امام احمد رضا کی ذات ہر طرح ہی علم وفن میں یکتا تھی۔

۲۔ امام احمد رضا اور فن حدیث

یہاں پر ہم امام احمد رضا کے حدیث پاک کے ترجمے، حواشی اور تشریح کے ساتھ ہی فن حدیث سے متعلق فنون پر کئے گئے تحقیقی کام کا جائزہ لیں گے۔ اس کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی فن حدیث سے واقفیت، اسماء الرجال پر دسترس اور حدیث کی اصطلاحات پر عبور کے متعلق غور کیا جائے۔ بعدہٗ مولانا کی ان تخلیقی، تصنیفی اور تحقیقی کاوشوں کا تعارف پیش کیا جائے گا جو اس فن میں آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے صادر ہوئی ہیں اس سلسلے میں ہم یہاں پر سب سے پہلے مولانا محمد صابر القادری رضوی بستوی کا تصنیف کا اقتباس تحریر کرتے ہیں۔

''علمِ حدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں وہ ہر وقت پیش نظر رہتیں۔ اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر۔ علم الحدیث میں سب سے زیادہ نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا ہو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے، جب اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب وترتیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ یحییٰ نام کے سیکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس یحییٰ کے طبقے اور استاد وشاگرد کا نام بتا دیا جاتا وہی حرفِ آخر بن جاتا۔ اس فن کے اعلیٰ حضرت خود موجد تھے کہ طبقہ واسماء سے بتا دیتے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح۔ اس کو کہتے ہیں راسخ اور علم سے شغفِ کامل''۔ ۹

اس اقتباس سے امام احمد رضا کے فن اسماء الرجال سے تعلق کا علم تو ہوتا ہے لیکن اب ضروری ہوتا ہے کہ اصولِ حدیث اور اس فن میں آپ کے طریقۂ استدلال پر بھی کچھ روشنی ڈال دی جائے۔ اس موضوع پر امام احمد رضا کی ایک نہایت اہم کتاب کا نام ''منیر العین فی تقبیل الابہامین'' ہے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسی کتاب کا ایک اقتباس نقل کیا جائے تاکہ آپ کا طرز استدلال قارئین کے سامنے آ سکے۔

''یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں ہے، جس سے قابلیت احتجاج منفی ہونا کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا۔ نا کہ محض باطل وموضوع جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہیں جائے گا کہ صحیح وموضوع دونوں ابتداء وانتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں۔ درجہ بدرجہ مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ حسن لغیرہ۔ پھر حسن لذاتہ پھر حسن لغیرہ۔ پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے۔ جیسے اختلاط راوی یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا۔ اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب مجتمع بہا

ہیں اور آخر کی قسم صالح برمتابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیور گراں بہا پہنتی ہے ورنہ دربار فضائل تو آپ ہی مقبول تنہا کافی ہے۔ پھر درجہ ششم میں ضعیف بضعف قوی وواہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ وقوادح قویہ کے سبب متروک ہونا شرط کے ہنوز سرحد کذب سے جدا ہو یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار ،اعتبار کی بھی لائق نہیں ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار متعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل باقی ہے۔ پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم الکذب پر ہو یہ بدترین اقسام ہے ۔ بلکہ بعض روایات کی رو سے مطلقاً ایک اور اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہیئے کہ ان کا اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے یہ بالا جماع نا قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی بات میں لائق اعتبار بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے۔ حقیقتاً حدیث نہیں محض مجعول وافترا ہے۔''

۱۰

امام احمد رضا کے فن حدیث سے متعلق چند اقتباسات یہاں پیش کئے گئے۔ ان فنون میں فاضل بریلوی کی دقت نظر اور اعلیٰ مہارت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اس موضوع پر لکھی گئی ان کی تصانیف کا گہرا مطالعہ ضروری ہے۔ اسی طرح متعدد کتب حدیث پر آپ کے نتیجۂ علم وفکر سے جو حواشی معرض وجود میں آئے وہ آپ کے وفور علم اور حفظ واستحضار پر شاہد عادل ہیں۔ بلاشبہ آپ نے حدیث کے رجل واصول پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ عمیق فکر ونظر سے اگر ان کا مطالعہ کیا جائے تو اس سلسلے میں بے شمار شواہد قاری کے سامنے آئیں گے۔

امام احمد رضا کی جہاں ایک طرف فن اسماء الرجال اور اصول حدیث پر گہری نظر تھی وہیں دوسری جانب قدرت نے ان کو حفظ کی بے پناہ قوت وقدرت مرحمت فرمائی تھی۔ جس کا انہوں نے حفظ حدیث کے سلسلے میں خوب خوب فیض اٹھایا۔ آپ کی اس خداداد صلاحیت کا ذکر اکثر محققین نے کیا ہے اس سلسلے میں آپ کے ایک تذکرہ نگار اس طرح رقمطراز ہیں۔

> ''حفظِ حدیث کی غایت کمال کا مشاہدہ کرنا ہو تو ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔ ورق ورق پر احادیث وآثار کی برکتیں نجوم وکواکب کی طرح درخشندہ وتابندہ ہیں۔ محض اپنے حافظہ کی قوت سے احادیث کا اتنا ذخیرہ کر لینا بس آپ کے لئے انعام الٰہی تھا۔ جس کے لئے زبان ودل دونوں بیک وقت پکار اٹھتے ہیں ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء۔''

۱۱

مقالے کا یہ حصہ چونکہ امام اہل سنّت کی محدثانہ عظمت اور احادیث سے متعلق آپ کی خدمات وتحقیقات کے لئے مختص ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر اس موضوع سے متعلق آپ کی گراں قدر تخلیقات وتحقیقات کا تعارف کرادیا جائے۔

فن حدیث پر مشتمل امام احمد رضا کی تخلیقات

اس موضوع پر آپ کا کام زیادہ تر عربی زبان میں ہے اور اس میں بھی بہت کم ہی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو سکا ہے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے تحریر کیا ہے۔

> ''حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے کتب احادیث کے جو دقیق حواشی تحریر فرمائے ہیں وہ ابھی تک پوری طرح سے منظر عام پر نہیں آسکے ہیں۔'' ۱۲

یہاں اس تلخ حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ اس موضوع پر امام احمد رضا کے رشحات قلم کو ابھی تک نہ تو یکجا کیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم نے نہایت تلاش وجستجو کے بعد آپ کے کچھ شاہکار حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

اس سلسلے میں مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی صاحب کی تحریر سے ایک اقتباس اور نقل کرنا چاہوں گا جس میں اس موضوع پر آپ کے کثیر المواد ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

''فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے علم حدیث میں جو فقید المثال کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اب تک یکجا نہیں ہو سکے ہیں۔ حدیث کے وہ تمام سرمائے آپ کی لاتعداد مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں میں الگ الگ پھیلے ہوئے ہیں۔ نیز احادیث کے جو حواشی آپ نے قلمبند فرمائے وہ ابھی تک منظر عام پر نہیں آئے ہیں''۔ ۱۳؎

جہاں تک اس موضوع پر امام اہل سنت کی تصانیف کی تعداد کا سوال ہے اس میں آپ کے سوانح نگاروں میں کافی اختلاف ہے۔ جس میں مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی کی رائے میں اس فن میں آپ کی دستیاب تصانیف کی کل تعداد چھیالیس (۴۶) ہے جس کی تفصیل آپ نے اپنی کتاب میں تحریر کی ہے۔ ۱۴؎

اس وقت ہمارے سامنے مولانا بدرالدین احمد کی سوانح ''سوانح اعلیٰ حضرت'' اور مفتی شفیق احمد شریفی کی ''تذکرہ اکابر اہل سنت'' ہیں۔ اس سلسلے میں ان دونوں کتابوں کا مواد حرف بہ حرف یکساں ہے۔ ان کتابوں میں دی گئی آپ کی کتابوں کی تعداد پینتالیس (۴۵) ہے جن میں جو کتابیں ایک ''منیر العین فی تقبیل الابہامین'' اور دوسری ''الهاد الكاف الاحاديث الضعاف'' اردو زبان میں ہیں باقی تینتالیس (۴۳) کتابیں عربی فارسی زبانوں میں ہیں۔

ماہنامہ ''قاری'' امام احمد رضا نمبر کے صفحہ ۲۰۶ تا ۳۰۸ پر ''حدیث واصول حدیث'' سے متعلق مولانا کی عربی اردو مبیضات، مسودات اور مطبوعات کی فہرست دی گئی ہے جن کی کل تعداد ترپن (۵۳) ہے۔ جن میں بااعتبار زبان ان کی تعداد اس طرح ہے۔ (عربی: ۴۵) (اردو: ۵) (عربی اردو مشترکہ: ۳) ہے۔ ۱۵؎

خاکسار نے اپنے تحقیقی مقالے میں حدیث اور اس کے متعلقات پر اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی جو فہرست پیش کی ہے ان کی مجموعی تعداد انسٹھ (۵۹) ہے جن میں گیارہ (۱۱) مطبوعہ اور اڑتالیس (۴۸) غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۶؎

امام احمد رضا کی اس فن وموضوع سے متعلق تصانیف کی یہ تعداد بجا طور پر انہیں اس فن کا امام وماہر تسلیم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ واقعی انہوں نے دیگر علوم اسلامیہ کی طرح فن حدیث میں بھی قابل فخر کارنامے انجام دیئے ہیں۔ آپ کے انہیں کارناموں کو دیکھتے ہوئے مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی کو تحریر کرنا پڑا ہے۔

''میں پورے وثوق واعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس دور کے بڑے بڑے محدثین اور ارباب علم وفن بھی اگر انصاف و دیانت کے ساتھ ان تحقیقات عالیہ اور اس وسعت مطالعہ کو دیکھ پائیں تو اپنا سارا ادعائے فضل وکمال بھول کر محدث اکبر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے تلمذ و شاگردی کو اپنی عین سعادت سمجھیں۔'' ۱۷؎

امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات:

شواہد بتاتے ہیں کہ فن فقہ امام احمد رضا کا نہایت محبوب فن تھا اس لئے اس فن میں تو آپ نے بہت زیادہ دلچسپی لی اور اس موضوع پر آپ کے قلم سراپا رقم سے سینکڑوں تصانیف عالم وجود میں آئیں جو تعداد کے ساتھ ہی معیار کے اعتبار سے بھی بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہیں۔ ان میں اگر آپ کے صرف ان شاہکار

۱۔ العطايا النبويه في الفتاوىٰ الرضويه۔

۲۔ جد الممتار علی رد المختار۔ (حاشیہ شامی)

کو ہی لیا جائے تو وہ ہی فقہ ومسائل میں آپ کو عبقری شخصیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ان میں بھی اوّل الذکر تو آپ کو وہ عدیم المثال اور عظیم الشان شاہکار ہے جس نے آپ کو علم وفضل کے اس رفع الشان آسمان پر متمکن کر دیا ہے جہاں بڑے سے بڑا محقق بھی آپ کے

سامنے ایک ٹوٹا ہوا تارہ معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رضا نے علم فقہ اور فتویٰ نویسی میں سب سے نمایاں مقام حاصل کیا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اگر آپ کا کسی اور علم میں کچھ اور کام نہیں ہوتا تب بھی آپ کے یہ فقہی شاہکار ہی آپ کے نام کو زندہ و پائندہ رکھنے کے لئے کافی تھے۔ اس سلسلے میں جمہور علماء اسلام کا خیال ہے کہ تقریباً دو صدی سے آپ جیسا کوئی دوسرا متبحر فقیہہ برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ اس سلسلے میں سید محمد اسمٰعیل محافظ کتب خانہ حرم شریف مکہ مکرمہ کا بیان دیدۂ حیرت سے پڑھنے لائق ہے۔

''خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور بالکل سچ کہتا ہوں اعلیٰ حضرت کے فقہی مسائل کو اگر امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ دیکھتے تو بلاشبہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں اور یقیناً ان کو وہ اپنے اصحاب میں شامل فرمالیتے''۔ ۱۸

امام احمد رضا کی اس صلاحیت کے علماء دین کے ساتھ ساتھ دانشوران ملت بھی دل سے معترف تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں شاعر مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

''امام احمد رضا قدس سرہٗ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیت سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ مشکل سے ہی ملے گا''۔ ۱۹

مولانا احمد رضا خان نے اس فن میں نہ صرف یہ کہ تحقیقی و تخلیقی کارنامے انجام دیئے ہیں بلکہ انہوں نے دنیا سے اس موضوع پر اپنی ناقدانہ صلاحیت کا اعتراف بھی کرایا اور اس سلسلے میں صرف مبتدی اور محدود علم کے حامل اہل فقہ کو ہی گرفت میں نہیں لائے بلکہ ہر ایک صاحب فن کا بھی تعاقب کیا۔ اور عرب و عجم میں سے کسی بھی شخص کے ساتھ کسی طرح کی رو رعایت نہیں برتی۔ جیسا کہ اس سلسلے میں آل مصطفیٰ مصباحی نے اپنے مضمون میں تحریر کیا ہے۔

''یوں تو امام احمد رضا کی فقہی تحقیقات و تنقیحات کے مختلف اور گونہ گوں پہلو ہیں مگر ان میں بڑے اور قابل دید وہ فقہی گوشے ہیں جو بہت سے فقہائے عظام کی نظروں سے اوجھل رہے آپ نے اپنی ذہانت و تدبیر اور خداداد صلاحیت سے ان گوشوں کو آشکارہ کیا۔ ان کے کلام و عبارت میں جو پیچیدگیاں تھیں اُنہیں دور کیا۔ جو حجابات تھے انہیں اٹھایا۔ ان حضرات کی بہت سی عبارتوں پر تطفلات و معروضات بھی پیش کئے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء عرب و عجم اور اپنے و غیر سبھی آپ کی فقاہت کے مداح و معترف نظر آتے ہیں''۔ ۲۰

فقہی مسائل کے سلسلے میں آپ کے طریقۂ تحقیق اور استخراج مسائل کے سلسلے میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قدرے تفصیل سے لکھا جائے تاکہ اس فن میں آپ کی دسترس پوری طرح قارئین پر واضح ہوجائے۔

فقہی مسائل میں امام احمد رضا کا طریقۂ کار

اس موضوع پر یوں تو آپ کی گراں قدر تصانیف سے بیشمار اقتباسات نقل کئے جاسکتے ہیں مگر ہم یہاں صرف ایک مسئلہ پر ہی اکتفا کریں گے کیوں کہ مقالے کے محدود صفحات ہمیں تفصیل کی اجازت نہیں دیتے۔ تو لیجئے آپ کے سامنے ایک تحقیق پیش کرتے ہیں جو عورت کے حق مہر کے سلسلے میں ہے۔

درمختار میں ایک مسئلہ ہے ''لـو افترقا فقالت: بعد الدخول وقال الزوج: قبل الدخول. فالقول لها لانكارها سقوط نصف المهر''

توضیح مسئلہ یہ ہے کہ زوجین میں فرقت واقع ہوئی اس کے بعد ان میں اختلاف ہوا شوہر کہتا ہے دخول سے پہلے جدائی ہوئی ہے اور عورت کہتی ہے دخول کے بعد جدائی ہوئی ہے۔ اس صورت میں قول عورت کا

مانا جائے گا۔ (قبل دخول فرقت میں صرف نصف مہر لازم ہوتا ہے اور باقی نصف ساقط ہو جاتا ہے۔ اور بعد دخول جدائی میں پورا مہر لازم ہوتا ہے) اس سلسلے میں عورت یہ کا قول لینے کی وجہ شارح علیہ الرحمۃ نے یہ بتائی کہ بیوی قبل دخول جدائی بتا کر شوہر کے دعویٰ سے انکار کر رہی ہے اور قول منکر کا لیا جائے گا جیسے کہ بینہ مدعی کا ہوتا ہے۔

عورت بالا کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں ''لفظ دخول کا اطلاق وطی پر بھی ہوتا ہے اور محض خلوت پر بھی ہوتا ہے۔ تو اگر خلوت واقع ہونے پر ان دونوں کا اتفاق ہے صرف وطی میں اختلاف ہے تو اس اختلاف کا کوئی ثمرہ ظاہر نہیں ہوگا اور اس صورت میں شوہر پر پورا ہی مہر ادا کرنا واجب ہوگا۔

اس سلسلے میں امام احمد رضا نے بڑی عظیم الشان تحقیقات پیش کی ہیں جیسا کہ ''جدالممتار'' میں تحریر کرتے ہیں۔

''ہاں ثمرۂ اختلاف ان بعض احکام میں ظاہر ہوگا جن میں خلوت وطی کی طرح نہیں ہے مثلاً ثیبات کی طرح نکاح ہونا، احصان کی صفت حاصل ہونا، دوبار تک طلاق دینے کے بعد رجعت کا مالک ہونا، اور یہ سب سے قریب تر ہے، تو اگر شوہر نے خلوت کے بعد طلاق دی، عورت نے خلوت کا اقرار کیا اور شوہر نے وطی کا انکار کیا، تو اس اختلاف کا واضح ثمرہ ظاہر ہوگا۔ ہاں شارع علیہ السلام نے جو علت بیان کی ہے وہ خلوت پر دونوں کے اتفاق کی صورت میں جاری نہ ہوگی''۔ ۲۱

علامہ شامی نے تو یہ فرمایا تھا کہ خلوت پر اتفاق اور صرف وطی میں اختلاف کی صورت میں کوئی ثمرۂ اختلاف ظاہر نہ ہوگا لیکن فقہی جزیات پر امام احمد رضا کی وسعتِ نظر اور کمال استحضار دیکھیں کہ انہوں نے متعدد ثمرہ اختلاف کی نشاندہی فرمائی۔ اس لئے کہ بعض احکام ایسے ہیں جن میں خلوت اور وطی دونوں یکساں نہیں مثلاً وطی کے بعد عورت کا نکاح ہو تو ثیبات کی طرح ہوگا۔ صرف خلوت کے بعد ہوا ایسا نہ ہوگا۔ زانی نکاح صحیح کے ساتھ وطی کر چکا ہو تو محصن ہوگا جائے گا اس پر رجم کی حد جاری کی جائے گی۔ لیکن نکاح کے بعد صرف خلوت ہوئی تو اسے سنگسار نہ کیا جائے گا کوڑے لگائے جائیں گے۔ وطی کے بعد جب تک عورت عدت میں ہے شوہر اس سے رجعت کر سکتا ہے جب کہ ایک یا دو تک طلاق دی ہو۔ صرف خلوت کے بعد جو عدت ہے اس میں شوہر کو رجعت کا حق حاصل نہیں، یہ حکم بہ نسبت دیگر احکام کے اس مسئلے سے زیادہ قریب تھا۔ مگر اس کی جانب علامہ شامی کا ذہن مبذول نہ ہوا اور انہوں نے مطلقاً نفی کر دی کہ کوئی ثمرۂ اختلاف ظاہر نہ ہوگا۔ حالانکہ ایک واضح ثمرۂ اختلاف تو یہی ہے کہ شوہر وطی کا انکار کر رہا ہے تو اسے حق رجعت حاصل نہیں اور عورت اقرار کر رہی ہے تو اس کے قول پر اسے رجعت کا حق حاصل ہے۔ اگر چہ خدمت پر دونوں کا اتفاق ہے تو مہر دونوں ہی کے قول پر پورا واجب ہوگا اسی لئے فرمایا۔

''شارح علیہ السلام نے عورت کا قول لینے کی جو علت بتائی ہے وہ اس صورت میں جاری نہ ہوگی۔ انہوں نے فرمایا تھا ''فالقول لها لانكارها سقوط نصف المهر'' یہاں عورت کا قول اس لئے مانا جائے گا کہ وہ نصف مہر ساقط ہونے کی منکر ہے''۔ ۲۲

امام احمد رضا کی اس عظیم الشان فقہی تحقیق کو دیکھتے ہوئے بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ بے شک فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز اپنے عہد کے فقیہ اعظم تھے۔ طبقات فقہا میں جو مقام آپ کو حاصل تھا آپ کے معاصرین میں سے کسی کو وہ مقام حاصل نہ ہو سکا۔ اس عظیم فقیہ کے عدیم المثال کارناموں کو پروفیسر رشید احمد استاد شعبہ علوم اسلامیہ کراچی یونیورسٹی، کراچی ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

''فقہ کے میدان میں آپ کے فتاویٰ فقہ اسلامی کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو آپ کو مجتہد کے درجے پر فائز کرنے کے لئے کافی ہے۔'' ۲۳

چونکہ امام احمد رضا خاں فقہی اعتبار سے نہایت بلند مقام رکھتے

ہیں اور اس موضوع پر آپ کی اور بھی بہت سے عظیم الشان تحقیقات موجود ہیں مگر یہاں اختصار مقصود ہے۔ اب اسلامی علوم سے متعلق مباحث کو چھوڑ کر عصری علوم میں آپ کی گراں قدر تحقیقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عصری علوم میں امام احمد رضا کی تحقیقاتِ عالیہ

عصری علوم میں بھی یوں تو آپ نے بہت سے علوم میں عدیم المثال شاہکار چھوڑے ہیں، مگر یہاں پر ہم آپ کے صرف مندرجہ ذیل دو ہی علوم سے بحث کریں گے۔

۱۔ فلسفہ و منطق

۲۔ علومِ سائنس

امام احمد رضا خاں اور فلسفہ و منطق:

علوم عصریہ کے ضمن میں فلسفہ و منطق کے فن میں امام احمد رضا خاں کی عظیم الشان تحقیقات موجود ہیں۔ اور اسلام پر باطل نظریات اور گمراہ کن فلسفوں کے اعتراضات کا آپ نے دندان شکن جواب دیا ہے۔ پہلے ہم یہاں پر فلسفہ کے کچھ اہم اصول قلمبند کرتے ہیں پھر امام احمد رضا کے ذریعہ کی گئی اعلیٰ تحقیقات اور ان کے ذریعہ کئے گئے باطل نظریات کے ردِ بلیغ کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

فلسفہ کے اوہام باطلہ اور مظنوناتِ فاسدہ نے اسلامی عقائد پر کتنا منفی اثر ڈالا ہے اس کا اندازہ اہل فکر ونظر کو بخوبی ہوگا۔ قوم وملت کی اس اہم ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے آپ نے اس موضوع پر بھی عمدہ تحقیقات کی ہے۔ اس فن میں بھی یوں تو آپ نے بہت کچھ لکھا ہے مگر آپ کی تصنیف ''الکلمۃ الملھمہ فی الحکمۃ المحکمہ لوھا الفلسفہ المشئمہ'' بہت اہمیت کی حامل ہے اس کتاب میں فلسفۂ قدیمہ کے ابطال ورد میں بڑی عمدہ تحقیقات کی گئی ہیں جن میں سے ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

فلسفہ کا عقیدۂ اولیٰ

خدائے ذوالجلال اپنی خالقیت میں یگانہ وواحد ہے اور کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ اس بات کا اثبات اسلامی دلائل کی روشنی میں بالکل واضح ہے۔ لیکن اس کے برخلاف فلسفہ کا یہ گمان فاسد ہے کہ واجب تعالیٰ کے ساتھ عقول بھی شریک تحریک ہیں۔ اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ واجب تعالیٰ نے صرف عقل اول کو پیدا کیا اور اس کی تخلیق کے بعد (معاذ اللہ) وہ ناکارہ و معطل ہوگیا۔ اس کے بعد عقلِ اول نے عقلِ ثانی اور فلک تاسع کو پیدا کیا عقلِ ثانی نے عقلِ ثالث اور فلک ثامن کو پیدا کیا۔ یوں ہی ہر عقل ایک اور عقل اور ایک فلک بناتی آئی یہاں تک کہ عقل تاسع نے عقل عاشر اور فلک قمر بنائے۔ پھر عقل عاشر نے تمام دنیا تخلیق کی اور فلاسفہ اسے ہی فعال مانتے ہیں۔ اور دنیا کے تمام انفعال وتغیرات کا اسے ہی موجد ٹھہراتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کے اثبات میں وہ حضرات یہ شبہ پیش کرتے ہیں۔

> ''واجب تعالیٰ واحد محض ہے اور جو واحد محض ہوتا ہے اس کے لئے تعدد وجہات بھی نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا واجب تعالیٰ بھی تعدد جہات نہ ہوگا۔ اور چونکہ خالق اشیاء متعددہ فرض کئے جانے کی صورت میں تعدد جہات لازم آئے گا اسی لئے واجب تعالیٰ سے شے واحد کے علاوہ دوسری اشیاء کا صدور محال ہوگا۔''

فلاسفہ کے اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے اعلیٰ حضرت ان پر الزامی سوال عائد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ''وہ خبثاء اپنے اس مطلب پر دلیل لائیں جس کے ردّ میں ہمارے اکثر متکلمین مصروف ہوئے اور 'لماو لانسلم' کا سلسلہ بڑھا۔ حالانکہ اس دعویٰ و دلیل کو ہاتھ لگانے کی حاجت نہ تھی۔ ہمیں کچھ مضر نہ تھا اور نہ ان مشرکین کو کچھ نافع۔'' ۲۴

آیئے دیکھیں امام احمد رضا نے فلسفہ کے اس غیر اسلامی نظریے کو کس قدر مدلل اور ٹھوس بنیادوں پر سبوتاژ کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ تمام بحث اس موضوع پر آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف ''الکلمۃ الملھمہ'' سے

نقل کی جارہی ہے۔

ان خبثاء سے پوچھا گیا کہ عقل اول بھی تو ایک چیز ہی ہے ان سے دو بلکہ ابن سینا کے ظاہر کلام کے مطابق پانچ کیسے صادر ہوئے ؟ [۱] عقلِ ثانی [۲] فلک تاسع [۳] اس کی صورت [۴] اس کا نفس مجرد [۵] اور بعض منطبعہ۔

فلاسفہ اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں۔ کہ عقل اول اپنی ذات میں اگرچہ واحد ہے مگر جہات واعتبارات رکھتی ہے۔ دعویٰ تو کردیا مگر مضطرب ہوئے۔ بعض نے دو جہتیں رکھیں۔ [۱] امکان ذاتی [۲] وجوب بالغیر۔ ان دو جہتوں سے فلک و عقل ا[ں] سے صادر ہوئے۔ بعض چرچے کہ فلک میں نرا جسم ہی تو نہیں نفس بھی تو ہے تو کیا دو جہتیں کافی ہونگی؟ انہوں نے تیسری اور بڑھائی [۳] وجود فی نفسہ۔ بعض اور چونکے۔ کہ اب بھی بس نہیں جسم فلک میں دو جوہر در شامل کئے ''ہیولیٰ اور صورت'' اس لئے ایک کا اور اضافہ کیا یعنی [۴] اس کا اپنے آپ کو موجد جاننا۔ بعض نے شاید یہ خیال کیا کہ ابھی نفس منطبعہ رہ گیا انہوں نے پانچویں اور اضافہ کی [۵] عقل کا اپنے آپ کو جاننا۔ اس پر امام احمد رضا اعتراض کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اے سفیہو! ایسے جہت کیا مبدائے اول میں نہیں؟ (۱) اس کا وجود ہے۔ (۲) وجوب ہے۔ (۳) اپنی ذاتِ کریم کو جانتا ہے۔ (۴) اپنے ہر غیر کو پہچانتا ہے۔ (۵) نہ جوہر ہے۔ (۶) نہ عرض ہے۔ (۷) نہ مرکب۔ (۸) نہ متحری، نہ جسم، نہ جسمانی، نہ مکانی، نہ زمانی، نہ، نہ، نہ الیٰ آخرہ خبثاء کا صریح ظلم کہ عقل میں جہات لے کر اسے تو موجد متعدد اشیاء کا مانع اور خالق حقیقی میں محال جانیں۔'' ۲۵

امام احمد رضا کی اس تحریر سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ ترجیح بلا مرجح ہے کہ عقل اول کو چند جہتوں کے اعتبار سے چند اشیاء کا موجد بناڈالو اور واجب جس میں غیر متناہی جہتیں ہیں اس کو ان جہات کے اعتبار سے خالق اشیاء نہ بناؤ اور تمہارے ہی قول کے سبب ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔ لہٰذا تمہارا یہ قول بھی باطل ہوا کہ واجب تعالیٰ صرف عقل اول کا خالق ہے اور اس کے بعد وہ ناکارہ و معطل ہوگیا۔ (معاذ اللہ)

غور فرمائیے! آپ نے فلاسفہ کے اس غلط عقیدے کو کتنے مضبوط اور مدلل طریقہ سے باطل فرمایا اور ان کے اشکالات کے قلعہ کو مسمار کر کے رکھ دیا اور اپنے دلائل ولاثانی تحقیقات سے پوری طرح ثابت کردیا کہ وہی نظریہ جس کے ذریعہ وہ دوسروں پر بلا وجہ بطلان و فساد کا بوجھ ڈالتے تھے آج وہ خود ہی ان کے نیچے دب کر دم توڑ چکے ہیں۔ اس سے امام احمد رضا کی فلسفہ کے موضوع پر عظیم الشان تحقیقات اندازہ ہوتا ہے اور آپ کی اعلیٰ تحقیقات کے سامنے فلسفہ کی کم مائیگی اور بے بسی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اب اس دلیلِ قاہرہ کے ساتھ اگرچہ فلسفہ کے بطلان کے کسی اور دلیل کی اصلاً کسی مزید دلیل و تحقیق کی گنجائش باقی نہیں رہتی مگر اس پر بھی آپ نے مزید ۱۲ دلیلیں اور پیش فرمائیں جو آپ کی کتاب ''الکلمۃ الملہمہ'' میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ ہم بخوف طوالت اس اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور سائنسی علوم میں آپ کی گراں قدر تحقیقات کا تعارف کراتے ہیں۔

امام احمد رضا اور سائنسی تحقیقات

امام احمد رضا کے سائنسی کارناموں میں ''فوزِ المبین در ردِ حرکتِ زمین'' ایک عظیم شاہکار ہے جس کو موصوف نے سائنس جدید کے غلط نظریات کے ردّ میں تحریر فرمایا ہے اور حرکتِ زمین (جو موجودہ سائنس کا بہت اہم نظریہ ہے) کو ایک سو پانچ دلائل سے باطل قرار دیا ہے۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ اور چار فصل اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمے میں مقررات ہیئاتِ جدیدہ کا بیان ہے۔ فصل اول میں نافریت سے بحث کی گئی ہے اور زمین کی حرکت کو بارہ دلیلوں سے باطل ثابت کیا گیا

ہے اس کتاب میں مولانا کا معیارِ تحقیق نہایت عمدہ و بلند ہے جس کے ذریعہ مصنف کے وہ جوہر اُبھر کے سامنے آتے ہیں جو ایک عظیم محقق اور اسکالر کا نشانِ امتیاز ہو سکتے ہیں۔ ہیئتِ جدیدہ میں سائنسدانوں کا اصل مبنیٰ زمین کی جاذبیت اور نافریت ہے۔ یہ دونوں مسلم مفروضات جن کو جاذبہ اور نافرہ سے تعبیر کرتے ہیں جس کی تلاش نیوٹن نے ۱۶۶۵ء میں سیب کو زمین پر گرنے سے کی اور جاذبیت اور نافریت کی تھیوری تیار کی۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

''ہر جسم میں دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کی قوت طبعی ہے جس کو جاذبہ یا جاذبیت کہتے ہیں۔ اس کا پتہ نیوٹن کو ۱۶۶۵ء میں اس وقت چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی دوسرے گاؤں گیا۔ باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا اسے دیکھ کر اسے سلسلۂ خیالات چھوٹا۔ جن سے قواعدِ کشش کا بھبوکہ پھوٹا۔ اقول! سیب گرنے اور جاذبیت کا آسیب جاننے میں علاقہ بھی ایسا ہی سبب لزوم تھا کہ وہ گرا اور یہ اچھلا۔'' ۲۶

فصل دوئم کی بحث جس کو حضرت موصوف علیہ الرحمۃ نے جاذبیت (Absorbent) کے رد میں تحریر فرمایا ہے اور جو نیوٹن کے نزدیک حرکت زمین کی علت بنی جس پر مابعد کے سائنسدانوں نے عقیدۂ حرکت رکھ کر اپنی جولانی طبع کا واشگاف مظاہرہ کیا اس کے پرخچے اڑائے اور علتِ باطلہ کا قلع قمع فرماتے ہوئے حق اور صحیح پہلو کی وضاحت فرمائی جس سے ان سائنسدانوں کے مفروضہ گھروندوں کا سارا کھیل بگڑ گیا کہ ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن'' کی مثال نگاہوں کے سامنے آئی فرماتے ہیں۔

''جاذبیت ان کے نزدیک ایسے ہی مسائل سے ہے اور وہ ایسی درجہ اہم ہے کہ ان کا تمام نظام شمسی سارا علم ہیئت اسی پر مبنی ہے۔ وہ باطل ہو تو سب کچھ باطل۔ وہ لڑکوں کے کھیل کی برابر کھڑی کی ہوئی اینٹیں ہیں کہ ایک کو گراؤ تو سب گر جائیں۔ ایسے جز کا روشن قاطع دلیل پر مبنی ہونا تھا نہ کہ محض خیال پر۔ نیوٹن پر ایک سیب ٹوٹ گرتا ہے وہ اس سے یہ اٹکل دوڑاتا ہے کہ زمین میں کشش ہے جس نے کھینچ کر گرا لیا۔ مگر اس پر دلیل کیا ہے۔ جواب ندارد ہے۔ اولاً ۲۰۲ عقلا عالم اثقال میں میل سفل مانتے ہیں کہ وہ میل اس کے گرانے کو کافی نہ تھا [۱] میل نہ جانا۔ یوں سمجھ نہ سکتا تھا کہ ثقیل کے استقرار کو وہ محل چاہئے جو اس کا بوجھ سہار سکے۔ سیب وہی ٹوٹے گا جس کا علاقہ شاخ سے ضعیف ہو جائے گا۔ وہ کمزور در تعلق اب اس کا بوجھ نہ سہار پائے۔ ورنہ سبھی ایک ساتھ نہ ٹوٹ جائیں۔'' ۲۷

پھر ایک دلیل میں مزید حرکتِ زمین پر بحث کرتے ہوئے آپ نے یہ ثابت فرمایا کہ زمین آفتاب کے گرد چکر نہیں لگاتی بلکہ وہ ساکت و جامد ہے۔ آفتاب و ماہتاب ہی زمین کے گرد چکر کاٹتے ہیں۔ نہ تو زمین میں کشش و جذب ہے اور نہ ہی حرکت۔ یہ دلیل منطقی قیاسات کے دورو تسلسل پر مبنی ہے ہے جس سے غلط نظریے کا لچر پوچ اظہر من الشمس ہو گیا ہے لکھتے ہیں۔

''اقول! ۲۰۵ فرض کردم کہ سیب گرنے سے زمین پر جاذبیت کا آسیب آیا مگر اس نے شمس میں جاذبیت کیسے سمجھی گئی جس کے سبب گردش کا طومار باندھ دیا گیا۔ اس پر بھی کوئی سیب گرتے دیکھا یا یہ ضرور ہے کہ جو کچھ زمین کے لئے ثابت ہو آفتاب میں بھی وہی ہوا۔ زمین بے نور ہے۔ آفتاب سے روشن ہوتی ہے۔ تو کیا آفتاب بھی بے نور ہوگا؟ کسی اور شے سے روشن ہوگا؟ یوں ہی قیاس اس ثالث کو نہ چھوڑے گا اور اس کے لئے سلسلۂ رابع درکار ہوگا اور اس طرح یہ غیر متناہی چلا جائے گا''۔ ۲۸

اس کتاب کی فصل دوئم میں بھی ایک جگہ اس حرکتِ زمین کا بطلان ریاضیات سے فرمایا۔ اس لئے کہ سائنسدانوں کے نزدیک علم سائنس کا سب سے بڑا ماخذ علم ریاضی ہے۔ ان کے نزدیک مدار آفتاب میں ایک

نقطہ جو مرکز سے انتہائی دوری پر ہے جس کو اوج سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرا نہایت قرب پر جس کو حضیض کہتے ہیں۔ تیسری جولائی کو آفتاب انتہائی دوری یعنی پر اوج پر ہوتا ہے اور تیسری جنوری کو انتہائی قرب یعنی حضیض پر ہوتا ہے۔ یہ تفاوت اکتیس لاکھ میل سے زائد ہے۔ اب مدار کشش کی تھیوری کا جائزہ جو امام اہل سنت نے لیا ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

''تحقیق جدید (علم سائنس) میں شمس کا بعد اوسط نو (۹) کروڑ انتیس لاکھ میل بتایا گیا ہے اور ہم نے حساب کیا مابین مرکزین دو درجے پینتالیس ثانئے یعنی 5212 5 ہے تو بعد ابعد 94458-26 ہوا اور بعد اقرب 974 934 میل۔ تفاوت 52-3116 میل۔ اگر زمین آفتاب کے گرد اپنے مدار بیضی پر گھومتی ہے جس کے مرکز اسفل میں شمس ہے جیسا کہ ہیئت جدیدہ کا زعم ہے تو اول ان کی سمجھ کے لائق یہی سوال ہے کہ زمین اتنے قوی عظیم و شدید مد پر ہزار ہا سال کے متواتر جذب سے کھنچ کیوں نہ گئی۔'' ۲۹

اس کے بعد مزید تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''اور ان باطل نظریات کا کامل رد یہ ہے کہ کسی قوت کا قوی بڑھ کر ضعیف ہو جانا محتاج کی علت ہے۔ اگر چہ اسی قدر کے زوال علت قوت جدیدہ کے نصف دورے میں جاذبیت شمس غالب آ کر اکتیس لاکھ میل سے زائد زمین کو قریب کھینچ لائے تو نصف دوم میں اسے اس نے ضعیف کر دیا کہ زمین پھر اکتیس لاکھ میل سے زیادہ دور بھاگ گئی۔ حالانکہ قرب موجب قوت اثر جذب ہے تو حضیض پر لاکھ جاذبیت شمس کا اثر اور قوی تر ہونا۔ اور زمین کا وقتاً فوقتاً قریب تر ہو جانا لازم تھا نا کہ نہایت قرب پر آ کر اس کی قوت سست پڑے اور زمین اس کے نیچے سے چھوٹ کر دور ہو جائے۔'' ۳۰

امام احمد رضا کی مایہ ناز تصنیف سے یہ چند اقتباسات جو سائنس جدید اور اس کے باطل نظریات کا پوری طرح اور واضح دلائل کے ساتھ رد و ابطال کرتے ہیں بطور مثال پیش کر دیئے گئے ہیں ورنہ اس موضوع پر بھی کثیر مواد آپ کی متفرق کتب میں بکھرا پڑا ہے اور اس موضوع پر اس کے اور بھی تحقیقی شاہکار موجود ہیں جو اس فن میں آپ کی محنت شاقہ اور تحقیق عظیمہ کا گراں قدر شاہکار ہیں۔ خواش مند حضرات ان سے رجوع کر سکتے ہیں ہم مقالے کی اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اسی پر ہمارے مقالے کا اختتام بھی ہوتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

ماخذات

(۱) سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدرالدین قادری۔ رضا اسلامک مشن بریلی

(۲) آئینۂ امام احمد رضا۔ غلام جابر شمس مصباحی۔ ادارہ افکار حق پورنیہ بہار

(۳) تذکرہ اکابر اہلسنت۔ مفتی شفیق احمد شریفی۔ دار المصنفین دار العلوم افضل المدارس الہ آباد

(۴) مجدد اسلام اعلیٰ حضرت بریلوی۔ صابر القادری رضوی بستوی۔ فیاض اینڈ سنز کانپور

(۵) قرآن سائنس اور امام احمد رضا۔ پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

(۶) منیر العین فی تقبیل الابہامین۔ امام احمد رضا خاں

----

(۷) امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی رضوی کتاب گھر دہلی

(۸) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔ عبد المجتبیٰ رضوی --------

(۹) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی---

(۱۰) جدالممتار فی شرح ردالمختار۔امام احمد رضا خاں

(۱۱) الکلمۃ الملہمہ فی الحکمہ المحکمہ۔امام احمد رضا خاں۔رضا اکیڈمی ممبئی

(۱۲) فوز المبین در رد حرکت زمین۔امام احمد رضا خاں۔ادارہ سنی دنیا بریلی

رسائل

(۱) ماہنامہ سنی دنیا بریلی۔ماہ اگست ۱۹۹۲ء

(۲) ماہنامہ الحسنات رامپور (شخصیات نمبر)۔ابو سلیم محمد عبدالحی۔سالنامہ ۱۹۷۹ء

(۳) ماہنامہ قاری دہلی (احمد رضا نمبر)۔قاری محمد میاں مظہری۔اپریل ۱۹۸۹ء جلد ۵ شمارہ ۱۲

(۴) پیغام رضا۔امام احمد رضا نمبر۔مولانا رحمت اللہ صدیقی۔رضا دارالمطالعہ سیتامڑھی بہار

(۵) ماہنامہ سنی دنیا بریلی (فوز مبین نمبر)۔ستمبر ۱۹۸۳ء

حوالہ جات

۱:۔ماہنامہ سنی دنیا۔بریلی شریف۔بابت ماہ اگست ۱۹۹۲ سوانح اعلیٰ حضرت۔ص ۳۷۳ تا ۳۷۴

۲:۔مضمون: فاضل بریلوی کے ترجمۂ قرآن پر ایک نظر۔

۳:۔مشمولہ: آئینہ امام احمد رضا ص ۶۸

۴:۔تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۵۵

۵:۔مجدد اسلام: اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۱۰۰

۶:۔ماہنامہ "الحسنات" رامپور (شخصیات نمبر) سالنامہ ۱۹۷۹ء

۷:۔مضمون: امام احمد رضا اور محاسن کنز الایمان۔مشمولہ قاری احمد رضا نمبر ص ۱۱۷

۸:۔قرآن سائنس اور امام احمد رضا، پروفیسر مجید اللہ قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ص ۲۸

۹:۔مجدد اسلام: اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۱۵۱ تا ۱۵۲

۱۰:۔منیر العین فی تقبیل الابہامین جلد دوم ص ۵۲۵

۱۱:۔امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت از مولانا یٰسین اختر مصباحی ص ۱۲

۱۲:۔امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت از مولانا یٰسین اختر مصباحی ص ۸

۱۳:۔تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۱۲

۱۴:۔تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۱۳

۱۵:۔ماہنامہ "قاری" امام احمد رضا نمبر

۱۶:۔روہیل کھنڈ کے نثری ارتقاء میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ۔رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی

۱۷:۔تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۱۲

۱۸:۔تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۱۴

۱۹:۔امام احمد رضا خاں ارباب علم ودانش کی نظر میں ص ۲۷

۲۰:۔مضمون: فقہی عبارات پر امام احمد رضا کا کلام اور ان کی تحقیق وتنقیح۔مشمولہ پیغام رضا (امام احمد رضا نمبر) ص ۱۵۳

۲۱:۔جدالممتار شرح ردالمختار جلد دوم ص ۱۱۴ باب المہر

۲۲:۔جدالممتار شرح ردالمختار جلد دوم ص ۱۱۵ باب المہر

۲۳:۔معارف ۱۹۸۳ء ص ۱۶۴ بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۱۵

۲۴:۔الکلمۃ الملہمہ ص ۲۲

۲۵:۔الکلمۃ الملہمہ ص ۲۳

۲۶:۔ماہنامہ سنی دنیا بریلی (فوز مبین نمبر) بابت ماہ اگست، ستمبر ۱۹۸۳ء ص ۱۸

۲۷:۔ماہنامہ سنی دنیا بریلی (فوز مبین نمبر) بابت ماہ اگست، ستمبر ۱۹۸۳ء ص ۶۴

۲۸:۔فوز مبین در ردِ حرکتِ زمین ص ۶۵

۲۹:۔ایضاً ص ۶۶

۳۰:۔ایضاً ص ۶۶

امام احمد رضا کے مکاتیب کا تعارف

تحریر:۔ غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی*

اٹھارہویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں امام احمد رضا پیدا ہوئے۔ انیسویں صدی عیسوی کے ربع اول میں ان کا وصال ہوا۔ عمر کی پینسٹھ بہاریں انہوں نے دیکھیں۔ دس بارہ برس کے سن میں دینی وعلمی کاموں کی شروعات ہوگئی تھیں۔ قریب پچاس پچپن سالوں تک اصلاح معاشرہ اورتجدید دین کے میدان میں ان کی زبان اوران کا قلم چلتا رہا۔ نت نئے فتنے، سازشیں اور حوادث ابھرتے، ڈوبتے اور دفن ہوتے رہے۔ اس عہد میں ایک سے ایک مصلح اور ریفارمر نے جنم لیا۔ مگر امام احمد رضا کی شان کچھ اور ہی نظر آتی ہے۔ علم وعمل، شہرت وہمہ گیری، تعدُّدِ فنون اور کثرت تصانیف میں جو تعمق وتنوع ہے، وہ ان کے معاصرین کے یہاں ناپید ہے۔ عربی، فارسی، اردو۔ ہر سہ زبان میں ہزار سے زائد کتب ورسائل کے مصنف تھے۔ وہ، اور صاحب طرز ادیب و صاحب دیوان شاعر۔ چار حصوں میں ان کے ملفوظات پاک وہند میں بے حد مقبول اور مستند مانے جاتے ہیں۔ خطوط ومراسلات کے بھی کئی مجموعے شائع شدہ ہیں۔ درج ذیل تحریر میں انہی خطوط ومکتوبات کے مجموعوں کا محض تعارف وتفصیل پیش کی گئی ہے۔

بظاہر عام اہل علم کی نگاہوں میں **خطوط** رضا کے دو تین ہی مجموعے ہیں۔ جب کہ یہ مجموعے **ایک درجن** سے بھی زائد ہیں۔ مجموعوں کے مرتبین میں مکتوب نگار سمیت **کئی حضرات نظر** آتے ہیں۔ مثلاً ان کے دونوں صاحب زادے **حجۃ الاسلام** مولانا حامد رضا ومولانا مصطفٰے رضا، ان کے تلامذہ و**خلفاء اوران** کے احباب ومتوسلین بھی، اس لئے مناسب معلوم ہوتا **ہے کہ ہرایک مجموعہ** کا تعارف مختصراً کیا جائے۔ تعارف وتفصیل کچھ اس طرح ہے۔

[۱] مراسلت سنت وندوہ۔ مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان موضوع اصلاح ندوہ۔ صفحات ۲۴ مطبع نظامی، بریلی، تعداد مکتوب ۵۔ ۱۸۹۵ھ

یہ ان کا اولین مجموعہ مکاتیب ہے۔ جو مکتوب نگار کی حیات ہی میں ۱۳۱۳ھ میں مطبع نظامی بریلی ہی سے چھپا تھا۔ اس میں کل پانچ خطوط ہیں۔ تین امام احمد رضا کے قلم سے نکلے ہیں۔ جو مولانا سید محمد علی مونگیری ناظم ندوہ کے نام مرسل ہوئے ہیں۔ اور دو خط ناظم ندوہ کے امام احمد رضا کے نام ہیں۔ یعنی اس میں مکتوب اور جواب مکتوب دونوں موجود ہیں۔ بلحاظِ تاریخ دونوں میں ہوئی مراسلت کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ محررہ ۲۹ شعبان ۱۳۱۳ھ
(۲) مکتوب ناظم ندوہ بنام امام احمد رضا محررہ ۳۰ شعبان ۱۳۱۳ھ
(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ محررہ ۵ رمضان ۱۳۱۳ھ
(۴) مکتوب ناظم ندوہ بنام امام احمد رضا محررہ ۱۱ رمضان ۱۳۱۳ھ
(۵) مکتوب امام احمد رضا بنام ناظم ندوہ محررہ ۱۵ رمضان ۱۳۱۳ھ

۲۹ شعبان، ۵ اور ۱۵ رمضان کو لکھے گئے یہی وہ تین خطوط ہیں جنہیں مفتی محمود قادری نے اپنی تالیف ''مکتوبات امام احمد رضا'' میں جمع کئے ہیں۔ جو صفحہ ۸۸ تا ۱۲۰ پر موجود ہیں۔

[۲] اطائب الصیب علی ارض الطیب مرتبہ مولانا سید عبدالکریم قادری

*ریسرچ اسکالر

بریلوی موضوع فقہ مسئلہ تقلید صفحات ۴۸ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۱۹ھ

پیش نظر مجموعہ، امام احمد رضا اور مولانا طیب عرب مکی جو مدرسۂ عالیہ رام پور کے پرنسپل تھے، کے درمیان ہوئی خط و کتابت کا مجموعہ ہے۔ زیر بحث موضوع مسئلہ تقلید ہے۔ اس میں خطوط کی تعداد نو (۹) ہے۔ پانچ (۵) امام احمد رضا کے ہیں اور ایک (۱) مولانا واعظ الدین اسلام آبادی کے، یہ چھ (۶) خط مولانا مکی کے نام بھیجے گئے تھے۔ اور تین (۳) خط مولانا طیب عرب مکی کے ہیں۔ جو امام احمد رضا کے نام آئے تھے۔

یہ جملہ خط و کتابت عربی زبان میں ہوئی تھی۔ افادۂ عام کی غرض سے حضرت مولانا سید عبد الکریم قادری نے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ اور اسی زمانے میں شائع اس لئے کر دیا گیا کہ مولانا مکی امام احمد رضا کے ردّ میں ''ملافظۃ الاحباب'' نامی کتاب چھپوا رہے تھے۔ مجموعہ مذکورہ بعد میں فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ میں ضم کر دیا گیا ہے۔ جو صفحہ ۳۱۱ تا ۳۴۳ پر موجود ہے۔ پھر مفتی محمود احمد قادری نے امام احمد رضا کے پانچوں عربی خطوط مع اردو ترجمہ ''مکتوبات امام احمد رضا'' صفحہ ۱۳۱ تا ۱۵۶ شامل کر دیئے ہیں۔ خاکسار کے سامنے قدیم و جدید سبھی نسخے ہیں۔ خطوط کی تاریخی ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب مولانا طیب مکی بنام امام احمد رضا محررہ ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۹ھ
(۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا طیب مکی محررہ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۹ھ
(۳) مکتوب مولانا طیب مکی بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)
(۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا طیب مکی محررہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ
(۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا طیب مکی محررہ ۵ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ
(۶) مکتوب مولانا طیب مکی بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)
(۷) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا طیب مکی محررہ ۹ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ
(۸) مکتوب مولانا واعظ الدین بنام مولانا طیب مکی محررہ ۹ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ
(۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا طیب مکی محررہ ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

[۳] دفع زیغ وزاغ مرتبہ حضرت مولانا سلطان احمد سلہٹی، موضوع، فقہ صفحات ۲۰ مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۲۰ھ تعداد مکتوب ۳

گنگوہ کے مولوی رشید احمد حلتِ غراب کے قائل تھے۔ جوازِ غراب (کووں کے حلال ہونے) پر ان کا ایک فتویٰ ''خیر المطابع'' میرٹھ میں ۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ مسلمانوں نے ''خیر المطابع'' کا تراشہ بھیج کر امام احمد رضا سے حکم شرع معلوم کیا۔ تو انہوں نے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ پھر دونوں میں مراسلت شروع ہوئی۔ چنانچہ ۷ شعبان ۱۳۲۰ھ امام احمد رضا نے ایک طویل رجسٹری خط گنگوہی کو ارسال کیا۔ گنگوہی نے رجسٹری لینے اور جواب دینے سے انکار کر دیا۔ البتہ اطلاع کے لئے ایک کارڈ بھیج دیا۔ جس پر تاریخ درج نہیں ہے۔ کارڈ موصول ہوا تو امام احمد رضا نے پھر ایک طویل مکتوب ۱۱ شعبان کو روانہ کیا۔ جس کا جواب شاید ادھر سے کچھ نہیں ملا۔

حضرت مولانا سلطان احمد سلہٹی نے ان خطوط کو مرتب کیا۔ یہ مجموعہ ''دفع زیغ وزاغ'' اور ''رامیان زاغیان'' کے تاریخی نام سے مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی کے اہتمام سے چھپ کر عام ہوا۔ ۱۳۲۷ھ کو اس کا دوسرا ایڈیشن حضرت مولانا حکیم حسن رضا خان کے خاص اہتمام سے نکلا۔ یہ رسالہ ''رسائل رضویہ'' حصہ اول، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۸۸ء اور مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفاتِ رضا، بریلی میں شامل کیا گیا ہے۔ راقم کے مطالعہ میں اس کا دوسرا ایڈیشن اور لاہور و بریلی کا نسخہ بھی ہے۔ ان نسخوں کی عبارتوں میں قدرے تکرار نظر آتی ہے۔ مذکورہ نسخوں کی روشنی میں خاکسار نے تینوں خطوط کو مرتب کر دیا ہے۔ ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولوی رشید احمد گنگوہی محررہ ۷ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

(۲) مکتوب مولوی رشید احمد گنگوہی بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)

(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولوی رشید احمد گنگوہی محررہ ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ

[۴] اہانۃ التواری فی مصالحۃ عبد الباری محررہ امام احمد رضا موضوع فقہ، سیاست، مسئلہ مسجد شہید کانپور صفحات ۴۰، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۳۱ھ، تعداد مکتوب ۲

۳۰ ذی العقدہ امام احمد رضا سے ایک سوال ہوا۔ سائل مولانا سلامت اللہ صاحب نائب منصرم ''مجلس مؤید الاسلام'' لکھنؤ تھے۔ مسئلہ مسجد شہید کانپور سے متعلق تھا۔ امام احمد رضا نے جواب لکھا۔ اور ساتھ ہی چند امور کی وضاحت بھی چاہی۔ سائل موصوف نے ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو وضاحت طلب امور کی تشریح لکھ بھیجی۔ اور اپنے خط میں لکھا:

''استفتاء موصول ہوا، مشکور فرمایا۔ ہم کو اصل مسئلہ کے متعلق جناب کی رائے سے آگہی ہو گئی۔ مگر جناب سے استفسارات کے باعث ضرور ہوا کہ امورِ مستفسر کا جواب دیا جائے۔ ان کو مفصل لکھ کر ارسال کرتا ہوں......''۔

اس کا جو جواب امام موصوف نے دیا۔ وہ کتاب کے صفحہ ۸ سے صفحہ ۴۰ تک مرقوم ہے۔ اس میں پچاس دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ صفحہ ۴۰ کے بعد صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی ''قامع الواہیات من جامع الجزئیات'' مع تذئیل .... '' کے عنوان سے ہے۔ یہ رسالہ اسی زمانہ میں طبع مذکور سے طبع ہوا۔ ایک عرصہ کے بعد اسے ''فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ'' جلد نمبر ۱۶، ص ۳۶۵ تا ۴۰۰ طبع لاہور میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ امام احمد رضا کی فقہی و سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں صرف دو خط ہیں۔ ایک مستفتی کا اور دوسرا مفتی علام کا۔

[۵] اجلی انوار الرضا مرتبہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان، موضوع فقہ، مسئلہ اذان ثانی جمعہ صفحہ ۲۴، مطبع اہل سنت و جماعت، بریلی ۱۳۳۴ھ، تعداد مکتوب ۴۔

اس مجموعۂ خطوط کی اشاعت کی تقریب یوں ہوئی۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری اہل سنت کے مشہور عالمِ دین تھے۔ اور امام احمد رضا کے سیاسی حریف، ۳۵ صفحات پر مشتمل ان کی ایک کتاب ہے۔ ''القول الاظهر فيما يتعلق بالاذان عند المنبر'' ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی اندرونِ مسجد ہو۔ میرے خیال میں کتاب کا اسلوب غیر علمی اور غیر متمدن ہے۔ ان کا یہ رسالہ حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ رسالہ کی لوح پر یہ عبارت درج تھی۔

''حسب الحکم فضیلت مآب خان بہادر مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ فاروقی معین المہام امور مذہبی، بصدر الصدور صوبہ جات دکن دامت برکاتہم بانی جامعہ نظامیہ''۔

امام احمد رضا اذان ثانی بیرون مسجد کے قائل تھے۔ چنانچہ انہوں نے شیخ الاسلام مولانا فاروقی کو کئی خط اس لئے ارسال کئے کہ ''حسب الحکم .... '' کا انتساب کہاں تک صحیح ہے۔ انہوں نے پہلا خط ۱۲ رمضان ۱۳۳۳ھ کو روانہ کیا۔ جس کا جواب حضرت شیخ نے ۳۵ دن کے بعد دیا جو غیر مؤرخ ہے۔ دوسرا خط ۱۸ شوال کو بھیجا گیا۔ کامل ۱۰۰ دن انتظار جواب کے بعد ۲۹ محرم ۱۳۳۴ھ کو امام احمد رضا نے پھر تیسرا خط ارسال کیا۔ مؤخر الذکر دونوں خط کا جواب شاید نہیں آیا۔ انہی خطوط و مرسلات کا مجموعہ ہے ''اجلی انوار الرضا'' اسے حجۃ الاسلام نے ترتیب دیا۔ اور سنہ مذکورہ میں ہی مطبع مذکور سے شائع ہوا۔ مفتی محمود احمد قادری نے اسی سے تینوں خطوط رضا نکال کر ''مکتوبات امام احمد رضا'' میں درج کئے ہیں جو صفحہ ۷۸ تا ۸۷ مطبوع ہیں۔ خط اور جواب خط کی ترتیب یہ ہے۔

(۱) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام محررہ ۱۲ رمضان ۱۳۳۳ھ

(۲) مکتوب شیخ الاسلام بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)

(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام محررہ ۱۸ شوال ۱۳۳۳ھ
(۴) مکتوب امام احمد رضا بنام شیخ الاسلام محررہ ۲۹ محرم ۱۳۳۴ھ

[۶] الطاری الداری لہفوات عبدالباری، ۳ حصے، رتبہ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان، موضوع دین و سیاست مجموعی صفحات ۲۸۲، مطبع حسنی پریس بریلی، ۱۳۳۹ھ، مجموعی تعداد مکتوب ۴۳۔

ترتیب و اشاعت کا پس منظر :

قیام الملت والدین حضرت مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی، اہل سنت کے معروف عالم دین، بلند پایہ روحانی پیشوا، فرنگی محل لکھنؤ کی مذہبی روایات کے امین اور آخری علمی تاجدار تھے۔ حضرت مولانا اور امام احمد رضا باہم دوست اور ایک دوسرے کے قدر شناس تھے۔ حضرت مولانا ۱۹۱۹ء ۱۹۲۰ء میں اٹھی ہوئی تحریک ترک موالات، تحریک خلافت اور ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ امام احمد رضا ان کی اس حمایت و سرگرمی سے بیزار و ناخوش تھے ناخوشی و بیزاری کے تصفیہ کے لئے دونوں میں مراسلت کی ابتداء ہوئی بعد میں خط کتابت کے لہجوں میں تیزی و تندی بھی آئی اور تلخیاں بھی پیدا ہوئیں۔ پیش نظر مجموعہائے مکاتیب انہی تلخ و تیکھی حقیقتوں کی یادگار ہیں۔

یہ مراسلتی افہام و تفہیم کا سلسلہ ۱۶ رمضان ۱۳۳۹ھ کو شروع ہوا۔ اور ۲ صفر ۱۳۴۰ھ کو ختم ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا نے اپنے مؤقف سے رجوع کرلیا۔ ان کا توبہ نامہ روزنامہ ''ہمدم'' لکھنؤ ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ، ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء صفحہ ۳ کالم کی اشاعت میں شائع ہوا۔ ۳ امام احمد رضا اس مجمل و مبہم توبہ نامہ سے مطمئن نہ ہو سکے۔ ان کا اصرار رہا کہ حضرت مولانا تفصیلی توبہ نامہ شائع کریں۔ بالآخر حضرت مولانا نے ان تمام باتوں سے تفصیلاً رجوع فرمالیا۔ جن پر امام احمد رضا کو اصرار و اعتراض تھا ۴ یہ تھی محبت، یہ تھے اختلافات اور یہ تھا اخلاص، دونوں بزرگوں میں۔

''الطاری الداری'' کے تینوں حصوں میں خطوط کی تعداد ۴۳ ہے، جس میں ۲۴ خطوط امام احمد رضا کے ہیں، تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حصہ اول، صفحات ۵۶، خطوط ۵۔

اس میں تین خطوط حضرت مولانا ریاست علی خان شاہجہاں پوری کے ہیں۔ جو امام احمد رضا کو بھیجے گئے ہیں۔ خطوط مع تحریر متوسط و تحریر مفصل امام احمد رضا کے ہیں، جو مولانا شاہجہاں پوری کے نام ہیں مکتوب الیہ گو مولانا شاہجہاں پوری ہیں مگر براہ راست مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ ہیں۔ تاریخی ترتیب یہ ہے :

(۱) مکتوب مولانا ریاست علی خاں بنام امام احمد رضا محررہ ۲۷ جمادی اولیٰ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
(۲) مکتوب مولانا ریاست علی خاں بنام امام احمد رضا محررہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
(۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا ریاست علی خان محررہ ۱ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
(۴) مکتوب مولانا ریاست علی خاں بنام امام احمد رضا محررہ (تاریخ درج نہیں ہے)
(۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا ریاست علی خان محررہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء (مع تحریر متوسط و تحریر مفصل)

حصہ دوم صفحات ۸۸ تعداد خطوط ۱۹،

امام احمد رضا کے ۱۰ خطوط حضرت مولانا عبدالباری کے نام اور ۹ خطوط امام احمد رضا کے نام ہیں۔ آئینہ خطوط یہ ہے۔

(۱) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
(۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۵) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۲ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۷) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۸ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۸) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۹ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۹ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۰) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۹ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۱) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۲۶ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۳) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۱۲ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۷) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۸) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۱۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

حصہ سوم صفحات ۱۱۸ تعداد خطوط ۱۹

اس میں ۱۲ خطوط امام احمد رضا کے حضرت مولانا کے نام ہیں۔ اور حضرت مولانا کے ۷ خط بنام امام احمد رضا ہیں۔ جو ترتیب وار یہ ہیں۔

(۲۰) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۲) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۳) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۲۶ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۴) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری محررہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۷) مکتوب مولانا عبد الباری بنام امام احمد رضا محررہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۸) مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۲۹) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۰) مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۱) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۲) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۳) مکتوب مولانا عبدالباری بنام امام احمد رضا محررہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۴) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۵) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۶) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۰ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۷) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

(۳۸) مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبدالباری محررہ ۲ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

الطاری الداری کے تینوں حصوں میں خطوط کی تعداد ۴۳ ہوئی۔ مولانا ریاست علی کے ۳ حضرت مولانا عبدالباری کے ۱۶ اور امام احمد رضا کے ۲۴ خطوط ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالباری کے سبھی خطوط امام احمد رضا کے نام ہیں۔ امام احمد رضا کے ۲۲ خطوط حضرت مولانا عبدالباری کے نام ہیں۔ جو حصہ دوم وسوم ہے۔ حصہ اول میں مولانا شاہ جہاں پوری کے تینوں خط امام احمد رضا کے نام ہیں اور امام احمد رضا کے دونوں خط مولانا شاہ جہاں پوری کے نام۔

الطاری الداری مع سہ حصص مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا کے قلم سے ترتیب پائی، اور حسنی پریس بریلی سے اسی زمانہ میں شائع ہوئی۔ جب سے یہ کتاب تقریباً نایاب ہے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں انجمن ارشاد المسلمین لاہور سے نکلا تھا۔ ۵ مگر ہندوستان میں دستیاب نہیں۔ الطاری الداری میں شامل خطوط رضا تیسری اشاعت بھی ہے۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

[۷] حق کی فتح مبین: مرتبہ سید شاہ اولاد رسول میاں محمد مارہروی، موضوع فقہ وسیاست، صفحات ۸، مطبع صبح صادق، سیتاپور، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء، تعداد مکتوب ۲۔

اس ہشت ورقی رسالہ میں صرف دو مکاتیب ہیں جو ۲۴ اور ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو علی الترتیب مارہرہ کے معروف روحانی پیشوا اور مایہ ناز عالم دین سید شاہ اولاد رسول کے نام ارسال ہوئے ہیں۔ اس کے موضوعات و مباحث وہی ہیں جو ''الطاری الداری'' کے ہیں۔ رسالہ مذکور مطبع صبح صادق سیتاپور سے سید ارتضیٰ حسین کے اہتمام میں شائع ہوا تھا۔ اس کا ذکر ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کی ایک کتاب میں بھی ملتا ہے۔ ۶ اس کی دوسری اشاعت نظر سے نہیں گزری۔

[۸] بعض مکاتیب حضرت مجدد مرتبہ، حضرت مولانا سید عرفان علی بیسل پوری، صفحات ۱۶، مطبع حسنی پریس بریلی، تعداد مکتوب ۱۳۔

''بعض مکاتیب حضرت مجدد'' خود مکتوب الیہ سید عرفان علی نے مرتب کیا۔ حضرت حکیم محمد حسنین رضا خاں کے اہتمام میں مطبع مذکور سے شائع ہوا۔ پہلی بار اس کی تعداد اشاعت ایک ہزار تھی۔ قیمت ایک روپیہ فی نسخہ رکھی گئی تھی۔ البتہ سنہ اشاعت مذکور نہیں۔ اس میں کل تعداد

خط ۱۳ ہے۔ ''شب برأت''، گشتی مراسلہ کے علاوہ بارہ خطوط ''مکتوبات امام اہل سنت'' مشمولہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد ا، صفحہ ۳۰۸ تا ۳۲۰ میں بھی شامل ہے۔ پھر یہ تمام صحائف ''مکتوبات امام احمد رضا'' صفحہ ۱۹۶ تا ۲۰۸ مرتبہ، مفتی محمود احمد قادری میں بھی منقول ہیں۔ جو ''حیات اعلیٰ حضرت'' سے عکس لیا گیا ہے۔

[۹] مکتوبات امام اہل سنت، مرتبہ، ملک العلماء مولانا شاہ سید محمد ظفر الدین محمد رضوی عظیم آبادی صفحہ ۷۶، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۹۵۵ء، تعداد مکتوب ۵۷۔

مکتوبات رضا کا یہ مجموعہ دراصل ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول میں، بطور ضمیمہ شامل ہے جو صفحہ ۲۴۴ سے ۳۰۰ تک ہے۔ تعداد خط ۵۷ ہے۔ یہ مجموعہ اس اعتبار سے اولین اور اہم ہے کہ اس میں خطوط رضا کی اتنی بڑی تعداد سب سے پہلی بار شائع ہوئی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں اس کی اشاعت کا سہرا مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی کے سر ہے۔ بعد میں ہندو پاک سے اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اس میں شامل خطوط چار آدمیوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ تعداد و تفصیل یہ ہے۔

☆ ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین کے نام ۴۳
☆ حضرت مولانا سید عرفان علی بیسل پوری کے نام ۱۲
☆ حضرت مولانا الحاج محمد لعل خان مدراسی کے نام ۱
☆ حضرت مولانا خلیفہ تاج الدین کے نام ۱
کل میزان = ۵۷

پھر یہ مراسلت و مفوضات رضویہ مفتی محمود احمد قادری کی ''مکتوبات امام احمد رضا'' میں بھی نقل ہوئے ہیں۔ جسے ''مکتبہ نبویہ'' لاہور، اور ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' بمبئی نے علی الترتیب ۱۹۸۶ء/۱۹۹۰ء میں طبع کئے ہیں۔

[۱۰] اکرام امام احمد رضا، مرتبہ برہان ملت حضرت مولانا محمد برہان الحق رضوی جبل پوری، صفحات ۱۶۴، مطبوعہ مجلس العلماء، مظفر پور، بہار ۱۹۹۰ء، تعداد مکتوب ۲۰۔

زاہد صوفی عالم دین مولانا عبد الکریم صدیقی جبل پوری امام احمد رضا کے دوست تھے۔ مگر دونوں میں ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مولانا موصوف کے نامور فرزند مولانا شاہ محمد عبد السلام جبل پوری نے امام احمد رضا سے اکتساب فیض کیا تھا۔ ان کے سعادت مند بیٹے حضرت مولانا برہان الحق رضوی جو بعد میں ''برہانِ ملت'' کے لقب سے معروف ہوئے، امام احمد رضا کے تلمیذ رشید اور خلیفہ عزیز تھے۔ جبل پور کا یہ صدیقی گھرانہ امام احمد رضا کا گویا اپنا گھرانہ تھا۔ ''اکرام امام احمد رضا'' کے مطالعہ سے یہی تأثر ملتا ہے۔ یہ قربت و محبت ظاہر کرتی ہے کہ طرفین سے خط و کتابت کا طویل سلسلہ رہا ہوگا۔ مگر سب تو نہیں کچھ کچھ پیش نظر مجموعہ میں موجود پایا ہے۔

۱۹۷۸ء میں یہ مجموعہ برہان ملت کے قلم سے ترتیب پایا۔ بعد میں یہ ترتیب پروفیسر محمد مسعود احمد کی نگاہ سے گزری تو جدید فنِ تدوین کی روشنی میں پروفیسر موصوف کے زہرہ نگار قلم نے کتاب کے رخ پر غازہ مَل دیا۔ زیر نظر مجموعہ ۱۹۸۱ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے پہلی بار شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں مجلس العلماء مظفر پور نے چھاپا۔ یہی طبع ثانی خاکسار کے سامنے ہے۔ تین مکتوب الیہ کے اس میں ۲۰ خطوط ہیں۔ مجموعی ترتیب یہ ہے۔

☆ بنام شاہ محمد عبد السلام جبل پوری ۱۴
☆ بنام قاری بشیر الدین جبل پوری ۱
☆ بنام مولانا محمد برہان الحق رضوی ۵
میزان = ۲۰

''مکتوبات امام احمد رضا'' کے مرتب نے شاہ عبدالسلام کے نام ۱۴ خطوط کو اپنی تالیف میں نقل کیا ہے۔ انہی کے نام سے انہوں نے چار خطوط کا اضافہ کیا ہے۔ یوں یہ تعداد ۱۸ ہوگئی۔ اب کل تعداد ۲۴ ہو جاتی ہے۔ میری دریافت میں اس خاندان کے نام اور بھی خطوط ہیں جن کی مجموعی تعداد ۳۵ سے بھی زائد ہے۔ جن کو میں نے ان کی اپنی اپنی جگہ ترتیب دے دیا ہے۔

[۱۱] مکتوبات امام احمد رضا مرتبہ مفتی محمود احمد قادری مظفر پوری صفحات ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ۱۹۸۶ء تعداد مکتوب ۹۱۔

امام احمد رضا کے خطوط مختلف وقتوں میں، مختلف صورتوں میں چھپتے رہے ہیں۔ ان کی حیات میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی، مجموعی شکل میں بھی اور انفرادی صورت میں بھی۔ مگر اتنی کثیر تعداد کا کوئی مجموعہ نہیں۔ اس میں ۱۱ مکتوب الیہ کے نام ۹۱ خطوط ہیں۔ گو ان میں سے بیشتر خطوط کے مراجع و مصادر ماسبق کے مجموعی رہے ہیں۔ بلحاظ ترتیب اصل ماخذ کی رسائی کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے۔

☆ بنام سید شاہ محمد میاں مارہروی، ا خط، سالنامہ ''اہل سنت کی آواز'' مارہرہ مطہرہ جلد سوم ص ۲۲۔ (یہ شمارہ فقیر کی نظر کے سامنے ہے۔)

☆ بنام حضرت شاہ مولانا محمد محمود جان، جام جودھپوری گجرات ۱۰ خط، اس کا قلمی نسخہ فقیر کے پاس ہے۔ جسے فروری ۱۹۹۱ء میں دوران سفر حاصل کیا گیا۔

☆ بنام شاہ محمد عبدالسلام جبل پوری، ۱۸ خط ۱۴ کا ماخذ ''اکرام امام احمد رضا'' بقیہ چار مرتب کی نئی دریافت۔

☆ بنام ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی، ۴۳ خط، ماخذ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول۔

☆ بنام شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی، ۳ خط، ماخذ ''اجلی انوار الرضا''۔

☆ بنام مولانا سید محمد علی مونگیری، ۳ خط، ماخذ ''مراسلت سنت وندوہ''۔

☆ بنام حضرت مولانا الحاج محمد لعل خان مدراسی، ا خط، ماخذ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول۔

☆ بنام حضرت مولانا سید محمد عرفان علی بیسل پوری، ۱۲ خط، ماخذ ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول یا ''بعض مکاتیب حضرت مجدد''۔

☆ بنام مولوی اشرف علی تھانوی، ۳ خط، یہ تینوں مرتب کی اپنی دریافت ہیں۔ البتہ ۱۰ سوالات و استفسارات پر مشتمل اول خط محررہ ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ کا قلمی نسخہ ناچیز کے قلمی ذخیرے میں موجود ہے۔

☆ بنام مولانا طیب عرب مکی، ۵ خط، ماخذ ''الطائب الصیب علی ارض الطیب'' رسالہ منفردہ یا فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱۔

ماخذ و مراجع کی طرف یہ اشارہ میں نے قیاساً کیا ہے۔ بعید نہیں کہ مرتب موصوف کے پیش نظر خطوط کی اصل کا پیاں رہی ہوں۔ حضرت مرتب کی ''تقدیم'' اور ناظم مکتبہ نبویہ لاہور، علامہ اقبال احمد فاروقی کا مضمون بعنوان ''صاحب مکتوب'' نے کتاب کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی نے ۱۹۹۰ء میں چھاپا ہے۔ یہی اشاعت میرے پیش نظر ہے۔

زیر نظر مجموعہ کی ترتیب میں حسن ترتیب موجود نہیں۔ اس میں کئی سہو وسقم در آئے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۱۵۷ پر ''اضافت ۔۔۔و۔۔۔ مزید مکتوبات'' کی ذیلی سرخی سے تعداد خطوط کے بڑھ جانے کا اشتباہ پیدا ہوگیا ہے۔ یونہی صفحہ ۱۹۶ پر ملک العلماء کی ایک وضاحتی عبارت اور صفحہ ۲۰۸ پر ملک العلماء کا اختتامیہ بھی چھپ گیا ہے۔ اس پر سوال و جواب قائم کر کے ڈاکٹر محمد صابر سنبھلی نے اپنے ایک مضمون میں دلچسپ بحث کی ہے۔ ے

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مفتی محمود احمد قادری کی کاوش و ترتیب قابل ستائش ہی نہیں، لائق صد ستائش ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور گھپ اندھیرے میں جگنو کی روشنی بھی کبھی مینارۂ نور کا کام کرتی ہے۔ انگریزی کا مشہور مقولہ ہے۔ Something is better then nothing.

[۱۲] مکتوبات امام احمد رضا مع تنقیدات وتعاقبات، مرتبہ مفتی محمود احمد قادری / پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صفحات ۳۳۲، تعداد مکتوب ۲۲، مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۸۸ء۔

یہ مجموعۂ مراسلات، دراصل ''الطاری الداری'' کی بہ نوع خاص جدید کاری ہے۔ جس میں صرف وہ ۲۲ خطوط دیکھے جاسکتے ہیں جو امام احمد رضا نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو املاء کئے تھے، مولانا ریاست علی خان شاہ جہاں پوری کے نام بھیجی گئی ''تحریر متوسط و تحریر مفصل'' بھی اس میں شامل ہے۔ یہ اخذ و انتخاب حضرت مفتی محمود احمد صاحب کے حسن انتخاب کا نتیجہ ہے۔ گو اب اس کی اشاعت معیوب سمجھی جاتی ہے۔ قریب ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل پروفیسر محمد مسعود احمد کی مبسوط و محقق، مؤرخانہ، اور حقیقت پسندانہ تحریر جو ''تنقیدات وتعاقبات'' کے نام سے موسوم ہے۔ کتاب کی اہمیت و افادیت میں چار چاند لگاتی ہے۔ اور مباحث کتاب کے سمجھنے سمجھانے میں ایک استاذ کامل کا رول ادا کرتی ہے۔ ''تقدیم'' پروفیسر فاضل زیدی نے لکھی ہے'' تقریب'' پروفیسر عبدالباری کے قلم سے نکلی ہے۔ ''افتتاحیہ'' تجزیہ نگار کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے اور ''ناشر نامہ'' ناظم مکتبہ علامہ اقبال احمد فاروقی نے قلم بند کیا ہے۔

حوالہ جات

ا :۔ ماہنامہ التواری، مطبع اہل سنت جماعت بریلوی ۱۳۳۱ھ ص ۴

۲ :۔ نوٹ: مکتوب اول اور اس کا جواب جو ''اجلی انوار الرضا'' میں صفحہ ۵ تا ۷ ہے۔ اس کا عکس کتاب'' حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی، شخصیت، علمی و ادبی کارنامے'' کے صفحہ ۲۹، ۳۲۸ پر چھاپا گیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر کے عبدالحمید اکبر کی ہے۔ جس پر انہیں پونا یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی ہے۔ ایک عرصہ بعد ۲۰۰۰ء میں ''مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ'' حیدر آباد سے دوبارہ چھاپی گئی ہے۔ خدا معلوم اس کی کیا ضرورت تھی۔

۳ :۔ بحوالہ الطاری الداری حصہ سوئم ص ۲۶

۴ :۔ محمد عبدالحفیظ مولانا، مفتی آگرہ، شمع ہدایت مطبوعہ کراچی ص ۹۴، ۹۵ بحوالہ تنقیدات وتعاقبات ص ۱۴۶

۵ :۔ (الف) سید محمد جمال الدین اسلم ڈاکٹر، برطانوی راج میں مذہب سیاست، حرا پبلی کیشنز دہلی (ب) سالنامہ ''اہل سنت کی آواز'' مارہرہ شمارہ ۱۹۹۳ء ص ۵۳

۶ :۔ سید محمد جمال الدین اسلم ڈاکٹر، برطانوی راج میں مذہب سیاست، حرا پبلی کیشنز دہلی

۷ :۔ سہ ماہی ''افکار رضا'' ممبئی، شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء، ڈاکٹر صابر سنبھلی ص ۱۹

تقاریظِ امام احمد رضا

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری*

کسی کتاب یا تحریر پر رائے دینا یا اپنے ساتھی یا دوست کی تعریف کرنا ''تقریظ'' کہلاتا ہے۔(۱)

پیر سید نصیر الدین گیلانی مدظلہ العالی تقریظ کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں جب کوئی شخص کسی موضوع پر قلم اٹھا کر تالیف و تصنیف کی خدمت سرانجام دیتا ہے تو وہ اپنے خیال و گمان میں کسی اپنے سے بڑے صاحب علم و تحقیق شخص کو خدمت میں اپنی تالیف و تصنیف کو پیش کرتا ہے یا کم از کم اپنے ہم پلہ عالم و محقق کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کی علمی کاوش پر ایک محققانہ اور دیانتدارانہ نظرِ عمیق ڈال کر اس کے مندرجات کو بغور پڑھے، کہیں گنجائش ترمیم واصلاح ہو تو کردے، ورنہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے لئے چند تعریفی جملے تحریر فرمادے۔ لہذا تقریظ نگار کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ پوری دیانت داری اور علمی و تحقیقی انصاف کے تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے اس کتاب پر تقریظ لکھنے سے پہلے اس کے مسودات و مندرجات کو اچھی طرح پڑھ لے، حوالہ جات اصل کتب سے دیکھ کر تسلی کرلے، کیونکہ تقریظ لکھنے کے بعد اس کی صحت و سقم اور قوت و ضعف کی ذمہ داری مصنف پر کم اور تقریظ نگار پر زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے جو لوگ واقعی ارباب علم اور اصحاب تحقیق ہوتے ہیں وہ کبھی شوقیہ اور پیشہ ورانہ تقریظ نگار بننا قطعاً پسند نہیں کرتے، لیکن اگر انہیں یہ ذمہ داری سونپ ہی دی جائے تو پھر وہ اسے پوری دیانت داری سے نبھاتے ہیں''(۲)

اردو میں تبصرہ نگاری کی روایت کے ضمن میں تقریظ نگاری کے بارے میں مشہور نقاد اور تبصرہ نگار پروفیسر سفیر اختر راہی کی رائے ملاحظہ فرمایئے:

''جہاں تک اردو زبان کی دنیائے تصنیف و تالیف کا تعلق ہے، فارسی کے زیر اثر ابتداءً معاصر اہل قلم کی کاوشوں پر رائے کو ''تقریظ'' کہا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے مکہ اور اس کے گرد و نواح کے شاعر عکاظ کے بازار میں جمع ہوتے اور اپنا اپنا کلام سناتے تھے۔ جس بزرگ شاعر کو نوجوان طبع آزما صدر مجلس کی حیثیت دیتے، وہ سب کا کلام سن کر کسی ایک کی کاوش کو دوسروں کی منظومات سے برتر قرار دیتا تھا۔ بہتر نظم کے محاسن شعری بیان کرتا تھا اور یہی ''تقریظ'' تھی۔ اس تقریظ کے نمونے ہمارے پیش نظر نہیں، تاہم اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس ''تقریظ گوئی'' میں محض جانبداری نہ برتی جاتی تھی، بلکہ کلام کے اچھے اور

*استاد گورنمنٹ ہائی اسکول، برہان پور، ایبٹ آباد

کمزور دونوں پہلوؤں پر رائے زنی ہوتی تھی۔ تاہم چھاپے کی مشین کی ایجاد اور برصغیر پاک و ہند میں اس کے تعارف کے بعد جب کتابیں چھپ چھپ کر عام ہونے لگیں تو مصنفین اور ناشرین نے اپنی مطبوعات کی وقعت بڑھانے کے لئے ان پر معروف اہل علم کی آراء شائع کرنا شروع کیں۔ ان آراء کو ''دیباچہ، تقریظ'' یا ''خاتمۃ الطبع'' کا نام دیا گیا۔'' (۳)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء ----(۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) عالم اسلام کی شہرہ آفاق شخصیت ہیں۔ آپ رشد و ہدایت کے افق پر آفتاب بن کر چھائے رہے، اصلاح فکر و اعتقاد میں ان کا کوئی ثانی نہیں، کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ مختلف علوم و فنون پر آپ کی ایک ہزار کتابیں بتائی جاتی ہیں۔ ان میں ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن''، ''فتاویٰ رضویہ'' اور ''حدائق بخشش'' کو شہرتِ عام بقائے دوام حاصل ہے۔ مشاہیر علمائے کرام آپ کے حلقۂ اثر سے وابستہ ہیں۔ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس پر آپ کی تصانیف شاہد عدل ہیں۔

آپ کے عہد میں علمائے کرام کی نظریں آپ پر ٹھہرتیں، وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے، اپنی تصانیف کو آپ کی تقاریظ سے مزین کراتے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کسی کتاب پر تقریظ لکھنے میں بے حد احتیاط فرماتے تھے۔ آپ خود کتاب کا مطالعہ کرکے یا مصنف کو سامنے بٹھا کر ساری کتاب سن کر ''تقریظ'' عنایت فرماتے تھے۔

ایسی کتاب جس کی اشاعت عامۃ المسلمین کے لئے مفید نہ ہوتی اس پر تقریظ نہ لکھتے۔ یہاں تک کہ مولانا عنایت اللہ خان رامپوری علیہ الرحمۃ جن کے آپ کے ساتھ خصوصی مراسم تھے کی ایک کتاب تقریظ کے لئے آپ کے پاس لائی گئی تو آپ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا:

''والا حضرت حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عظیم البرکت، حضرت مولانا مولوی شاہ محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری نور اللہ مرقدہٗ النوری کے صاحبزادے مولانا معوان حسین سلمہ کے ساتھ مولوی ہدایت اللہ خان صاحب خلف حافظ عنایت اللہ خاں صاحب اپنے والد ماجد کا ایک فارسی رسالہ در بارۂ سلوک و بعض مصطلحات اور تذکرہ حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ ذی الحجہ کو قریب مغرب فقیر کے پاس بغرضِ تقریظ لائے اور عذرِ بے فرصتی نہ مانا کہ رسالہ چھپ رہا ہے ص ۳۹ تک طبع ہو چکا ہے تھوڑا باقی ہے۔ جلد چند مواقع سے دیکھ کر تقریظ لکھ دی جائے۔ فقیر نے کہا کیا بنظر مخالفانہ دیکھنے کی اجازت ہے۔ کہا بہت ضروری اور یہی مقصود و منظور کہ غیروں کے اعتراض سے پہلے آپس میں بات منقح ہو جانا ہی مناسب۔ فقیر نے رسالہ لے کر رکھ لیا اور بعد مغرب معمولات سے فارغ ہو کر اسے کھولا۔ پہلی نظر ایک عبارت پر پڑی کہ مذاقِ فقیر پر گراں تھی، پھر کچھ ورق پلٹ کر دیکھا، چار بار ایسا ہی کیا۔ شانِ الٰہی کہ ہر بار ایسی ہی عبارت زیر نظر آئی اور وقت یہ تھی کہ یہ سب صفحہ ۳۹ کے اندر ہے جہاں تک طبع ہو چکنا۔ انہوں نے بیان کیا فقیر نے کتاب بند کر دی اور زیادہ دیکھنے کی حاجت نہ جانی۔ میرے رائے قاصر میں ایسی عبارات کی اشاعت حق عامہ ناظرین میں مضر ہوگی۔ زمانہ وہ آ گیا ہے کہ خود اصولِ دین میں فتنہ اندازوں کی گھٹائیں چاروں طرف گھنگور چھائی ہوئی ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے کہ انہیں الہیات و

نبوات کے عقائد سکھائے جائیں، اللہ کو اللہ، رسول کو رسول جاننے اور ماننے کے معنی بتائے جائیں۔ ان کا ایمان سنبھالا جائے نہ کہ اوراضطراب میں ڈالا جائے۔'' (۳)

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ نے ''سوانح امام احمد رضا'' کا پندرہ جلدوں پر مشتمل ایک جامع منصوبہ بعنوان ''دائرۂ معارفِ امام احمد رضا'' ترتیب دیا جو ۱۹۸۲ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ حضرت مسعود ملت مدظلہ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو اپنے دستخط سے مزین کر کے یہ خاکہ راقم کو ارسال فرمایا۔ اس کی پندرھویں جلد کے چھٹے باب کا دوسرا عنوان ''تقاریظِ امام احمد رضا'' ہے۔ راقم اسی عنوان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی تقاریظ جمع کرنے میں مصروف ہوا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے جن کتب پر تقاریظ قلمبند کی ہیں ان کی تعداد کا کوئی تعین نہ ہو سکا۔ بعض کتب کے بارے میں مشہور تھا کہ ان پر آپ کی تقاریظ ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکیں۔

مفسرِ قرآن علامہ نبی بخش حلوائی علیہ الرحمۃ کی ''تفسیر نبوی'' پر تقاریظ لکھنے والے علمائے کرام کی فہرست میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا نام شامل ہے لیکن آپ کی تقریظ آج تک نہ چھپ سکی ظاہر ہے ضائع ہو چکی ہوگی ورنہ سامنے آجاتی۔

فقیہ اعظم ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''حنفی نماز مدلّل'' کے بارے میں مشہور ہے کہ اس پر بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تقریظ لکھی تھی۔ یہ کتاب پیشِ نظر ہے اس پر آپ کی تقریظ تو نہیں البتہ فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کو دی گئی ''الندوالاجازہ'' (عربی زبان میں) شامل ہے۔ غالباً غلط فہمی کی بناء پر اسے ہی تقریظ سمجھا گیا۔

سالہا سال کی جدوجہد کے بعد مختلف کتب پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی چھوٹی بڑی پچیس تقاریظ دستیاب ہوئی ہیں جن کی تفصیل پیشِ خدمت ہے۔

[۱] الاجازہ فی الذکر الجہر مع الجنازہ:

یہ فاضل جلیل مولانا محمد عمر الدین ہزاروی علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس کے صفحہ ۲۸ تا ۳۲ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ جلیل شامل ہے۔ تقریظ قرآنی آیات، احادیثِ پاک اور اکابرینِ امت کے حوالوں سے مزین ہے۔

[۲] البلاغ المبین:

یہ کتاب حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نام منسوب ہے۔ یہ ایک غیر مقلد مولوی فقیر اللہ نے شائع کر کے آپ کے نام منسوب کی۔ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے عقائد ونظریات کے خلاف مواد شائع کیا گیا۔ موصوف شمس الدین جالندھری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے بھی اسے مصنفاتِ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ میں تسلیم کرنے سے صاف انکار فرمایا۔ آپ کا جواب ''فتاویٰ علمائے حنفیہ فی جواب استفتائے شمسیہ'' مطبوعہ جالندھر ۱۳۱۰ھ کے صفحہ ۱۲۳ اور ۱۲۴ پر شائع ہوا ہے۔ البلاغ کے بارے میں آپ کی یہ رائے تقریظ اردو زبان کا ایک شاہکار ہے۔

[۳] ''اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین'' صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ کی اس تصنیف کے صفحہ ۲۸ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ موجود ہے۔ جس میں آپ نے مصنف کی کوشش کو سراہتے ہوئے دعائیہ کلمات سے نوازا ہے۔ فاضل مصنف اس تقریظ بے مثال کو اپنے لئے ایک مستحکم سند سمجھتے

تھے۔

[۴] اجتناب العمال عن فتاوی الجہال:

حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان علیہ الرحمۃ کا یہ رسالہ قنوتِ نازلہ کے بارے میں چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جس پر جید علمائے کرام کی تقاریظ کے ساتھ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ بھی شامل ہے حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کا یہ رسالہ ''فتاویٰ حامدیہ'' میں شامل ہے۔

[۵] الجبل القوی لھدایۃ الغوی:

یہ مولانا حافظ محمد عبدالرحمٰن مجی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۱ھ) کا رسالہ ہے جو تقلید کے موضوع پر ایک عمدہ تحریر ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ اردو کا ایک اعلیٰ شہ پارہ ہے۔

[۶] الصارم الربانی علی اسراف القادیانی:

حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۲ء) کی قادیانیت کے رد میں لاجواب کتاب ہے۔ ''المعتمد المستند بنا نجاۃ الابد'' کے صفحہ ۱۹۵ پر عربی میں آپ کی اس کتاب کے مندرجات کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے سراہا ہے آپ کی ان عربی سطور کو مولانا محمد جلال الدین قادری (کھاریاں) کے اردو ترجمہ کے ساتھ تقاریظ میں شامل کیا ہے۔

[۷] العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ:

اس کتاب میں سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۲۴ھ) نے اہل سنت کے جملہ عقائد کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اردو زبان میں قلم بند فرمایا ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے عربی اور فارسی میں منظوم تقاریظ لکھی ہیں جو عربی فارسی شاعری کا ایک شاہکار ہے۔

[۸] المعتقد المنتقد:

یہ سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول قادری بدایونی علیہ الرحمۃ (م ۱۸۷۲) کی تصنیف جلیل ہے جو عقائدِ اہل سنت پر نہایت اہم کتاب تصور کی جاتی ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ''المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد'' کے نام سے عربی زبان میں نہایت وقیع حاشیہ لکھا ہے شروع میں ''خطبۃ الشرح'' کے نام سے آپ کا جو افتتاحیہ ہے وہ عربی تقریظ نگاری کی ایک اعلیٰ مثل ہے۔

[۹] انوار آفتاب صداقت:

یہ عظیم اور ضخیم کتاب غلام قاضی فضل احمد حنفی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کی ہے۔ یہ ردّ وہابیت اور دیوبندیت میں لاجواب ہے علمائے کرام کی کثیر تعداد نے اس پر تقاریظ لکھیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مصنف سے یہ ساری کتاب سن کر ایک زوردار تقریظ لکھی جو کتاب کی زینت ہے۔

[۱۰] انوار الحسنات فی ردّ البدعات:

بدعات و منکرات کے رد میں یہ کتاب مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی سنبھلی علیہ الرحمۃ (۱۹۴۳ء) کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے، اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تقریظ رقم فرمائی ہے جو جامعیت اور اختصار کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

[۱۱] انوار ساطعہ در بیانِ مولود فاتحہ:

یہ مولانا شاہ عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری علیہ الرحمۃ (۱۹۰۰ء) کی شہرۂ آفاق کتاب ہے۔ مشاہیر علمائے کرام کی تقاریظ سے مزین ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عربی تقریظ مصنف کے اردو ترجمہ

کے ساتھ شامل ہے۔عربی فصاحت وبلاغت میں اس تقریظ کی مثال ملنا محال ہے۔

[۱۲] اہلاک الوہابیین علیٰ توہین قبور المسلمین

یہ فاضل جلیل مولانا محمد عمر الدین ہزاروی علیہ الرحمۃ (۱۹۳۱ء) کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نہایت مفصل اور دوفصلوں پر مشتمل تقریظ جلیل رقم فرمائی ہے جو ایک الگ کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

[۱۳] بہارِ شریعت:

صدرالشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۴۸ء) کی اس عظیم کتاب کے ابتدائی حصوں پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی چار تقاریظ ہیں جو فصاحت و بلاغت، انتصار وجامعیت میں بے مثال ہیں۔

[۱۴] تحقیق المرام فی وجوب تعیین تقلید الامام:

مولانا ابوالذکاء سراج الدین محمد سلامت اللہ رامپوری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۱۹ء) کی یہ کتاب ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ میں قسط وار شائع ہوئی۔اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے شاندار تقریظ رقم فرمائی جو ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ کے شمارہ شوال المکرم ۱۳۲۱ھ کے صفحہ ۱۹، ۲۰ پر شائع ہوئی۔اردو تقریظ نگاری میں یہ منفرد حیثیت کی حامل ہے۔

[۱۵] تذکرۃ النعمان:

سراج الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے تذکار پر مشتمل ''تذکرۃ النعمان'' علامہ قاضی سید شاہ محمد عبدالقدوس قادری حنفی بنگلوری علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف ہے۔اس کے صفحہ ۶، ۴ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ نمایاں طور پر موجود ہے۔

[۱۶] توضیح المرام فی اثبات المولد والقیام:

یہ مولانا مولوی ابونصر حکیم محمد یعقوب حنفی قادری علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے جو بزم حنفیہ لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر سامنے آئی۔اس کے صفحہ ۲۶ تا ۲۸ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عالمانہ اور صوفیانہ تقریظ موجود ہے۔

[۱۷] جواہر البیان فی اسرار الارکان:

امام المتکلمین مولانا محمد نقی علی خان بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۸۸۰ء) کی اس بے مثال کتاب کیا آغاز میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ شامل ہے جس میں آپ نے اپنے والد گرامی کے حالات اور ان کی تصنیفات کی تفصیل دی ہے اور آخر میں ان کی ولادت اور وفات کے مادۂ تواریخ استخراج فرمائے ہیں۔

[۱۸] سراج العوارف فی الواصایا المعارف:

سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۲۴ھ) کی اس تصنیف جلیل پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے عربی اور فارسی میں منظوم تقاریظ لکھی ہیں لیکن صرف عربی تقریظ دستیاب ہے جو اس کتاب کے اردو تراجم کے ساتھ شامل ہے یہ عربی شاعری کا ایک نادر نمونہ ہے۔

[۱۹] (ا) طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین:

(ب) رسالۂ مباحث امامت:

یہ دونوں رسائل مولانا سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم ثابت حسین علیہ الرحمۃ (م ۱۳۳۰ھ) کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔دونوں کتب کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تصدیق وتقریظ فرمائی۔

[۲۰] فتح المبین:

مولانا محمد منصور علی مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی یہ کتاب تقلید کے موضوع پر ہے۔ اس پر علمائے کرام نے تقاریظ لکھیں۔ اس کے صفحہ ۵۲۴ تا ۵۲۸ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مفصل تقریظ دلپذیر موجود ہے۔

[۲۱] فرائد النور فی جرائد القبور:

قبروں پر سرسبز شاخیں نصب کرنے اور پھول ڈالنے کی شرعی حیثیت سے متعلق یہ کتاب صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۴۸ء) کی تحقیق انیق پر مشتمل ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے عربی تقریظ لکھ کر اس کی افادیت میں اضافہ فرمایا ہے۔

[۲۲] مخرج عقائد نوری:

یہ پادری عماد الدین کے خیالاتِ فاسدہ کے رد میں مولانا محمد غلام دستگیر ہاشمی قصوری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۱۵ء) کی تالیف لطیف ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مختصر تقریظ شامل ہے جس پر آپ کے والد گرامی مولانا محمد نقی علی خان علیہ الرحمۃ کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

[۲۳] مسئلہ نور وسایہ:

بریلی شریف کے ذخیرۂ مسوادات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پورنیوری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ ایمان افروز تقریظ نقل کی جو مولانا حکیم حبیب علی علوی کاکوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۳۰ھ) کے ایک رسالہ پر لکھی گئی تھی جو نور وسایہ کے موضوع پر تھا یہ نقل مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کو محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آبادی علیہ الرحمۃ کے ذخیرۂ کتب سے ملی جو آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ''مجموعہ رسائل نور وسایہ'' میں شامل فرما کر شائع کردی تھی۔

[۲۴] مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس:

یہ عرس کے جواز میں ملک العلماء علامہ محمد ظفرالدین بہاری علیہ الرحمۃ کی عمدہ تحقیق ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ سے مزین ہے یہ تقریظ عربی اردو میں ہے۔ عربی حصہ عربی زبان کا اور اردو حصہ اردو زبان کا عظیم شہ پارہ ہے۔

[۲۵] ہفتہ روزہ ''الفقیہ'' امرتسر:

یہ ہفت روزہ سنی صحافت میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ مولانا معراج الدین احمد نقشبندی کی ادارت میں نکلتا تھا۔ اسے علمائے کرام کی حمایت حاصل تھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر تقریظ لکھی جو سنی صحافت کی حوصلہ افزائی کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

یہ تقاریظ مختلف اوقات میں لکھی گئیں۔ مختلف موضوعات پر لکھی گئیں لیکن ان میں خیالات ونظریات کی ہم آہنگی عیاں ہے۔ ان تقاریظ کو پڑھیے تو ان میں تقریظ نگار کی عظیم شخصیت کا عکس نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ہر تقریظ میں ایک عظیم نقاد، ایک عظیم ماہر لسانیات، ایک عظیم محقق کی جھلک دکھائی دیتی اور سب سے بڑھ کر ایک عظیم عاشق رسول کے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی ہے۔ اردو ادب ہو یا عربی یا فارسی ادب دونوں میں آپ کی تقاریظ کا پایہ بلت بلند ہے۔ ''تقاریظِ امام احمد رضا'' پر تبصرہ کے لئے کافی فرصت، وسیع مطالعہ، فن شاعری پر عبور اور فقہ وحدیث میں ید طولیٰ کی ضرورت ہے اور یہاں ہر چیز عنقاء ہے۔

اظہارِ تشکر !

تقاریظ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مرتب کرنے میں راقم کو درج ذیل حضرات کا علمی اور اخلاقی تعاون حاصل رہا ان سب کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔

[۱] پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہٗ ۔ مدیر اعلیٰ ، ہنامہ ''جہانِ رضا'' و مجلس رضا لاہور۔

[۲] خلیل احمد رانا مدظلہٗ نعمان اکیڈمی جہانیاں خانیوال۔

[۳] علامہ قاضی عبدالدائم دائم نقشبندی مدظلہٗ ۔ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ صدریہ ہری پور ہزارہ۔

[۴] مولانا محمد ریحان رضا رحمانی مدظلہٗ پوھیرا شریف ، سیتا مڑھی صوبہ بہار، انڈیا۔

[۵] برادرِ طریقت محمد زبیر قادری مدظلہٗ مدیر اعلیٰ سہ ماہی ''افکارِ رضا'' تحریک فکرِ رضا ممبئی انڈیا۔

[۶] ملک محمد سعید مجاہد آبادی مدظلہٗ ادارہ مظہر اسلام لاہور۔

[۷] مولانا محمد شفیع رضوی علیہ الرحمۃ ۔ ہجویری کتب خانہ ملتان روڈ لاہور۔

[۸] محمد عالم مختارِ حق مدظلہٗ ۔ جھگیاں شہاب الدین ملتان روڈ لاہور۔

[۹] علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہٗ ۔ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور۔

[۱۰] محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری ۔ مدظلہٗ کاروانِ درود و سلام لاہور۔

[۱۱] محمد مقبول احمد قادری ضیائی مدظلہٗ ۔ رضا اکیڈمی لاہور۔

[۱۲] مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہٗ ۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

[۱۳] مولانا سید وجاہت رسول قادری مدظلہٗ ۔ مدیر اعلیٰ ''معارفِ رضا'' وصدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ علیہ ﷺ کے طفیل ان سب کو دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے ۔ آمین ثم آمین۔

سید صابر حسین شاہ بخاری۔

حوالہ جات

(۱) دیکھئے: ''جدید نسیم اللغات'' مطبوعہ لاہور ص ۲۸۱ ، مرتبین : سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی ، سید قائم رضا نسیم امروہی ، آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد۔

(۲) نصیر الدین نصیر پیر سید: لطمۃ الغیب الی ازالۃ الریب مطبوعہ اسلام آباد ۲۰۰۳ء

(۳) شش ماہی ''نقطۂ نظر'' اسلام آباد اکتوبر ۱۹۹۶ء ، مارچ ۱۹۹۷ء ص ۱۴۔

(۴) امام احمد رضا محدث بریلوی ، اعلیٰ حضرت: العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج ۱۲ مطبوعہ ممبئی ص ۱۲۷

اشاعتِ تصانیف امام احمد رضا۔ اہمیت اور رفتار

علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری رضوی*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین

آج سے تیس (۳۰) سال پیشتر دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے دور طالب علمی میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علامہ شاہ احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمتہ والرضوان کی نادر و نایاب کتب کے مطالعہ کے دوران یہ بات ذہن میں پیدا ہوئی کہ اعلیٰ حضرت کی تمام تصانیف کی ایک فہرست کیوں نہ مرتب کرلی جائے۔ چنانچہ اسی وقت میں نے ان تمام کتابوں کی فہرست تیار کرلی جو اشرفی دار المطالعہ مبارکپور میں موجود تھیں۔ پھر چند سال تک اس کی طرف بالکل دھیان نہ گیا۔ ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں جب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے کتب خانہ کی خدمت سپرد ہوئی تو اس وقت مزید کتابوں کی تلاش وجستجو میں لگ گیا۔ مطالعہ کے دوران جن کتابوں کا علم ہوتا ہے ان کو بھی نوٹ کرلیتا۔ کتب خانہ کی سیر کرتا تو ان سے بھی استفادہ کرتا۔ اس طرح چند سال تک یہ کام جاری رہا۔ اس دوران جو فہرست تیار ہوئی وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ گویا یہ پچیس (۲۵) سال کی محنت ہے بعد میں بہت کم ہی اضافہ ہوا ہے۔ البتہ امام احمد رضا پر لکھی جانے والی کتابوں کی فہرست میں تاحال اضافہ ہوتا جارہا۔ جن جن کا بہ آسانی علم ہوا ان کو شاملِ فہرست کرلیا۔ لہٰذا اس فہرست میں جو کتاب نہ پائیں یہ سمجھیں کہ راقم کو ان کا علم نہ ہوسکا یا سہواً ان کا نام درج ہونے سے رہ گیا۔ قارئین سے التماس ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کوئی کتاب جو اس میں نہ پائیں وہ اور اعلیٰ حضرت پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں کوئی کتاب آپ کے علم میں ہو تو اطلاع دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کو شامل کرلیا جائے۔ یہ فہرست موضوعاتی ہے۔ اور ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ایک فہرست اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیف کی بہ اعتبار حروف تہجی بنائی جائے۔ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے جو فہرست بنام ''المجمل المعدد'' شائع کی ہے اس کو سال تصنیف کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ وہ صرف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء تک کی تصانیف پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۷ھ کی صرف تین کتابیں شامل ہیں۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ چودہ سال تک باحیات رہے۔ اس چودہ سال میں اعلیٰ حضرت نے کیا کچھ لکھا اس کی باقاعدہ کوئی فہرست نہ بن سکی۔ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''یہ مجموعہ مع ذیل بعض تالیفات اصحاب واحباب محرم ۱۳۲۷ھ تک ساڑھے تین سو تصانیف ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں بلکہ یہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقرا میں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل

* مہتمم دار العلوم قادریہ، چڑیا کوٹ

خدا سے امید واثق کہ اگر تفحص تام اور تمام قدیم وجدید بستوں پر نظر کی جائے تو کم وبیش پچاس رسالے اور نکلیں کہ پہلی بار اوائل صفر میں یہ فقیر اپنے زعم میں تمام تصنیفات کی فہرست مکمل کر چکا تھا۔ پھر دوبارہ قدیم بستے اور فتاوی کی جلدیں دیکھنے سے چھیانوے رسالے اور نکلے جن میں بعض مطبوعات سے تھے کہ باوصف طبع مجھے یاد نہ آئے اور باقی سب مبیضہ پائے۔ وللہ الحمد۔

(المجمل المعدد لتالیفات المجدد، ص ۴، ۵ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء ملک العلماء مولانا ظفر الدین احمد بہاری)

حضرت ملک العلماء [[حیات اعلیٰ حضرت'' حصہ اول میں جو ۱۳۶۹ھ/۱۹۳۸ء میں تالیف ہوئی فرماتے ہیں۔

''درحقیقت اعلیٰ حضرت کی تصانیف چھ سو سے زیادہ ہیں جس کا مفصل بیان حیات اعلیٰ حضرت حصہ دوم میں آتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص ۱۳، مطبوعہ قادری بکڈپو، بریلی)

یہی بات کچھ تفصیلات کے ساتھ حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ اپنی تصنیف ''حیات اعلیٰ حضرت'' حصہ دوم قلمی میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

''میں نے ۱۳۲۷ھ میں حسب فرمائش مولانا المکرم حبیبنا الافخم جناب مولانا مولوی سید محمد عبدالجبار صاحب قادری حیدر آبادی غفرله ورحمه رحمه واسعه یوم ینادی المنادی۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے پچاس علوم وفنون میں تصانیف کثیرہ کی فہرست مع فن وزبان وکیفیت ومضمون اور سال تصنیف کے بیان میں ایک رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی ''المجمل المعدد لتالیفات المجدد'' تحریر کیا تھا جو اسی زمانہ میں مطبع حنفیہ پٹنہ میں باہتمام حضرت مولانا ابوالساکین محمد ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ چھپ کر شائع ہو چکا تھا۔ اس میں ساڑھے تین سو تصنیفات وتالیفات کی مفصل فہرست درج تھی''۔ اس کے بعد جب ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ میں چار مہینے کی فرصت لے کر اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلے بریلی شریف قیام کا موقع ملا تو ۱۳۲۷ھ کے بعد سے وصال تک جس قدر تصنیفات فرمائی تھیں ان کو بطور ضمیمہ اس رسالہ کے اضافہ کیا۔ اب جملہ تصنیفات چھ سو سے فاضل ہیں جو چار قسموں پر منقسم ہیں۔

(۱) تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی ہیں۔
(۲) وہ تصانیف خاصہ جن کے نام تاریخی نہیں۔
(۳) تصنیفات احباب وقدسی اصحاب جن کے نام تاریخی ہیں۔
(۴) وہ تصنیفات احباب جن کے نام تاریخی نہیں ہیں۔

قسم سوئم وچہارم اگرچہ بنام تلامذہ واصحاب ہیں لیکن درحقیقت اعلیٰ حضرت ہی کی تصنیف سمجھنا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ وہ کتابیں ہیں جو تلامذہ نے لکھ کر بغرض اصلاح پیش کیں۔ لیکن ان پر اصلاح کیا ہوئی وہ مستقل تصنیف ہی ہوگئی۔

(حیات اعلیٰ حضرت حصہ دوم قلمی ص ۴)

اور کچھ مزید تحریر کے بعد جو فہرست دی ہے جو المجمل المعدد کے نام سے شائع ہے۔ مزید اس کے بعد تصانیف جن کا ذکر حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''بقیہ تصانیف یعنی ۱۳۲۷ھ سے سال انتقال پر ملال تک کا بیان ضمیمہ یا حصہ دوم المجمل المعدد میں اسی تفصیل سے حوالۂ قلم ہوگا''

(حیات اعلیٰ حضرت قلمی دوم ص ۴۲)

ان کی کوئی فہرست قلمی حیات اعلیٰ حضرت کی کسی جلد میں کہیں موجود نہیں۔ درمیان کتاب سے کہیں صفحات غائب بھی نہیں کہ یہ سوچا جائے کہ کسی نے حذف کر دیے یا نکال لئے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ

حضرت ملک العلماء نے علیحدہ سے فہرست بنائی ہوگی جو حیات اعلیٰ حضرت میں شامل کرنی تھی لیکن اس کا مسودہ غائب ہوگیا ہو یا کسی کے پاس محفوظ ہو۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بحقیقته الحال۔

اکتوبر و دسمبر ۱۹۲۶ء کے ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' بریلی شریف میں ایک فہرست تصانیف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شائع ہوئی ہے جو ''المجمل المعدد'' سے زائد کتب اور حواشی پر مشتمل ہے۔ شاید یہ وہی فہرست ہو جو ملک العلماء نے بعد میں بنائی تھی۔ لیکن اس میں مرتب کی حیثیت سے حضرت ملک العلماء کا کہیں ذکر نہیں۔

اب آپ دیکھیں کہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنی تصانیف میں تعداد تصانیف کیا ارقام فرماتے ہیں۔ مگر اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے مختلف ادوار میں اپنی متعدد تصانیف میں تعداد تصانیف کا ذکر کیا ہے جو مقامات بروقت نظر حقیر میں ہیں ان کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت خود اپنی تصنیف سبحان السبوح (۱۳۰۷ھ) میں تصانیف کی تعداد سو تحریر فرماتے ہیں جو ۱۳۰۷ھ کی تالیف ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

''للّٰہ الحمد والمنة کہ آج اس رسالے سنت کے قبالے، رنگ صدق جمانے والے زنگ کذب گمانے والے سے علوم دینیہ میں تصانیف فقیر نے سو کا عدد کامل پایا'' (فتاویٰ رضویہ، ۲۷۴/۶، سنی دارالاشاعت، مبارکپور)

خیال رہے کہ ۱۳۰۷ھ میں یہ سو کی تعداد صرف علوم دینیہ میں تصانیف امام کی ہے۔ جبکہ دوسرے علوم و فنون میں مزید کتب ہوں گی۔ اور یہ بھی اس وقت جبکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عمر شریف صرف پینتیس (۳۵) سال کی تھی۔

النیرۃ الوضیہ شرح الجوہرۃ المضیۃ جو ۱۲۹۵ھ کی تصنیف ہے۔ اس کی اشاعت کے وقت ۱۳۰۸ھ میں اعلیٰ حضرت کے برادر خرد استاذ زمن حضرت مولانا حسن بریلوی علیہ الرحمہ اس پر حاشیہ تحریر کرتے ہیں۔ اور اس آخری ٹائٹل پیج پر اعلان بشارت ارقام کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بشارت:

ایھا المسلمون! فقیر کو قیمت کتاب سے کوئی نفع ذاتی مقصود نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس طریقہ سے اتنی اعظم مصنف علام مدظلہ کے رسائل نافعیہ جلیلہ جن کا شمار علوم دینیہ میں سو سے متجاوز ہو چکا ہے یکے بعد دیگرے طبع ہوتے جائیں الخ

المشتھر: محمد حسن رضا خان حسن بریلوی قادری برکاتی غفرلہ اللہ تعالیٰ، بتاریخ ۱۳ جمادی الآخرۃ ۱۳۰۸ھ (النیرۃ الوضیہ شرح الجوہرۃ المضیئۃ، مطبع انوار محمدی، لکھنو)

اس اشتہار میں صرف علوم دینیہ پر سو کی تعداد تحریر ہے جبکہ حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ ولادت مصنف سلمہ اللہ دہم شوال بروز شنبہ وقت ظہر ۱۲۷۲ حضرت سند الاولیاء ختم الاکابر سیدنا السید آل الرسول الاحمدی المارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرف بیعت و خلافت جمیع سلاسل طریقت دارد، واز آنجناب و عظمائے علمائے محترم مثل علامہ سید احمد زینی دحلان قدس سرہ اجازت حدیث و سائر علوم شریعت، عدد تصانیفش تا حال بیک صد و پنج رسیدہ است و مجموعہ فتاویٰ او بہ سہ مجلد ہمچوں گنج۔ بارک المولیٰ تبارک وتعالیٰ فی عمرہ اقاداته وعمله وعلمه ونسله وتصانیفه، آمین ثم آمین

(حاشیہ النیرۃ الوضیہ مطبوعہ انوار محمدی لکھنو، از مولانا حسن رضا)

حیات الموات فی سماع الاموات کے آخر میں ایک رسالہ ضمنیہ ہے۔ الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین جو ۱۳۱۶ھ کی تالیف ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

الحمد للہ آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سو اسی ہوا۔ اکرم الاکرمین جل جلالہ قبول فرمائے اور فقیر حقیر واہلسنت کے لئے دارین میں حجت نجات بنائے آمین۔

حسن اتفاق کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے باب میں ہے۔ اور شمار تصانیف میں ایک سو اسی اور اسمائے الہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک ''سمیع'' ہے اس کے عدد بھی یہی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶/۴ ۳۷ مطبوعہ مبارکپور)

یعنی ۱۳۰۷ھ میں تعداد سو تھی اور ۱۳۱۶ھ میں نو سال کے بعد ایک سو اسی ہوگئی جس سے سرعت تحریر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ الدولۃ المکیۃ میں جو ۱۳۲۳ھ میں تصنیف ہوئی ایک مقام پر اپنی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

و هذا العبد الضعيف بفضل ربه القوى اللطيف اباعن جدفى خدمته السنته الز هزاء مقيم على الوها بته الطامته الكبرى صنف كتبا تزيد على ماتين.

اور یہ بندہ ضعیف (احمد رضا) اپنے قوی ولطیف رب کے فضل سے باپ دادا سے چمکتی سنت کی خدمت میں (لگا ہوا) ہے۔ اور وہابیہ پر قیامت قائم کئے ہوئے ہے جس نے دو سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

اس پر حجۃ الاسلام خلف اکبر اعلیٰ حضرت عامہ حامد رضا قدس سرہ حاشیہ لگاتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں؟

یعنی وہابیہ کے رد میں (دو سو کتابیں تصنیف کیں) ورنہ بحمدہ تعالیٰ چار سو سے زائد ہیں جن میں فتاویٰ مبارکہ (فتاویٰ رضویہ شریف) بڑی تقطیع کے بارہ ضخیم مجلدوں میں ہے ۱۲ حامد رضا غفرلہ (الدولتہ المکیتہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ) ص ۱۶۸، مطبوعہ رضا برقی پریس بریلی شریف)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنی معرکتہ الآراء تصنیف ''حاجز البحرين الواقى عن جمع الصلاتين'' (۱۳۱۳ھ) کے تمہیدی کلمات میں جگہ ارقام فرماتے ہیں۔

فقیر حقیر غفرلہ المولی القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماورا میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالیٰ اس وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے۔ ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل واستناد کے سوا محض جمع و تلفیق کلمات سابقین سے کم کام لیا جائے۔ حتی الوسع بحول وقوت ربانی اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے۔ ۲

کہ حلوہ چوں یکبار خوردند وبس

(فتاویٰ رضویہ دوم ۲/۲۸۵، ۲۸۶ مکتبہ نعیمیہ، سنبھل مراد آباد)

اس پر حاشیہ اسی طرح ہے۔

یہ اسی وقت (یعنی ۱۳۱۳ھ میں) اب کہ ۱۳۱۹ھ ہے بحمد اللہ تعالیٰ عدد تصانیف ایک سو نوے سے متجاوز ہے ۱۲۔ اور اب تو بحمدہ تعالیٰ اگر احصا (شمار) کیا جائے تو پانسو (پانچ سو) سے متجاوز ہوگا ۱۲

الاجازات المتینہ میں جو ۱۳۲۴ھ کی تصنیف ہے اس میں فرماتے ہیں۔

كذالك اجزته بجميح مولفاتى التى بلغت الى الان ماتين وماعسى ان يقع بتو فيق ربى ومنها الفتاوى الرضويه المسماة بالعطايا النبويه فى الفتاوى الرضويه وهى الان فى سبع مجلدات بحذف المكررات ونرجو المزيد من فضل ربنا المجيد۔

(الاجازات المتینہ ص ۲۷۲ و ۳۳۴، حامدیہ لاہور، مشمولہ رسائل رضویہ دوم)

اور سید محترم (یعنی مولانا سید محمد عبدالحی فاسی محدث غرب) کو اپنی تمام تصانیف کی بھی اجازت دی جو اس وقت (۱۳۲۳ھ میں) دو سو پہنچ چکی ہیں۔ اور رب تعالیٰ کی توفیق سے اور بھی لکھی جائیں گی۔ ان میں ایک فتاویٰ بنام العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ بھی ہے جس کی مکررات کے علاوہ سات جلدیں مرتب ہو چکی ہیں۔ اور رب مجید کے فضل وکرم سے مزید جلدوں کے مرتب ہونے کی امید ہے۔

(الاجازات المتینہ، بحوالہ رسائل رضویہ دوم، ص ۳۳۵)

تذکرہ علمائے ہند کے مصنف مولوی رحمٰن علی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذکر کچھ تفصیل سے کیا ہے جو اعلیٰ حضرت کے معاصر ہیں۔ آپ نے پچاس تصانیف اعلیٰ حضرت کا نام بنام تذکرہ کیا ہے اور یہ فرمایا

کہ اب تک ان کی تصانیف پچھتر کے قریب پہونچ چکی ہیں۔

(تذکرہ علمائے ہندو پاک، مترجمہ ص ۱۰۱، مطبوعہ پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، کراچی)

مترجمہ و مقدمہ نگار جناب پروفیسر محمد ایوب قادری بدایونی (بی اے) جو مشہور مؤرخ و تذکرہ نگار کی حیثیت سے مشہور ہیں لکھتے ہیں۔ تذکرہ علمائے ہند ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں لکھنی شروع کی۔ بعض قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ۸،۷، ۱۳۰ھ میں مکمل ہوا۔

(تذکرہ علمائے ہندو پاک ص ۲۴)

گویا ۱۳۰۵ھ تک پچھتر کتابوں کی اشاعت و شہرت ہو چکی تھی۔ جبھی مولوی رحمٰن علی نے یہ بات تحریر کی کہ اب تک ان کی کتابیں پچھتر پہنچ چکی ہیں۔ یہ ان کی اپنی معلومات کی بات ہے۔ قیاس ہے کہ اس وقت بھی کتابیں اس سے زیادہ ہی تصنیف ہو چکی ہوں گی۔

مولوی عبدالحی رائے بریلوی مؤلف نزہۃ الخواطر نے اپنی عربی تصنیف ''الثقافته الاسلامیه فی الهند'' میں بھی مختلف علوم و فنون کے تحت اعلیٰ حضرت کی متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

النہی الاکید میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

''جسے اس رنگ کا (یعنی رد بد مذہباں کا) کلام مشتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجۂ **مجموعه البارقه الشارقه علیٰ مارقه المشارقه** کی طرف رجوع لائے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۸۲۳، مبارکپور)

النہی الاکید ۱۳۰۵ کی تصنیف ہے اس میں اس تحریر کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل کوئی مجموعہ رسائل البارقہ الشارقہ کے نام سے تیار ہوا تھا جس میں کلام و عقائد کے موضوع پر متعدد رسائل تھے جو بالکل غائب ہیں آج تک اس مجموعے کا کچھ پتہ نہیں۔ چونکہ یہ مجموعہ رسائل بد مذہبوں کے ردّ کے لئے خاص تھا اس لئے ممکن ہے کہ مخالفین نے چابکدستی و فریب دہی سے اس کو غائب کر دیا ہو۔ مخالفین و معاندین نے جو کیا وہ تو علیحدہ ہے۔ خود بعض قریبی لوگوں نے فرمایا۔ مزارِ اعلیٰ حضرت کے سامنے مسجد رضا سے مغرب والا مکان منہدم ہو گیا تھا جس میں بہت سے مخطوطات اور کتب ضائع ہو گئیں۔ بہت ساری کتابیں سرقہ کی نذر ہو گئیں۔ بعض نااہلوں نے بہت سی کتابوں کو ردّی سمجھ کر ضائع کر دیا۔ بہت سی کتابیں لوگ شائع کرنے کی غرض سے لے گئے۔ پھر نہ انہیں شائع کیا نہ واپس۔ ہنگامۂ تقسیم ہند کی وجہ سے پورے ملک میں جو افرا تفری تھی ظاہر ہے اس سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا خاندان بھی یقینا متاثر ہوا۔ اور ایسے موقع پر بھی کچھ کتابیں ضائع ہوئی ہوں گی۔ اس لئے یقین سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کل کتنی کتابیں تصنیف کیں۔ ایک اندازہ ہے کہ تعلیقات و حواشی کو لے کر کل کتابوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہوگی جن میں بعض تعلیقات و حواشی بہت مختصر بھی ہیں۔ لیکن بلحاظ کیفیت وہ دوسروں کے لمبے چوڑے حواشی پر بھاری ہیں۔ محض زیادہ لکھنا اور زیادہ حوالہ جات جمع کر دینا اور ضخامت کو بڑھانا کمال نہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حواشی ہوں یا تعلیقات یا بعض بہت مختصر رسائل جن کو بھی دیکھا جائے ان کی شان ہی الگ ہے جو تحقیق و تطبیق اور ترتیب و تہذیب اعلیٰ حضرت کے وہاں ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آتی۔ کسی مسئلے پر جہاں دو ایک دلائل اور حوالوں سے زیادہ عام طور سے امید نہیں کی جاتی وہاں جب کبھی اعلیٰ حضرت دلائل و براہین کا انبار لگانے پر آئیں ہیں تو طبیعت عش عش کر اٹھتی ہے۔ وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے کہ مسائل و مراسم و معمولات پر لوگ عمل پیرا تو تھے مگر ان کی پشت پر دلائل کا انبار لگا دینے کا فریضہ جس ذات گرامی نے باحسن وجوہ انجام دیا اس کا نام امام احمد رضا ہے جس نے مخالفین کے منہ بند کر دیئے اور ان کے بے بنیاد اعتراضات ہوا کر دکھائے۔

آج اعلیٰ حضرت کا احسان صرف سنی عوام پر ہی نہیں، خانقاہوں پر بھی ہے اور درسگاہوں پر بھی۔ مناظرے کی رزم گاہوں پر بھی اعلیٰ حضرت کا احسان ہے اور دارالافتاء کی نشست گاہوں پر بھی۔ محققین بھی اعلیٰ حضرت کے محتاج ہیں اور مقررین و مصنفین بھی ان کے خوانِ علم کے خوشہ چیں

ہیں علم وفن کی کون سی شاخ ہے جس پر اعلیٰ حضرت نے گل بوٹے نہ کھلائے ہوں۔ اور فضل وکمال کی کون سی روش ہے جسے امام احمد رضا نے نہ سنوارا ہو۔ علوم نقلیہ شرعیہ ہوں یا علوم عقلیہ آلیہ ہر ہر علم میں سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مفتاح التقویم لتطبیق الیوم والسنین (۱۹۶۱ء) کے منصف جناب حبیب الرحمٰن خان صابری اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رسالہ نطق الہلال، کو دیکھ کر پھڑک اٹھے اور اسی کو بنیاد بنا کر پوری کتاب لکھ ڈالی۔ آپ فرماتے ہیں۔

''تدریس التوقیت (معروف بہ معلم التوقیت) لکھتے وقت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا رسالہ نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال نظر سے گزرا۔ دراصل اسی نے مجھے نبی اکرم محمد رسول ﷺ کی تاریخ ولادت کی تحقیق پر مائل کیا''

(مقدمہ مفتاح التقویم، مطبوعہ ترقی اردو بورڈ، دہلی)

چنانچہ مصنف نے مذکورہ رسالہ اعلیٰ حضرت کی روشنی میں تاریخ ولادت پر تحقیق مقالہ بنام تاریخی ''ولادت خیر الانامی'' (۱۳۸۴ھ) قلمبند کیا جو ماہنامہ برہان دہلی ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق اپریل ۱۹۶۵ء جلد ۵۴، شمارہ ۴ میں شائع ہو چکا ہے۔

حبیب الرحمٰن خان صابری توقیت وہندسہ کے فن میں محقق کا درجہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ حوالے سے معلوم ہوا کہ وہ بھی، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فضل وکمال کے معترف اور ان کی علمی تحقیق سے متاثر ہیں۔

زیر نظر مجموعۂ تالیفات امام احمد رضا موسوم بہ ''المصنفات الرضویہ'' کی ترتیب وکتابت عرصہ پندرہ سال پہلے ہوئی تھی اس درمیان بہت سی غیر مطبوعہ تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور یہ عمل ہنوز جاری ہے۔ تلاش کر کر کے اعلیٰ حضرت کی تصانیف شائع ہو رہی ہیں۔ البتہ حواشی وتعلیقات کی طرف کم توجہ دی جارہی ہے۔ اس لئے اس مجموعے کی طباعت کے وقت تک ناچیز کو جن کتابوں کے مطبوع ہونے کا علم ہو گیا ان کو مطبوعہ قرار دے دیا۔ باقی جن کا علم نہ ہو سکا شاید آئندہ ایڈیشن میں اس کی صراحت ہو سکے۔ احباب وشائقین کا باربار اصرار ہو رہا تھا کہ المصنفات الرضویہ کو منظر عام پر لایا جائے۔ مگر میں تلاش مزید کی فکر میں پڑ کر اور کچھ غفلت کی وجہ سے اب تک اسے منظر عام پر نہ لا سکا جبکہ اس کا اعلان بہت پہلے سے ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں جن لوگوں کو زحمت برداشت کرنی پڑی میں ان سے معذرت خواہ ہوں اور قارئین سے عرض کناں بھی کہ اس مجموعے کے علاوہ جن تصانیف اعلیٰ حضرت کا پتہ پائیں ناچیز راقم الحروف کو مطلع کریں یا اس مجموعے میں کوئی کتاب غیر مطبوعہ لکھی ہو اور وہ چھپ چکی ہو تو اس کی بھی اطلاع دیں۔

واضح رہے کہ میں اپنا یہ مجموعہ تالیفات رضا مولانا ڈاکٹر حسن رضا صاحب پی ایچ ڈی پٹنہ مصنف فقیہ اسلام، مولانا ڈاکٹر محمود حسین بریلوی، مولانا مختار احمد صاحب بہیڑوی، مولانا ڈاکٹر طیب علی رضا ہزاروی مصباحی اور دوسرے بعض محققین کو امام احمد رضا پر تحقیقی مقالہ جات قلمبند کرنے کے درمیان بعد مطالبہ حوالہ کر چکا ہوں۔ اور شاید ان حضرات نے اپنے مقالوں میں پوری فہرست کسی نہ کسی انداز سے ضرور دے دی ہوگی۔

المصنفات الرضویہ کی ترتیب کے دوران خیال پیدا ہوا کہ اس مجموعے کے ساتھ ان کتابوں کی بھی ایک فہرست دے دی جائے جو امام احمد رضا قدس سرہ پر ملک وبیرون ملک کے فاضلین نے تحریر کی ہیں تاکہ تحقیق کرنے والوں کو مزید سہولت ہو۔ اس سلسلے میں دو قسطوں میں جو مواد مل سکا حاضر ہے۔ یقیناً بہت سی کتابوں تک میری رسائی نہیں ہو سکی جن کا نام رہ گیا ہے۔ قارئین اس سلسلے میں بھی معذور رکھتے ہوئے مزید کتب سے آگاہ کرنے کی زحمت فرمائیں گے۔

مجھے اپنی تلاش وتحقیق پر کوئی داد وتحسین نہیں چاہیے۔ یہ تو امام عشق ومحبت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں حقیر سا نذرانہ ہے جسے اپنی بساط کے مطابق پیش کر کے مراحم خسروانہ کا طالب ہوں۔ قارئین کرام بھی اپنی نیک دعاؤں میں یاد کریں تو ان کا بہت شکریہ۔

اشاعت تصنیفات اعلیٰ حضرت

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصانیف مبارکہ کی اشاعت میں جن اہل علم حضرات نے حصہ لیا ہے، ورجن مکتبوں سے ان کی اشاعت ہوئی ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے۔ سب کا پتہ لگانا بھی ایک اہم اور دشوار کام ہے۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ اولین مرحلے میں جن حضرات نے تصنیفات اعلیٰ حضرت کا بیڑا اٹھایا اور اس سلسلے میں مخلصانہ خدمات پیش کیں ان میں سرفہرست استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (برادر خرد اعلیٰ حضرت)۔ صدر الشریعہ فقیہہ اعظم حضرت مولینا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت اور ابن استاذ زمن حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی علیہم الرحمہ کے نام سے بریلی میں دو پریس بھی قائم تھے۔ اس کے بعد مفسر قرآن حضرت مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں قدس سرہ نے بھی خود کا پریس لگایا اور اعلیٰ حضرت کی بعض کتابیں شائع کیں۔ اور آخر میں رضا برقی پریس کے نام سے ایک پریس شہزادہ اعلیٰ حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب رحمانی میاں علیہ الرحمہ نے بھی قائم کر کے تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا سلسلہ قائم کیا۔ اسی زمانے میں فقیہ اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری جانشین مفتی اعظم ہند نے بھی ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کے نام سے ایک مکتبہ قائم کیا تھا جس سے بہت سی قلمی و مطبوعہ تصانیف منظر عام پر آئیں۔ خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے ہٹ کر بعض دوسرے حضرات نے بھی اس غرض سے بریلی شریف میں کتب خانے قائم کئے اور رسائل اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں حصہ لیا۔ جن میں یہ چند نام زیادہ مشہور ہیں۔ مکتبہ اعلیٰ حضرت، سوداگران بریلی۔ رضوی کتب خانہ، بہاری پور بریلی۔ رضوی کتب خانہ، بازار صندل خاں۔ قادری بک ڈپو، نومحلہ۔ قادری کتاب گھر نومحلہ۔ مکتبہ رضا وغیرہ۔ بریلی سے باہر مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ۔ سنی دارالاشاعت، مبارکپور۔ المجمع الاسلامی مبارکپور اور رضا اکیڈمی بمبئی نے اعلیٰ حضرت کی کتابوں اور فتاویٰ کی اشاعت میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کے انمٹ نقوش کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جبکہ پاکستان میں مرکزی مجلس رضا لاہور۔ رضا اکیڈمی لاہور۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔ مکتبہ رضویہ اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ریکارڈ توڑ قائم کیا ہے اور ان مرکزی اداروں سے روشنی حاصل کر کے اور بھی کئی ادارے وجود میں آ کر اشاعت تصانیف رضا میں اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔

ترجمہ قرآن کنز الایمان کی اشاعت

ادھر چند سالوں سے تصنیفات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا جو کام وسیع پیمانے پر ہوا ہے وہ بڑا ہی خوش آئند اور مسرت بخش ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اعلیٰ حضرت کی اکثر تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ البتہ حواشی و تعلیقات میں اکثر ابھی منتظر طبع ہیں۔ بہت سی تصانیف کے متعدد ایڈیشن اور بعض کے تراجم بھی دوسری زبانوں میں طبع ہو چکے ہیں جس کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ البتہ سب سے زیادہ جس کی اشاعت ہوئی ہے وہ آپ کا ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' ہے۔ ترکی، ہندی، انگریزی، ڈچ، گجراتی، بنگالی اور سندھی زبانوں میں بھی اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے کنز الایمان کی اشاعت مطبع اہل سنت مراد آباد سے ہوئی ہے۔ سنا ہے پہلے صرف ترجمہ شائع ہوا تھا جواب تک راقم الحروف کی نظر سے نہ گزر سکا۔ پھر متعدد ایڈیشن حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی تفسیر خزائن العرفان کے ساتھ شائع ہوئے۔ البتہ تقسیم ہند اور وفات صدر الافاضل کے بعد عرصہ دراز تک اس صحیح ترین ترجمے کی اشاعت موقوف رہی جس کا الزام کسی پر نہیں۔ البتہ حالات کا تقاضا ہی کچھ ایسا تھا۔ ہاں! اس طویل وقفے کے بعد سب سے پہلے مکتبہ رضویہ کراچی کی طرف سے حضرت علامہ مفتی ظفر علی صاحب نعمانی قبلہ

دامت برکاتہم العالیہ نے اس کی بہترین اشاعت۔ کا اہتمام کیا۔ اس کی ترکیب یوں ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب نے تاج کمپنی والوں سے کہا آپ بہت سے تراجم قرآن چھاپتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان بھی چھاپیں۔ تو اس پر تاج کمپنی والوں کی طرف سے جواب ملا کہ اس کو کون خریدے گا۔ بس یہ بات حضرت مفتی صاحب کو لگ گئی۔ آپ نے خود اس کی اشاعت کا اہتمام کیا اور تجربے کے طور پر تاج کمپنی کو بھی دیا کہ دیگر تراجم کے ساتھ اس کو بھی فروخت کریں۔ سنّی حضرات عرصہ سے پیاسے تھے ہی مارکیٹ میں کنزالایمان دیکھتے ہی ٹوٹ پڑے۔ اور دم کی دم میں اس کا ایک ایڈیشن نکل گیا۔ جس کی کافی تعداد خود تاج کمپنی کے ہاتھوں فروخت ہوئی۔ جب ترجمۂ اعلیٰ حضرت نے خود اپنی اہمیت بتائی تو اب تاج کمپنی نے بھی اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اگرچہ اس کے وہابی کارپردازوں نے جل بھن کر اس میں کافی تحریفیں بھی کیں۔ افسوس اس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اگرچہ توجہ دلانے پر تاج کمپنی نے اکثر مقامات پر اصلاح کر ڈالی ہے مگر کثیر اغلاط اب بھی باقی ہیں۔ اور دوسرے ناشرین تو بالکل آنکھ بند کر کے تاج کمپنی کے محرف نسخے کا عکس لے کر اب بھی شائع کرتے جا رہے ہیں۔ یہاں ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ تاج کمپنی کی اشاعت کے بعد سے بڑے پیانے پر ترجمۂ اعلیٰ حضرت کی نکاسی ہونے لگی۔ اور گھر گھر یہ ترجمۂ قرآن عام ہونے لگا۔ اور اس کے بعد ہی پھر ہندوستان میں بھی اس کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے ۱۹۶۸ء میں کتب خانہ اشاعت الاسلام نئی دہلی نے (جو ایک آریہ پنجابی غیر مسلم کا کتب خانہ ہے) کنزالایمان کی اشاعت کی۔ کچھ سالوں تک تو وہ اکیلا ہی چھاپتا رہا لیکن دھیرے دھیرے اس کی کثرت اشاعت کی بھنک دہلی کے دوسرے ناشرین قرآن کو بھی لگ گئی۔ پھر کیا تھا اب تو اکثر بڑے کتب خانوں نے یہ سوچ لیا ہے کہ جب تک ہم اعلیٰ حضرت کا ترجمۂ قرآن نہیں چھاپیں گے ترقی نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ اس وقت ہندوستان میں تقریباً بیس کتب خانے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں مصروف ہیں جس کو دیکھ کر یقیناً یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اب کنزالایمان کی اشاعت لاکھوں میں ہو چکی ہے۔

شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر بی اے (علیگ) نے تقریباً پچیس سال پیشتر کنزالایمان کی اشاعت کا ایک جائزہ لیا تھا وہ انہیں کے قلم سے اختصار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے رفقاء اور احباب کی فرمائش پر قرآن حکیم کا جو ترجمہ فرمایا اس کی مثال برصغیر پاک و ہند میں نہیں ملتی۔ کلام پاک کے بیسیوں اردو تراجم چھپ چکے ہیں لیکن جو مقام و مرتبہ آپ کے ترجمہ کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا۔ اس ترجمے کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تاج کمپنی (لاہور/ کراچی) نے اس ترجمہ کو مختلف انداز اور کئی بار شائع کیا جس کی اشاعت لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ تفصیل کے لئے تاج کمپنی کے منیجر کا انٹرویو ملاحظہ فرمایئے''۔

''صرف چند سال پہلے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمۂ مبارکہ مسمّیٰ بہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کی اشاعت تاج کمپنی نے شروع کی۔ اس سے پہلے تاج کمپنی اور ترجمے شائع کر چکی ہے مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ترجمۂ مبارکہ کے بیشمار تراجم کی موجودگی میں اور سب سے آخر میں شائع ہونے کے باوجود بفضلہٖ تعالیٰ وبرکتہ حبیبہ علیہ التحیۃ والثناء نہایت قلیل مدت میں حیرت انگیز مقبولیت وفوقیت حاصل کی۔ ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے اشاعتی سلسلہ میں نمائندہ رضائے مصطفیٰ (ماہنامہ) نے جب مفتی خلیل الرحمٰن منیجر تاج کمپنی سے انٹرویو لیا تو انہوں نے مختلف اقسام کے نمبروں کے لحاظ سے جو اعداد و شمار فراہم فرمائے ان کی مجموعی تعداد دو لاکھ گیارہ ہزار (۲،۱۱۰۰۰) تک پہونچتی ہے''۔

اس کے بعد متعدد قسم کے مزید ایڈیشن بھی شائع ہوئے جن کی تعداد ان سے کئی گنا بڑھ چکی ہے۔

(سات ستارے ص ۴۹، مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء)

تقریباً پچیس سال پہلے صرف تاج کمپنی نے چند سالوں میں دو لاکھ گیارہ ہزار کی تعداد بتائی ہے۔ اب تک اس کی اشاعت بشمول تاج کمپنی

دیگر اداروں سے یقیناً ایک کروڑ کے قریب پہنچ گئی ہوگی۔ بلکہ اس سے تجاوز بھی کر گئی ہو تو تعجب نہیں۔ یہ بھی عجب حسن اتفاق ہے کہ جب سے سعودی نجدی حکومت نے کنز الایمان پر پابندی لگائی ہے اس کی اشاعت آندھی طوفان کی طرح بڑھتی جارہی ہے جسے دیکھ کر پابندی لگانے والوں کو بھی افسوس ہو رہا ہوگا۔ بڑی سچی بات کہی ہے مولانا کوثر نیازی نے جو عرصے تک غلط پروپیگنڈے کا شکار تھے۔ لیکن جب انہوں نے حقیقت کی نظر سے کنز الایمان کا مطالعہ کیا تو انصاف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور امام احمد رضا کی بارگاہ میں ان کے ادب و احتیاط کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔

''ادب و احتیاط کی یہی روش امام رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ یہی ان کا سوز و نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے۔ ان کا طرۂ ایمان ہے۔ ان کی آہوں کا دھواں ہے۔ حاصل کون و مکان ہے۔ برتر از این و آں ہے۔ باعث رشکِ قدسیاں ہے۔ راحت قلب عاشقاں ہے۔ سرمۂ چشم سالکاں ہے۔ ترجمۂ کنز الایمان ہے''۔

پھر چند آیات کے تراجم کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ ''رُشدی'' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کارروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہیں آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں، مگر امام رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ (ترجمۂ قرآن) پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔''

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۲۱، ۲۲، مطبوعہ رہنما اسلامک مشن، بنارس)

گزارشات

یوں تو کنز الایمان کی خصوصیات و محاسن پر بیشمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ حال ہی میں ''کنز الایمان اور دیگر معروف اردو تراجم قرآن'' کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مجید اللہ قادری نے ایک تحقیقی مقابلہ قلمبند کیا ہے جو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی سے تقریباً چھ سو صفحات پر شائع ہو چکا ہے اور بڑی معلومات پر مشتمل ہے۔ ضرورت ہے کہ کنز الایمان مکمل تصحیح کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس قدر کثیر تعداد میں شائع ہونے والا ترجمۂ قرآن تصحیح کے اعتبار سے پوری بے اعتنائی کا شکار ہے جو نہایت درجہ قابل افسوس ہے اور عاشقان رضا کے لئے ایک کھلا چیلنج بھی۔ راقم الحروف نے تاج کمپنی کے ترجمۂ قرآن ۲۲ والے ایڈیشن کا تصحیح نامہ تیار کیا ہے آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس میں اغلاط کی تعداد پونے چار سو تک پہنچ گئی ہے۔ یوں ہی دیگر تصانیف بھی جدید تقاضوں کو مدنظر رکھ کر ترجمہ و تشریح یا کم از کم نئی پیراگرافنگ کے ساتھ خوبصورت کتابت سے مزین کر کے شائع کی جائیں۔ اس سلسلے میں رضا فاونڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور کے ذمہ داران، فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ (ناظم اعلیٰ) اور محقق اہل سنت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث) کی خدمت لائق صد تحسین ہیں کہ یہ حضرات فتاویٰ رضویہ کو تخریج حوالہ جات و تراجم عربی عبارات کے ساتھ نہایت خوبصورت انداز میں منظر عام پر لانے کا نہ صرف یہ منصوبہ بنا چکے ہیں بلکہ اب تک اسی شان سے ستائیس جلدیں شائع کر چکے ہیں۔ اس طرح اندازہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی اب تیس سے زائد جلدیں بن جائیں گی۔

رسائل اعلیٰ حضرت کے اکثر نام تاریخی اور عربی ہیں۔ اور مضمون مگر نام عربی ہونے کی وجہ سے عام اردو داں طبقہ ان کو لینے اور پڑھنے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ المجمع الاسلامی مبارکپور نے پہلی بار یہ طریقہ نکالا کہ عربی ناموں کے ساتھ ایک عرفی اردو نام بھی رکھ کر رسائل شائع کئے۔ ناموں کی اس جدت کی وجہ سے ان رسائل کی اشاعت میں نمایاں اضافہ ہو گیا اور بہت سے وہ لوگ جو پہلے ان کتابوں کو چھوتے بھی نہیں تھے اب بہ آسانی ان کو حاصل کرتے اور پڑھتے نظر آتے ہیں۔ الحمد للہ اب دوسرے ناشرین بھی اس روش پر چل پڑے ہیں۔ اور اس کا خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں جو بات کہنی ہے

وہ یہ کہ ہندوستان و پاکستان میں ایک ہی رسالہ کئی عرفی ناموں سے شائع ہورہا ہے جب کہ سب کو ایک ہی نام سے چھپنا چاہیے۔ اور نام بھی بہت غور وخوض کے بعد مختصر و عام فہم رکھنا چاہیے۔ اس کے لئے علما کا ایک بورڈ بن جائے یا کوئی ادارہ اس کی ذمہ داری قبول کرلے جو علما سے استصواب کرکے ناموں کو تجویز کرے تو بہتر ہے۔ اور نام ایسا ہو کہ اس کو بدلنے کی نوبت نہ آئے اور نہ بعد والے ناشرین بلاوجہ نام بدلنے کی کوشش کریں۔ ورنہ فہرست بنانے والوں اور عام خریداروں کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ضرورت اس کی بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی ایک فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے ایسی مرتب کی جائے جس میں ایک خانہ عرفی ناموں کا بھی ہو۔

ایک فہرست ایسی کتابوں کی بھی مرتب ہونی چاہیے جس میں جزوی طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا ذکر آیا ہے۔ ایک ایسی لائبریری کی بھی اشد ضرورت ہے جہاں اعلیٰ حضرت کی جملہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف بحفاظت، جدید انداز سے مرتب کرکے رکھی جائیں۔ یوں ہی اعلیٰ حضرت پر لکھی جانے والی کتابیں بھی تاکہ محققین کو در در پھرنا اور بھٹکنا نہ پڑے۔ ان کو ضرورت کی ساری چیزیں ایک ہی جگہ مل جائیں اور آسانیاں فراہم ہوں۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر مضامین و مقالات کی تعداد بھی بہت ہے۔ اس سلسلے میں دو اہم کام سامنے آئے ہیں۔ ایک ڈاکٹر آر، بی مظہری صاحبہ سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد (پاکستان) کا ان کے مقالے کا عنوان ہے۔ ''امام احمد رضا دنیائے صحافت میں'' یہ مقالہ بہتر (۷۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ اور مرکزی مجلس رضا لاہور سے ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء میں طبع ہوچکا ہے۔ جس میں انہوں نے ایک سو پینتالیس مقالوں کا ذکر کیا ہے۔ پھر ضمیمہ کے طور پر جناب سید مظہر قیوم صاحب نے چالیس مقالوں کا اضافہ کیا ہے۔ دوسرے مولانا محمد توفیق احمد صاحب شیش گڑھ بریلی کا جن کا عنوان ہے۔ ''فاضل بریلوی پر کتب و مقالات'' جو یادگار رضا (سالنامہ) بریلی شریف ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء کے شمارے میں شائع ہوچکا ہے جو تینتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حروف تہجی کے اعتبار سے کل تین سو دو (۳۰۲) مقالات و کتب کا ذکر ہے۔ موصوف نے مقالات و مضامین اور امام احمد رضا پر کتابیں سب کو یکجا کردیا ہے۔ یوں ہی ایک کام ڈاکٹر محمد اسد امکھیڑوی پیلی بھیتی (علیگ) کا بھی ہے جنہوں نے سب سے پہلے المیزان کے امام احمد رضا نمبر (۱۹۷۶ء) میں امام احمد رضا پر پینتالیس کتابوں کی فہرست شائع کی ہے۔ آج سے پچیس سال پہلے کا دور امام احمد رضا سے متعلق جمود کا دور تھا۔ جسے مرکزی مجلس رضا لاہور نے توڑا اور پھر محققین اور دانشور اس راہ چل پڑے خصوصاً پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور ادارۂ تحقیقاتِ احمد رضا کراچی نے تصنیفاتی اور اشاعتی کام کو بہت آگے بڑھایا اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ پر تحقیقی کام عالمی جامعات کی سطح پر روشناس کرایا، یہاں تک کہ ''رضویات'' اب بڑی بڑی عالمی جامعات میں علم کی ایک فرع تسلیم کی جاچکی ہے اور اب تو سروے کیا جائے تو تقریباً ایک ہزار سے زیادہ کتابیں اور مقالات امام احمد رضا کی ذات و خدمات پر لکھے مل جائیں گے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کی ذات ایک بحر بے کراں تھی جس کے کنارے تک پہنچنے کی بھی ابھی تک ہم کوشش نہیں کرسکے ہیں۔ غواصی تو دور کی بات ہے۔

جمال یار کی رعنائیاں ادا نہ ہوئیں
ہزار کام لیا میں نے خوش بیانی سے

حوالہ جات

لے :۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ''خون کے آنسو'' از علامہ مشتاق احمد نظامی، ''دعوتِ فکر'' از مولانا محمد منشا تابش قصوری اور ''المصباح الجدید'' از حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ملاحظہ ہوں۔ ۱۲ النعمانی

ع :۔ اس سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے معیار تصنیف کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی توجہ کمیت کی طرف نہ تھی کیفیت کی طرف تھی۔ ۱۲ النعمانی

تصانیفِ رضا کی تقسیم

علامہ محمد احمد مصباحی *

چودہویں صدی کے مجدد امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) کی تصنیفات تین اہم حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں جس کی روشنی میں ان کی تجدیدی، اصلاحی اور علمی خدمات کا اجمالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

(۱)......اصلاح عقائد اور تصحیح نظریات

(۲)......اصلاح اعمال اور تصحیح عادات

(۳)......علمی افادات اور فنی تحقیقات

قسم اوّل:۔ ظاہر ہے کہ ان میں اول الذکر زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اسی لئے جب اہل باطل کی طرف سے خلاف اسلام نظریات (مثلاً آریوں، عیسائیوں کے اعتراضات اور قادیانی خیالات) اور گستاخانہ تصورات (مثلاً علمائے دیوبند کی طرف سے خداوند قدوس، سید الانبیاء وانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء اور اولیائے کرام کی بارگاہوں میں تنقیص وتوہین پر مشتمل مواد) سامنے آئے تو مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے انہیں دعوت حق پیش کی۔ باطل کو باطل اور حق کو حق ثابت کیا۔ مدعیان اسلام کو توبہ ورجوع کی ترغیب دی اور جب صورت رجوع نہ دیکھی تو ان پر اسلامی فتویٰ جاری کیا۔ جس نے کفر کیا اور توبہ نہ کی اس پر کفر کا فتویٰ لگایا، جو بدمذہبی وگمراہی تک رہا اسے بدمذہب اور گمراہ کہا۔ ان مخالف اسلام خیالات ونظریات کے ردّ اور اسلامی عقائد وافکار کے اثبات میں مفصل ومدلل کتابیں تصنیف کیں۔

اس طرح کی بیشتر کتابیں مجدد اعظم قدس سرہ نے اپنے اہتمام سے اپنی زندگی ہی میں شائع کرائیں تاکہ عام مسلمانوں کا دین وایمان محفوظ رہے۔ اور بلاشبہ امام احمد رضا کی بروقت "تنبیہ وہدایت" اور کوشش ومحنت بارآور ہوئی۔ اور اہل اسلام متنبہ ہوئے اور اپنے عقائد وایمان کی حفاظت کرسکے ورنہ بے دینی وبدمذہبی کا تیز وتند سیلاب نہیں معلوم کہاں تک پہنچ جاتا اور کون کون اس کی رو میں بہ نکلتا۔

اس موضوع کی کتابیں بعد میں بھی طبع ہوئی ہیں اور بہت سی اب بھی دستیاب ہیں۔ جنہوں نے نہ دیکھا ہو انہیں چاہیے کہ حاصل کرکے مطالعہ کریں اور اہل باطل کے شر وفساد سے ہوشیار رہیں۔ چند کتابوں کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب ۱۲۹۸ھ۔

(۲) کیفر کردار آریہ ۱۳۱۶ھ۔

(۳) ہبل مثر دہ آرا و کیفر کفر نصاریٰ ۱۳۲۰ھ

(۴) الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم الارحام۔

(۵) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ۔

(۶) قہر الدین علی مرتد بقادیان ۱۳۲۳ھ۔

(۷) قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار ۱۳۱۸ھ۔

(۸) جزاء اللہ عدوہ بِاِبائہٖ ختم النبوۃ۔

(۹) سل السیوف الہندیہ علیٰ کفریات بابا النجدیہ۔

(۱۰) تمہید ایمان بآیات قرآن۔

(۱۱) فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین۔

(۱۲) رد الرفضۃ۔

(۱۳) مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید۔

قسم دوم۔ اس سے متعلق وہ کتابیں ہیں جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بدعات، ناجائز رسوم، احکام شریعت کی خلاف ورزی اور دین وملت کی طرف سے بے توجہی پر گرفت اور مسلمانوں کی اصلاح وہدایت پر مشتمل ہیں۔ اس طرح کی تحریروں کے چند نمونے یہ ہیں۔

---

* صدر المدرسین مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، مئو

(۱) اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند و بیان الشہادۃ...... تعزیہ داری کی خرافات وجہالات کا رد بلیغ۔

(۲) الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ...... سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر مدلل رسالہ

(۳) عطایا القدیر فی حکم التصویر...... فوٹو کھنچانے کی حرمت، یوں ہی بزرگوں کی تصویریں بنانے اور گھروں میں لٹکانے کی ممانعت اور اس کی خرابیوں کا مدلل و مفصل بیان۔

(۴) ہادی الناس فی رسوم الاعراس...... شادیوں کی رسومِ بد کا رد اور اہل اسلام کی اصلاح۔

(۵) مروج النجا لخروج النساء...... عورتوں کے بے پردگی اور مردوں کی بے توجہی پر تنبیہ۔ عورتوں کے لے باہر نکلنے کے جائز مواقع کی تفصیل اور خلاف شرع نکلنے پر ہدایت وموعظت۔

(۶) جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور...... مزارات پر عورتوں کی حاضری سے ممانعت اور دیگر افادات۔

(۷) لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی...... داڑھی رکھنے کے وجوب اور منڈانے یا حدشرع سے کم کرانے کی حرمت پر عبرت انگیز رسالہ۔

(۸) جلی الصوت لنہی الدعوۃ أمام موت...... سوم، چہلم وغیرہ میں فاتحہ کر کے فقراء کو کھلانا صحیح ہے مگر دعوت اور اغنیاء کی شرکت ممنوع۔

(۹) مشعلۃ الارشاد لی حقوق الاولاد...... اولاد کے حقوق جن سے لوگ عموماً غافل ہیں۔

(۱۰) شرح الحقوق لطرح العقوق...... والدین اور استاذ کے حقوق جن کی خلاف ورزی بلائے عام ہے،

(۱۱) الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ...... مسلمانوں کی سیاسی کج روی پر تنبیہ اور اسلامی احکام کی توضیح۔

(۱۲) تدبیر فلاح ونجات واصلاح...... مسلمانوں کی معاشی و اقتصادی خوشحالی کی تدابیر۔

(۱۳) اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ...... زکوٰۃ روک کر نفل صدقات وخیرات کرنے والوں کو سخت تنبیہ۔

(۱۴) یوں ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کتاب الصوم کا وہ فتویٰ جو تراویح کے لئے حفظ قرآن کی تیاری میں مشغول رہ کر روزۂ رمضان چھوڑنے سے متعلق لکھا گیا۔

اس میں مجدد اعظم قدس سرہ نے فرمایا: قرآن شفا ہے اور روزہ بحکم حدیث باعث صحت۔ نہ تلاوت قرآن روزہ سے مانع ہو سکتی ہے نہ روزہ تلاوت قرآن سے...... پھر بھی اگر کوئی نہ مانے تو: تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ''خاص اس شخص'' کے لئے ختم قرآن صرف مستحب۔ ایک مستحب کے لئے فرض قطعی چھوڑنا کیوں کر روا ہوگا؟

یہ فتویٰ مفصل ہے اور فرائض وواجبات چھوڑ کر نفل خیرات یا نفل روزوں اور وظائف واوراد میں مشغول رہنے والوں کے لئے تازیانہ عبرت اور خزینۂ ہدایت ونصیحت۔

(۱۵) فتاویٰ رضویہ جلد سوم'' القلادۃ المرصعہ فی نحر الاجوبۃ الاربعہ '' کا مسئلہ دوم وسوم۔ کسی نے نماز ظہر کی جماعت چھوڑنے کی ترکیب یہ نکالی تھی کہ مجھے رات کو تہجد کے لئے بیدار ہونا پڑتا ہے اس لئے دوپہر میں قیلولہ ضروری ہے اور قیلولہ چھوڑ کر جماعت ظہر میں شرکت سے فوت تہجد کا خطرہ...... مجدد ملّت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دونوں میں کوئی تناقص نہیں۔ جماعت وتہجد دونوں کی بجا آوری ہو سکتی ہے جس کی سات تدبیریں بتائیں۔ پھر فرمایا: اگر کوئی نہ مانے تو تہجد کے لئے جو صرف مستحب یا صرف سنت غیر مؤکدہ ہے جماعت چھوڑنے کی اجازت کیوں کر ہوگی؟ جو بقول اصح واجب اور بقول دیگر سنت مؤکدہ اہم السنن۔ حتیٰ کہ سنت فجر سے بھی اہم اور قریب تر بواجب ہے۔

اس رسالہ میں ہدایت وموعظت کا عجیب انداز ہے جسے دیکھ کر سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوح الغیب اور ان کی خطابت کا زوردار، پُرشکوہ اور دلنشیں اسلوب یاد آتا ہے۔ تارکینِ جماعت کے لئے یہ رسالہ سامان ہدایت وبصیرت اور درس عبرت ونصیحت ہے۔

(۱۶) موسیقی کی حرمت اور قوالی مع مزامیر کی آفت پر کئی فتوے (جو بنام مسائل سماع مطبوع ہیں)۔

یہ چند تحریریں میں نے بطور نمونہ اور اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کے لئے بطور اشارہ ذکر کردی ہے۔ سب کا تفصیلی ذکر ہوتو ایک کتاب ہوجائے اور تذکرہ نامکمل ہی رہے۔ چونکہ اصلاح عقائد کے بعد اہم کام اصلاح اعمال ہی ہے اس لئے مجدد اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس موضوع کی بھی بہت سی کتابیں اپنی زندگی ہی میں طبع کرائیں جو مسلمانوں کی اصلاح میں بڑی حد تک کارگر ثابت ہوئیں۔ بہت سے اپنے لوگ اس سلسلے کے بعض مواخذوں پر ناراض بھی ہوئے ہوں گے مگر جو صرف خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے لکھتا اور بولتا ہوا سے اپنوں اور غیروں کی ناراضگی کی کیا فکر؟ وہ تو بلا خوف لومۃ لائم کلمۂ حق با آواز بلند اور باانداز حسن کہہ سناتا ہے۔ کوئی ہدایت پذیر نہ ہوتو یہ اس کی سمجھ کا قصور، اس کے نفس کا فتور اور اس کی عاقبت کا نقصان ہے رہنمائے برحق کا دامن اس کے داغ گناہ سے بری ہے۔ وَاللّٰهُ الْهَادِیُ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ۔

قسم سوم :۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی فنی تحقیقات ابداع وایجاد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ آج کے تحقیقی مقالات پر ان کی تمام تحقیقات کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں نادر علمی تحقیقات کے موتی لٹائے ہیں۔ علاوہ ازیں تمام کتب متداولہ مثلاً بخاری شریف، مسلم شریف اور دیگر کتب حدیث وتفسیر، کتب فقہ، کتب تاریخ وسیر پر حواشی لکھے ہیں ان کے حواشی بھی ذاتی تحقیقات اور بے مثال شرح کا درجہ رکھتے ہیں جیسا کہ ان کے مطالعہ کرنے والوں کا تجرباتی بیان ہے۔

ضمنی تحقیقات سے اگر صرف نظر کرلیا جائے تو میرے خیال میں اس نوع کی صرف ایک کتاب '' فتاویٰ رضویہ جلد اول'' فاضل بریلوی قدس سرہ کی زندگی میں طبع ہوئی ہے۔ اسے صرف فتاویٰ کا مجموعہ نہ سمجھنا چاہیے۔ اس میں جو علمی افادات، مسائل کا حل، حسن ترتیب پھر ذیلی مسائل کی جو شاندار فہرست ہے ان سب کو دیکھ کر نگاہ و دل عش عش کرنے پر مجبور ہیں۔ آج کے محققین ومصنفین کتاب کے آخر میں ایک فہرست ان شخصیات، بلاد، کتب ورسائل وغیرہ کے ناموں کی دیتے ہیں جو کتاب میں کہیں آئے ہیں۔ ان کی خوبی سے مجھے انکار نہیں لیکن یہ کوئی زبردست علمی وفنی کام نہیں۔ معمولی صلاحیت کا شخص بھی کتاب کے آخر میں ایسی فہرست شامل کرسکتا ہے۔ لیکن علمی وفنی کام نہیں۔ معمولی مسائل کی تعیین ایک ایک جملے میں جو جو مسائل ضمناً آجاتے ہیں ان کا انتخاب پھر ابواب وفصول پر ان کی تقسیم، ہر ایک کا فہرست میں الگ الگ بیان بلاشبہ ایک نادر علمی خدمت ہے راقم مختلف فنون کی سیکڑوں کتابیں دیکھیں، اعلیٰ مصنفین واصحاب کمال کے کمالات نظر سے گزرے مگر یہ دقیق وعمیق وجلیل کمال پوری وسعت وہمہ گیری کے ساتھ صرف فتاویٰ رضویہ جلد اول میں نظر آتا ہے۔ یہ صرف فہرست کا کمال ہے جو بے مثال ہے۔ پوری کتاب کے کمالات کا اگر بہت تذکرہ ہوتو بھی ایک ضخیم کتاب میں بیان ہوسکے گا جس کا یہاں موقع نہیں۔

اہل سنت کا فریضہ ہے کہ تینوں قسم کی تصنیفات کو تحقیق وتزیین کے ساتھ منظر عام پر لائیں اور عقائد واعمال کی اصلاحی خدمت کے ساتھ اہل تحقیق کے دیدہ ودل کی ضیافت کا بھی سامان فراہم کریں۔

اس سلسلے میں پیش رفت ہوچکی ہے مگر کام ابھی بہت باقی ہے۔ اخلاص ومحنت اور ایثار وقربانی کے بغیر کسی مقصد کی تکمیل آسان نہیں۔ اہل علم اور اہل ثروت دونوں کی مشترکہ توجہ اور جدوجہد سے یہ مسئلہ کسی حد تک حل ہوسکتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ بہت سے طلبہ علوم دینیہ اشرفیہ مبارکپور اور دوسرے حوصلہ مندوں نے اپنی بساط کے مطابق خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہیں اگر اہل ثروت کا حوصلہ افزا تعاون حاصل رہے تو انفرادی طور پر بھی بہت سا کام ہوسکتا ہے۔ اگر چہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک وسیع ومضبوط علمی ادارہ قائم ہو جو اپنے کثیر افراد کے ذریعہ اس مقصد کی بخوبی تکمیل کرسکے۔ جذبات بیدار ہوں اور انسان عمل کے لئے تیار ہوتو راہیں خود بخود پیدا ہوجاتی ہیں۔ وہ حضرات جو قوم میں اعتماد حاصل کرچکے ہیں اور معمولی تحریک سے بھی بڑے سے بڑا کام کرسکتے ہیں وہ اگر اس کار اہم کی طرف توجہ دیں تو بہت جلد یہ خلا پورا ہوسکتا ہے۔ البتہ اخلاص وایثار اور نفع عاجل پر نفع آجل کی ترجیح کا جذبہ ضروری ہے۔ اور وان اجری الا علی اللہ پر یقین کامل شرط ہے۔ ساری باتیں تحریر میں سمیٹنا مشکل ہے۔

کشف العلہ عن سمت القبلہ کی خصوصیات

قاضی شہید عالم رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شیخ الاسلام والمسلمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کی ولادتِ باسعادت ۱۰ ارشوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ ظہر کے وقت ہوئی، پیدائشی نام ''محمد'' تاریخی نام ''المختار'' اور عرف احمد رضا قرار پایا۔

ابتدائی تعلیم (ناظرہ) مرزا غلام قادر بیگ صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی اس کے بعد درسیات کی تمام کتابیں اپنے والد ماجد امام المتکلمین حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں قدس سرہ سے پڑھیں، تیرہ سال دس ماہ چار دن کی مختصر سی عمر شریف میں تمام درسیات سے فراغت حاصل کر لی، اسی وقت سے افتاء واصلاح اور تصنیف و تالیف کا کام شروع فرمایا جو آخر عمر تک جاری رہا۔

خدمت دین آپ کی جبلت میں داخل تھی پچاس سے زائد علوم و فنون میں تقریباً ایک ہزار کتب و رسائل، تعلیقات و حواشی یادگار چھوڑے، بارہ ضخیم جلدوں میں آپ کے فتاوی کا مجموعہ علم وعرفان کا موجیں مارتا ہوا وہ بحر ناپیدا کنار ہے، جو علم رسول ﷺ کے سچے وارث اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر اتم ہونے کی شہادت دیتا ہے، آپ کی کس تصنیف کو خاص طور سے قابل ذکر کہوں میری عقل وخرد فکر و نظر فیصلہ کرنے سے قاصر ہے، جس تصنیف کو اٹھایئے جس زاویہ نگاہ سے دیکھئے استحضارِ معانی، تعمقِ نظر، احاطۂ مضامین، کثرتِ دلائل، قوتِ استدلال اور طرزِ ادا ہر پہلو بے مثال نظر آتا ہے۔

آپ کا خاص موضوع اور فکر و نظر کا خاص محور علوم دینیہ ہیں، رہا دیگر علوم و فنون کی طرف التفات، تو وہ صرف اس غرض سے ہے کہ ان میں جو علوم و فنون اسلامی نظریات وعقائد سے متصادم ہیں ان کا ردّ بلیغ کر کے مسلمانوں کے عقول واذہان کو ان سے نجات دلائی جائے اور جو علوم و فنون مقاصد شرعیہ میں مفید ہیں ان کو تحقیق و تنقیح کے بعد حصول مقاصد میں مفید سے مفید تر بنایا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ علوم عقلیہ خاص کر علم ریاضی کے مختلف شعبوں میں وہ قیمتی جواہر پارے عطا فرمائے کہ بڑے سے بڑا ریاضی داں انہیں دیکھ کر انگشت بدنداں نظر آتا ہے، علم ریاضی کے شعبۂ موسیقی میں اب تک کوئی تصنیف نظر سے نہ گزری غالباً وہ اس لئے کہ مقاصد شرع سے دور ہے، اس کے علاوہ کون سا شعبہ ہے کہ نگاہ التفات سے محروم رہا ہو؟۔

ہیئت ہو یا ہندسہ، علم مثلث کروی ہو یا سطحی، ارثما طیقی ہو یا الجبرہ، زیج ہو یا تکسیر کوئی صنف آپ کی تحقیق و تدقیق اور تحریر و تنقیح سے محروم نہیں، یہ محض دعویٰ نہیں ان علوم و فنون میں تقریباً پچاس کتب و رسائل فقیر کی دسترس میں ہیں۔

[۱]........المعنی المجلی للمغنی و الظلی۔

[۲]......الھنی النمیر فی الماء المستدیر ۔

[۳]......حاشیه زیج بهادر خانی.

[۴]......حاشیه شرح زیج جدید سلطانی.

[۵]......حاشیه جامع بهادر خانی.

[۶]......فوز مبین در ردّ حرکت زمین.

[۷]......اعالی العطا یافی الاضلاع والزوایا.

[۸]......البرهان القویم علی العرض والتفویم.

[۹]......مسفر المطالع للتقویم والطالع.

[۱۰]......هدایة المتعال فی حد الا ستقبال.

اور زیر نظر کتاب'' کشف العلة عن سمت القبلة '' اسی سلسلہ کی چند اہم کڑیاں ہیں۔

یہ علوم وفنون امام احمد رضا قدس سرہ نے کسی بڑی یونیورسٹی یا اعلیٰ تعلیمی ادارے میں نہ سیکھے بلکہ اپنے مکان کی چہار دیواری کے اندر رہ کر صرف اور صرف مطالعہ سے اتنی مہارت حاصل کی کہ آج دنیا حیرت زدہ ہے ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء.

وہ خود فرماتے ہیں:

''یہ اللہ عزوجل کا فضل اپنے اس بندے پر جس نے یہ علوم اصلاً کسی سے نہ سیکھے نہ ان میں کوئی کتاب پڑھی مگر تحریر اقلیدس کی صرف پہلی شکل اور دو جز رسالہ تصریح حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد سے اور شرح چغمینی صرف پندرہ ورق جناب مولانا مولوی عبدالعلی صاحب رامپوری مرحوم ومغفور سے، وہ بھی جناب موصوف کی خواہش سے اس وقت عمر ۱۹ ارسال تھی، درس مدتوں کا ختم ہوگیا تھا، رامپور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا صاحب مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے، مسئلہ امتناع نظیر کا تذکرہ ہوا فقیر نے اس میں وہ تقریرات بیان کیں کہ مولانا ان پر متعجب ہوئے اور فرمایا:'' کیا پڑھتے ہو؟'' عرض کی: درس کئی سال پیشتر ختم ہوگیا سب کچھ اپنے حضرت والد ماجد سے پڑھا، فرمایا'' شرح چغمینی پڑھی ہے؟'' عرض کی'' نہ'' فرمایا'' اسے ہم سے پڑھ لو'' کہ اس فن کا ایسا جاننے والا نہ پاؤ گے''

ان کے فرمانے سے چندروزہ قیام میں یہ پندرہ ورق پڑھے کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہوگا، استفسار فرمالیتے، مطلب عرض کر دیتا، کسی دن آدھی سطر ہوتی جس دن فقیر کو کوئی شبہ ہوتا اس کی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا، مولانا موصوف کی اس نعمت کا اظہار ضروری تھا کہ ناشکری نہ ہو۔

جب حضرت والد قدس سرہ الماجد سے تحریر اقلیدس کی پہلی شکل پڑھی اور اس کی تقریر عرض کی: ارشاد فرمایا:'' تم اپنے علوم دینیہ کی طرف توجہ رکھو ان علوم کو خود حل کرلو گے'' ان کے ارشاد کی برکت کہ تمام علوم، ہیئت و ہندسہ وریاضی وحساب و جبر و مقابلہ و مساحت و مثلث کروی وغیرہ جس فن کی اپنے کام میں ضرورت پڑی بفضلہ تعالیٰ کام رکا نہ رہا اور ان میں بکثرت رسائل رائقہ تصنیف کئے اب اور قواعد جدیدہ ایجاد کیے وللہ الحمد! (کشف العلہ ص ۱۵۹)

کشف العلہ کی تبییض

شمالی امریکہ کی سمت قبلہ کے بارے میں عالم اسلام کے کثیر علمائے کرام سے رائے طلب کی گئی، اس معاملے میں علمائے کرام کی رائیں مختلف ہوگئیں۔

زیادہ تر علماء نے بتایا کہ شمالی امریکہ کے شہروں کا قبلہ جنوب مشرق ہوگا، بعض علماء کی رائے شمال مشرق کے لئے ہوئی، استاذ محترم امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے شمالی امریکہ کے شہر ''ہوسٹن'' اور'' وینیپیگ'' کی سمت قبلہ کے تعلق سے سوال ہوا تو آپ نے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی اسی مایہ ناز تصنیف'' کشف العلہ عن سمت القبلہ'' کے ذریعہ اس الجھے ہوئے مسئلہ کو نہایت آسانی کے ساتھ سلجھادیا تب لوگوں کو اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔

اسی دوران تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی دامت بالکاتہم العالیہ سے شرف ملاقات حاصل ہوا، حضرت نے فقیر کو اس کتاب کی تبییض کا حکم فرمایا اور اس کے مسودہ کی زیروکس کاپی عنایت فرمائی۔

فقیر نے کاپی کو بغور دیکھا تو اندازہ ہوا کہ یہ کام مشکل ترین ہی نہیں بلکہ میرے قابو سے باہر ہے اس لئے کہ مسودہ کے بہت سے صفحات کرم خوردہ تھے ہر صفحہ کو علیحدہ علیحدہ کئے بغیر زیروکس کرالیا گیا تھا جس سے کرم خوردہ مقامات میں پچھلے یا اگلے صفحات کے الفاظ چھپ گئے تھے، اس کاپی سے مجھے تبییض کی ہمت نہ ہوئی۔

حسن اتفاق کہ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مدظلہ صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نو نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا توصیف رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے دست اقدس سے لکھا ہوا ''کشف العلہ'' کا قلمی مسودہ دستیاب ہوا۔

مسودہ دیکھنے کے بعد فقیر کو اس پر کام کرنے کا بڑی حد تک حوصلہ پیدا ہو گیا لیکن اپنے ذاتی معاملات میں بعض پریشانوں کی وجہ سے پوری توجہ نہ دے سکا لیکن کام دھیرے دھیرے چلتا رہا، یہاں تک کہ رب قدیر نے بزرگوں کے صدقے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت عطا فرمائی۔

فقیر کو ''کشف العلہ'' کا جو مسودہ ملا وہ اول، آخر اور درمیان سے ناقص ہونے کے علاوہ موجودہ اوراق بھی جا بجا کرم خوردہ تھے۔ کتاب میں خطبہ اور ابتدائیہ نہیں ہے، آخر سے کتنے صفحات غائب ہیں اس کا کچھ اندازہ نہیں اور درمیان سے مندرجہ ذیل چیزیں غائب ہیں۔

(۱) تمام دنیا کی سمت قبلہ معلوم کرنے کی جدول کلی جو تقریباً پچیس یا چھبیس صفحات پر مشتمل ہونا چاہئے، ان کی بجائے مسودہ میں صفحہ ۶۱ سے صفحہ ۸۲ تک سفید اوراق ملے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جدول دوسرے کاغذ پر بنائی گئی تھی مسودہ میں نقل ہونے سے رہ گئی۔

اس جدول کی اہمیت وافادیت کیا ہے اس کے بارے میں خود امام احمد رضا قدس سرہ کا ارشاد ملاحظہ ہو:

''اقول وباللہ التوفیق، اب فقیر چاہتا ہے کہ ۱۵/۱۵ دقیقے فصل طول سے تمام دنیا کے لئے عرض عمود و محفوظ کی جدول دے کہ شرق و غرب و بحر و بر و دنیائے قدیم و دنیائے جدید میں جس جگہ کی سمت قبلہ چاہیں صرف ایک عمل آسان سے واضح ہو''

(کشف العلہ باب ششم ص ۱۸۱)

(۲) اس کے علاوہ پورے غیر منقسم ہندوستان (جس میں پاکستان اور بنگلہ دیش، شامل تھے) کے لئے قانون کلی کی جدول جس میں ہندوستان کے بیشتر شہروں کی سمت قبلہ استخراج کر دی گئی تھی یہ بھی چند صفحات پر مشتمل ہونا چاہیئے۔

(۳) عدن سے جدہ اور ینبوع کو جانے والے بحری جہازوں کے لئے سو سو میل فاصلہ سے سمت قبلہ کی جدول، یہ تینوں جدول دستیاب نہ ہو سکیں جس کے لئے افسوس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

اعتذار

امام احمد رضا کا معمول رہا ہے کہ جملہ تصنیفات کا آغاز تسمیہ و خطبہ سے کرتے ہیں اور اسے براعت استہلال سے بھی آراستہ کرتے ہیں اوپر بتایا جا چکا ہے کہ اس کتاب کا خطبہ اور ابتدائیہ دستیاب نہ ہو سکا، سمت قبلہ ہی کے عنوان پر امام احمد رضا کی دوسری تصنیف ''ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال'' ہے اس مناسبت سے کہ دونوں ایک ہی موضوع سے متعلق ہیں اس کا خطبہ ''کشف العلہ'' میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مسودہ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے بعض صفحات کے بہت سے الفاظ ضائع ہو گئے تھے، فقیر سے جہاں تک ہو سکا مناسب الفاظ سے ان جگہوں کو پر کرنے کی کوشش کی ہے البتہ باب دوم کے چند صفحات ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''توضیح التوقیت'' میں شامل کر دئے تھے۔

ان صفحات کے کرم خوردہ مقامات کو اسی کتاب کی مدد سے پر کر دیا گیا ہے اور باقی مقامات کو فقیر نے اپنی صوابدید کے مطابق پر کرنے

کی کوشش کی ہے، امتیاز کے لئے اضافہ کردہ الفاظ قوسین سے گھیر دیئے گئے ہیں تاکہ معاندین اس فقیر کی ممکنہ خطا کو امام احمد رضا قدس سرہ کی طرف منسوب نہ کرسکیں اور جن مقامات میں فقیر کے ذہن وفکر کو کامیابی نہ مل سکی ان میں بیاض چھوڑ دی ہے۔

اس کتاب کی تبییض اور بعض عبارتوں کو حل کرنے میں کتنی جانکاہ کاوش کرنی پڑی ہے اس کا کچھ اندازہ ان حضرات کو ہوگا جو اس طرح کے کام کا تجربہ رکھتے ہیں، نمونہ کے طور پر مسودہ کے دو صفحات کے عکوس شامل کردیئے گئے ہیں ملاحظہ فرمالیں تبییض میں صحت کی پوری کوشش کی گئی ہے اس کے باوجود اگر کوئی خطارہ جائے تو اہل فن حضرات فقیر کو آگاہ فرمائیں۔

کتاب کی خصوصیت

سمت قبلہ کے عنوان پر اب تک جتنی کتابیں یا مضامین لکھے گئے ان میں سب سے تفصیلی، آسان، تحقیقی اور تمام روئے زمین کو عام مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی معرکتہ الآرا تصنیف ''کشف العلہ عن سمت القبلہ'' ہے اس میں امام احمد رضا نے پوری دنیا کی سمت قبلہ معلوم کرنے کے لئے دس قاعدے خود ایجاد کئے ہیں۔

[۱]......ان قواعد سے کن کن مقامات کی سمت قبلہ استخراج کرسکتے ہیں؟۔

[۲]......ان کے ذریعہ استخراج سمت قبلہ میں کتنی آسانی ہے؟۔

[۳]......ان قواعد سے آسان کوئی قاعدہ موجود ہے یا نہیں؟۔

[۴]......یہ قواعد کس حد تک تحقیقی ہیں؟۔

ان سب سوالوں کے جواب کے لئے امام احمد رضا کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں:

''الحمد للہ ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین زیر وبالا، بحر وبر، سہل وجبل آبادی وجنگل، سب کو محیط ہوئے کہ جس مقام کا عرض وطول معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے، آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلاً کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض وطول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں اور پردے اٹھادیئے جائیں تو کعبہ معظمہ کو خاص روبرو پائیں'' (کشف العلہ صفحہ ۱۱۶)

ہر ایک کے تحت شکلیں بنا کر ایسی تشریح کردی ہے کہ علم ریاضی سے شغف رکھنے والے کو معمولی توجہ کے بعد قواعد اور ان سے استخراج سمت قبلہ کی صحت وثاقت کا پختہ یقین ہوجائے گا، نیز کئی کئی مثالیں دیکر تفہیم کا پورا پورا حق ادا کردیا ہے۔

''کشف العلہ'' کے جن قواعد میں حسابی عمل کی حاجت ہوتی ہے مثلاً قاعدہ نمبر ۵ر سے آخر تک چھ قاعدے ان کو تسہیل وتحقیق کے پیش نظر شکل مغنی وشکل ظلی دونوں کے اصول کے امتزاج سے مرتب فرمایا ہے، جس سے استخراج سمت قبلہ نہایت آسان ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ تحقیقی ہوگیا ہے۔

ستینیہ میں ضرب وتقسیم کا عمل مروجہ ضرب وتقسیم سے مختلف اور خاصا دشوار ہوا کرتا ہے امام احمد رضا نے ناظرین کے لئے اتنی دشواری بھی روانہ رکھی اور قواعد کے جملہ حسابات میں لوگارثمی اعمال تحریر فرمائے جس سے عمل آسان سے آسان تر ہوگیا اب بجائے ضرب وتقسیم، جمع وتفریق سے ہی مطلوب حاصل ہوجاتا ہے۔

کتاب کا اجمالی تعارف

زیر نظر کتاب ''کشف العلہ'' آٹھ ابواب پر مشتمل ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں ان ابواب کا اجمالی تعارف پیش کردیا جائے۔

باب اوّل:۔ کسی بھی مقام کا فصل طول اگر ۹۰ر سے کم یا ۹۰ر سے زائد یا ۱۸۰ سے کم ہو اور عرض موجود ہو تو اس مقام کی سمت قبلہ دریافت کرنے کے لئے قاعدہ نمبر ۷ر سے ۱۰ر تک چار قاعدے جاری ہوتے ہیں۔

جن کے لئے عرض موقع عمود کی حاجت ہوتی ہے باب اوّل میں

بطور تمہید عرض موقع عمود کی پوری تحقیق فرمائی ہے اور اس کے استخراج کے لئے نہ صرف قاعدہ وضع فرمایا بلکہ اس کی تعریف کرتے ہوئے علم مثلث کروی کی متعدد شکلوں اور براہین کے ذریعہ تحقیق کو ذروۂ کمال تک پہنچادیا ہے، اسی کے ذیل میں جہت انصراف قبلہ کے اصول و ضوابط کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور دلائل اور براہین سے مبرہن بھی کردیا ہے۔

باب دوم:۔ مختلف عرض وطول کے لحاظ سے دس قاعدوں کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور متعدد مثالیں پیش کرکے اجرائے قواعد میں بڑی آسانی کردی ہے، ہر قاعدہ کو اس سے متعلق شکلیں بنا کر اور علم مثلث کروی کے دلائل و براہین سے بالکل واضح کردیا ہے۔

درحقیقت یہ باب اس کتاب کی روح ہے، سمت قبلہ دریافت کرنے کے لئے یہی باب کافی ہے اور عام لوگوں کو اسی باب کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا قارئین کی افادیت کے پیش نظر اس باب کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

خلاصہ قواعد

قاعدہ ۱:۔ فصل طول ۱۸۰ر درجے ہو یعنی طول البلد شرقی ۱۴۰ر درجے ۶ر دقیقے ہو اور عرض جنوبی، مکہ معظمہ کے عرض شمالی کے برابر یعنی ۳۰، ۲۱ر ہو تو خاص اس جگہ قبلہ متعین نہیں داخل کعبہ کی طرح ہر طرف رخ کرکے نماز پڑھی جاسکتی ہے، یہ جگہ سمندر میں واقع ہے اس کا تصور تو آسان ہے لیکن حقیقی طور پر متعین کرنا متعذر رہے۔

قاعدہ ۲:۔ فصل طول ۱۸۰ر درجے ہو اور عرض کے لحاظ سے مندرجہ ذیل چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو!

[۱]......عرض البلد صفر ہو۔

[۲]......عرض البلد جنوبی ۳۰، ۲۱/ سے کم ہو۔

[۳]......عرض البدل شمالی ہو مطلقاً۔

ان تینوں صورتوں میں قبلہ عین نقطۂ شمال ہوگا۔

[۴]......عرض البلد جنوبی ۳۰، ۲۱ر سے زائد ہو، اس چوتھی صورت میں قبلہ خاص نقطۂ جنوب ہوگا۔

قاعدہ ۳:۔ فصل طول صفر ہو یعنی طول البلد شرقی ۳۹ر درجے ۵۴ر دقیقے ہو اور عرض کے لحاظ سے درج ذیل چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو۔

[۱]......عرض البلد صفر ہو۔

[۲]......عرض البلد جنوبی ہو مطلقاً۔

[۳]......عرض البلد شمالی ۳۰، ۲۱ر سے کم ہو۔

ان تینوں صورتوں میں قبلہ خاص نقطۂ شمال ہوگا۔

[۴]......عرض شمالی ۳۰، ۲۱ر سے زائد ہو، اس چوتھی صورت میں قبلہ خاص نقطۂ جنوب ہوگا۔

قاعدہ ۴:۔ فصل طول شرقی خواہ غربی ۹۰ر درجے ہو اور عرض اصلاً نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں انصراف شمالی بقدر عرض مکہ ہوگا۔

اگر فصل طول شرقی ہے یعنی طول البلد شرقی ۵۴، ۱۲۹ر ہے تو نقطۂ مغرب سے اور فصل غربی ہے یعنی طول البلد غربی ۶، ۵۰ر ہے تو نقطۂ مشرق سے ۳۰، ۲۱ر شمال کی طرف انصراف ہوگا۔

مذکورہ چاروں قاعدوں میں کسی حسابی عمل کی حاجت نہ تھی لیکن بعد کے قواعد میں حسابی عمل کی حاجت ہوگی۔

امام احمد رضا نے لوگارثمی اعمال سے کام لیا ہے اس لئے لوگارثمی اعمال ہی درج کئے جارہے ہیں لہٰذہ ضرب کے بجائے، جمع اور تقسیم کے بجائے، تفریق کا عمل کیا جائے گا۔

قاعدہ ۵:۔ فصل طول شرقی خواہ غربی ۹۰ر درجے سے کم ہو یا بیش اور عرض اصلاً نہ ہو ان چاروں صورتوں میں درج ذیل عمل کی حاجت ہوگی:

ظم عرض مکہ + جیب فصل طول = ضم انصراف شمالی

فصل طول شرقی ہے تو نقطۂ مغرب سے اور غربی ہے تو نقطۂ مشرق سے شمالی کی طرف جھکنا ہوگا۔

قاعدہ ۶:۔ فصل طول شرقی یا غربی ۹۰ر درجے ہو اور عرض بلد

جنوبی ہو یا شمالی، عرض مکہ سے کم ہو یا برابر یا زائد ان آٹھوں صورتوں میں:

ظل عرض مکہ + جم عرض بلد = ظل انصراف شمالی

ہدایت:۔ اس قاعدہ کے تحت آنے والے مقامات کا قبلہ مطلقاً شمالی ہوتا ہے فصل طول شرقی ہے تو نقطۂ مغرب سے اور غربی ہے تو نقطۂ مشرق سے شمال کی طرف انحراف ہوگا۔

عرض موقع عمود :۔ قاعدہ نمبر ۷ ؍ سے قاعدہ نمبر ۱۰ ؍ تک چاروں قاعدوں کے لئے عرض موقع عمود کی حاجت ہوتی ہے، اس کا قاعدہ درج ذیل ہے:

ظم عرض مکہ + جم فصل طول = ظم عرض موقع العمود

قاعدہ ۷:۔ (۱) فصل طول شرقی خواہ غربی ۹۰ ؍ درجے سے کم ہو اور عرض شمالی ہو۔

(۲) فصل طول شرقی خواہ غربی ۹۰ ؍ درجہ۔ سے زائد ہو اور عرض جنوبی ہو ان چاروں صورتوں میں اگر عرض موقع العمود عرض البلد سے مساوی ہے تو قبلہ عین نقطۂ اعتدال ہوگا، فصل طول شرقی میں نقطۂ مغرب اور غربی میں نقطۂ مشرق۔

قاعدہ ۸:۔ (۱) فصل طول شرقی خواہ غربی ۹۰ ؍ سے کم ہو اور عرض جنوبی ہو۔

(۱) فصل طول شرقی خواہ غربی ۹۰ ؍ سے زائد اور عرض شمالی ہو اور عرض البلد تمام عرض موقع کے مساوی ہو۔

بلفظ دیگر عرض موقع تمام عرض البلد کے مساوی ہو تو مندرجہ ذیل تینوں طریقوں سے سمت قبلہ معلوم کر سکتے ہیں۔

[۱]...... جیب عرض البلد + ظل فصل طول = ظل انحراف از نقطۂ شمال بہ نقطۂ اعتدال!

[۲]...... جم عرض مکہ + جیب فصل طول = جیب انحراف از نقطۂ شمال بہ نقطۂ اعتدال!

[۳]...... جیب عرض حرم - جم عرض البلد = جیب انصراف از نقطۂ اعتدال بہ نقطۂ شمال!

نقطۂ اعتدال سے فصل طول غربی میں نقطۂ مشرق مراد ہے اور فصل طول شرقی میں نقطۂ مغرب۔

ہدایت:۔ قاعدہ ۹ ؍، ۱۰ ؍ کے لئے محفوظ نکالنے کی حاجت ہوتی ہے محفوظ نکالنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

جم عرض موقع + ظل فصل طول = محفوظ

قاعدہ ۹:۔ (۱) فصل طول شرقی خواہ غربی ۹۰ ؍ درجے سے کم اور عرض شمالی ہو۔

(۲) فصل طول شرقیخو اہ غربی ۹۰ ؍ درجے سے زائد اور عرض جنوبی ہو اور عرض موقع عرض البلد کے مساوی نہ ہو تو:

محفوظ - جیب تفاضل عرض موقع و عرض بلد = ظل انحراف از نقطۂ جنوب یا شمال بہ نقطۂ اعتدال!

ہدایت:۔ عرض البلد اگر عرض موقع سے کم ہے تو نقطۂ شمال سے انحراف ہوگا اور زائد تو نقطۂ جنوب سے فصل طول شرقی ہے تو نقطۂ مغرب اور غربی ہے تو نقطۂ مشرق کو۔

قاعدہ ۱۰:۔ (۱) فصل طول ۹۰ ؍ درجے سے کم اور عرض جنوبی ہو۔

(۲) فصل طول سے زائد اور عرض شمالی ہو اور بہر صورت عرض البلد تمام عرض موقع کے مساوی نہ ہو یا بلفظ دیگر عرض موقع تمام عرض بلد کے مساوی نہ ہو تو عمل حسب ذیل ہوگا۔

محفوظ - جیب مجموع العرضین = ظل انحراف از نقطۂ شمال بہ نقطۂ اعتدال!

بدستور فصل شرقی میں نقطۂ مغرب کو اور فصل غربی میں نقطۂ مشرق کو انحراف ہوگا۔

باب سوم:۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی اعلیٰ فنکارانہ صلاحیت ہے کہ تمام مقاصد کا اثبات متعدد زاویوں سے کر سکتے ہیں لہٰذا باب سوم میں مذکورہ قواعد کو صرف شکل مغنی کے اصول سے بھی مرتب فرما

دیا ہے، نیز اشکال بنا کر اور کثیر مثالیں دیکر پوری وضاحت فرمادی ہے جس سے ان قواعد کی صحت اور وثاقت مزید آشکار ہوگئی ہے۔

باب چہارم:۔ اس باب میں امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے ایجاد کردہ قواعد کے مؤامرہ مؤامرۂ زیجات سے موازنہ کر کے مختلف طریقوں سے اپنے مؤامرہ کا افضل ہونا ثابت فرمایا ہے اور سمت قبلہ کے تعلق سے اسلاف کے بیان کردہ قواعد کی تنقیح بھی فرمائی ہے۔

ساتھ ہی اس کے ذیل میں بہت سے ان نازک مقامات کی نشاندہی فرمادی ہے جہاں استخراج سمت قبلہ میں سخت احتیاط درکار ہے ورنہ اتنی فاحش خطا واقع ہوجاتی ہے کہ بسا اوقات قطعاً فساد نماز کی سرحد میں داخل ہوجاتی ہے مثلاً ایک دقیقہ فصل اور ایک دقیقہ فرق عرض پر کبھی ۴۷درجے قبلہ بدل جاتا ہے اس کے ساتھ ہی امام احمد رضا نے ایک جدول کے ذریعہ مختلف فصل وفرق پر قبلہ کی تبدیلی اور اس سے متعلقہ تفاضل کو واضح فرمادیا ہے، ان مباحث کو چھ بیانات میں منقسم کر کے بیان فرمایا ہے۔

خاتمہ:۔ یہ باب چہارم کا خاتمہ ہے اس میں بلد مطلوب القبلہ اور مکہ معظمہ کے درمیان جو مسافت واقع ہے اس کو دریافت کرنے کے چند طریقے بیان فرمائے ہیں۔

باب پنجم:۔ چغمینی کے مؤامرات کو ذکر فرما کر ان پر متعدد اعتراضات وارد فرمائے ہیں۔

باب ششم:۔ امام احمد رضا نے پوری دنیا کے لئے ۱۵/۱۵ دقیقے کے فصل سے عرض موقع ومحفوظ کی جدول مرتب کی تھی اس باب میں اسی جدول کے ذریعہ نہایت آسانی کے ساتھ سمت قبلہ دریافت کرنے کے قواعد بیان فرمائے ہیں لیکن افسوس کہ وہ جدول تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوسکی۔

باب ہفتم:۔ امام احمد رضا نے پورے غیر منقسم ہندوستان کے لئے ایک ایسی جدول مرتب فرمائی تھی کہ جس شہر کی سمت قبلہ دریافت کرنا ہو وہاں کا عرض وطول معلوم کریں اور جدول سے کسی حسابی عمل کے بغیر سمت قبلہ حاصل کرلیں لیکن افسوس کہ یہ جدول بھی نہ مل سکی۔

باب ہشتم:۔ جاوا، بمبئی، کراچی اور کولمبو سے عدن تک اسی طرح عدن سے جاوا، بمبئی، کراچی اور کولمبو تک جانے والے بحری جہازوں کے لئے سو سو میل کے فاصلے ہر سمت قبلہ کی تعین اور عرض و طول کی تحدید فرما کر اُن کے جداول مرتب فرمادیئے ہیں اور سمندری راستے سے ان شہروں کی مسافت بھی بیان فرمادی ہے البتہ عدن سے جدہ اور ینبوع کو جانے والے جہازوں کے لئے مرتب کردہ جدول دستیاب نہ ہوسکی جس کے لئے افسوس ہے۔

اس بحث کے ذیل میں بری میل اور بحری میل کی تحقیق کے علاوہ بحری میل کی تحدید کے بارے میں انگریز محققین کے اختلافات اور حسابات میں ان سے واقع ہونے والی خطاؤں کی بھی نشاندہی فرمادی ہے۔

ازالۂ اشتباہ:۔ تقریباً سات سال پہلے امریکہ کے بعض شہروں کی سمت قبلہ کے تعلق سے سوال کیا گیا تھا، ہندوستان کے بعض علماء نے حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب قبلہ قدس سرہ سابق صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی تالیف ''زبدۃ التوقیت'' میں مندرج قواعد سے ان شہروں کی سمت قبلہ استخراج کرنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ درست نہ نکلا اس وقت اس کی کوئی واضح توضیح سامنے نہ آئی فقیر مناسب سمجھتا ہے کہ اس معمہ کو حل کردیا جائے۔

اقول:۔ ''زبدۃ التوقیت'' میں جو قواعد مندرج ہیں وہ پوری دنیا کے لئے عام نہیں ہیں۔ حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب قبلہ نے حسابی قواعد ایشیا کے بعض ممالک مثلاً ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیان فرمائے ہیں، لہٰذا ان قواعد کو بلا ترمیم وتنسیخ باقی رکھا جائے تو پوری دنیا میں جاری نہیں، ان کے ذریعہ صرف ان مقامات کی سمت قبلہ استخراج کرسکتے ہیں جن کا عرض البلد اگر شمالی ہوتو فصل طول شرقی ۹۰ر سے کم ہو یعنی گرینچ سے طول البلد شرقی ۵۴، ۹، ۳۰ر سے زیادہ اور ۵۴، ۲۹، ۱ر سے کم ہو جیسے

ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، چین، افغانستان، قضاکستان اور ایران وغیرہ اور اگر عرض البلد جنوبی ہو تو فصل طول شرقی ۹۰ر سے زائد ہو یعنی طول البلد شرقی ۵۴، ۱۲۹ر سے زائد یا طول البلد غربی ۶، ۱۴۰ر سے زائد ہو جیسے آسٹریلیا اور انڈونیشیا کا مشرقی علاقہ اور نیوزیلینڈ وغیرہ۔

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ دوسری صورتوں میں ان قواعد کا اجراء نہ ہوگا۔

سمت قبلہ دریافت کرنے کا عملی طریقہ

بعض علاقوں میں عملی طریقہ سے بھی سمت دریافت کر سکتے ہیں، اس طریقہ میں حسابی عمل کی حاجت نہیں لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے درج ذیل تاریخوں کے مخصوص اوقات کا انتظار کرنا ہوگا۔

[۱]......۲۹ رمئی کو گرینچ ٹائم سے صبح کے ۹ ربجکر ۱۸/ ۱۸ ر منٹ!

[۲]......۱۶ رجولائی کو گرینچ ٹائم سے صبح کے ۹ ربجکر ۲۶ ر ۲۷ ر منٹ!

[۳]......۱۴ رجنوری کو گرینچ ٹائم سے رات کے ۹ ربجکر ۲۹ ر ۳۰ ر منٹ!

[۴]......۳۰ رنومبر کو گرینچ ٹائم سے رات کے ۹ ربجکر ۹ ر ۱۰ ر منٹ!

مندرجہ بالا تاریخوں کے مذکورہ اوقات میں جن جن مقامات میں دن ہو اور ابر یا کہر وغیرہ کی وجہ سے سورج چھپا ہوا نہ ہو ان میں زمین ہموار کر کے ایک سیدھی لکڑی زمین پر اس طرح نصب کریں کہ کسی طرف اصلاً مائل نہ ہو اس لکڑی کا سایہ سمت قبلہ بتائے گا۔

۲۹ رمئی اور ۱۶ رجولائی کو سایہ کے سرے پر کھڑے ہو کر نصب کردہ لکڑی کی طرف رخ کریں، مکہ معظمہ آپ کے سامنے ہوگا اس لئے کہ ان دو تاریخوں کے مذکورہ اوقات میں سورج سمت الراس مکہ معظمہ پر ہوتا ہے، فصل طول شرقی والوں کے لئے یہ اوقات دوپہر کے بعد آئیں گے اور فصل طول غربی والوں کیلئے دوپہر سے پہلے اور جن کا فصل طول صغر ہو۔ ان کے لئے ٹھیک دوپہر کے وقت۔

۲۹ رمئی اور ۱۶ جولائی کے مذکورہ عملی طریقہ سے ایشیا افریقہ، یورپ اور مغربی آسٹریلیا والے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۱۴ رجنوری اور ۳۰ رنومبر کو نصب کردہ لکڑی کی جگہ کھڑے ہو کر سایہ کی طرف رخ کریں تو استقبال قبلہ حاصل ہوگا اس لئے کہ ان تاریخوں کے مذکورہ اوقات میں سورج متقاطر کعبہ کی سمت الراس پر ہوتا ہے اس وقت لکڑی کا سایہ مکہ معظمہ کی طرف پڑتا ہے اگر پہلی دو تاریخوں کی طرح سایہ کے سرے پر کھڑے ہو کر لکڑی کی طرف رخ کریں گے تو معاملہ الٹ جائے گا، یعنی مکہ معظمہ کی طرف رخ ہونے کی بجائے پشت ہو جائے گی۔

۱۴ رجنوری اور ۳۰ رنومبر کے مذکورہ اوقات ۶، ۱۴۰ ر طول غربی والوں کے لئے ٹھیک دوپہر کے وقت آئیں گے اور جن کا طول غربی اس سے کم ہو ان کے لئے دوپہر کے بعد اور جن کا غربی ۶، ۱۴۰ ر سے زائد یا طول شرقی ۱۸۰ ر سے کم اور ۱۳۰ ر کم زائد ہو ان کے لئے دوپہر سے پہلے، ان تاریخوں کے مذکورہ عملی طریقہ سے شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ اور مشرقی آسٹریلیا والے فائدہ اٹھا سکیں گے، لیکن کنیڈا اور الاسکا کے شمالی حصہ اور برازیل کے مشرقی حصہ میں اس وقت سورج دکھائی نہ دے گا، اس لئے یہ طریقہ ان کے حق میں کارآمد نہیں۔

ناظرین کی آسانی کے لئے فقیر نے ان اصطلاحات کی توضیح و تشریح کر دی ہے جو ''کشف العلہ'' میں استعمال ہوئے ہیں، ساتھ ہی بعض اصطلاحات کے استخراج کے لئے قواعد بھی وضع کر دیئے ہیں، جن کے ذریعہ کتاب کو سمجھنے میں انشاء اللہ پوری مدد ملے گی۔

امام احمد رضا اور نظریہ روشنی

ڈاکٹر محمد مالک*

آج سائنسی ترقی اپنے عروج پر ہے ۔نت نئی دریافتیں ،ایجادات اور جدید ٹیکنالوجی کی کرشمہ سازیاں سامنے آرہی ہیں ۔تسخیر کائنات کے حوالے سے قرآن حکیم کی صداقت اور غلبۂ اسلام کی حقانیت کو پوری دنیا میں تسلیم کیا جارہا ہے جو مسلم امہ کے لیے قابل فخر ہے۔''قرآن اور ایٹمی پروگرام'' کے بعد ہمارا موضوع سخن نظریہ روشنی ہے مختصراً جائزہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ موجودہ صدی میں مسلم مفکرین و سائنسدانوں نے اسلامی سرحدوں کی پاسداری کرتے ہوئے نئی نسل (New Generation) کو تحقیق کی راہ پر گامزان رہنے کو مقصد حیات بتایا اور علم کی روشنی سے روشناس کرایا تاکہ تحقیقی دنیا کا ارتقائی سفر جاری رہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جابر بن حیان اور البیرونی (973-1048) کے بعد موجودہ صدی میں دینی علوم و جدید سائنسی خدمات کا سہرا ایک ایسی ہستی کے سر ہے جس نے اپنے 65 سالہ دور حیات میں علمی تحقیقات کو بام عروج پر پہنچایا اور علمی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور خداداد صلاحیتوں سے اپنی تحقیقی قابلیتوں کا لوہا منواتے ہوئے اقبال کے شاہین میں ایک ایسی روح پھونکی کہ یونیورسٹی فورم پر جامعات (Universities) امام احمد رضا کی تحقیقی خدمات پر ایم فل اور پی ایچ ڈی (M.phil & p.h.D) کی اعلیٰ ڈگریاں دے کر اسے اپنے لیے اعزاز سمجھتی ہیں اور آج اس ہستی کے علمی تبحر کا چرچا آفتاب نصف النہار کی طرح یوں درخشاں و تابندہ ہے کہ اب تک دنیا کی تقریباً 30 یونیورسٹیوں میں مفکر اسلام امام احمد رضا خان (1856-1921) کی علمی و تحقیقی خدمات پر سب سے زیادہ ایم فل اور ایچ ڈی کی ڈگریاں ایوارڈ کی جاچکی ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے جس پر مغربی دنیا محو حیرت اور عالم اسلام کا سر فخر سے بلند ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ علمی دنیا میں سبقت لے گئے ہیں سو سے زائد علوم پر کامل مہارت اور ہزار سے زائد تصانیف اس کا کھلا ثبوت ہیں۔ فاذکرونی اذکرکم (ترجمہ۔تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا) کے مصداق اس ہمہ جہت شخصیت کو انٹرنیشنل دانشور اور جدید سکالرز، (ڈاکٹرز، پروفیسرز، جسٹس صاحبان، فقہا عرب و عجم اور عالمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان) نے خراج تحسین پیش کیا ہے اور آج تقریباً پوری دنیا میں رب تعالیٰ کی اس انعام یافتہ و بحر العلوم شخصیت کی تحقیقی خدمات کو عام کرنے کے لئے ادارے، اکیڈمیاں اور ریسرچ سینٹرز مصروف عمل ہیں۔

روشنی (Light) کیا ہے؟ روشنی کی ماہیت (Nature of Light) اور نظریات و قوانین (Theories & laws of Light) کو سمجھنے کے لیے مختلف ادوار میں مختلف عالمی سائنسدانوں

*ماہر امراض دماغ و نفسیات و منشیات و جنسیات، پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ PGMI لاہور۔

اور مفکرین کے تخلیقی و تحقیقی خدمات کے حوالے سے ان کے نام کیے جاتے ہیں: (Famous firsts in light theory)۔

[۱] ابوالحسن ابن الہیثم (965-1039)

[۲] ہائیگنز (1629-1695)

[۳] نیوٹن (1642-1727)

[۴] تھامس ینگ (1801)

[۵] میسکویل (جرمن) (1865)

[۶] مورلے (امریکہ) (1931)

[۷] مائکلس (امریکہ) (1852)

[۸] میکس پلانک (1857-1947)

[۹] سنیل SNELL(1591-1621)

[۱۰] البرٹ آئن سٹائن (1879-1955)

[۱۱] لوئس ڈی بروگلی (فرانس) (1872-1987)

[۱۲] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (ایشیاء) (1856-1921)

نظریہ روشنی سے متعلق یہاں پر میں علمی و تحقیقی دنیا کے شہسوار مفکرِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (1856-1921) کی تخلیقی کاوشوں کا ذکر کرنا چاہوں گا تا کہ اقبال کا شاہین علمی دنیا میں اسلاف کے نقش قدم پر چل کر رواں دواں رہے۔ امام احمد رضا نے اپنے تخلیقی ذہن سے نظریہ روشنی کے جن موضوعات پر بحث کی ہے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ روشنی کا انعکاس (Reflection of Light)

۲۔ روشنی کا انعطاف (Refraction of Light)

۳۔ کلی داخلی انعکاس (Total Internal Reflection)

۴۔ روشنی کے نظریات (Theories of Light)

۵۔ روشنی کے قوانین (Laws of Light)

۶۔ جیومیٹرک آپٹکس (Geomertic Optics)

۷۔ Atmospheric Refraction

۸۔ Rays of Light & Formation, Image Reversal

۹۔ انعکاس وانعطاف کی بنا پر الٹراساؤنڈ مشین کا فارمولا (Formulation of Ultra Sound Machine on the basis of reflection and refraction of Light Piezolectric Phenomenon-Transmission & Reflection)

بحوالہ: (فتاویٰ رضویہ جلد سوم، جلد 27،26۔ الدقۃ والتبیان الصمصام، الکلمۃ الملہمہ)

اب میں امام احمد رضا کی تصانیف میں سے نظریہ روشنی سے متعلق چند اصل عبارتیں کوڈ کرتا ہوں تا کہ ماہرین مزید تحقیق کے لیے قلم اٹھا سکیں۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم (جدید ایڈیشن) صفحہ 240 پر رقمطراز ہیں۔

"شفیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوتی ہیں اور آئینہ میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹنے میں انہیں دیکھا ہے لہذا آئینہ میں داھنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں داھنی ولہذا شئے آئینے سے جتنی دور ہو اسی قدر دور دکھائی دیتی ہے اگر چہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دَل جو بھر ہے

سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اتنا ہی فاصلہ طے کر کے اس تک پہنچتی ہے۔ اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزا کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں کو انہوں نے واپس پلٹتی شعاعوں کی کرنیں ان پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے۔"

امام احمد رضا سراب (mirage) کو جدید سائنسی انداز میں (Total internal reflection) کے حوالے سے یوں بیاں کرتے ہیں۔

"زمین شور میں دھوپ کی شدت میں دور سے سراب (Mirage) نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا، جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اس زمین میں اجزائے صقیلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوئیں اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینہ پر آفتاب چمکے۔ دیوار پر اس کا عکس جھل جھل کرتا آتا ہے اور شعاعوں کے زوایے، یہاں چھوٹے تھے جبکہ ان کی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اسی قدر ہے جو ناظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دور جا کر ملیں گی زوایہ خوردتر بنے گا"۔

آگے چل کر (Law of Refliction of Light) کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"اور زاویائے انعکاس ہمیشہ زاویائے شعاع کے برابر ہوتے ہیں۔ اشعہ بصریہ اتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹیں لہذا وہاں چمک دار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا"۔ واللہ تعالی اعلم۔

عالم اسلام کے مفتی اعظم، مجدد زماں، مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد 26 صفحہ نمبر 76-475 پر پادری کا جواب دیتے ہوئے رسالہ "الصمصام" میں جب رب تعالی کی (Supremacy) اور اسلام کی بالادستی کو برقرار رکھتے ہوئے الٹراساونڈ مشین کا فارمولا انعکاس نور، انعطاف نور (Reflection & Refraction of Light) اور فزیکل آپٹکس (Physical Optiks) کے تحت بیان فرمایا ہے جو آجکل جدید سائنس کی رو سے (Piezoelectric Phenomenon-Tran- -smission & Reflection) کہلاتا ہے چنانچہ رقم طراز ہیں:

"اور عجائب صنع الٰہی جلت حکمت سے یہ بھی محتمل کہ کچھ ایسی تدابیر القا فرمائی ہوں جن سے جنین (Fetus) مشاہدہ ہی ہو جاتا ہو مثلاً بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں میں بقدر حاجت کچھ توسیع و تفریح دے کر روشنی پہنچا کر کچھ شیشے ایسی اوضاع پر لگائیں کہ باھم تادئیہ عکوس کرتے ہوئے زجاج عقرب پر عکس لے آئیں یا زجاجات متخالفہ ایسی وضعیں پائیں کہ اشعۂ بصریہ کو حسب قاعدہ مفروضہ علم مناظر انعطاف دیتے ہوئے جنین (Fetus) تک لے جائیں"۔

سائنس، ایمانیات اور امام احمد رضا

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری*

امام احمد رضا خاں سنی محمدی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہٗ کی شخصیت آیت ذیل کی تفسیر اور مظہر تھی:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۱۹۰ۚ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۱۹۱ۚ (اٰلِ عمران)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے ۱۹۰ۚ جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں ۚ اے رب ہمارے تونے یہ بیکار نہ بنایا ۚ پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ۱۹۱ۚ

(ترجمہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا محدث بریلوی)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے ساری زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد اور عبادت کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر وفکر ان چاروں طریقوں سے کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے سورہ اٰلِ عمران کی ۱۹۱رویں آیت کریمہ میں بیان کیا ہے۔ یہ چار طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

......آپ نماز کی ادائیگی کے وقت اپنے رب کا ذکر کھڑے ہو کر کرتے۔

......آپ جب دارالافتاء میں قیام فرماتے تو اس وقت تمام فتاویٰ قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرماتے اور بغیر تدبر وفکر کے فتویٰ نویسی ممکن نہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فتویٰ نویسی کے وقت آپ کسی کتاب کو کھول کر نہیں دیکھتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن میں تمام کتب کے متن کو محفوظ فرما دیا تھا۔

......جب آپ روزانہ صرف دو گھنٹے آرام اور سونے کی خاطر اپنے بستر پر لیٹتے تو اس وقت بھی آیات قرآنی کا ورد اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرتے۔ بستر پر آپ داہنی کروٹ لیٹتے، دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے عین سنت کے مطابق رکھتے اور بقیہ جسم کو اس طرح سمیٹتے کہ دور سے یا اوپر سے دیکھنے والے اسم ''محمد'' ﷺ کا عکس محسوس کرتا گویا وہ جاگتے، سوتے اپنے خالق ومالک کی عبادت اور ذکر میں ہمہ وقت مشغول رہتے۔

آپ کا قلم جب فتویٰ نویسی سے فارغ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جو غور وفکر سے سامنے آتیں اور قلب پر اس کی تجلیات محسوس ہوتیں ان کو قلمبند کر لیتے یعنی غور وفکر کے بعد قانون فطرت اور کرشمۂ قدرت کو مختلف علوم اور فنون کے عنوانات کے تحت عربی، فارسی اور اردو زبان کے مقالات اور تصنیفات کی شکل میں محفوظ فرما لیتے۔ الغرض آپ کے اس چوتھے طریقۂ عبادت اور وظیفۂ ذکر وفکر کے باعث بے شمار سائنسی تصنیفات منصۂ شہود پر آئیں ان ہی میں علم صوتیات سے متعلق بھی ایک معرکۃ الآرا تصنیف ''الکشف شافیا حکم فونو جرافیا'' بھی ہے جو ۱۳۲۸ھ/۱۹۰۹ء میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی۔ اس تصنیف میں فقہی جزئیات کے علاوہ علم صوتیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

---

* پروفیسر آف جیولوجی اور صدر شعبہ پیٹرولیم ٹیکنالوجی، جامعہ کراچی

حیران کن امر یہ ہے کہ آج سے ایک صدی قبل یہ مسلمان سائنسدان بریلی شریف کی سرزمین پر فتاویٰ نویسی کے علاوہ وہ سب کچھ جانتا تھا جو کسی زمانے کے ایک ماہرِ علمِ صوتیات جان سکتا ہے۔ یہ فقیہہ اسلام صرف علومِ دینی ہی نہ جانتا تھا بلکہ دیگر تمام سائنسی علوم کی طرح وہ علمِ صوتیات کے علم سے بھی مکمل باخبر تھا اور اس پر مکمل دسترس رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آواز کی لہریں کیا ہوتی ہیں؟ یہ آواز کی لہریں ہمیں کیونکر سنائی دیتی ہیں؟ یہ کچھ دور جا کر کیوں ختم ہو جاتی ہیں؟ یہ تیز ہوا میں کیونکر تیز چلتی ہیں؟ کیوں، کب اور کیسے ان آواز کی لہروں کی رفتار کم ہو جاتی ہے؟ ان لہروں کو کون سے عناصر دور تک لے جاتے ہیں یعنی آواز دور تک کیسے پہنچتی ہے؟ فضا میں لہریں کیونکر محفوظ ہو جاتی ہیں اور ان کو کس طرح ریکارڈ کیا جاتا ہے؟ ساتھ ہی فضا میں ان لہروں میں محفوظ الفاظ سے متعلق احادیث کی روشنی میں ایک نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اچھے الفاظ کی لہریں قیامت تک اس شخص کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتی رہیں گی۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

> "واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں۔ وہ بھی اسمِ مخلوقہ سے ایک امت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں، کلمات ایمان تسبیح رحمان کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلمات کفر تسبیح الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت کما صرح بہ امام اہل الحقائق سیدی الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والشیخ العارف باللہ تعالیٰ سیدی الامام عبدالوہاب الشعرانی قدس سرۂ الربانی۔"

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد دہم۔ حصہ دوم۔ ص:14۔ مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرۂ العزیز کو اللہ تبارک نے سورۃ النحل کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا بھی جامع بنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ النحل

تو اے لوگو! علم والو سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنز الایمان)

قرآن کریم کے حروف کے حافظ کو حافظ القرآن کہا جاتا ہے جو کہ ہر زمانے میں لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں رہیں گے۔ قرآنی حروف اور الفاظ کی حقانیت، معنویت اور مقصدیت جاننے والے کو قرآن نے "اهل الذكر" قرار دیا ہے۔ ان اہل الذکر کی بہت ساری اقسام بیان کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً:

پہلی قسم: وہ لوگ یا حضرات جو ایک مخصوص شعبۂ علم کے کچھ حصے کو جانتے ہیں، اس کے علاوہ دیگر علوم کو نہیں جانتے۔ مثلاً ایک نیورو سرجن دماغ کے علاوہ کسی اور اعضاء کا آپریشن نہیں کر سکتا اور دینی علوم سے نابلد ہوتا ہے۔

دوسری قسم: بعض حضرات ایک مخصوص علم پر بھرپور دسترس رکھتے ہیں مگر دیگر علوم کو وہ سرسری جانتے ہیں۔ مثلاً علمِ کیمیا کا بھرپور ماہر ہے مگر بایولوجیکل سائنس وہ نہیں جانتا اور علوم دینی سے بالکل غافل۔

تیسری قسم: چند مختلف علوم میں اچھی دسترس رکھتے ہیں۔

چوتھی قسم: دینی علوم سے بعض میں دسترس ہوتی ہے اور دنیاوی علوم سے بالکل ناواقفیت۔

پانچویں قسم: اکثر دینی علوم پر دسترس مگر دنیاوی علوم سے زیادہ تر ناواقفیت۔

چھٹی قسم: اکثر دینی علوم پر دسترس اور چند دنیاوی علوم سے بھی اچھی آگاہی۔

اس طرح کئی اقسام کی جاسکتی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق "اهل الذكر" میں شمار کیا جاسکتا ہے اور لوگ اپنی حاجت روائی

کے لئے مخصوص لوگوں کے پاس جا کر اپنے مسائل کا حل حاصل کر سکتے ہیں مگر ایسے اشخاص دنیا میں کم ملتے ہیں جو اس آیت کریمہ کی مکمل اور جامع تفسیر بن جائیں۔ ایسی خصوصیات بے شک ہر زمانے میں انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل رہیں کہ ہر نبی اپنے زمانے اور وقت میں اہل الذکر ہوتا کہ اس زمانے کے جو لوگ جس قسم کی معلومات چاہتے وہ نبی ان کو اللہ کی دی ہوئی توفیق اور عطا سے اس کو دیتا۔ ہر زمانے میں نبی کو امتیوں کے مقابلے میں مکمل علم اور اس زمانے کے تمام علوم کا حامل بنایا جاتا ہے یہاں تک کہ نبی الانبیاء علیہ السلام کو کُل کائنات کا علم اس لئے عطا ہوا کہ آپ کُل کائنات کے نبی تھے اور ہیں لہٰذا جس نے جو سوال کیا نبی کریم ﷺ نے اس کا کامل جواب عطا فرمایا۔ ان علوم کی تصدیق قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت ربانی سے ہوتی ہے:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

سورہ النسآء

(اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے)

نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کا سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ اگرچہ آپ ظاہری طور پر پردہ فرما کر دوسرے عالم یا عالم برزخ کو رونق بخش رہے ہیں اس لئے دنیا میں قیامت تک علمائے ربانیین آپ کے ظاہری نمائندہ خاص اور آپ کے نائب کی حیثیت سے "اهل الذکر" کے منصب کو پورا کرتے رہیں گے جو درحقیقت آپ کے ہی فیض و کرم سے اس منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین کو جن کو خود حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے مثل انبیاء قرار دیا ہے۔ اپنے اپنے زمانے کے تمام علوم و فنون میں یکتائے روزگار بناتا ہے تاکہ جب کوئی امتی کسی بھی علم و فن پر ان سے سوال کرے تو وہ اس سوال کا اطمینان بخش جواب دیں ورنہ قرآن کریم کی تعلیمات پر حرف آئے گا کہ یہ قرآن فلاں علم کی تعلیم نہیں دیتے یا یہ قرآن فلاں علم کی طرف رہنمائی نہیں کرتا جبکہ اسی قرآن کا ارشاد ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

(سورہ ص)

(یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت مانیں۔)

دوسری جگہ ارشاد ہو رہا ہے:

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ الرعد

بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو۔

ایسی عبقری شخصیت، نائب رسول اور "**فسئلو اهل الذکر**" کی جامع تفسیر امام احمد رضا محدث بریلوی کی شکل میں ملتی ہے جنہوں نے مسلسل ۵۵ رسال اس زمانے کے تمام ہی تمام علوم و فنون کے سوالات کے جوابات اس علم کی اصطلاحات کے ساتھ اور بھرپور دلائل کے ساتھ دیئے۔ اسلام کے ۱۴ ر سو طویل دورانیہ میں امام احمد رضا جیسے مسلم مدبر و مفکر ہر زمانے میں موجود رہے ہیں جنہوں نے ہمیشہ قرآن اور احادیث کی تعلیمات کی روشنی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں سے لوگوں کو آگاہ رکھا اور ان اہلِ اسلام کے فرزندوں نے اسی قرآن و حدیث نبوی میں غور و فکر کرتے ہوئے ہر زمانے میں لوگوں کی رہنمائی کی ہے۔ امام احمد رضا پچھلی صدیوں کے ایک ایسے ہی نامور مفکر و مدبر ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ علم نافع کے جوہر دکھائے اور ہر علم و فن میں مستند تحریر قلمبند تحریر فرمائی جس کی مثال برصغیر پاک و ہند میں ناپید ہے۔ برصغیر میں علوم دینیہ کے بے شمار علماء ہر زمانے میں موجود رہے مگر اکثریت علوم دنیاوی میں دسترس نہ رکھتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو دونوں علوم پر کامل دسترس دی تھی۔

راقم یہاں نہ تو امام احمد رضا کے ۷۰ ر سے زائد علوم و فنون کی فہرست پیش کر رہا ہے اور نہ ہی ان کی سینکڑوں کتابوں اور رسائل کی

فہرست قلمبند کر رہا ہے کہ پڑھنے والے کو یہ گمان ہونے لگے کہ لکھنے والا تعریف وتوصیف میں بہت زیادہ غلو سے کام لے رہا ہے لیکن راقم شوقِ مطالعہ رکھنے والوں کو اس بات کی دعوتِ فکر ضرور دے گا کہ وہ امام احمد رضا کے ''فتاویٰ رضویہ'' جو ۱۲ رمجلدات پر مشتمل ہے اور معہ ترجمہ وتخریج ۲۸ رجلدوں میں شائع ہو چکا ہے اس کی کسی ایک بھی جلد کا مطالعہ ضرور کریں تو قاری کو راقم کے دعوے کی صداقت کا اعتراف ہو جائے گا۔ احقر یقین سے یہ بات کہہ رہا ہے کہ مطالعہ کرنے والا فتاویٰ رضویہ کی ہر جلد میں ان گنت علوم کی فہرست مرتب کرتا چلا جائے گا اور وہ پھر خود اس حقیقت تک پہنچ جائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام احمد رضا کو دینی علوم پر دسترس کے ساتھ ساتھ تمام دنیاوی علوم وفنون پر بھی کامل دسترس عطا کی تھی۔

مسلمان سائنسدانوں کی فہرست بہت لمبی ہے لیکن امام احمد رضا خاں محدث بریلوی ایک منفرد سائنسدان ہیں۔ وہ جب بھی کسی دنیاوی ر سائنسی علوم پر بحث کرتے ہیں تو اس بحث کے شروع یا آخر میں یا جہاں مناسب سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان اور یقین کا اظہار بھی ضرور کرتے ہیں اور وہ قاری کو اس بات کی طرف ضرور توجہ دلاتے ہیں کہ نظامِ فطرت (سائنسی قانون) ایک طرف اور اللہ کی قدرت ایک طرف اور وہ ہی مقدم کہ وہ خالقِ کل اور مالکِ حقیقی ہے۔ اگرچہ کائنات کا سارا سسٹم ایک فطرت کے تحت رواں دواں ہے اور عموماً اپنی فطرت کے مطابق چلتا بھی رہے گا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ہر آن اس سسٹم پر فوقیت رکھتی ہے اور ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضہ ہے کہ اس کی قدرت پر ایمان ضرور رکھے۔ یہاں مختصراً امام احمد رضا کی دنیاوی علم پر ایک بحث کا حصہ ملاحظہ کیجئے جس میں ایک طرف قانونِ فطرت بتا رہے ہیں تو دوسری طرف اللہ کی قدرت کی فوقیت کو ظاہر کر رہے ہیں اور یقیناً ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ جلد اول میں ایک مقام پر پانی کی رنگت پر بحث کرتے ہوئے آبی بخارات (Water Vapors) کے اجزاء کے متعلق بتاتے ہیں کہ یہ اجزاء کیونکر بادلوں (Clouds) کی صورت میں نظر آتے ہیں اور برف کے اجزاء اگرچہ پانی کے اجزاء سے باریک ہیں مگر کیونکر برف اوپر سے نیچے گرتی ہے؟ بحث ملاحظہ کیجئے:

''شرح مواقف میں علوم بالحس کی بحث میں موجود ہے کہ برف شفاف اجزاء (Transparent Particles) کا مرکب ہے۔ اس کا کوئی رنگ نہیں بلکہ وہ پانی کے باریک اجزاء (Fine Particles) ہیں۔ پانی کے رنگ کی نفی میں یہ عبارت ظاہر ہے۔ اگر تو کہے تو ہوسکتا ہے کہ اجزاء کے باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو (اقول) میں کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ ہے حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے بھی زیادہ باریک ہیں، یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر کو اٹھتے ہیں اور باریک ذرہ اگر علیحدہ ہو تو وہ نظر نہیں آتا تو اس کا رنگ کیسے نظر آئے گا اور چھوٹے اجزاء جب جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو ان کا رنگ بھی نظر آئے گا۔

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد سوم۔ ص:۲۳۶، مطبوعہ لاہور)

(فتاویٰ رضویہ۔ اصل جلد اول۔ ص:۵۴۷، مطبوعہ کراچی)

آگے چل کر مزید تفصیل میں جاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ اجزاء تو نظر نہیں آتے تو اولاً میں کہتا ہوں کہ نگاہِ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد (Single Partricle) ہو لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی

متعدد امثال مجتمع ہوں تو وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ جیسے سفید بیل کی جلد ہر سوئی کے سر کے برابر سیاہ نقطہ (Fine Black Spot) دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع ہوں تو نظر آنے لگتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد دوم۔ ص ۱۷۳۔ مطبوعہ لاہور)

اس انتہائی تفصیلی بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں قدرت خداوندی پر اپنے ایمان وایقان کا اظہار فرماتے ہیں:

''دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق اگر مان لیں فبہا ورنہ ہماری دلیل ایمان یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہیں اگر وہ چاہے تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب مجتمع ہوں تو نظر آنے لگیں لہذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقعہ ہوا۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد دوم۔ ص: ۱۷۵۔ مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا کی علم صوتیات پر دسترس کو ڈیرہ غازی خاں کے اسکالر اور رضا اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد مالک نے تفصیل سے جائزہ لیا اور ایک کتاب ''امام احمد رضا اور علم صوتیات'' کے نام سے ترتیب دی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے جدید ٹیلی کمیونیکیشن سسٹم کو امام احمد رضا کے بتائے ہوئے قوانین سے تقابل کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں امام احمد رضا کی علم صوتیات پر مکمل گرفت ثابت کی ہے۔ مثلاً **امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک صدی قبل ۱۳۲۸ھ/۱۹۰۹ء میں اپنے رسالے "الکشف شافیہ حکم فونو جرافیا" میں اپنے مشاہدات کی بنا پر فکر انگیز تحقیق پیش کی۔**

''عالم اسباب میں حدوثِ آواز کا سبب عادی یا قرع (Strikes/ Collides) وقلع (Seprate) ہے اور اس کے سننے کا وہ تموج کو تجدد (Renwed undualation) وقرع تا ہوائے جوف (کان) سمع ہے۔ متحرک اول کے قرع سے ملأ مجاور میں جو شکل وکیفیت مخصوصہ بنی تھی، کہ شکلِ حرفی ہوئی تو وہی الفاظ وکلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش (حرکت) بھی دی اس کی جنبش نے اپنے متصل (Next) کو قرع کیا اور وہی پٹھا (Harmonic motion ware) کہ اس میں بنا تھا اس میں اتر گیا یونہی وہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں۔ اگرچہ جتنا فصل (Distance) بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ تموج (ware undualtion) وقرع (Next Strike) میں ضعف آتا جاتا ہے اور ٹھپکا پلکا پڑتا ہے، ولہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد (Limit) پر تموج (wave) ختم ہو جاتی ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۰۔ حصہ دوم۔ ص ۱۳۔ مطبوعہ کراچی)

جناب ڈاکٹر مالک رقمطراز ہیں کہ ایشین مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۰ برس قبل اپنے تجربات و مشاہدات کی بناء پر فکر انگیز تحقیق پیش کر کے عالم اسلام میں سبقت حاصل کر لی (بحیثیت مسلم سائنسدان) اور یہ تحقیق آج کل D.H.M. (Damped Harmonic Motion) کہلاتی ہے۔ مذکورہ بالا فکر انگیز تحقیق کی تشریح انگریزی زبان میں یوں کی جاسکتی ہے:

"Sound waves travel in the medium in a fashion that a sound source produce sound. The energy is taken by a molecule to molecule and it exhibits simple Harmonic Motion. These Molecules strike/ collids with other molecules. The second molecule now

collides with 3rd molecule or this process of collision carries on. Finally the molecule receives the energy released by the sourse of sound and transmits this energy to the sound detector which may be human ear. In case of damped hormonic motion, actually the amplitude of the oscillation gradually decreases to zero, with the passage of time, as a result of friction force. This motion is said to be damped motion by friction and is called Damped Hormonic Motion."

(امام احمد رضا اور علمِ صوتیات۔ص ۳۴۔مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز علم کو دوسروں تک منتقل کرنے کے لئے اتنے مخلص تھے کہ سائل سوال اگر تفصیل سے نہیں بھی کرتا یا سائل کے سوال میں اس علم کی تحقیق مدنظر نہ بھی ہوتی مگر امام احمد رضا اس سائل کے جواب میں آنے والے زمانے کے تشنہ لوگوں کی پیاس کا بندوبست فرمادیتے اور یہ بھی ثابت کردیتے کہ کسی بھی سوال کا جواب سو فیصد اس وقت ہی صحیح ہوسکتا ہے جب اس علم کو مفتی جانتا ہو۔ اگر مفتی اس علم کی گہرائی اور گیرائی سے واقف نہیں تو وہ سرسری جواب تو دے سکتا ہے مگر غلطی کا احتمال رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کو ہر علم کی فہم عطا کی تھی لہذا اللہ کی اس عطا کا وہ بارہا مظاہرہ قلم کے ذریعہ فرماتے ہیں۔

مثلاً اگر مفتیان کرام سے یہ سوال کیا جائے کہ تیمم کے لئے کیا شرائط ہیں تو سب کا متفقہ جواب ہوگا کہ پتھر، مٹی، پاک۔ پھر وہ پتھروں کو گنوادیں گے کہ یہ پتھر ہے ان پتھروں سے تیمم ممکن ہے اور جو پتھر نہیں ان سے تیمم بھی نہیں ہے اور جب ایسا کوئی مسئلہ سامنے آیا کہ کوئی شے پتھر ہے یا نہیں تو عمومی فیصلہ یہ دیا جائے گا کہ اگر وہ نسل پتھر سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔ مگر یہ جواب کوئی بھی نہ دے گا وہ پتھر کیوں ہے اور کیوں نہیں۔ ہاں وہ ہی مفتی جواب دے سکے گا جس کو پتھر بننے کے تمام عمل معلوم ہوں گے۔ امام احمد رضا ان ہی مفتیوں میں شامل ہیں جو پتھر کے بننے کے عمل سے بھی واقف ہیں چنانچہ مرجان یا مونگا جسے coral بھی کہا جاتا ہے امام احمد رضا نے طویل تحقیق کے بعد اس کو چٹان میں شامل کیا ہے۔ وہ اپنے رسالہ ''المطر السعید علی بنت جنس الصعید'' میں ایک جگہ مخشی رلی کے جواز کا موقف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''مرجان / مونگا دوسرے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہے جو سمندر میں درختوں کی طرح بڑھتا ہے اس لئے عامہ کتب میں جواز پر جزم ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد ۳۔ ص ۶۸۶۔ مطبوعہ لاہور)

آگے مزید اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اقول! اصحاب احجار (ماہر حجریات) نے اس کے حجر (پتھر) ہونے کی تصریح کی اور اسے حجر شجری (Treelikestone) کہا نہ کہ شجر حجر (Stone like tree)۔'' (ایضاً)

آگے چل کر جامع ابن بیطار کے حوالے سے ارسطو کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بسند (شاخ دار مونگا) اور مرجان (بغیر شاخ کا مونگا) ایک ہی مرجان کو کہتے ہیں۔ فرق یہ کہ مرجان اصل ہے اور بسند فرع مرجان میں تخلخل (Rings) اور سوراخ (Cavity) ہوتے ہیں اور بسند درخت کی ڈالیوں کی طرح پھیلتا اور بڑھتا ہے اور ڈالیوں کی طرح اس میں شاخیں بھی نکلتی ہیں۔'' (ایضاً)

امام احمد رضا مرجان کو پتھر کی قسم ہی سمجھتے ہیں اور اس کو سمندری چٹان

کا حصہ قرار دیتے ہوئے جنسِ زمین قرار دیتے ہیں اور تیمم کو اس سے جائز سمجھتے ہیں چنانچہ آپ کا حکم شرعی ہے:

''لاجرم اس سے جواز تیمم میں شک نہیں''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد سوم۔ ص ۶۸۷۔ مطبوعہ لاہور)

اسی طرح جب ایک سائل نے ریاست رامپور محلہ چاہ شور سے ۱۲؍ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ میں سوال کیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

''فونوگراف سے قرآن مجید سننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اس کام کی نوکری کر کے یا اجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعارِ حمد و نعت کے بارے میں کیا حکم ہے اور عورت کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اس سے سننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اس سے باہر سنا یا کیا۔ بینوا توجروا۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۰۔ حصہ دوم۔ ص ۱۱۔ مطبوعہ کراچی)

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد ۲۳۔ ص ۴۱۱۔ مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا ایک مفتی کی حیثیت سے اس کا ۴ لائنوں میں بھی جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دے دیتے لیکن آپ نے علم صوتیات کے ماہر کی حیثیت سے اس بات کا جائزہ لیا کہ آواز کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس طرح فضا میں سفر کرتی ہے اور کانوں تک پہنچتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس کا جواب رسالہ کی صورت میں دیا اس جواب کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے:

''یہاں ہمیں دو باتیں بیان کرنی ہیں ایک یہ کہ فونو گراف (Gramophone) سے جو آواز آتی ہے وہ بعینہٖ (Same) اس آواز کنندہ کی ہوتی ہے جس کی صوت (آواز) اس میں بھری ہے۔ قاری ہو، خواہ متکلم، خواہ آلۂ طرب وغیرہا۔ دوسرے یہ کہ بذریعہ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر بتحریک آلہ (nstrument) جو اس سے ادا ہوگا سنایا جائے گا حقیقتاً قرآن عظیم ہی ہے۔ اب ہم ان دو دعوں کو دو مقدموں میں روشن کریں گے۔ وباللہ توفیق۔

مقدمہ اولیٰ کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے:

۱) آواز کیا چیز ہے؟ ۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ ۳) کیونکر سننے میں آتی ہے؟ ۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے؟ ۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے؟ ۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی؟ ۷) اس کی موت کے بعد باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۰۔ حصہ دوم۔ ص ۱۱)

مقدمہ اولیٰ پر مندرجہ بالا عنوانات کے تحت اپنے طویل سائنٹفک دلائل کے بعد آخر میں جو نتیجہ اخذ کیا وہ ملاحظہ کیجئے:

''بالجملہ شک نہیں طبلہ، سارنگی، ڈھولک، ستار یا ناچ یا عورت کا گانا یا فحش گیت وغیرہ وغیرہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سننا حرام ہے بلاشبہ ان کا فونو سے سننا بھی حرام ہے نہ یہ کہ اسے محض تصویر و حکایت قرار دے کر حکمِ اصل سے جدا کر دیجئے۔ یہ محض باطل و بے معنی ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۰۔ حصہ دوم۔ ص ۱۸)

امام احمد رضا نے علمِ صوتیات کی روشنی میں کس طرح خود قائم کردہ سات سوالوں کا جواب دیا ہے اس کے لئے امام احمد رضا کا رسالہ الکشف شافیہ ضرور ملاحظہ کیجئے اور امام احمد رضا کے اس رسالے کو سمجھنے کے لئے ڈاکٹر مالک کی کتاب ''امام احمد رضا اور علمِ صوتیات'' کا مطالعہ امام احمد رضا کے رسالے کو اور آسان کر دے گا کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے تمام عربی مصطلحات کا انگریزی ترجمہ کر دیا ہے اس لئے دورِ حاضر کے سائنسدان بھی بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

امام احمد رضا علمائے شام کی نظر میں

ترتیب: خلیل احمد رانا

بحمداللہ حضرت شیخ امام احمد رضا قادری الہندی محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے علم وفضل کا شہرہ صرف برصغیر پاک و ہند ہی میں نہیں ہوا بلکہ عرب ممالک حجاز مقدس، مصر، شام، مراکش، فلسطین وغیرہ کے بڑے بڑے علماء و مشائخ نے بھی آپ سے عقیدت کا اظہار کیا، آپ کے علم وفضل کو تسلیم کیا اور آپ کو شاندار القاب سے یاد کیا، چنانچہ درج بالا ان عرب ممالک میں سے ''ملک شام'' کے جید علماء کا تعارف اور امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ان کے تاثرات نقل کئے جاتے ہیں۔

شیخ امین السفر جلانی دمشقی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت علامہ شیخ امین بن محمد بن خلیل دمشقی حنفی الشہیر سفر جلانی رحمتہ اللہ علیہ دمشق میں پیدا ہوئے۔ علوم کثیرہ کے ماہر، عربی کے مشہور شاعر اور اجل عالم دین تھے۔ دمشق کی مشہور ''جامع السنجقدار'' کے امام اور اسی جامع میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''القطوف الدانیه فی العلوم العثمانیه''، ''الکوکب الحثیث شرح درة الحدیث فی مصطلح الحدیث''، ''العقد الوحید شرح النظم الفرید فی علم التوحید''، 'المنظومته المزهیه فی الاصول الفقهیه'' اور ''عقود الاسانیدفی مصطلح الحدیث'' مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں دمشق میں وفات پائی۔ [۱] آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف "الدولته المکیه" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''میں نے اہم کتاب (الدولتہ المکیہ) مطالعہ کی، یہ اہلِ ایمان کے عقائد کا خلاصہ ہے اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کی مئوید .... رسالہ مذکورہ مئولفِ علامہ، مرشد فہامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی عظمتِ شان پر گواہی دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے جھنڈے تلے اِن کو اور ہم کو جمع فرمائے، آمین (۱۴ر صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)۔ (ملخصاً) [۲]

شیخ محمد امین سوید دمشقی رحمتہ اللہ علیہ

علامہ، فقیہ، اصولی، صوفی کامل، امام لغت الشیخ محمد امین بن محمد الدمشقی المعروف ''سوید'' رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۵ء میں دمشق کے ایک تاجر اور زراعت پیشہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ اس وقت دس سال کی عمر میں تھے کہ آپ کے والد سفر حج میں انتقال کر گئے، آپ کے چچا نے آپ کی کفالت کی۔ تحصیل علم کے لئے آپ جن علمائے شام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ یوسف السمارہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابوالفرج الخطیب رحمتہ اللہ علیہ، محدث شام علامہ شیخ بدرالدین الحسنی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)، حضرت شیخ سلیم العطار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ البکری العطار رحمتہ اللہ علیہ، حضرت شیخ الصوفی عیسیٰ الکردی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)،

حضرت شیخ الطیب رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کے بعد آپ جامعہ ازہر (قاہرہ۔مصر) آگئے اور پانچ سال تک یہاں کے علماء کی صحبت اختیار کی، تعلیم مکمل کرکے آپ دمشق لوٹ آئے اور ''جامع درویش پاشا'' میں فقہ حنفی کی تعلیم دینے لگے بعد میں اسی جامع میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔

اسی دوران آپ نے ترکی، ہندوستان، ایران، بخارا، یمن اور دوسرے کئی ممالک کا دورہ کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران مملکت عثمانیہ نے آپ کو "**الکلیته الصلاحیته القدس الشریف** (فلسطین)'' میں منصب قضاۃ اور مدرسین کی تربیت کے لئے متعین کیا، یہاں آپ بڑی دلجمعی سے کام کرتے رہے حتیٰ کہ انگریز حکومت نے مملکت عثمانیہ کے زوال کے باعث اختتام جنگ سے کچھ عرصہ قبل اس یونیورسٹی کو بند کردیا۔ بایں وجہ آپ دمشق واپس آگئے تو حکومت شام نے آپ کو سرکاری اداروں میں عربی زبان کے تحفظ وفروغ کے اہم کام پر مامور کردیا، جس ادارہ میں آپ کام کرتے تھے اس کا نام "**المجمع العلمی العربی**" تھا۔

۱۹۲۳ء میں دمشق کے مشہور ادارہ ''**معهد الحقوق العربی**'' میں اصول فقہ کی تدریس آپ کو سونپی گئی۔ ۱۹۲۵ء میں چند ماہ لبنان میں قیام کیا، پھر اردن آگئے، یہاں سے "**دار المعلمین**" القدس شریف (بیت المقدس) میں تدریس کے لئے چلے گئے۔

۱۹۲۸ء تا ۱۹۲۹ء مکہ مکرمہ میں تدریس پر مامور رہے، اس کے بعد آپ ہندوستان کے شہر ممبئی میں ''مدارس الفلاح'' کی تاسیس اور نگرانی کے کام پر مامور ہوئے، بالآخر آپ دمشق واپس آگئے، یہاں پر ''جامع مسجد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ'' اور محلہ القنوات میں واقع ''جامع التعدیل'' میں مستقل تین سال تک وعظ وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور اس ذمہ داری میں اپنی وفات سے قبل تین دن کے سوا کبھی ناغہ نہ کیا۔

حضرت شیخ امین سوید علیہ الرحمہ کا شمار دمشق کے کبار علماء میں ہوتا ہے، آپ کو علم اصول فقہ، توحید، تصوف، اسماء الرجال میں یکتائی حاصل تھی، آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور کتاب ''فتوحات مکیہ'' کی عبارات کو بڑی عمدگی اور کلام بلیغ سے حل فرمایا کرتے تھے، آپ کو بہت سے مشائخ وعلماء نے اپنی اپنی اجازات سے سرفراز فرمایا، ان میں حضرت شیخ ابوالمحاسن محمد بن خلیل قاوقجی ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۰۵ھ) اور حضرت شیخ ملا محمد فیضی البغدادی مفتی بغداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمایاں ہیں۔

شیخ امین سوید رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عابد و زاہد، متواضع، شہرت سے متنفر انسان تھے، اولیاء کرام سے بہت عقیدت رکھتے تھے، اور مسافتیں طے کرکے ان کی زیارت گاہوں پر جانے کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ بلاد شام میں ''محافل صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے بانی عالم کبیر، ولی کامل حضرت شیخ عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۶۵ء) فرماتے ہیں کہ شیخ امین سوید علیہ الرحمہ ملک شام کے قطب تھے۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔ شیخ ابوالخیر المیدانی دمشقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب دبس و زیت دمشقی گیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء) شیخ محمد الہاشمی المالکی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) السید الشیخ محمد المکی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء)، دار الفتوی بیروت کے امین خاص حضرت شیخ محمد العربی العزوزی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یکم رجب المرجب ۱۳۳۳ھ کو سند

اجازت عطا فرمائی۔ اس اجازت کی نقل درج ذیل ہے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے تمام کائنات کو اپنی وحدانیت سے آگاہ کیا اور تمام عوالم نے مختلف زبانوں میں جس کی الوہیت کی گواہی دی، اور درود وسلام تمام جہانوں کے سردار، منتخب جماعت اور جنتِ عدن کے حُسن کامل حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وجود کائنات کا مرکزی نقطہ اور ہر موجود کا سبب اعظم ہیں، نیز آپ کی آل اطہار اور اصحاب اخیار پر۔

بے شک میں نے اخی فی اللہ، مرد کامل، عالم باعمل، عمدۃ الفضلاء والنبلاء السید محمد العربی ابن السید محمد المھدی بن العلامہ، المحقق سیدی السید محمد العربی الزرھونی العزوزی ... کو ان تمام علوم کی اجازت دی جن میں مجھے عطا ہوئی، مجھ سے ان کا روایت کرنا درست ہے، نیز جن علوم کی نسبت میری طرف درست ہے، میں نے انہیں اجازت دی کہ وہ جس کو ان علوم کا اہل جانیں اسے اجازت دے سکتے ہیں، جس طرح میں نے اپنے مشائخ اعلام، عمدۃ مراجع الاسلام (جن کے تذکرے سے سند میں طوالت ہوگئی ان میں سے) سیدی العلامہ، ذوالفتح الاقدسی، العارف باللہ الشیخ محمد القاوقجی الطرابلسی، حاوی علی العلوم سیدی الشیخ محمد الطنطاوی، نیز جن کی شہرت وفضیلت اقطار عالم میں سورج کی شعاعوں کی طرح پھیلی، مفتی بغداد سیدی الشیخ محمد فیضی الزھاوی، جن کی سندیں اور ثبوت محتاج تعارف نہیں ہیں، اور یہ کہ میں انہیں اور خود کو اللہ عظیم کے تقویٰ وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اور ہمیشہ ظاہر وباطن میں ذکر الٰہی کی تلقین کرتا ہوں، اور تمام احکام اسلامی کی بجا آوری کا حکم دیتا ہوں تا کہ یہ اخلاق عالیہ کے اعلیٰ زیور سے آراستہ ہوں اور اوصاف حمیدہ سے بلند مقام پر فائز ہوں اور یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کبھی ایسے مقام پر نہ دیکھے جہاں سے اس نے روکا ہے، اور کبھی اس مقام سے غائب نہ پائے جہاں جانے کا اس نے حکم فرمایا، اور اس بات کی بھی تلقین کرتا ہوں کہ یہ علوم دین اور آئمہ ھدیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتب تعلیم وتدریس سے کبھی الگ نہ ہوں، اور یہ کہ مجھے اپنی جلوتوں، خلوتوں اور نیک دعاؤں میں کبھی نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کار خیر کی توفیق دے۔ اے اللہ! تو قبول فرما۔

یہ سند، محتاج الی اللہ تعالیٰ محمد امین الشھیر سوید عفی عنہ نے یکم رجب المرجب ۱۳۳۳ھ کو لکھی۔

تصانیف میں (۱) تسہیل الحصول علیٰ قواعد الاصول۔

۲۔ رسالۃ فی نحو (یہ ایک مخطوطہ ہے اس کا ایک صفحہ ان قواعد وضوابط پر مشتمل ہے جو علم اصول فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اس رسالہ میں ایک مقدمہ شامل ہے جو مبادیات علم کے ضروری مبحث پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ سات مقالات اور ایک اختتامیہ جو ان عقائد واخلاق کے بیان میں ہے جن کو اپنانے سے زہد وتصوف جیسی صفات کو جلاملتی ہے۔

۳۔ علوم القرآن واصولہ (یہ رسالہ امام جلال الدین سیوطی علیہا لرحمہ کی کتاب ''الاتقان'' کا اختصار ہے)۔

۴۔رسالہ فی تاریخ القدس۔

۵۔تلخیصات (اسے آپ نے ادارہ ''معھد الحقوق العربی'' کے زمانہ تدریس میں تصنیف کیا)۔

۲۰؍شوال ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء کو وصال فرمایا اور دمشق کے مشہور قبرستان ''باب الصغیر'' میں دفن ہوئے۔[۳]

آپ نے امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب **"الدولتہ المکیہ"** پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''علامہ کبیر، فہامۂ شہیر، محقق و مدقق کامل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف **"الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ"** مطالعہ کی، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ دار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چمن جو عقائد اہل ایمان کا نچوڑ ہے۔

بے شک علم ذاتی محیط، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرنا جس سے وہ پہلے نا آشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں، یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر موقوف ہے، تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لئے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے نا آشنا ہے۔ (۱۶؍ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)''۔ (ملخصاً)[۴]

علامہ شیخ سید محمد تاج الدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

(سابق صدر جمہوریہ شام)

حضرت علامہ صوفی شیخ محمد تاج الدین بن محمد بدر الدین بن یوسف الحسنی المراکشی ثم الدمشقی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد کے زیر کفالت پرورش پائی، علوم دینیہ اپنے والد محترم محدث شام تاج العلماء علامہ شیخ بدرالدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)[۵] اور ان کے تلامذہ سے حاصل کئے۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں مدرسہ سلطانیہ دمشق میں علوم دینیہ کی تدریس کے لئے تقرر ہوا، اور مجلس اصلاح المدارس کے رکن بنے۔ عہد عثمانیہ میں شام کی پارلیمنٹ کے رکن رہے،۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں ''اخبار شرق'' کے چیف ایڈیٹر بنے، فیصل (سربراہ شام) کے دور میں شام کی کانفرنس کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں فیصل الملک نے محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر مقرر کیا، اوقاف وفتویٰ، شرعی عدالت اور حجازی خط کے دفاتر اس کے تحت تھے۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۳ء تک ملک شام کے عہدہ صدارت پر فائز رہے۔ دمشق میں پیر کے دن ۱۰؍محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۱۷؍جنوری ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔[۶]

آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کی شہرہ آفاق کتاب **"الدولتہ المکیہ"** پر درج ذیل ایمان افروز تقریظ لکھی۔

''۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سیدالعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے الدولتہ المکیہ کے مطالعہ کے لئے کہا گیا چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے...... ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا

خاں ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

میں نے چند وجوہات کی کی وجہ سے تقریظ میں اختصار کو پیش نظر رکھا، پہلی بات تو کہ مؤلف کے اوصاف تفصیل وتطویل سے بے نیاز ہیں، دوسری بات یہ کہ میں دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو رہا ہوں، آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ تقریظ لکھ رہا ہوں۔

(۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) ملخصاً[۷]

شیخ محمد بن احمد رمضان شامی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد بن احمد رمضان الشامی المدنی الشاذلی رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے ممتاز ادیب تھے، آپ کے اشعار عوام میں زبان زد عام تھے۔آپ کی تصانیف میں ''صفوۃ الادب''۔''مختارات شعر و موشحات''۔ مناجات الحبیب فی الغزل والنسیب''۔''شعری دیوان''۔''تنبیہ الانام فی ترتیب الطعام'' اور ''مسامرۃ الادیب'' (یہ تصنیف آپ نے بروز جمعہ رجب ۱۳۴۰ھ میں مکمل کی) آپ کی تمام تصانیف طبع ہو چکی ہیں۔۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کے بعد وفات پائی۔[۸]

آپ نے امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف **"الدولتہ المکیہ"** پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''۱۳۳۱ھ میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاء نے حضرت علامہ امام احمد رضا خاں ہندی کی تالیف الدولتہ المکیہ سے آگاہ کیا، میں نے یہ کتاب مطالعہ کی اور اس کو حسن بیان اور پختگی برہان میں آفتاب کی مانند چمکتا پایا، یہ حقیقت صاحب بصیرت اہل دل اور اہل تقویٰ پر پوشیدہ نہیں۔علامہ موصوف نے خالق اور مخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کر دیا جو عین حق ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علماء اہل سنت و جماعت کی تائید فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کردے جو سن کر اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، آمین!''

(ملخصاً)[۹]

شیخ محمد عطاء اللہ آفندی الکسم حنفی دمشقی رحمتہ اللہ علیہ

بحر العلوم مفتی شام حضرت شیخ محمد عطاء اللہ بن ابراہیم بن یاسین الکسم علیہم الرحمہ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، اگرچہ ان کے آباؤ اجداد شام کے دوسرے شہر حمص چلے گئے تھے۔آپ نے فقہ حنفی کی تعلیم حضرت شیخ عبدالغنی میدانی دمشقی حنفی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۸ھ) مؤلف کتاب (شرح عقیدہ طحاویہ، کتاب اللباب فی شرح الکتاب، شرح قدوری، شروح ورسائل فی الصرف والتوحید وغیرہ) سے حاصل کی، آپ ہفتے میں دو دن پا پیادہ سنگلاخ پہاڑی راستہ طے کر کے سبق پڑھنے کے لئے جاتے، ان کے علاوہ آپ نے شیخ عبدالحکیم افغانی قندھاری حنفی دمشقی (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)، شیخ عبداللہ سکری، شیخ احمد حلبی اور شیخ محمد طنطاوی علیہم الرحمہ سے بھی کسب فیض کیا۔حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت ۱۲۹۰ھ سے ان کی وفات ۱۳۰۷ھ تک مسلسل التزام کے ساتھ اختیار کی۔

شیخ الکسم علیہ الرحمہ نے ان مشائخ سے متعدد اوراد و وظائف کی

اجازتیں بھی حاصل کیں، شیخ ابراہیم ابوشامات علیہ الرحمہ سے ''الصلوٰۃ الطبیہ'' (درود شفاء) کی اجازت حاصل کی، درود شفاء یہ ہے !

''اللھم صل علیٰ سیدنا محمد طِب القلوب و دوائھا ، و عافیة الابدان و شفائھا ، و نور الابصار و ضیائھا ، و علیٰ آلہٖ وصحبہٖ و سلم''

آپ کے استاد مکرم عبداللہ شیخ السکری رحمۃ اللہ علیہ نے ''حدیث مصافحہ'' کی اجازت مرحمت فرمائی جسے وہ شیخ سعید حلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، نیز اس کو آپ نے اپنی مشہور کتاب ''ثبت'' میں شیخ شاکر العقاد المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء) سے روایت کیا۔

حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۷ھ) نے ۱۵/ذی القعدہ ۱۳۰۴ھ کو اپنے جدامجد حضرت شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۱ھ) کی روایات اور شیخ عبدالرحمٰن الکزبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۶۲ھ) کی سندوں کی اجازت دی۔ حضرت شیخ الکسم علیہ الرحمہ، شیخ برھان السقا المصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسن العدوی الحمزاوی المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۳ھ) سے روایت بھی کرتے تھے۔

آپ نے اپنی زندگی میں عبادت گذاری اور خشیت الٰہی کا وافر حصہ پایا، اللہ رب العزت کے خوف سے بہت گریہ کناں رہتے، تلاوت قرآن مجید کثرت سے کرتے، آخری عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا تھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے، حج کے موقع پر شیخ حرم نبوی کی اجازت سے اپنے رفیق خاص شیخ عارف عثمان حنفی نقشبندی دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۵ء) کے ساتھ مسجد نبوی زاداللہ شرفھا میں کئی کئی طویل راتیں بحالت قیام شب بیداری کرتے۔ آپ نے تین بار حج کی سعادت پائی، اولیاء و صلحاء کے مزارات کی زیارت کرتے، خصوصاً حضرت شیخ ارسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پاک کی زیارت روزانہ دن میں تین بار کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے جب امامت و تدریس کا وظیفہ اپنایا تو سب سے پہلے اپنے گھر میں جو محلہ عقیبہ میں حبشیوں کی ایک تنگ گلی میں تھا پڑھانا شروع کیا، پھر آپ جامع مسجد اموی کے قریب منتقل ہو گئے اور وہاں اپنے گھر میں پڑھاتے رہے، بعد میں محلہ مئذنہ شرقیہ میں اپنی قائم کردہ مسجد میں، اس کے بعد ''جامعہ یلبغا'' میں، پھر جامع نورالدین شھید میں اور پھر مدرسہ ''سمیساطیہ'' دمشق میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے، ۱۹۱۸ء میں ملک فیصل کی حکومت نے آپ کو دمشق کے مشہور مدرسہ ''المکتب العنبر'' میں مفتیٔ شام کے منصب پر متعین کیا۔

فتویٰ نویسی میں آپ نے بہت عمدہ مقام پایا اور اس میں دیانت و امانت کو اپنائے رکھا، آپ اعلیٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ سے متصف پرہیزگار عالم دین تھے، ہمیشہ رضائے الٰہی کے جویاں رہے، امراء و حکام کو برابر نصیحت کرتے، حکومتوں اور سربراہان حکومت کے تغیر و تبدل کے باوجود انہیں ہدایت کرتے۔

حضرت شیخ عطاء آفندی علیہ الرحمہ طلباء کو پڑھانے میں بڑے حریص واقع ہوئے تھے، اپنے درس کے طلباء کو تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو، توحید، اصول و فرائض اور منطق جیسے مختلف علوم کی تعلیم دیتے، ہمیشہ کتاب کے اسباق کا مطالعہ کرکے پڑھاتے، دوران اسباق سلف صالحین، اولیائے کرام، اور خصوصاً اپنے مشائخ کے واقعات و مناقب بیان کرتے۔ آپ کے پڑھانے کا اسلوب یہ تھا کہ عبارت کی صرفی نحوی وجوہات بیان کرکے اس کی تحقیق کرتے پھر

طلباء کے سامنے پڑھتے اس کے بعد آپ کے تلمیذ خاص شیخ عبدالوهاب دبس وزیت دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء) اس کو دہراتے۔ جن کتب کا آپ درس دیتے تھے ان میں سے بعض یہ ہیں!

الدر مع حاشیہ ابن عابدین۔ الاشباہ والنظائر۔ ملتقی الابحر۔ الدرر شرح الغرر۔ شروح المنار۔ کشف الاسرار۔ الھدایۃ۔ فتح القدیر (شرح الھدایۃ)۔ تفسیر البیضاوی۔ تفسیر النساوی۔ شرح مشکاۃ المصابیح۔ شرح الاشمونی علی الفیۃ ابن مالک۔ حاشیۃ الصبان علی شرح الاشمونی۔ مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب۔ السراجیہ مع شرحھا، وعلیھا حاشیہ الفناری۔ الحکم العطائیہ۔ السلم لایساغوجی۔ بعض شروح السلم۔ شرح المراۃ للازمیری (فی اصول)۔ شرح القطب علی الشمسیۃ۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

شیخ ابوالخیر میدانی، شیخ عارف الدوجی، شیخ عبدالوہاب دبس وزیت، شیخ عبدالرزاق الحفار، شیخ سعید حمزہ، شیخ عارف الجویجاتی، شیخ سعید البرھانی، شیخ عبالقادر الاسکندرانی، شیخ احمد القاسمی، شیخ شفیق الخولندی، شیخ عبدالحلبی، شیخ عبدالجلیل البھنسی، شیخ مصطفےٰ تقی الدین، شیخ عبدالحمید کیوان، شیخ صبحی قوتلی، شیخ حمدی الاسطوانی السفر جلانی، شیخ سیف الدین الخانی، الستاذ خلیل مردم بک، الستاذ محمد سلیم الجندی، شیخ المقری عبداللہ المنجد۔

درس وتدریس میں مشغولیت کی وجہ سے آپ تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے، چند تالیفات کے نام یہ ہیں۔ فصل الخطاب فی المراۃ ووجوب الحجاب (طبع فی دمشق)، رسالۃ فی مصطلح الحدیث (مخطوط)، الدرر المشورۃ فی الاوراد الماثورۃ، الاقوال المرضیۃ فی الرد علی الوھابیۃ (یہ دونوں کتابیں یکجا ۱۹۰۱ء میں مصر سے شائع ہوئیں، بحوالہ فہرس دارالکتب المصریہ طبع ۱۹۲۴ء ج ۱، ص ۱۶۴)

شیخ عطاء الکسم آفندی ۱۰ رجمادی الاول ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء کو فوت ہوئے اور مفتیٔ دمشق شیخ اسماعیل الحایک کے مقبرہ واقع باب الصغیر میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی قبر پرانوار کے پیچھے دفن ہوئے۔[۱۰]

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر آپ نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''کتاب دولت مکیہ مطالعہ کی، یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن وحدیث واقوال صحیحہ پر مشتمل ہے، مؤلف علامہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام وخواص پر ہمیشہ ہمیش جاری رہے، انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے، اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے طفیل ہماری اوران کی مدد فرمائے اور حسن خاتمہ فرمائے، آمین!''

(ملخصاً) (ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء)[۱۱]

شیخ محمد بن علی آفندی الحکیم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد بن علی بن سعید الشہیر الحکیم رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں صدی کی آخری تہائی میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، آپ کا خاندان علم طب وحکمت میں بہت مشہور تھا، آپ کے والد ماجد اور جد امجد طب قدیم کے شعبہ سے وابستہ اور ماہر تھے، ان بزرگوں کی نسبت سے آپ کا لقب بھی ''حکیم'' مشہور ہوگیا، طلب علم کے لئے حضرت شیخ طاہر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر شیخ بدرالدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور شیخ محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء) وغیرھم کی صحبت اختیار کی، تحصیل علم

کے بعد طریقہ شاذلیہ سے نسبت کی۔

حضرت شیخ الحکیم علیہ الرحمہ نے علم لغت، ادب، انشا پردازی، صرف، نحو، منطق اور علوم عصریہ میں کمال حاصل کیا، دمشق کے مشہور مدرسہ ''الریحانیہ'' میں تدریس کے لئے مقرر ہوئے، تعلیم و تربیت کے اسلوب اور عمدہ طریقہ سے اسباق کی شرح میں منفرد مقام رکھتے تھے، مدرسہ ریحانیہ سے علماء ومشائخ کی ایسی پُر زور جماعت اُٹھی جو کتابِ زمانہ کے مشاہیر میں شمار ہوئے، آپ نے اس مدرسہ کے طلباء کے اذہان وعقول کی خوب آبیاری کی اور انہیں اخلاق فاضلہ کے زیور سے آراستہ کیا، آپ عظیم صاحبِ طرز ادیب اور زمانے کے صلحاء میں سے ایک مربی، حکیم، صابروشاکر عالم تھے، تصانیف میں ''نفحة الروض البليل فی رحلة القدس والخليل'' ۔ ''منظومة فی وصف قريتی منين والذبدانی (۱۳۱۱ھ) مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی۔ [۱۲]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ'' پردرج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''باغ وبہار، بے مثل کتاب الدولتہ المکیہ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، میری معرفت میں اضافہ او، میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی، یہ کتاب مؤلف علاّمہ کے معارف نقلیہ وعقلیہ اور شریعت محمدیہ کے لئے ان کی غیرت پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ہدایت وارشاد کے لئے آفتاب بن کر چمکیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علاّمہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین!''

(ملخصاً) (۱۷رصفر ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) [۱۳]

شیخ عبدالحمید البکری العطار الشافعی الدمشقی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ عبدالحمید بن محمد ادیب البکری العطار الشافعی رحمتہ اللہ علیہ دمشق کے مشہور علماء میں سے تھے، (حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد عرب میں بکری اور ہند میں صدیقی کہلاتی ہے) ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرہ الدحداح میں شیخ البکری العطار رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے۔ [۱۴]

آپ نے امام احمد رضا قادری رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ'' پردرج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''میں ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں سیدالموجودات، اشرف المخلوقات کے دربار میں بقصد زیارت حاضر ہوا تو مجھے حرم شریف کے خدمت گار حضرت علامہ احمد الخطیب طرابلسی نے رسالہ (الدولتہ المکیہ) مطالعہ کرایا، اس رسالے میں مشاہیر علمائے ہند میں سے ایک عالم حضرت علاّمہ مدقق ومحقق، مولیٰ الہمام احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصائل وفضائل واضح طور پر بیان فرمائے ہیں جن میں اہل سنت وجماعت کا کوئی اختلاف نہیں، اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین!'' (ملخصاً) [۱۵]

شیخ محمد عارف بن محی الدین بن احمد الشہیر بالمحملجی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد عارف بن محی الدین بن احمد الشہیر المحملجی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، آپ بلند پایہ ادیب اور عظیم فاضل تھے، آپ کا خاندان ''المحملجی'' کے لقب سے مشہور تھا، کیونکہ سفر حج کے موقع پر شام کا محملی (ریشمی) لباس پہننا ان کا معمول تھا اور ان کا یہ معمول دولت عثمانیہ سے پہلے کا تھا، آپ نے محدث کبیر شیخ بدرالدین حسنی شامی علیہ الرحمہ سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی اور ان سے روایت بھی کرتے تھے، آپ اپنے ہم عصر علماء میں حفظِ حدیث کی وجہ سے ممتاز تھے اور دمشق کے یکتائے زمانہ شاعر و ماہر فاضل علم حدیث تھے، نہایت پرہیزگار اور قول کے سچے تھے۔ آپ نے کثیر تعداد میں مداح نبویہ لکھے۔ آپ نے عالم شباب ہی میں ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں وفات پائی۔ [۱۶]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولته المکیه'' پردرج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''علامہ شہیر شیخ احمد رضا خاں کی تالیف کردہ کتاب الدولتہ المکیہ کی بعض عبارات کو دیکھا، یہ اپنے موضوع پر کافی اور جامع ہے، اس میں اہل حق کے مطابق عقائد کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، ان کا کلام ان کے کمالِ علم پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے ہم کو منتفع فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۰ء) [۱۷]

شیخ محمد سعید القاسمی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد سعید بن قاسم بن صالح بن اسماعیل بن ابن ابی بکر دمشقی الشہیر القاسمی، الحلاق رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۴۳ء میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تربیت والدہ ماجدہ نے کی، مشائخ دمشق سے علوم دینیہ حاصل کئے، آپ شام کے مشہور شاعر، ادیب، مورخ، فقیہ اور عالم و فاضل تھے: ''جامع حسان'' دمشق کے امام و خطیب تھے، کثیر تعداد میں طلباء آپ سے منتفع ہوئے، تصانیف میں ''بدائع الغرف فی الصناعات والحرف'' (آپ نے اس کتاب میں حرف ''سین'' تک لکھا تھا آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ جمال الدین قاسمی نے اسے مکمل کیا)۔ ''تنقیح الحوادث الیومیه للبدیری''. ''سفینته الفرج فیما هب ودب''. الثغر الباسم''۔ ''شعری دیوان، بیت القصید'' مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۵ء میں دمشق میں وفات پائی۔ [۱۸]

تاریخ علماء دمشق میں سن وفات ۱۳۳۵ھ اور ۱۳۳۷ھ لکھا ہے، معجم المولفین از عمر رضا کحالہ اور الاعلام از خیر الدین زرکلی میں تاریخ وفات ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ'' پردرج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

''عالم وعامل، فاضل وکامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطالعہ کی، یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے، مؤلف قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور و فکر کے بعد گروہِ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کر دیا، یہ

عین حق ہے کیونکہ مئولفِ کتاب فضائل، کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں، ان کی فضیلت کا یقین، دشمن ودوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم کو اور ان کو، ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین!'' (ملخصاً)

(۲ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء) [۱۹]

شیخ مصطفےٰ بن احمد آفندی الشطی الحنبلی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

مفتیٔ الحنابلہ، صوفی کامل حضرت شیخ مصطفےٰ بن احمد بن حسن بن عمر بن معروف الشطی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، والد ماجد اور عم محترم کی نگرانی میں پروان چڑھے، شیخ احمد قدومی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم پڑھا، حضرت شیخ سلیم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ الباذرائیہ میں خوش خطی کی تربیت لی، علم فقہ اور علم فرائض اپنے والد ماجد اور چچا محترم سے پڑھا، علم صرف اور علم نحو شیخ سلیم العطار دمشقی علیہ الرحمہ اور شیخ البکری العطار دمشقی علیہ الرحمہ سے حاصل کئے، عمومی اسباق اور موقوف علیہ کی کتب کی تعلیم کے لئے محدث کبیر شیخ بدرالدین الحسنی دمشقی علیہ الرحمہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، ۱۲۹۴ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں منصب خطابت پر فائز رہے، ۱۳۰۰ھ تک محکمہ بزوریہ میں کاتب کی حیثیت سے کام کیا، ۱۳۰۵ھ میں حضرت شیخ محمد لدندراوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر تصوف کی تعلیم حاصل کی اور شام میں آپ کے خلیفہ مجاز نامزد ہوئے، ۱۳۱۶ھ میں والد ماجد کی وفات کے بعد کچھ مدت محکمہ بلدیات میں کام کیا، ۱۳۱۹ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں اپنے شیخ طریقت کے حکم سے مجلس ذکر منعقد کی، ۱۳۲۷ھ میں دو ماہ کے لئے دارالقضاء میں تدریس فرائض سرانجام دیئے، ۱۳۳۱ھ میں اسی جگہ مفتی کے منصب پر فائز ہوئے، اس ذمہ داری کو تاحیات نبھایا، ۱۳۰۵ھ اور ۱۳۰۸ھ میں دو مرتبہ سفر حج کیا۔

آپ کی تصانیف میں ایک رسالہ ملتا ہے جو محمد بن عبدالوھاب نجدی کی تحریک کے رد میں ہے، آپ نے اس رسالہ کا اختتام بحث تصوف سے کیا، یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں بیروت (لبنان) سے طبع ہوا۔ آپ فقیہ، محدث، صاحبِ فضیلت اور نرم وشیریں گفتار رکھتے تھے۔ ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء دمشق میں وفات پائی۔ [۲۰]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

> ''حضرت مئولفِ علامہ نے جو کچھ لکھا ہے، حق وصحیح ہے، اس سے جناب مئولف کی وسعت علمی اور فضل وکمال کا ثبوت ملتا ہے فجز اہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس پر ہم اُس کی حمد بیان کرتے ہیں۔''

(ملخصاً) [۲۱]

شیخ محمود عطار حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمود بن رشید عطار حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں دمشق پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد سے قرآن کریم حفظ کیا، شیخ محمد حلامی نابلسی علیہ الرحمہ، شیخ سلیم عطار علیہ الرحمہ، شیخ بکری عطار

علیہ الرحمہ، شیخ محمد خانی علیہ الرحمہ اور شیخ محمد عطار علیہ الرحمہ سے علم صرف، نحو، منطق، بلاغت وغیرہ کا درس لیا۔ فقہ، اصول فقہ، توحید، تفسیر اور حدیث کا درس شیخ عبدالحکیم افغانی علیہ الرحمہ سے لیا، تقریباً چالیس سال تک امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور مدرسہ دارالحدیث الاشرفیہ دمشق میں محدث شام استاذ شیخ بدرالدین حسنی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیث، اصولِ حدیث، بلاغت، نحو اور منطق کا درس لیا۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن بجراوی مصری علیہ الرحمہ، شیخ سلیم بشری (شیخ الازہر) علیہ الرحمہ، شیخ احمد ابوخطوہ مصری علیہ الرحمہ، شیخ احمد بخیت مطیعی مصری علیہ الرحمہ مفتی مصر (متوفی ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)، شیخ محمد اشمونی علیہ الرحمہ سے سندیں حاصل کیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے علماء نے بھی اسناد عطا فرمائیں۔

شیخ بدرالدین حسنی علیہ الرحمہ کے کمرے سے متصل ایک کمرے میں عرصۂ دراز تک قیام کیا اور ان کے دارالحدیث میں درس حدیث دیا، پھر اردن کے کرک نامی علاقے کے محلہ طنیلیہ میں مفتی مقرر ہوئے، پھر جدہ کے مدرسۃ الفلاح میں تقرری ہوئی، پھر اسی مدرسہ کی شاخ مدرسہ الفلاح بمبئی (ہندوستان) میں مدرس مقرر ہوئے، جامع مسجد اموی دمشق میں بھی مدرس مقرر ہوئے جہاں ہر روز بعد نماز ظہر مسائل شرعیہ بیان کرتے، ان کا ایک حلقہ درس محلّہ کفرسوسیہ دمشق میں بھی ہوا کرتا تھا، آپ نے دمشق کے جنوب میں واقع القدم نامی علاقے میں بھی ایک حلقہ درس قائم کیا جسے مجلس الخمیس کا نام دیا گیا جہاں آپ نے کثیر شاگردوں کی تعلیم و تربیت کی، یہ علمی مجلس تقریباً صبح نو بجے شروع ہوتی جس میں عمائدین شہر ور علماء کرام حاضر ہوتے، اس علمی مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتا، پھر بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس ہوتا، جس میں حدیث کی سند اور شرح بیان فرماتے، خصوصی طور پر امام قسطلانی اور امام نووی کی شرح پر گفتگو ہوتی، اور مجلس کا اختتام سورۂ یٰسین کی اجتماعی تلاوت کے ساتھ ہوتا۔

شیخ محمود عطار علیہ الرحمہ پوری زندگی تدریس سے وابستہ رہے، حتیٰ کہ بیماری کی حالت میں بھی پڑھانا ترک نہیں کیا، درس و تدریس کا عمل اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے چھوڑا۔ بہت سے شاگردوں نے آپ سے اکتساب علم کیا، چند تلانذہ کے نام یہ ہیں۔ شیخ ابوالخیر میدانی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)، شیخ ابراہیم غلابنی علیہ الرحمہ، شیخ عبدالوہاب دبس وزیت علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء)، شیخ محمد سعید البرھانی علیہ الرحمہ، شیخ تاج الدین حسنی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء)۔

آپ کی دو تالیفات کا علم ہوسکا، ا۔ ترجمہ شیخ بدرالدین حسنی، (مخطوطہ دمشق کی لائبریری ''المکتبۃ الظاہریۃ'' میں محفوظ ہے) ۲۔ استحباب القیام عند ذکر ولادت علیہ الصلوٰۃ والسلام، (یہ مفصل مقالہ رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے فتویٰ کی تردید میں ہے، یہ مقالہ پہلے ماہنامہ ''الحقائق'' دمشق، شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں صفحہ ۲۰۱ تا ۲۱۲ پر شائع ہوا، کتابی صورت میں تازہ ایڈیشن ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں دمشق شام سے شائع ہوا۔ اردو اڈیشن رضا اکیڈمی لاہور نے جون ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔

۲۰ رشوال ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں وفات پائی اور باب الصغیر دمشق کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ شیخ محمد بن عبداللہ آل رشید نے اپنی مرتبہ کتاب ''محدث شام العلامہ السید بدرالدین الحسنی رحمہ اللہ

تعالیٰ'' مطبوعہ مکتبہ الامام الشافعی ریاض (سعودی عرب) ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء، ص۱۳ پر سن وفات ۱۳۶۲ھ لکھا ہے۔ آپ کی وفات پر بڑے بلیغ انداز میں مرثیئے کہے گئے، ان میں سب سے خوبصورت بات الاستاذ احمد مظہر اور شیخ محمد بہجت البیطار نے کہی، انہوں نے اپنی گفتگو میں کہا! اے شیخ محمود اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، دمشق کے علماء آپ کے شاگرد ہیں یا آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ [۲۲]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علامہ کی تحقیق وتدقیق کی شہادت ہے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت وجماعت میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس پر مطلع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت وجماعت کے مذہب کی تائید کے لئے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے، آمین!'' (ملخصاً)[۲۳]

شیخ محمد یحییٰ القلعی النقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ یحییٰ بن رشید بن نجیب القلعی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دولت عثمانیہ (ترکی) کے لشکر میں شامل تھے، جب آپ نے دارالافتاء کا منصب سنبھالا تو جیش عثمانی میں شمولیت کی وجہ سے بہت سے علاقوں اور شہروں کا دورہ کرتے رہے، آپ عظیم فقیہ تھے، سلف صالحین کے طرز زندگی اور تعلیمات تصوف کی طرف مائل تھے، آپ کی تصانیف میں ''خطبہ فی الحث علی مساعدۃ المجاھدین'' مشہور ہے، آپ نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں وفات پائی، (تاریخ علماء دمشق)، علامہ شطی کی کتاب ''اعیان دمشق'' کے مطابق آپ کی وفات ۱۳۳۷ھ میں ہوئی، عمر رضا کحالہ نے ''معجم المئولفین'' میں سن وفات ۱۳۳۸ھ لکھا ہے۔ [۲۴]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کی کتاب ''الدولۃ المکیہ'' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے اور تمام پوشیدہ رازوں سے آگاہ فرمایا، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ساری مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچانے کے لئے آپ واسطہ عظمیٰ ہیں، اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو معرفت حاصل ہو، جاہل کو کیا پتا! ......اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!'' (ملخصاً) (۲۱ صفر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) [۲۵]

شیخ محمد یحییٰ المکتبی الحسنی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز عالم، فاضل اجل شیخ محمد یحییٰ بن احمد بن یاسین بن حامد مکتبی حنفی دمشقی المعروف شیخ زیتا رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے علاقہ الشاغور میں ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد فقہ حنفی

کے ممتاز فقیہ اور معروف عابد تھے، جامع مسجد السروجی میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے، وہ ہر سال رجب، شعبان اور رمضان کے مقدس مہینوں میں معتکف رہتے تھے، تقویٰ وورع اور امور دینیہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے ''زمیتا'' کے لقب سے مشہور ہوئے، ''زمیتا'' کے معنی ہیں ''العالم المتمسک'' (یعنی ایسا عالم جو امور دینیہ اور اپنی صحیح رائے پر نہایت مستقل مزاجی سے کاربند ہو۔ المعجم الوسیط، ج ا، ص ۴۰۰۔ یہ کلمہ ''تزمت'' یعنی توقر وتشدد فی دینه اور رأیه سے لیا گیا ہے۔ المعجم الوسیط) شیخ یحییٰ کے والد ماجد نے سات شادیاں کیں لیکن اولاد نرینہ سے محروم رہے، تا آنکہ انہوں نے جب آخری شادی کی تو خواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی، آپ نے ان کو بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا کہ اس کا نام ''یحییٰ'' رکھنا، جب آپ بیدار ہوئے تو نہایت خوش تھے اور اسی وقت اپنی کنیت ''ابو یحییٰ'' کرلی، شیخ یحییٰ مکتبی جب سات برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے اور جب پندرہ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں، ان حالات میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے غلے کی تجارت شروع کی جس سے ان کے لئے وسعت رزق کے دروازے کھل گئے، حتیٰ کہ آپ نے گندم کی خرید وفرخت کے لئے منڈی بنالی۔

ان تجارتی مصروفیات کے باوجود آپ علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے بے حد محبت کرتے، خصوصاً شیخ رشید جبال رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں رہتے، ایک مرتبہ لوگوں سے محدث کبیر شیخ بدرالدین حسنی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر سنا تو وہاں جانے کا شوق پیدا ہوا، گھوڑے پر سوار ہو کر جامع اموی پہنچے، غلام ساتھ تھا اُسے مسجد کے باہر گھوڑے کے پاس چھوڑا اور باوجود شدید ازدہام کے لوگوں میں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں شیخ کے سامنے پہنچ گئے۔

شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ نے ان کو دیکھتے ہی موضوع کا رخ بدل دیا اور تجارت کے متعلق گفتگو شروع کردی، ناپ تول کی کمی بیشی، تجارتی لین دین میں کھوٹ پر ایسا مفصل کلام فرمایا کہ آپ حیران وششدر رہ گئے اور دل شیخ کی عقیدت سے لبریز ہوگیا، واپسی پر شیخ رشید جبال علیہ الرحمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر فرمایا! یہی تمہاری منزل ہے لہذا جلدی کرو، نیز فرمایا! جب علماء سواریوں پر سوار ہوں تو ہمارے امام بدرالدین تیز رفتار براق پر سوار ہوتے ہیں اور یاد رکھو کہ اس وقت اس آسمان کے نیچے ان سے بہتر کوئی نہیں۔

شیخ یحییٰ مکتبی یہ سنتے ہی کوئی بات کئے بغیر چلے گئے اور جا کر اپنے غلام کو آزاد کردیا، بہت فیاضی کی اور انہیں کاروبار میں شراکت دار بنالیا، پھر شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پاس دارالحدیث میں حاضر ہوگئے، شیخ نے دیکھ کر فرمایا! یحییٰ تم نے دیر کردی، بہر حال دیر آید درست آید، آپ نے عرض کی حضور! میں اپنا کام مکمل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں، حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے آپ کو مرحبا کہا اور اپنا خرقہ خاص پہنایا اور اپنے حجرہ کے پہلو میں ایک حجرہ دے دیا، شیخ یحییٰ نے بڑی پختگی سے شیخ کی صحبت کو اپنایا، یہاں تک کہ آپ شیخ کے معتمد خاص ہوگئے، لوگ آپ سے ہی مشاورت کرتے کیونکہ آپ کی رائے شیخ کی رائے کے مطابق سمجھی جاتی، آپ پختگی سے شیخ کی صحبت میں رہے اور شیخ کی محبت آپ کے رگ وپے میں بس گئی۔

شیخ مکتبی بڑے حلیم الطبع، بردبار، معاملہ فہم، صائب الرائے اور معاملاتِ زندگی میں صاحبِ بصیرت انسان تھے، آپ کے اساتذہ نے جب بھی کوئی خدمت آپ کے ذمہ لگائی تو آپ نے اسے احسن

طریقے سے نبھایا، آپ صاحب دل اور منتخب لوگوں میں سے تھے، طلباء پر بے حد شفیق اور علماء کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آتے، کبھی کسی پر ناگواری کا اظہار نہ کرتے اور ہمیشہ لوگوں سے خیر خواہی کی کوشش کرتے۔

شیخ یحییٰ مکتبی نے ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء میں دمشق میں وفات پائی، آپ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے والد کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے اور اگر میرے شیخ کے اہل کوئی اور رائے دیں تو اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ آپ کو حضرت شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔[۲۶]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ'' پردرج ذیل تقریظ تحریر فرمائی!

''مجاور مدینتہ النبی، استاد محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولتہ المکیہ کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائد سلف کے مطابق پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیوب کے متعلق خبر دینا آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابن تیمیہ نے بھی ابواب الصحیح میں ان کا ذکر کیا ہے، کوئی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پر مطلع نہیں کیا کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات اور ہمارے زمانے میں ہمارے استاد شیخ محمد بدرالدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور مسلمانوں کے قلوب کو منور فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو، آمین!'' (۲۲ رصفر ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) [۲۷]

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی الشامی الحنفی النقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ عبدالفتاح بن محمد بن بشیر ابوغدہ حلبی حنفی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد عالم دین تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے، پورا گھرانہ علم وتقویٰ کیا اعلیٰ مثال تھا، آپ کا شجرہ نسب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ گویا آپ قریش کے معروف خاندان بنومخزوم میں سے تھے۔

آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم ''مدرسہ خسرویہ'' حلب میں ۱۹۴۲ء تک تعلیم مکمل کی، حلب میں آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمد راغب الطباخ، شیخ عیسیٰ البیانونی، شیخ ابوالنصر خلف، شیخ احمد الکردی، دمشق میں جن اساتذ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمود العطار (متوفی ۱۳۶۲ھ)، شیخ سید مکی الکتانی (متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء)، شیخ ابوالخیر المیدانی (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)، شیخ سید محمد الھاشمی (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)، شیخ محمد عبدالحی الکتانی المغربی خلیفہ مجاز امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (متوفی ۱۳۸۲ھ)، شیخ محمد عبدالحفیظ الفاسی، شیخ سید احمد الغماری، شیخ

احمد الزرقا، شیخ مصطفیٰ الزرقا، شیخ نجیب سراج الدین۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ ازھر (قاہرہ، مصر) میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۸ء میں تعلیم مکمل کی، جامعہ ازھر میں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمد زاھد الکوثری حنفی (متوفی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء)، شیخ مصطفیٰ صبری، شیخ یوسف الدجوی، شیخ احمد محمد شاکر، شیخ محمد خضر حسین، شیخ عبدالحلیم محمود، شیخ محمود شلتوت شیخ عبدالمجید دراز۔ ۱۹۵۰ء میں جامعہ ازھر ہی سے نفسیات اور اصول تدریس میں اختصاص کیا اور درس وتدریس کا پیشہ اختیار کیا، جب ملک شام کے حالات بگڑ گئے اور بے دین افراد نے اقتدار پر قبضہ کرلیا تو آپ ۱۹۶۷ء میں ریاض (سعودی عرب) آ گئے اور یہاں کئی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، حجاز میں جن شیوخ سے استفادہ کی ان کے نام یہ ہیں، شیخ عبدالقادر شلبی (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء) شیخ محمد یحییٰ امان، شیخ سید علوی المالکی، شیخ حسن مشاط وغیرہ، آپ نے عمر کے آخری دور میں محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض۔ سعودی عرب) میں پڑھایا، حدیث وفقہ کے جید عالم دین تھے، آپ دبلے پتلے، چاق وچوبند اور گورا رنگ تھا، گفتگو نہایت شیریں اور استدلال بہت مظبوط ہوتا تھا، حدیث شریف پڑھاتے وقت آپ کے خوبصورت چہرے پر نور پھیل جاتا اور آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے، آپ رقیق القلب انسان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کے داماد معروف سکالر ڈاکٹر احمد البر الامیری بیان کرتے ہیں کہ شیخ مرحوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے اپنا ایک خوب بیان کیا، میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑے مجلس میں تشریف لائے ہیں، خواب سنتے ہی شیخ پر کپکپی طاری ہوگئی اور زار وقطار رونے لگے۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو ایسا ہی ایک خواب ایک عراقی عالم دین نے سنایا، اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ ابوغدہ سے مصافحہ فرما رہے ہیں، یہ خواب سن کر شیخ رونے لگے اور ہچکی بندھ گئی۔

ڈاکٹر محمد عبدالستار خاں ایم اے پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (بھارت) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ جب تیسری بار حیدرآباد دکن آئے تو ایک محفل میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک سے توسل کا ذکر ہوا تو شیخ (علیہ الرحمہ) نے اس بارے میں درج ذیل دو شعر سنائے۔

ونعل قد خضعنا هيبة لجلالها
ونحن متى نخضع لهيبتها نعل
فضعها باعلى الراس حفظاً وجنةً
حقيقتها تاج و صورتها نعل

ترجمہ۔ یہ برکت والی نعل ہے، ہم اس کے دبدبہ سے سروں کو خم کر دیتے ہیں اور جب ہم اس کی ہیبت سے سرنگوں ہو جاتے ہیں تو ہم سربلند ہو جاتے ہیں۔ تو تم حفاظت اور ڈھال بنا کر اسے اپنے سر پر رکھ لو، درحقیقت یہ تاج ہے اور اس کی صورت نعل شریف کی ہے۔

آپ کی تحقیق کے ساتھ جو کتابیں حلب، دمشق (شام)، بغداد (عراق)، بیروت (لبنان)، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ریاض (سعودی عرب)، طرابلس (لیبیا) اور کویت وغیرہ سے شائع ہوئیں ان کی تعداد ستر کے قریب ہے۔

آپ کی اسناد وروایات کی اجازت پر شیخ محمد بن عبداللہ الرشید حنفی

کی کتاب ''امدادالفتاح باسانید ومرویات الشیخ عبدالفتاح'' ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں مکتبہ امام شافعی، ریاض (سعودی عرب) سے شائع ہوچکی ہے۔

آپ کی اولاد میں تین بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں، کثیر العیال ہونے کی وجہ سے تنگ دست رہتے تھے مگر کتابیں خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ پیٹ کاٹ کر بھی کتاب خریدتے۔

شیخ ابوالفتاح ابو غدہ علیہ الرحمہ کی وفات ۹ر شوال ۱۴۱۸ھ/ ۱۶ر فروری ۱۹۹۷ء کو ریاض (سعودی عرب) میں ہوئی، آپ کو زندگی میں تمنا رہی تھی کہ مرنے کے بعد جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہونے کے لئے قبر کی جگہ مل جائے، آپ کے شاگردوں اور مداحوں کو اس بات کا علم تھا، چنانچہ ریاض میں جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کے جسد خاکی کو ایک خصوصی طیارہ کے ذریعے مدینہ منورہ لے جایا گیا، مسجد نبوی شریف میں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی اور بقیع شریف میں قبر بنی۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی، فاضل جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یوپی۔ بھارت) لکھتے ہیں!

''۲۵ تا ۲۸ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا تھا، سینکڑوں کی تعداد میں مختلف بلاد وامصار کے نمائندے ملکی وغیر ملکی سطح پر اس جشن میں شریک ہوئے، ہندوستان کے بھی سینکڑوں علماء ودانشور شریک جشن تھے، اخبارات ورسائل نے اپنی شہ سرخیوں کے ذریعہ اس کی خوب تشہیر کی۔

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) کے اندر تعلیمی نمائش کا انتظام تھا بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانہ شخصیتوں کے نام اور ان کی اعلیٰ وممتاز ترین تصنیفات فن وار درج تھیں، عقائد وکلام کے نقشے میں ''خالص الاعتقاد'' اور فقہ کے طغرے میں ''النیرۃ الوضیہ'' از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام بھی تھے، امام احمد رضا کا نام پڑھ کر کئی مشاہیر علماء چونک اُٹھے جیسے عہد ماضی کی کوئی بھولی بسری یاد دفعتہً پردہ ذہن پر آگئی ہو، اندازہ ہے کہ ان کے پیش رو علماء نے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے علم وفضل کا ذکر کر کے ان کے دلوں میں احترام وعقیدت کا بیج بو دیا ہو یا خود کہیں ان کی نگاہ سے کوئی تصنیف گزری ہو، کئی علماء نے ''این مجموعۃ فتاواہ'' کہہ کر فتاویٰ رضویہ کی مانگ کی لیکن انہیں بطریقہ احسن کسی دوسری جانب متوجہ کر دیا گیا، ساتھ میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا تھا جو نشان دہی کر سکتا۔

ایک مشہور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ پروفیسر کلیۃ الشرعیہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض (سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسوں کتابوں کے مصنف ہیں اور ایک ممتاز ونمایاں مقام کے مالک ہیں، ان کی شخصیت کا اندازہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ جب ان کی تقریر کی باری آئی تو مقررہ اناؤنسر مولوی محمد رابع حسنی ندوی (مؤلف منشورات والادب العربی وغیرہ) کے بجائے مشہور دیوبندی مولوی منظور نعمانی نے بڑے زور دار انداز میں حاضرین سے ان کا تعارف کرایا۔

کتابوں کے نام دیکھتے ہوئے شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کی نگاہ جب فاضل بریلوی کے نام پر پڑی تو فوراً بول اٹھے ''این مجموعۃ فتاویٰ الامام احمد رضا بریلوی'' ان کے ساتھ ایک نہایت تجربہ کار قسم کے (مولوی) تھے، موقعہ نازک سمجھ کر انہوں نے کہا فتاویٰ رضویہ یہاں موجود نہیں، حسن اتفاق سے ایک صاحب علم بھی ان کے پیچھے تھے انہوں نے موقعہ غنیمت جان کر بتلا ہی دیا کہ (انھا توجد فی ھذہ

الدار) یعنی فتاویٰ رضویہ یہاں کتب خانہ میں موجود ہے، یہ سن کر وہ مولوی صاحب آگ بگولہ ہوگئے اور انہیں ڈانٹ پلا کر وہاں سے رخصت کر دیا۔

کچھ دیر بعد ان صاحب نے مجھے اطلاع دی، میں نے شیخ سے فوراً تفصیلی ملاقات کی کوشش کی اور ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۴۰ کلارک اودھ ہوٹل لکھنؤ میں ڈھائی بجے دن میں پہنچا، ساتھ وہ صاحب بھی تھے، کانفرنس کا آخری دن تھا، تین بجے ان تمام نمائندوں نے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچنا تھا جہاں صدر جمہوریہ ہند جناب فخر الدین علی احمد کے یہاں دعوت کے ایک پروگرام میں شریک ہونا تھا، شیخ دہلی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے، بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ماحضر سے ضیافت کی جو عربوں کی قدیم روایت ہے۔

دوران گفتگو میں نے پوچھا ''سمعت انک تشاق الی مطالعہ مجموعۃ فتاویٰ الشیخ الامام احمد رضا'' میں نے سنا ہے کہ آپ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں، نام سنتے ہی چہرہ دمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں انہوں نے کہا! آپ کے پاس فتاویٰ رضویہ موجود ہے؟ میں نے کہا اس وقت تو نہیں مل سکے گا مگر ان شاء اللہ بہت جلد بذریعہ ڈاک ارسال کر دوں گا۔

میرا دوسرا سوال تھا ''کیف عرفت علمہ وفضلہ'' آپ ان کے علم و فضل سے کیسے متعارف ہوئے، اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور فرمایا! عطر بہر حال عطر ہی ہے کتنا ہی اسے بند شیشی میں رکھا جائے مگر اس کی بھینی بھینی خوشبو اہل ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے، شیخ نے ہمیں بتایا کہ میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی، میں نے جلدی جلدی میں ایک فتویٰ مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔

بہر حال اس وقت میں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی، بھارت) کا عربی میں تعارفی کتابچہ، حاشیہ ''المعتقد المنتقد'' (مطبوعہ استنبول، ترکی) اور ''الدولۃ المکیہ'' از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ایک ایک نسخے پیش کئے اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد فتاویٰ رضویہ آپ تک پہنچ جائے گا، اس کے بعد انہوں نے اپنی دو کتابیں ''صفحات من ممبر العلماء علی شدائد العلم''، ''رسالۃ المسترشدین للحارث المحاسبی'' اور چند عربی رسائل و کتابچے عنایت فرمائے جن پر اپنے قلم سے یہ عبارت لکھی! ''ھدیۃ الی الاخ المحب الحبیب فی اللہ تعالیٰ الشیخ محمد یٰسین اختر الاعظمی نفع اللہ بدینہ وعلمہ واکرمہ بتوفیقہ'' من اخیہ عبدالفتاح ابی غدہ ۱۳۹۵/۱۰/۲۸ھ فی لکھنؤ۔ [۲۸]

شیخ محمد علی مراد الحموی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ محمد علی مراد ثانی بن شیخ محمد سلیم مراد ثانی بن شیخ محمد علی مراد اوّل بن شیخ محمد سلیم مراد اوّل بن مراد آغا رحمہم اللہ تعالیٰ، ربیع الاوّل ۱۳۳۶ھ/ ۱۸ فروری ۱۹۱۸ء کو شام کے مشہور حماہ میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز اپنے چچا شیخ محمد نجیب مراد اور اپنے والد کے چچا شیخ حسن مراد کے علاوہ شیخ حسن دندشی شحنہ کی شاگردی سے کیا، ۱۹۲۸ء میں حماہ کے اسکول میں داخلہ لیا جہاں پانچ سال تعلیم پائی، ۱۹۳۳ء میں اپنے چچا زاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ساتھ حماہ کے مدرسہ شرعیہ میں داخلہ لیا، یہاں شیخ محمد توفیق الصباغ شیرازی صدر

جماعت العلماء حماۃ اور شیخ محمد زا کی دندشی وغیرہ علماء سے تین سال تعلیم حاصل کی، اس دوران شہر کی مساجد میں قائم مدارس میں مراد خاندان کے علماء بالخصوص اپنے والد کے چچا شیخ احمد مراد کے حلقہ درس میں بھی پڑھتے رہے اور ساتھ ہی تدریس، امامت اور خطابت شروع کی، ۱۹۳۶ء میں مدرسہ شرعیہ حماہ سے فراغت کے بعد مدرسہ خسرویہ حلب میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا، قبل ازیں اس مدرسہ میں قطب شام شیخ محمد الحامد حموی، شیخ عبداللہ الحلاق، شیخ صالح نعمان اور شیخ محمد سیادی مراد جیسے اکابر علماء حماہ تعلیم پا چکے تھے۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول تعلیم کے لئے حلب جانے کے ارادے سے اپنے والد ماجد کو باخبر کیا تو وہ اپنے فرزند کو دوسرے شہر بھیجنے پر متردد ہوئے، آپ نے یہ معاملہ مرشد کامل شیخ محمد ابوالنصر خلف حمصی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا، ان کے حکم پر آپ کے والد آپ کو حلب بھیجنے پر رضامند ہوگئے، ادھر مدرسہ خسرویہ نے ملک کے مختلف علاقوں کے طلبہ کے لئے آبادی کے تناسب سے نشستیں مقرر کر رکھی تھیں، اس لئے شیخ محمد علی مراد کو داخلہ لینے میں دقت پیش آئی، اتفاق سے ان دنوں شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی حلب کے دورہ پر تھے، ایک دن شیخ موصوف اور مقامی علماء ومشائخ کو شیخ عیسیٰ بیانونی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا، شیخ محمد ابوالنصر اس دعوت میں شیخ محمد علی مراد کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں پر موجود مدرسہ خسرویہ کے صدر مدرس شیخ مصطفی باقو سے آپ کا تعارف کرایا کہ یہ حماہ میں سکونت پذیر علم وفضل میں معروف خاندان کے فرد ہیں، لہٰذا اس اہم خاندان کے طالب علم کو اپنے مدرسہ میں ضرور داخلہ دیں، چنانچہ آپ کو مدرسہ خسرویہ کے داخلہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی، مؤرخ حلب شیخ محمد راغب الطباخ ممتحن تھے، آپ نے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح آپ کو شام کے سب سے اہم مدرسہ میں داخلہ مل گیا، شیخ ابوالفتاح ابوغدہ حنفی اور شیخ فوزی فیض اللہ حلبی پہلے سے وہاں زیر تعلیم تھے، شیخ محمد علی مراد ان کے حلقہ احباب میں شامل ہوئے، ان علماء ومشائخ کے درمیان یہ تعلق ان کی وفات تک استوار رہا، اس مدرسہ میں آپ نے شیخ مصطفی باقو، شیخ عبداللہ حماد شافعی، شیخ امین اللہ عیروخی حنفی (متوفی ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)، شیخ سعید الحمال، شیخ محمد اللبابیدی حنفی اور شیخ محمد اسعد العجی شافعی سے مختلف علوم اخذ کئے۔ ۱۹۳۷ء میں جبکہ آپ یہاں دوسرے تعلیمی سال میں تھے، آپ پر مرض سل نے شدید حملہ کیا، یہ اطلاع آپ کے گھر پہنچی تو آپ کے والد آپ کو واپس حماہ لے آئے جہاں طویل عرصہ کے بعد آپ شفایاب ہوئے۔

صحت یاب ہونے کے بعد آپ نے تعلیم کا سلسلہ پھر سے شروع کیا اور حماہ کے اکابر علماء شیخ احمد مراد، شیخ محمد زا کی دندشی وغیرہ کی شاگردی میں اپنی توجہ حصول تعلیم پر مرکوز کردی، تا آنکہ ۱۹۴۴ء میں جامعہ الازہر میں داخلہ لینے کا قصد کیا، آپ کے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد پہلے ہی وہاں زیر تعلیم تھے، ادھر آپ کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور شیخ فوزی فیض اللہ حلبی بھی اسی برس مدرسہ خسرویہ سے فارغ التحصیل ہوکر مزید تعلیم کے لئے جامعہ الازہر جاچکے تھے، چنانچہ تینوں دوستوں نے جامعۃ الازہر کے داخلہ امتحان میں شرکت کی اور کامیاب ہوئے، شیخ محمد علی مراد نے شریعت کالج سے رجوع کیا، ۱۹۴۵ء میں تعطیلات گزارنے وطن آئے تو آپ کی شادی آپ کے چچا شیخ محمد ظافر مراد علیہ الرحمہ کی بیٹی سے انجام پائی، قاہرہ واپسی پر آپ اہلیہ کو بھی ساتھ لیتے گئے اور وہاں مکان کرایہ پر لے کر پھر سے تعلیم جاری رکھی۔

شیخ محمد الحامد نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ جو قبل ازیں جامعہ الازھر میں تعلیم پا چکے تھے کے توسط سے شیخ محمد علی مراد قیام قاہرہ کے ابتدائی ایام میں ہی وہاں کے اہم علماء و مشائخ، ''غوث العباد'' جیسی اہم کتاب کے مصنف، مسجد سیدہ زینب کے خطیب شیخ مصطفیٰ حمامی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، امام جلیل شیخ محمد زاھد الکوثری حنفی نقشبندی، عارف باللہ شیخ صاحب تصانیف شیخ عبدالخالق البشراوی خلوتی شافعی (متوفی ۱۳۶۶ھ)، محدث جلیل و صاحب تصانیف کثیرہ شیخ عبداللہ صدیق الغماری مراکشی (متوفی ۱۹۹۲ء) رحمہم اللہ تعالیٰ سے متعارف ہو چکے تھے۔

اس علمی ماحول میں شیخ محمد علی مراد نے تعلیم کا دوسرا سال مکمل کیا اور موسم گرما کی تعطیلات گھر پر گزارنے کے لئے اپنے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ہمراہ وطن جانے کی تیاری شروع کی، اسی دوران یونیورسٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ طلباء و علماء کا ایک وفد اس برس حج و زیارت کے لئے جائے گا، لہذا جو لوگ اس میں اپنا نام درج کرانا چاہتے ہیں وہ دفتر سے رابطہ کریں اور اگر ان کا نام منتخب ہو گیا تو انہیں چھٹیوں کے دوران بذریعہ تار ان کے گھروں میں مطلع کیا جائے گا، شیخ محمد علی مراد نے اس سفر کے لئے نام درج کرایا اور خود اپنے شہر حماہ آ گئے، کچھ ہی دنوں بعد آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ کو یونیورسٹی کے حج وفد میں شامل کر لیا گیا ہے، لہذا ضروری کاغذات کی تیاری کے لئے رجوع کریں، جب کہ اس سفر کے نصف اخراجات آپ کے ذمہ ہوں گے، جامعہ الازھر کے اس حج وفد میں کل چھ طلباء شامل تھے جن میں پانچ مصری نژاد تھے، نیز سولہ اساتذہ بھی وفد کے ساتھ تھے، شیخ محمد زاھد الکوثری کے سوانح نگار شیخ احمد خیری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۷ھ) بھی اس وفد میں شامل تھے۔

الغرض ۱۹۴۶ء میں جامعہ الازھر کا یہ وفد شیخ الازہر شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق (متوفی ۱۹۴۷ء) کی سربراہی میں حج پر روانہ ہوا، اسی برس حماہ سے شیخ محمد الحامد اپنی اہلیہ اور کمسن بیٹے شیخ محمود الحامد کے ہمراہ حج و زیارت پر آئے ہوئے تھے، شیخ محمد علی مراد نے مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات کی اور اس شہر مقدس میں آپ سے استفادہ کیا، حج کے بعد شیخ محمد علی مراد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضۂ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی بار حاضری دی۔

ان دنوں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی عربی تالیف ''حسام الحرمین'' کے مقرظ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء) مدینہ منورہ میں فقہاء احناف کے سرتاج تھے، شیخ محمد علی مراد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے استفادہ کیا اور سند اجازت حاصل کی، آپ حج کے بعد واپس قاہرہ آ کر حصول تعلیم میں مشغول ہو گئے اور ۱۹۴۸ء میں شریعت کالج جامعہ الازھر سے فارغ التحصیل ہو کر واپس اپنے وطن حماہ آ گئے۔

حماہ میں تدریس و افتاء اور امامت و خطابت میں اپنے بزرگوں کی معاونت کرتے رہے، آپ کا ارادہ تھا کہ اب مسجد سے وابستہ رہ کر دین کی خدمت جاری رکھوں گا کہ اسی دوران شام کی وزارت تعلیم نے اساتذہ کی ضرورت کا اشتہار شائع کیا، شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو حکم دیا کہ دمشق جا کر وزارت تعلیم کے انٹرویو میں شرکت کریں، لیکن شیخ محمد علی نے آپ سے معذرت کر دی، شیخ محمد الحامد نے فرمایا کہ سرکاری مدارس میں طلباء کی دینی رہنمائی کے لئے علماء کی ضرورت ہے، لہذا آپ اس میدان میں قدم بڑھائیں، چنانچہ آپ کے اصرار پر شیخ محمد علی مراد نے یہ معاملہ اپنے اور شیخ محمد

الحامد کے شیخ طریقت شیخ محمد ابوالنصر خلف کی خدمت پیش کیا اور پھر ان دونوں مشائخ کے حکم پر آپ نے انٹرویو دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ آپ اور آپ کے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد اکٹھے دمشق پہنچے، وہاں پر شیخ وھبی سلیمان غاوجی بھی انٹرویو کے لئے آئے ہوئے تھے، بعد ازاں جن کی شادی شیخ محمد علی مراد کی ہمشیرہ سے ہوئی، الغرض یہ تینوں علماء وزارت تعلیم کے تحت تدریس کے لئے منتخب کر لئے گئے، شیخ محمد بشیر مراد کو دیرالزور میں، شیخ وھبی سلیمان اور شیخ محمد علی مراد کو حلب میں تعیناتی کے احکامات ملے۔

شیخ محمد علی مراد حلب کے اسکول میں طلباء کو قرآن مجید کی تعلیم حفظ وناظرہ، تجوید، توحید، فقہ، تفسیر اور حدیث کے موضوعات پر تعلیم دینے لگے، اس شہر میں ملازمت کا ایک روشن پہلو یہ تھا کہ شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی اپنے وطن حمص سے اکثر دورہ پر حلب تشریف لاتے، شیخ محمد علی مراد آپ کی مجالس میں حاضر رہتے اور رشد وہدایت، وعظ وتذکیر کا کام آپ کی سرپرستی میں انجام دیتے رہے، چند ماہ بعد موسم گرما کی تعطیلات میں شیخ ابوالنصر رحلت فرما گئے۔ شیخ محمد علی مراد ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک دو برس حلب میں تعینات رہے پھر آپ کا تبادلہ حماہ میں کر دیا گیا، جہاں آپ مختلف مدارس میں خدمات انجام دیتے رہے اور لاتعداد تشنگان علم نے آپ سے ظاہری وباطنی علوم میں استفادہ کیا، تیس برس بعد ۱۹۸۰ء میں آپ حماہ سے ہی ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

۱۹۵۴ء میں آپ نے دوسری بار حج وزیارت کی سعادت حاصل کیا اور دیکھا کی اکثر حجاج کے لئے حج چونکہ ایک نئی عبادت ہوتی ہے، قبل ازیں اس کے مناسک سے ان کا واسطہ نہیں ہوتا، لہٰذا وہ حج کی ادائیگی صحیح طور نہیں کر پاتے، چنانچہ شیخ محمد علی مراد ہر سال حج کے مہینوں میں حماہ کی جامع مسجد کے خطبۂ جمعہ میں عمرہ اور حج وزیارت کے مسائل بیان کرتے، پھر رات کو مسجد میں مسائل حج کے لئے خصوصی مجلس منعقد کرتے، یہ سلسلہ جاری رہتا حتیٰ کہ اس برس حج پر جانے والوں کو ضروری مسائل حفظ ہو جاتے، پھر ہر سال آپ خود حج کے لئے روانہ ہوتے اور راستہ میں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، مسجد الحرام، عرفات، منیٰ ہر مرحلہ پر حجاج کی رہنمائی کرتے، آپ نے یہ سلسلہ حماہ سے ہجرت تک مسلسل جاری رکھا اس طرح لاتعداد حجاج نے آپ کی رہنمائی میں مناسک حج وزیارت ادا کئے، آپ نے ۳۵ سے زائد حج کئے۔

اسی دوران شیخ محمد علی مراد'' جماعت رابطہ علماء شام'' کی طرف سے حماہ شہر صدر بنائے گئے، ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں شام بھر کے اکابر علماء ومشائخ نے باہم رابطہ، شرعی احکامات کی توضیح وتشریح پر متفقہ قرار دادیں منظور کرنے، جدید مسائل پر غور وخوض، فتویٰ کے اجراء، امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے کوشش اور سیاسی امور میں رہنمائی کے لئے علماء کی ایک جماعت ''رابطۃ العلماء'' قائم کی۔ دمشق کے عالم جلیل وعارف کامل شیخ محمد ابوالخیر المیدانی حنفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) اس کے پہلے مرکزی صدر بنے اور ان کی وفات کے بعد صاحب ''رسالۃ المستطرفۃ'' شیخ الاسلام محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۶ء) کے فرزند جلیل مفتیٔ مالکیہ شام شیخ سید محمد مکی کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) اس کے دوسرے مرکزی صدر ہوئے، اس جماعت نے ۱۴؍ جولائی ۱۹۵۰ء کو ایک قرار داد منظور کی جس میں شام کا نیا آئین بنانے کی پیش کش کی اور ۱۹۵۷ء میں ملک گیر سطح پر علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی جس میں الجزائر میں فرانس کے قتل عام پر تشویش کا

اظہار کیا اور اس کی تحقیق وحل پر زور دیا، اس جماعت نے اس نوعیت کے متعدد اقدامات کئے، جب (نصیری شیعہ فرقہ کے) حافظ الاسد برسر اقتدار آئے تو ان کی حکومت نے اس جماعت کو منتشر کر دیا۔

شیخ محمد علی مراد حماہ شہر میں محافل درود شریف کے داعی وسرپرست بھی تھے، ان محافل کا آغاز دمشق شہر کے عالم کبیر وولیٔ کامل شیخ محمد عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (پ۱۸۷۲ء۔ ف۱۹۶۵ء) نے کیا، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ ابدال شام میں سے تھے، آپ عارف کامل امام یوسف بن اسماعیل نبھانی فلسطینی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) کے اہم شاگرد تھے، شیخ محمد عارف عثمان دمشقی علیہ الرحمہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق تھے، آپ نے تقریباً تیس حج کئے اور اس دوران زیادہ اوقات مدینہ منورہ میں مقیم رہتے، جہاں روضۂ اقدس کے پاس بیٹھ کر عبادت میں مصروف رہتے، آپ کو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے ہر پیر کو محفل درود شریف کا اہتمام کیا کرتے تھے، اس محفل کا آغاز آپ نے اس طرح کیا کہ دمشق میں موجود آپ کے احباب علماء ومشائخ میں سے کسی ایک کے گھر یہ محفل پیر کے دن منعقد کی جاتی، بعد میں یہ محفل مسجد میں ہونے لگی، دمشق کی مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں پیر کے دن بعد نماز فجر آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی، جس میں دمشق کے اکابر علماء ومشائخ شیخ محمد ہاشمی مالکی حسنی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ یحییٰ الصباغ رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ محمد سعید برھانی نقشبندی شاذلی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۷ء) شیخ عبد الوہاب صلاحی رشیدی حسینی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۲ء) اور ان کے احباب، شاگرد ومریدین شرکت کرتے تھے، کچھ ہی عرصہ بعد یہ محفل درود شریف دمشق کی اہم مساجد میں بیک وقت مختلف علماء ومشائخ کی سرپرستی میں منعقد ہونے لگی، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ کی سعی سے یہ مبارک سلسلہ دمشق سے باہر دوسرے شہروں تک پھیلتا چلا گیا، بالخصوص حمص اور حماہ شہروں میں ان کا وسیع اہتمام ہونے لگا، حماہ میں یہ محفل درود شریف شیخ محمد علی مراد کی سرپرستی میں منعقد ہوتی تھی، پھر عمر بھر آپ جہاں بھی مقیم رہے اس محفل کو جاری رکھا۔

اس محفل درود شریف کا طریقہ یہ رکھا گیا کہ سب سے پہلے تمام حاضرین میں تسبیح تقسیم کی جاتیں جس پر انہیں درود شریف ''اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و آلہ وسلم'' پڑھنے کی دعوت دی جاتی، اس طرح اجتماعی طور پر ایک لاکھ بار درود شریف پڑھا جاتا، پھر اسماء الحسنیٰ سے وسیلہ پر مشتمل امام یوسف بن اسماعیل نبھانی علیہ الرحمہ کا منظوم قصیدہ ''المزدوجۃ الغراء فی الاستغاثۃ باسماء اللہ الحسنیٰ'' اور امام بوصیری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۶۹۶ھ) کا قصیدہ بردہ سب حاضرین مل کر بلند آواز سے پڑھتے، اس کے بعد ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' اور ''یالطیف'' مقررہ تعداد میں پڑھے جاتے، پھر محفل کے سربراہ اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۃً پیش کرتے، اس کے بعد نعت خواں حضرات مولود پڑھتے، جس کے آخر میں سب حاضرین کھڑے ہو جاتے اور صوفیاء شاذلیہ کے طریقہ پر باآواز بلند اجتماعی صورت میں ذکر اللہ کیا جاتا اور اسی پر یہ محفل اختتام پذیر ہوتی۔

شیخ محمد علی مراد رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ آپ حماہ میں شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے زیر اہتمام جامع مسجد میں خطبہ دیا کرتے، اسی مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر درس کا سلسلہ بھی جاری تھا،

جس میں شیخ محمد علی مراد، شیخ عبدالحمید طہماز، شیخ محمود الریاحی ان تینوں علماء میں سے جس کو شیخ محمد الحامد حکم دیتے وہ اس روز درس دیتے، موسم گرما کی تعطیلات میں اس کا دورانیہ بڑھا دیا جاتا اور اس میں حاضرین کی تعداد بھی بڑھ جاتی، یہ سلسلہ ۱۹۶۹ء میں شیخ محمد الحامد کی وفات تک جاری رہا، اس کے بعد شیخ محمد علی مراد نے درس وتدریس، وعظ وتذکیر کا کام آپ کی خانقاہ پر شروع کیا جو دس برس سے زائد جاری رہا اور اپنے عروج پر پہنچا۔ حافظ الاسد حکومت سے اہل سنت کی یہ بیداری زیادہ عرصہ تک برداشت نہ ہوسکی اور ۱۹۸۰ء میں اس خانقاہ پر بلڈوزر چلا کر شیخ محمد الحامد کے مزار سمیت تمام عمارات کو ملبہ کا ڈھیر بنادیا اور جگہ کو سرکاری تحویل میں لے کر وہاں تجارتی مرکز تعمیر کردیا گیا اور ملحقہ مسجد کو محکمہ اوقاف کے سپرد کردیا گیا۔ اس پر شیخ محمد علی مراد سرکاری ملازمت سے الگ ہوگئے اور ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء میں ظلم وستم کی اس فضا سے اہل وعیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، حماہ میں حکومت کی برپا کردہ کشیدگی بدستور جاری رہی، حتیٰ کہ ۱۹۸۲ء میں نہ صرف شیخ محمد بشیر مراد کو غائب کردیا گیا بلکہ اس شہر میں دس ہزار سے زائد افراد قتل کئے گئے، اور شہر حماہ جو تین عشرہ قبل علم وروحانیت کا مرکز تھا، آج وہاں حکومت نے ایک بھی عالم ومربی کا وجود باقی نہیں چھوڑا۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول علم کے لئے عمر بھر اپنا دامن پھیلائے رکھا اور تصوف ودیگر اسلامی علوم میں دنیا بھر کے بہت سے علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ ابوالنصر خلف حمصی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کے فرزند وجانشین شیخ عبدالباسط خلف نیز شیخ ابوالنصر کے اہم خلفاء قطب شام شیخ محمد الحامد حموی رحمۃ اللہ علیہ اور ۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو شیخ عبد الرحمٰن بن محمد عبدالفتاح السباعی حمصی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے۔

الشیخ محمد علی مراد عن شیخ عبدالرحمٰن سباعی والشیخ محمد الحامد والشیخ عبدالباسط خلف عن الشیخ محمد ابوالنصر خلف عن بقیۃ السلف الشیخ محمد سلیم خلف (متوفی ۱۳۲۸ھ) عن العارف الربانی الشیخ احمد طورزقلی ترکمانی حمصی عن الشیخ خالد ضیاء الدین کردی عثمانی (متوفی ۱۲۴۲ھ) عن الشیخ عبداللہ دہلوی عن الشیخ مظہر جان جاناں شہید عن الشیخ نور محمد بدوانی عن الشیخ محمد سیف الدین عن الشیخ محمد معصوم عن الامام الربانی الشیخ احمد فاروقی سرھندی نقشبندی رحمھم اللہ تعالیٰ۔

شیخ احمد مراد نے ۲۹ رمضان ۱۳۶۱ھ کو آپ کو فقہ حنفی وعلم حدیث میں سند روایت اور بعد ازاں تمام سلاسل تصوف بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ میں سند اجازت عطا کی۔ حماہ میں واقع خانقاہ رفاعیہ کے سجادہ نشین شیخ محمود الشقفۃ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) نے آپ کو مکہ مکرمہ میں سلسلہ رفاعیہ اور حماہ میں سادات خاندان کے نقیب شیخ محمد مرتضیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ میں خلافت عطا کی، نیز صاحب حاشیہ درمختار علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے علامہ احمد عابدین کے پوتے مفتی شام علامہ سید محمد ابوالیسر عابدین حنفی دمشقی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۱ء)، فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب دبس وزیت دمشقی گیلانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء)، ترکی زبان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات ''الروض الناضر الوردی فی ترجمۃ الامام الربانی السرھندی'' کے مصنف فقیہ حنفی شیخ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ،

محدث اعظم مراکش وصاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید عبداللہ صدیق الغماری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۳ھ)، امام جلیل علامہ سید علوی مالکی مکی رحمتہ اللہ علیہ جیسے عالم عرب کے اکابر علماء ومشائخ سے شیخ محمد علی مراد رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی کے مختلف ادوار میں استفادہ کیا۔

۱۳۲۳ھ میں مجدد العصر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو مکہ مکرمہ میں مراکش کے عارف کامل، محدث، محقق، مؤرخ علامہ سید عبدالحی کتانی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) نے فاضل بریلوی سے مختلف علوم میں اجازت وخلافت حاصل کی، فاضل بریلوی کی عربی تصنیف "الاجازات المتینه لعلماء بکته والمدینته" اور علامہ کتانی کی دو تصانیف "فهرس الفهارس والاثبات" اور "منح المنته فی سلسلته بعض کتب السنته" میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، ربیع الاول ۱۳۷۴ھ میں علامہ سید عبدالحی کتانی نے شیخ محمد علی مراد اور ان کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو علم حدیث میں مشترکہ سند عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ محمد علی مراد کے درمیان حجاز مقدس میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں، تعلقات استوار ہوئے اور باہم مراسلت رہی، ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء میں مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی سفر حج وزیارت سے واپس تشریف لائے تو برصغیر میں تقسیم کے باعث قتل وغارت برپا تھی، آپ اپنے اہل وعیال کی خیریت سے بے خبر رہے، ادھر آنکھوں کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ جب ان مصائب سے نجات ملی تو آپ حسب معمول عالمی تبلیغی دورہ پر چلے گئے، سنگاپور پہنچ کر ۱۳۶۸ھ میں شیخ محمد علی مراد کو حماہ کے پتہ پر خط لکھا جس میں مراسلت میں تاخیر کے مذکورہ اسباب کا ذکر کیا نیز اپنے دورہ کی تفصیلات سے مطلع کیا، مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی نے شیخ محمد علی مراد کو ۸/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ کو مختلف علوم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، عقلی ونقلی علوم، سلسلہ قادریہ وغیرہ میں سند اجازت وخلافت عطا فرمائی اور اس میں آپ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا!

"الاخ الکریم العالم الجلیل والفاضل النبیل الشاب الصالح الشیخ محمد علی المراد حفظه اللّٰه"

۲۳/ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ/۲۲/اگست ۱۹۵۴ء بروز اتوار بعد نماز ظہر مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے مدینہ منورہ میں وفات پائی تو شیخ محمد علی مراد مدینہ منورہ میں موجود تھے، آپ جمعہ کے دن اپنے مرشد کی خیریت دریافت کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر ہفتہ کی شام دوبارہ آپ کی عیادت کی اور جب اگلے روز اتوار کے دن آپ نے وفات پائی تو شیخ محمد علی مراد مسجد نبوی شریف میں موجود تھے، اطلاع ملنے پر سیدھے آپ کی اقامت گاہ واقع نزد باب السلام پہنچے، آپ کے غسل اور تجہیز وتکفین میں شرکت کی پھر آپ کی دست بوسی کی، اسی روز مغرب سے ایک گھنٹہ قبل مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اس کے بعد آپ کی چارپائی روضہ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے جائی گئی، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضری دینے کے بعد باب جبریل سے باہر لے جاکر جنت البقیع پہنچائی گئی، جہاں آپ کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۸ء) اور شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی رحمتہ اللہ علیہ کی

قبور سے ملحق اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبور سے شمالی جانب مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی تدفین عمل میں آئی[۲۹]، پھر شیخ محمد علی مراد نے قبر پر تلقین کی اور تیسرے دن قل کے موقع پر باب مجیدی کے قریب حضرت شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ کے گھر قرآن خوانی کی مجلس منعقد ہوئی، شیخ محمد علی مراد ۱۳/ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ کو حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری، مارہروی رحمتہ اللہ علیہ کے ارادت مند پیر محمد شمس الضحیٰ نے شیخ محمد علی مراد کو دلائل الخیرات شریف کی تحریری سند عطا فرمائی۔

شیخ محمد علی مراد کا سلسلہ روایت وطریقت ایک واسطہ اور تین طرق سے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے!

"الشیخ محمد علی المراد عن مولانا الشیخ ضیاء الدین احمد القادری المدنی و مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری المدنی ومحدث المغرب علامہ الشیخ سید محمد عبدالحی الکتانی المراکشی عن الامام الشیخ احمد رضا خاں قادری محدث، بریلوی رحمھم اللّٰہ تعالیٰ"۔

۱۴۰۱ھ تک شیخ محمد علی مراد نے جن علماء ومشائخ سے استفادہ کیا تھا، شام نعت گو شاعر شیخ ضیاء الدین صابونی شاعر طیبہ نے ان علماء ومشائخ کے اسمائے گرامی کو ۱۴۸ اشعار کی صورت میں قصیدہ میں منظوم کیا، اس میں مولانا عبدالعلیم صدیقی، مولانا ضیاء الدین مدنی اور مولانا حبیب الرحمٰن قادری کا ذکر ہے۔

شیخ محمد علی مراد، فقیہ حنفی، مدرس، مربی ومرشد اور عاشق رسول ﷺ تھے، آپ نے تصنیف وتالیف کی بجائے تدریس وتربیت پر زیادہ توجہ دی، آپ نے دو تین مختصر کتب تصنیف کیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ شیخ ناصر البانی (متوفی ۱۹۹۹ء) نے قیام دمشق کے دوران مسلک اہل سنت وجماعت، تقلید امام اعظم اور تعلیمات تصوف اسلامی کو خیر باد کہہ کر وہابیت اختیار کر کے اس کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے علماء شام نے ہی زبان وقلم سے ان کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا ازالہ کیا، شیخ البانی نے ترک تقلید کی مہم چلائی تو شیخ عیسیٰ بیانونی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند عالم جلیل شیخ احمد عزالدین بیانونی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) کی خواہش پر شیخ محمد الحامد حموی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۶۸ء میں تقلید کے جواز پر مختصر مگر جامع کتاب "لزوم اتباع مذاهب الائمة حسما للفوضى الدينية" لکھی جس پر شیخ محمد علی مراد نے تائیدی دستخط کئے، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ علاوہ ازیں شیخ عبدالحمید طہماز حنفی نے شیخ محمد الحامد کے سوانح حیات پر کتاب مرتب کرنے کا تہیہ کیا تو شیخ محمد علی مراد نے مواد کی فراہمی میں ان کی بھرپور مدد کی، یہ کتاب ''شیخ محمد الحامد رحمتہ اللہ علیہ'' کے نام سے مکتبہ دار القلم دمشق نے ۱۹۷۰ء میں شائع کی، شیخ محمد علی مراد نے مسلک اہل سنت کی تائید میں لکھی گئی دیگر مصنفین کی بعض کتب کی اشاعت میں مالی معاونت کی۔

فضیلۃ الشیخ مفتی محمد علی مراد اس دور میں عالی اسناد کے حامل معدودے چند علماء میں سے تھے، لہٰذا آپ سے لاتعداد اہل علم نے سند روایت حاصل کی، آپ سے خلافت پائی یا آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، آپ سے اخذ کرنے والے چند مشاہیر کے اسماء

گرامی یہ ہیں۔

☆ محدث حجاز، عارف کامل، صاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید محمد بن علوی مالکی حسنی، مکہ مکرمہ (متوفی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

☆ سلسلہ شاذلیہ کے معروف پیر طریقت شیخ محمد ھشام بن شیخ محمد سعید برھانی حنفی، دمشق

☆ محقق، مبلغ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین نقشبندی شافعی کردی مصری، استاد جامعہ الازہر قاہرہ (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء)

☆ محدث، محقق علامہ شیخ ڈاکٹر احمد معبد عبدالکریم مصری، استاد جامعہ الازہر قاہرہ

☆ علامہ فقیہ شیخ وھبی سلیمان غاوجی حنفی دمشقی، استاد جامعہ شارجہ

☆ علامہ ڈاکٹر محمد فواد البرازی، حماہ

☆ محدث، محقق علامہ شیخ احمد مختار رمزی حنفی مصری، قاہرہ

☆ ڈاکٹر محمد توفیق مخزومی، دمشق

☆ علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، علامہ سید محمد حمزہ الکتانی، دمشق

☆ محدث جلیل علامہ سید عبدالعزیز الغماری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء) کے فرزند علامہ سید عبدالمغیث الغماری، مراکش

☆ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ سلمان ابوغدہ حنفی

☆ علامہ محدث فقیہ سید ابراہیم الخلیفۃ حسنی شافعی الاحسائی

☆ علامہ شیخ احمد مہدی حداد حنفی، حلب

☆ محقق شیخ الروایۃ شیخ محمد بن عبداللہ الرشید حنفی، مصنف ''امداد الفتاح''

☆ محقق، شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، استاد جامعہ نظامیہ رضویہ، لاھور

☆ آپ کے فرزند وحید شیخ محمد سلیم مراد ثالث (امام وخطیب ریاست العین)

شیخ محمد علی مراد کی شادی اپنے چچا شیخ محمد ظافر مراد علیہ الرحمہ کی دختر سے ہوئی، جن سے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے، آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد ثالث نے دینی علوم کی تکمیل کی اور اب متحدہ عرب امارات کی ریاست العین میں امام وخطیب ہیں، شیخ محمد علی مراد ہجرت کے بعد اپنی اہلیہ سمیت مستقل طور پر مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے، لیکن آپ کے فرزند اور متعدد عزیز واقارب متحدہ عرب امارات کی مختلف ریاستوں میں مقیم تھے، جیسا کہ آپ کے ایک بھائی شیخ عبدالقادر مراد راس الخیمہ میں مدرس، دوسرے بھائی محمد انس مراد الفجیرہ میں، آپ کی اہلیہ کے بھائی حافظ رضوان مراد دبئی میں اور آپ کے بہنوئی شیخ وھبی سلیمان غاوجی شارجہ میں تھے، اس لئے ان سب کے اصرار پر آپ موسم گرما کی تعطیلات میں ہر سال مدینہ منورہ سے عرب امارات تشریف لے جاتے۔

معلوم رہے کہ شیخ وھبی سلیمان غاوجی حنفی البانی ثم الدمشقی حفظہ اللہ تعالیٰ متعدد کتب کے مصنف ہیں جیسا کہ ۹۴ صفحات پر مشتمل آپ کی تصنیف ''کلمۃ علمیۃ ھادیۃ فی البدعۃ واحکامھا'' اپنے موضوع پر اہم کتاب ہے، جس میں بدعت کی تعریف، اقسام اور ان کے بارے میں شرعی احکامات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، اس کا پہلا اڈیشن ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۱ء میں مکتبہ امام مسلم بیروت لبنان نے شائع کیا۔

۱۹۹۹ء کے اواخر میں شیخ محمد علی مراد شدید علیل ہوگئے تو آپ کے چھوٹے بھائی شیخ سعد الدین مراد حفظہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ منورہ سے اپنے پاس جدہ لے گئے، جہاں کچھ عرصہ آپ کا علاج جاری رہا

لیکن زیادہ افاقہ نہ ہوا، آپ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ شاید میرا آخری وقت آپہنچا لہذا علاج معالجہ کو چھوڑ و اور مجھے واپس مدینہ منورہ پہنچانے کی فکر کرو کہ کہیں میری زندگی کی آخری سانس مدینہ منورہ کی حدود سے باہر ہی نہ نکل جائے اور مدینۃ الرسول ﷺ میں موت کی تمنا پوری نہ ہو، چنانچہ آپ کا علاج موقوف کر کے واپس مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا، جہاں آپ کی صحت قدرے بحال ہونے لگی، مئی ۲۰۰۰ء میں آپ کی نقاہت بڑھ گئی تو آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد نے دیکھ بھال کے لئے آپ کو متحدہ امارات لے جانے کا قصد کیا لیکن آپ رضا مند نہ ہوئے، ۲۶ رمئی کو آپ نے گھر میں محفل ذکر مصطفیٰ ﷺ منعقد کی جو آپ کی زندگی کی آخری محفل تھی۔

۳۰ رمئی مطابق ۲۶ رصفر ۱۴۲۱ھ بروز منگل بوقت گیارہ بجے دن مدینہ منورہ میں آپ کی قیام گاہ پر آپ کا وصال ہوا، چند ہی لمحوں میں آپ کے وصال کی خبر پورے عالم اسلام میں پھیل گئی اور آپ کے احباب وعقیدت مند نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آنے لگے، مدینہ منورہ ائیر پورٹ اور شہر مقدس میں داخل ہونے والی مرکزی شاہراہیں لوگوں اور گاڑیوں سے بھر گئیں، اہل حجاز، شامی، پاکستانی، ہندی ہر نسل کے لوگ آپ کے آخری دیدار کے لئے جوق در جوق پہنچنے لگے، مقامی قوانین کے برعکس آپ کو علماء ومشائخ نے گھر پر ہی غسل دیا، تجہیز وتکفین کی اور اسی روز بعد نماز مغرب مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں جم غفیر نے شرکت کی، جو لوگ تاخیر سے پہنچے وہ جنت البقیع میں آپ کی تدفین میں شامل ہوئے اور وہیں پر نماز جنازہ ادا کی، ۲ رجون کو عالم اسلام کے مختلف شہروں میں نماز جمعہ پر خطباء نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے بلندی درجات کے لئے دعا کی، رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ۔ [۳۰]

ماخذ ومراجع

[۱]-

الف۔ زرکلی، خیرالدین: الاعلام [ج ۲]، بیروت، دارالعلم للملایین، ۱۴۱۹/۱۹۹۹، ص ۲۰

ب۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱]، بیروت، داراحیاء التراث العربی، (سن طباعت ندارد) ص ۱۳

ج۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، دمشق، دارالفکر، ۱۴۰۶/۱۹۸۶، ص ۳۳۲

[۲]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، کراچی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۴۰۳/۱۹۸۳، ص ۱۸۳

[۳]

الف۔ زرکلی، خیرالدین: الاعلام [ج ۶]، ص ۴۴

ب۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۳]، ص ۱۳

ج۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، ص ۵۰۳

[۴]-

مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۱

[۵]۔ امام الدہر، حافظ العصر، مفسر، محدث، فقیہ، لغوی، مفتی، عابد و زاہد شیخ محمد بدرالدین بن یوسف بن بدرالدین الحسنی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، آپ کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم مع سند اور متن حفظ تھی، علوم اسلامیہ میں متون کے بیس ہزار اشعار بھی زبانی یاد تھے، آپ نے اپنی زندگی کو تدریس اور عبادت کے لئے وقف فرما دیا تھا، خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی، مولانا شیخ ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ علامہ بدرالدین شامی علیہ الرحمہ ادب کی وجہ سے مسجد نبی شریف کے باب رحمت میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا کرتے تھے، علماء دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) و مولوی خلیل

احمد انبیٹھوی (متوفی ۱۳۴۶ھ) نے محافل میلاد و قیام کو نعوذ باللہ ہنود مثل کنھیا کے جنم دن وغیرہ سے تشبیہ دی جس کی تفصیل ''براھین قاطعہ'' میں درج ہے۔ (انبیٹھوی خلیل احمد: براہین قاطعہ، مطبع بلالی پریس ساڈھورہ، ہندوستان، سن طباعت ندارد، ص ۱۵۴) ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ میں مقیم ہندوستان کے دو علماء مولانا احمد علی قادری رامپوری و مولانا محمد کریم اللہ پنجابی نے قول گنگوہی کا عربی ترجمہ کر کے استفتاء کی صورت میں دمشق شام میں محدث سید محمد بدرالدین حسنی (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) کی خدمت میں بھیجا، آپ نے اس کے مفصل جواب کے لئے اپنے شاگرد خاص علامہ محمود آفندی عطار دمشقی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۶ء) کو حکم دیا، علامہ عطار نے قول گنگوہی کا مفصل رد لکھا جو ''استحباب القیام عند ذکر ولادتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کے عنوان سے دمشق کے ماہنامہ ''الحقائق'' شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ تقریباً سارے علوم اسلامیہ میں آپ کی تصانیف ہیں، تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری [الجزء الاول] میں چوالیس کتابوں کے نام درج ہیں (ص ۴۹۰ تا ۴۹۲)، آپ نے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں دمشق میں وصال فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے۔ ا۔ دمشقی، سید محمد صالح، فرفور: شیخ محمد بدرالدین حسنی کما عرفته، دمشق، دارالامام ابی حنیفہ، ۱۴۰۶/۱۹۸۶، اول

۲۔ آل الرشید، محمد عبداللہ: محدث الشام العلامہ السید بدرالدین حسنی، ریاض، مکتبۃ الامام الشافعی، ۱۴۱۹/ ۸/ ۱۹۹۸، اول

۳۔ نقشبندی، ڈاکٹر محمد عبدالستار: تذکرہ حضرت محدث دکن، لاہور، الممتاز پبلی کیشنز، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ص ۳۰۵

۴۔ محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری [الجزء الاول]، ص ۴۷۳ تا ۴۹۴

۵۔ محمد بہاء الدین شاہ: عنوان مقالہ ''فاضل بریلوی اور علماء مرداد (حواشی)، مشمولہ، معارف رضا (ماہنامہ)، کراچی، شمارہ اگست ۲۰۰۰ء، ص ۲۰

۶۔ رانا خلیل احمد: انوار قطب مدینہ، لاہور، مرکزی مجلس رضا، ۱۴۰۸ھ، ص ۱۶۲

[۶]۔ الف۔ زرکلی، خیرالدین: الاعلام [ج ۷]، ص ۸۲

ب۔ محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری [الجزء الثانی] ص ۵۷۶

[۷]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۴

[۸]۔ الف۔ الجبوری، کامل سلمان: معجم الشعراء [الجزء الرابع]، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء، ص ۳۰۱

ب۔ زرکلی، خیرالدین: الاعلام [ج ۶]، ص ۲۲

ج۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۸]، ص ۲۶۱

[۹]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۷۸

[۱۰]۔ الف۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱۰]، ص ۲۹۳

ب۔ محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری [الجزء الاول] ص ۵۱۷

[۱۱]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۶

[۱۲]۔ الف۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱۱]، ص ۲۵۰

ب۔ محمد مطیع، نزار اباظۃ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری [الجزء الاول] ص ۳۴۵

[۱۳]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۰

[۱۴]۔

الف۔ بریلوی، امام احمد رضا خاں، الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، عربی، اردو (نام مترجم ندارد)، کراچی، المکتبہ کٹھاڈ مارکیٹ نیونہام روڈ، ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء، ص ۵۰۷

ب۔ محمد مطیع، نزار اباظۃ، لحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری [الجزء الثالث]، ص ۸۱

[۱۵]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام،

ص۱۷۹

[۱۶]۔ب۔ محمد مطیع ،نزار اباظتہ ،الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری [الجزء الاول] ، ص۳۳۹

[۱۷]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۵

[۱۸]۔

الف۔زرکلی ، خیرالدین : الاعلام [ج ۶] ، ص۱۴۱

ب۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین [ج ۱۰] ، ص۳۴

ج۔محمد مطیع ، نزار اباظتہ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری [الجزء الاول] ص۳۶۳

[۱۹]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۷

[۲۰]۔الف۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین [ج ۱۱] ، ص۲۳۷

ب۔محمد مطیع ، نزار اباظتہ ، الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری [الجزء الاول] ، ص۴۴۶

[۲۱]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ص۱۹۰

[۲۲]۔ الف۔زرکلی ،خیرالدین : الاعلام [ج ۔] ص۸۲

ب۔سدیدی الازہری، ممتاز احمد: حالات مصنف شیخ محمود العطار، مشمولہ، ذکر ولادت خیر الانام ﷺ اردو ترجمہ استحباب القیام عند ذکر ولادة علیه الصلوٰة والسلام

لاہور، رضا اکیڈمی، ۲۰۰۱ء ص۵ تا ۸

ج۔کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۲] ص۱۶۹

د۔محمد مطیع ،نزار اباظتہ ،الحافظ :تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری [الجزء الثانی] ، ص۵۹۶

[۲۳]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۳

[۲۴]۔الف۔کحالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین [ج ۱۳] ، ص۲۲۰

ب۔محمد مطیع ،نزار اباظتہ ،الحافظ :تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری [الجزء الاول] ص۳۹۶

[۲۵]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۸

[۲۶]۔محمد مطیع ، نزار اباظتہ ،الحافظ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری [الجزء الثانی] ص۷۱۵ تا ۷۱۷

[۲۷]۔مسعود احمد ، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام ، ص۱۸۹

[۲۸]۔الف۔آل الرشید ، محمد عبداللہ : محدث الشام العلامه السید بدر الدین حسنی ، ص۱۰

ب۔مصباحی ، لیٰسین اختر : امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں ، کراچی ، مکتبہ رضویہ ، ۱۹۹۷ء ، ص۱۸۱ تا ۱۸۵

ج۔نقشبندی ، ڈاکٹر محمد عبدالستار : تذکرہ حضرت محدث دکن ص۳۴۲

د۔نقشبندی ، ڈاکٹر محمد عبدالستار : تذکرہ حضرت محدث دکن ، لاہور ،المتاز پبلی کیشنز ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء ، ص۳۴۲

ہ۔مقالہ نگار حافظ محمد ادریس : عنوان مقالہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ، مشمولہ ، ترجمان القرآن (ماہنامہ) ،لاہور ، جلد ۱۲۴ : شمارہ ۵، محرم ۱۴۱۸ھ/مئی ۱۹۹۷ء ص۵۹ تا ۶۳

[۲۹]۔مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی وفات ۱۰/ جولائی ۱۹۳۸ء کو پرتگال کے شہر دمن میں ہوئی لیکن آپ کو جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا، جیسے کہ مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کینیا (افریقہ) کے شہر نیروبی میں ۱۷/رجب ۱۳۷۲ھ/۱۳/اپریل ۱۹۵۲ء کو ہوئی لیکن مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ نے ان کی وصیت کے مطابق مولانا محمد عبداللہ شاہ غزنوی علیہ الرحمہ کی میت کو بذریعہ خصوصی طیارہ مدینہ منورہ لاکر جنت البقیع میں دفن کیا۔ (رانا ، خلیل احمد : سوانح حیات مبلغ اسلام علامه شاه محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رحمته اللہ علیه ، کراچی ، ورلڈ اسلامک مشن ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء ، ص۱۴، ۵۵)

[۳۰]انصاری ،عبدالحق : فضیلة الشیخ محمد علی مراد شامی ، چھونی (ضلع چکوال) ، بہاء الدین زکریا لائبریری ، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء ، ص۲۵ تا ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا محدث بریلوی اور علمائے حرمین شریفین

الذی إفتخر بوجوده الزمان[1]

بقلم

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

(وہ جس کے وجود پر زمانے کو ناز ہے)

یہ الفاظ حرم مکۃ المکرمہ کے عالم جلیل، فاضل نبیل علامہ مولانا فضیلۃ الاستاذ محمد یوسف الافغانی المکی علیہ الرحمہ نے شیخ الاسلام امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی محدثانہ شان دیکھتے ہوئے آج سے تقریباً ایک صدی قبل کہی تھی اور بلاشبہ آج بھی اتنی ہی صادق ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سرزمین عرب، بلکہ دنیائے اسلام میں اہلسنت والجماعت کی حکومت ''سلطنت عثمانیہ'' کے طمطراق کے ساتھ جاری تھی اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا شہرا کناف عالم اسلام میں دورونزدیک تک پھیلا ہوا تھا۔

عالم اسلام میں امام احمد رضا کا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد علامہ مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین پہلی بار حاضر ہوئے۔ اس موقعہ پر حرم کعبۂ مکرمہ کے منصب جلیلہ ''مفتی شافعیہ'' پر فائز اور اس وقت کے عالم اسلام کی عظیم شخصیت علامہ مفتی شیخ حسین بن صالح جمل اللیل المکی قدس سرہ سامی (م ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے (کعبہ میں بعد فراغت نماز مغرب) امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑا اوران کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

إنی لاجد نور الله من هٰذا الجبين

(میں اس کی پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں)[2]

اس سفر میں علامہ شیخ حسین جمل اللیل مکی سمیت متعدد جید علمائے مکہ مثلاً علامہ شیخ احمد بن زین دحلان مکی شافعیہ (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) اور علامہ عبدالرحمٰن سراج مکی مفتی حنفیہ (م ۱۳۰۱/ ۱۸۸۳ء) نے امام احمد رضا کو فقہ واصول وتفسیر وحدیث وطرق سلاسل ودیگر علوم میں اسناد سے نوازا۔

الغرض حرمین شریفین میں امام احمد رضا کا جو ابتدائی شاندار تعارف ہوا اس نے مستقبل کے لئے راہ ہموار کردی اور پھر علمائے عرب امام احمد رضا کی نگارشات سے برابر مستفید ہوتے رہے اوران کی علمی وجاہت و صلاحیت کو اپنی تقاریظ اور تاثرات کی صورت میں خراج تحسین پیش کرتے رہے۔

بقول ماہر رضویات علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب:

''محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل عربی تصانیف نے علمائے اسلام خصوصاً علمائے حرمین شریفین میں ان کی علمی وقار اور فقہ و حدیث و علوم اسلامیہ میں ان کے بلند مقام کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے:

١۔ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء)

٢۔ المستند المعتمد بناءِ نجاۃِ الابد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

٣۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

٤۔ الاجازۃ الرضویہ لمجبل مکتہ البہیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

٥۔ الأجازۃ المتینہ لعلماء بکتہ والمدینہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

٦۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس دراھم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

٧۔ الفیض المکیہ طمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

ان میں بعض تصانیف کے بارے میں مجملاً یہاں عرض کیا جاتا ہے تاکہ عالم اسلام سے امام احمد رضا کے تعلق پر روشنی پڑ سکے اور عالم اسلام کی طرف سے ان کے افکار کی پذیرائی کے متعلق حقائق معلوم ہو سکیں۔

١۔ فتاویٰ الحرمین، ندوۃ العلماء (بھارت) کے بارے میں امام احمد رضا کے ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ یہ جوابات بقول امام احمد رضا، ۲۰ گھنٹے میں قلمبند کئے گئے یعنی ۶ رشوال ۱۳۱۷ھ کو بعد نماز صبح سے لے کر ۷ رشوال ۱۳۱۷ھ طلوع فجر سے پہلے پہلے مسودہ اور اور مبیضہ مکمل کر لیا گیا۔ امام احمد رضا اپنے عربی اشعار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

فما هو الا شغل عشرين ساعه
ونهـا الى السجدات والا كل يفرد
فما كان ذا الا بتوفيق ربنا
له الحمد حمد ادائمايتأ بد

یہ استفتاء و فتویٰ تقریباً ۴۰ رصفحات پر مشتمل ہے جب یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو مکہ معظمہ کے ۱۶ راور مدینہ منورہ کے ۷ ر علمائے اعلام نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ رصفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ امام احمد رضا کو ان کے علم و فضل کی بنا پر خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور بلند القاب و آداب سے نوازا ہے۔

٢۔ شاہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کی عربی تصنیف المعتقد المستند (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر امام احمد رضا نے المعتمد المستند کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا جس پر ۳۷ ر علماء نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں۔ ان تعلیقات میں امام احمد رضا نے اپنے بعض معاصرین کی قابل اعتراض نگارشات کا تعاقب کیا ہے اور اپنا مطمح نظر پیش کیا ہے۔ اسی پس منظر میں ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء کو امام احمد رضا نے ایک کتاب تمہید ایمان بآیات قرآن تصنیف فرمائی جس میں قرآنی آیات و احادیث نبویہ کی روشنی میں شان رسالت مآب ﷺ کی جھلک دکھائی ہے۔

٣۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں ۱۳۲۳ھ کو پیش کئے گئے تھے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں مسئلہ علم غیب پر فاضلانہ بحث کی

ہے اور حضور ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہوئے بڑے معقول اور دل نشین انداز سے اپنا مؤقف بیان کیا ہے، دوسرے حصے میں دیگر چار سوالات ہیں۔

جب یہ کتاب علمائے عرب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور تقریباً ۷۷ علماء نے اس پر اپنی تصدیقات لکھیں۔ الدولۃ المکیہ ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف فرمائی، ہندوستان واپسی کے بعد ۱۳۲۵ھ میں اس پر حواشی تحریر فرمائے جس کا تاریخی عنوان یہ ہے:

الفیوض الملکیه لمحب الدولة المکیه (۱۳۲۵ھ)

۴،۵۔ الاجازت الرضویه لمجبل بکة البیهیه (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

اور الاجازت المتینه لعلماء بکة المدینه (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

ان سندات پر مشتمل ہیں جو امام احمد رضا نے علمائے اسلام کو عنایت فرمائیں اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علمائے اسلام نے امام احمد رضا کو لکھے۔

۶۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس اندراہم (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) کی تفصیل یہ ہے کہ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبد اللہ مرداد اور ان کے استاد مولانا حامد محمد جداوی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا کے سامنے پیش کیا، امام احمد رضا نے اس کے جواب میں ڈیڑھ دن سے بھی کم مدت میں عربی رسالہ کفل الفقیه الفاهم تحریر فرمایا، جب یہ رسالہ علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی نقلیں لیں، مثلاً شیخ الائمہ احمد ابوالخیر مرداد حنفی، قاضی مکہ شیخ صالح کمال مکی، حافظ کتب الحرم سید اسماعیل بن خلیل حنفی، مفتی حنفیہ شیخ عبد اللہ صدیق وغیرہم۔ امام احمد رضا سے قبل آپ کے استاذ الاساتذہ مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر حنفی سے بھی نوٹ کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں لیکن انہوں نے جواب سے اعراض فرمایا مگر امام احمد رضا نے شافی جواب دیا جس پر مفتی حنفیہ عبد اللہ بن صدیق پھڑک اٹھے۔''

الحاصل یہ کہ اس دور میں امام احمد رضا کی شخصیت بلاد عرب خصوصاً حرمین شریفین میں جانی پہچانی تھی اور ان کی علم و فضل کا عوام و خواص میں چرچا تھا جس کا اندازہ ان تقاریظ اور تاثرات سے ہوتا ہے جو علمائے عرب نے امام موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ کتب پر تحریر کیا ہے بلکہ ان کے مطالعہ سے یہ بات کھل کے سامنے آتی ہے کہ ان علمائے یگانہ روزگار کی نظر میں امام احمد رضا کا علمی مقام اس قدر بلند و بالا تھا کہ ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان کا ہم پلّہ نہ تھا۔ مشت از خروارے چند تاثرات ملاحظہ ہوں:

(۱) علامہ مولانا شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ حرم کعبہ فرماتے ہیں کہ:

''فضائل کے دریا، علمائے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، حضرت مولانا محقق، زمانہ کی برکت، احمد رضا خاں بریلوی، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔'' [۵]

(۲) شیخ الخطباء علامہ مولانا شیخ ابوالخیر مرداد فرماتے ہیں:

''بیشک وہ علامۂ فاضل کہ اپنی آنکھوں کی روشنی سے مشکلوں اور دشواریوں کو حل کرتا ہے، احمد رضا خاں، جو اسم با مسمّٰی ہے۔'' [۶]

(۳) علامہ مولانا شیخ عبد الرحمٰن دھان تحریر کرتے ہیں:

''بالخصوص عالمان کا معتمد، رسوخ والے خلاصوں کا خلاصہ، علامۂ زماں، یکتائے روزگار، جس کے لئے علمائے مکہ معظمہ گواہی دے رہے

ہیں کہ وہ سردار ہے، بے نظیر ہے، امام ہے۔'' ۷

(۴) الشیخ محمد مختار بن عطار الجاوی المکی فرماتے ہیں:

''بیشک مؤلف اس زمانے میں علماء و محققین کا بادشاہ ہے اور اس کی ساری باتیں سچی ہیں، گویا وہ ہمارے نبی ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔'' ۸

(۵) اور شیخ موسیٰ علی شامی الازھری احمد دردیری مدنی تحریر فرماتے ہیں:

"امام الائمة المجدد لهذه الامة" ۹

(اماموں کے امام اور اس امت مسلمہ کے مجدد)

(۶) شیخ محمد یٰسین احمد الخیاری مدنی اپنی ایک تحریر میں امام احمد رضا کا مقام علم و فضل یوں بیان کرتے ہیں:

"هو امام المحدثين" ۱۰

(وہ محدثین کے امام ہیں)

(۷) اور علامہ مولانا تفضّل الحق مکی ان کی وسعت مطالعہ، استحضار علمی، دلائل براہین میں گہرائی و گیرائی ملاحظہ کرتے ہوئے انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

''یہ جوابات بتارہے ہیں کہ مؤلف، عالم علامہ، فاضل فہامہ ہے اور عمائد میں ایسا ہے جیسے بدن میں آنکھ۔'' ۱۱

غرض یہ کہ امام احمد رضا کا اکابر علمائے حرمین شریفین کی نگاہ میں بڑا مرتبہ اور مقام تھا، چنانچہ ان کی قدر و منزلت کا اندازہ کچھ ان واقعات سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ مکہ مکرمہ میں شیخ الخطباء، استاذ العلماء علامہ مولانا الشیخ احمد ابوالخیر مرداد ضعیفی کی وجہ سے احمد رضا کی قیام گاہ پر نہ آسکے، انہوں نے امام احمد رضا کو یاد فرمایا اور ان سے ان کا رسالہ ''الدولۃ المکیہ'' زبانی سماعت فرمایا، رخصت ہوتے وقت امام احمد رضا نے ان کے زانوئے مبارک کو ادباً ہاتھ لگایا تو آپ نے انہیں مخاطب کرکے بیساختہ ارشاد فرمایا:

"أنا أقبل أرجلكم أنا قبل نعالكم" ۱۲

(میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں، میں آپ کی جوتیوں کو چوموں)

۲۔ علامہ مولانا محمد کریم اللہ مہاجر مدنی اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہیں کہ:

''میں سالہا سال سے مدینہ منورہ مقیم ہوں، سرزمین ہند سے سینکڑوں ہزاروں انسان آتے رہتے ہیں، ان میں علماء، صلحا، اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے ہیں کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا (کہ کون سی شخصیت جارہی ہے) لیکن ان کی (امام احمد رضا) کی مقبولیت کی عجب شان دیکھی کہ بڑے بڑے علماء اور اکابرین صلحاء آپ کو دیکھتے ہی آپ کی طرف لپکتے چلے آرہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں عجلت کررہے ہیں۔'' ۱۳

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شیخ الاسلام امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی حرمین شریفین میں بڑی پذیرائی تھی اور وہاں کے اجل علماء، فقہاء، صلحاء اور محدثین کرام میں آپ کی شخصیت اور علمیت معروف تھی اور یہ علمائے حرمین شریفین ہی تھے جنہوں نے آپ کو ''امام الائمہ'' ''المجدد ھٰذا الامۃ'' اور ''یگانۂ روزگار'' تسلیم کیا۔

جن دنوں امام احمد رضا (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۵ء) دوسرے سفرِ حج پر تشریف لے گئے تھے حرمین شریفین اور حجاز مقدس، عثمانیہ سلطنت ترکی کے زیرنگرانی تھا۔ ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۵ء میں یہود و نصاریٰ کی سازشوں کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ میں شکست و ریخت کا آغاز ہوا تو صوبجات شام و عراق، نجد و مصر کی طرح صوبۂ حجاز نے بھی آزاد مملکت ہونے کا اعلان کردیا اور یہاں ہاشمی حکومت قائم ہوئی، پھر ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء میں نجد کے حکمراں عبدالعزیز ابن سعود نے انگریزوں کی مدد سے حجاز پر قبضہ کر کے سعودی (نجدی وہابی) حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس انقلاب میں حرمین شریفین کے علماء و صلحائے اہلسنّت پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے، بہت سے شہید کئے گئے، کچھ آس پاس کے عرب ممالک اور دیگر اسلامی ملکوں کو ہجرت کر گئے جو بچ رہے ان سے ان کے منصب چھین لئے گئے۔ دونوں مقدس حرموں کی انتظامیہ، نظامِ تعلیم، مسندِ افتاء و قضا پر ریاض و نجد سے لائے ہوئے علماء کو قابض کروادیا گیا۔ تو اب سعودی دور کے ابتدائی ۵۰ رسالوں میں حرمین شریفین کے اہلسنّت کے ان اجل علمائے کرام کی مسندوں، مدرسوں اور گھروں کے ویران ہوجانے کی وجہ سے ان کے بے شمار شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد بھی سارے عالمِ اسلام میں منتشر ہوگئے اور جو بچ رہے ظلم و جور اور لالچ کے آگے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور جان و مال اور عزت و آبرو کی امن کی خاطر وہابیت قبول کرلی۔ لہٰذا اب اُن علمائے کرام کی حیات اور کارناموں سے متعلق دنیا کو بتانے والا کوئی نہ رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کے پس ماندگان اولاد و احفاد اور تلامذہ اور ان کی نسلوں نے حرمین شریفین کے ان کے جید علماء کے تذکروں کو ضبطِ تحریر میں لانا شروع کردیا جس کے بعد اب اتنا لٹریچر مہیا ہوگیا کہ عثمانی اور ہاشمی دور کے علماء کے حالات منظر عام پر آنے لگے لیکن چونکہ یہ تمام تذکرے عربی میں تھے اس لئے ایک زمانے تک اردو داں طبقہ ان سے استفادہ نہیں کرسکا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مخالفینِ اہلسنّت، دیوبندیوں اور وہابیوں نے یہ تحریک چلائی کہ جن علمائے حرمین شریفین نے امام احمد رضا کی مذکورہ کتب پر تقریظات تحریر کی ہیں یا جو امام موصوف کے مدح خواں اور ہم نوا تھے ان کا علمائے عرب میں کوئی مقام نہیں تھا اور دراصل یہ عام شدبد کے لوگ تھے جن کو بطور علماء پیش کیا گیا، کیونکہ اگر وہ واقعی جید علماء ہوتے تو ان علماء کا کسی کتاب میں تو ذکر ملتا، ان کی کوئی تصنیف کردہ کتاب تو دستیاب ہوتی۔ جیسا کہ سعودی علماء پر لکھی ہوئی اور ان کی اپنی تصانیف کثرت سے دنیائے عرب میں موجود ہیں، پھر یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ آج علمائے عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بحیثیت عالم امام احمد رضا کی کوئی حیثیت نہیں ہے البتہ ''بدنام بدعتی'' کی حیثیت سے وہ ضرور معروف ہیں۔

ہم جناب محمد بہاؤالدین شاہ صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے زیرنظر کتاب تالیف فرما کر اس جھوٹ کا پول کھول دیا ہے۔ یہ کتاب ''امام احمد رضا اور علمائے حرمین شریفین'' کے نام سے آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے تفصیلاً بتایا ہے کہ متذکرہ علماء افاضل علماء ہی نہیں تھے بلکہ یہ اعلیٰ منصبوں پر بھی فائز تھے، جن کے نام یہ ہیں:

.........شیخ السادات، شیخ العلماء، شیخ الخطباء، امام حرم، خطیب حرم، مدرس حرم، محافظ مکتب حرم، مفتی احناف، مفتی مالکیہ، مفتی شافعیہ، مفتی حنابلہ، مفتی مکہ وغیرہ۔ ان تمام مناصب کی اہمیت و فضیلت محتاجِ بیان نہیں کیونکہ خلیفۂ عثمانی کی طرف سے متعین امیر مکہ (گورنر مکہ) اعلیٰ اعیانِ حکومت اور کبار مذہبی شخصیات کے مشوروں سے ان مناصب پر علماء کا تقرر کرتا تھا۔

اس کتاب میں شاہ صاحب نے امام احمد رضا کے اساتذہ، خلفاء تلامیذ، مقرظین (ان کی مذکورہ بالا کتب پر تقریظات لکھنے والے) اور متوسلین علماء اور دیگر اہم اجل علمائے اہلسنّت کی حیات اور تصنیفی،

تدریسی اور تحقیقی کارناموں کا محققانہ انداز میں تمام سیاق و سباق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

- باب اول: فاضل بریلوی اور علمائے مکہ مکرمہ
- باب دوم: فاضل بریلوی اور مرداد علماء
- باب سوم: فاضل بریلوی اور مفتی مالکیہ، شیخ حسین مکی الازھری کا خاندان
- باب چہارم: فاضل بریلوی اور امام ابراہیم دھان مکی کا خاندان
- باب پنجم: فاضل بریلوی اور شیخ الاسلام محمد سعید بابصیل مکی شافعی

مولف موصوف نے سینکڑوں جدید عربی کتب و رسائل کے علاوہ پرانے مآخذ و مخطوطات اور اردو کتب و رسائل سے بھی استفادہ کیا ہے۔ فہرست مآخذ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف ممدوح نے حقائق کی چھان بین میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے جو تفاصیل یا متعلقہ ذیلی واقعات اصل متن میں بیان نہ ہو سکے اسے اشاریات کے ساتھ ''حوالے اور حواشی'' کے تحت بیان کیا ہے۔ قاری کی سہولت کے لئے ان مزید مآخذ کا ذکر بھی کر دیا ہے جہاں سے موضوع سے متعلق کچھ اضافی معلومات مہیا ہو سکتی ہیں۔ گویا انداز تحریر نہایت سادہ، اسلوب محققانہ اور تسلسل و تاریخی تواتر کے ساتھ ہے۔

امام احمد رضا کے علمائے حرمین شریفین پر جتنے تذکرے سعودی دور میں لکھے گئے یا پرانے مخطوطات اب شائع کئے گئے ان میں عمداً عقائد اہلسنّت اور بعض اہم شخصیات اہلسنّت کے ذکر کو یا تو بالکل حذف کر دیا گیا یا تحریف شدہ انداز میں بیان کیا گیا ہے لیکن مؤلف ممدوح نے دوران مطالعہ اس تحریف و تحذیف کو بھانپ لیا اور نہایت دیانت داری کے ساتھ اصل حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے مثلاً فاضل بریلوی کے خلیفہ امام حرم علامہ شیخ عبد اللہ ابو الخیر مرداد علیہ الرحمۃ کی مایۂ ناز تصنیف ''نشر النور والزھر'' کا تعارف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''یہ کتاب مکہ مکرمہ میں خدمات انجام دینے والے گذشتہ پانچ صدیوں کے علمائے کرام کے حالات پر مشتمل ہے .... اور یہ بجا طور پر علامہ تقی الدین فارسی (م ۸۳۳ھ) کی کتاب ''العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین'' (مطبوعہ ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء مصر) جس میں مکہ مکرمہ کے (ابتدأ سے لے کر ان کے دور تک) آٹھ سو علماء کے حالات درج ہیں، اس کے بعد اہم ترین کتاب ہے۔''

آگے چل کر مؤلف موصوف نے بتایا کہ یہ مخطوطہ جو بہت ضخیم تھا اس کو من وعن شائع کرنے کے بجائے سعودی علماء کی کمیٹی نے اس کا اختصار شائع کرنے کا فیصلہ کیا جو سات سال میں تیار ہوا۔ آگے لکھتے ہیں کہ:

''یہ دونوں قلمکار (جو اس کا خلاصہ تیار کر رہے تھے) اپنے مخصوص نظریات کے تناظر میں اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے اس میں سے ایسے مواد جو غیر مفید یا تکرار پر مبنی تھے، نیز اس میں درج ایسی حکایات و اقوال جو بلا سند تھے اور اس میں موجود بکثرت مواد جو مبالغہ آمیز تھا، سب نکال دیا اور پھر ہم نے اس کتاب کو نئے سرے سے مرتب کیا، اس پر تحقیق کی، حواشی لکھے اور ارقام درج کئے۔''

(گویا مصنف کی اصل کتاب کا صرف اس لئے حلیہ بگاڑ دیا گیا کہ وہ اہلسنّت کے علماء کے کارناموں اور ان کے عقائد کے ذکر سے بھری ہوئی تھی، علمی بد دیانتی کی ایسی مثال وہ بھی تحقیق کے نام پر کہیں نہ ملے گی۔ وجاہت)

اس پس منظر میں اختتامی سطور میں مزید لکھتے ہیں کہ:

''اس کتاب نے جن ہاتھوں سے گزر کر طباعت کے مراحل طے کئے اس بنا پر مطبوعہ نسخے میں مصنف کے مرشد، فاضل بریلوی کا کسی بھی

حوالے سے تفصیلی ذکر نہ ہونا تعجب کی بات نہیں، لیکن اس کے باوجود اس میں ایک مقام پر ایک سطر میں آپ کا ذکر آ گیا ہے جس سے مصنف اور فاضل بریلوی کے درمیان تعلق اور اس کی نوعیت بخوبی عیاں ہے، شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد لکھتے ہیں "**شیخنا العلامۃ احمد رضا خان بریلوی** "یعنی ہمارے شیخ علامہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔''

غرض یہ کہ اس وقت پاک و ہند بنگلہ دیش اور قاہرہ و بغداد کی جامعات اور تحقیقی اداروں میں کام کرنے والے محققین جو امام احمد رضا کے عرب اساتذہ اور خلفاً وتلامذہ کے احوال و آثار کے متلاشی تھے۔ انہیں زیرِ نظر کتاب کے متن میں اور اس میں درج مآخذ و مراجع میں بڑی مفید معلومات مل جائیں گی۔

ہم مؤلف ممدوح محترم محمد بہاؤالدین شاہ صاحب کے ممنون و مشکور ہیں کہ انہوں نے زر دوز بان میں تیرھویں چودھویں صدی کے علمائے حرمین شریفین کے احوال یہ کتاب تالیف کر کے خصوصاً ''رضویات'' کے حوالے سے ایک اہم تحقیقی پیش رفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے جزیل عطا فرمائے اور ان کے علم و فضل میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین **وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا مولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہٖ اجمعین۔**

حوالہ جات

۱) حسام الحرمین، مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ، کراچی (۲۰۰۰ء) ص: ۶۲
۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۲، مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء
۳) رحمٰن علی، تذکرۂ علمائے ہند (فارسی) مطبوعہ لکھنؤ۔ ۱۹۱۴ء، ص ۱۵۔۱۶، بحوالہ ''امام احمد رضا اور عالمِ اسلام'' ص ۱۴۔۱۵
۴) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸
۵) حسام الحرمین (اردو) مطبوعہ مکتبۂ نبویہ، ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ، لاہور، ص ۲۵
۶) ایضاً، ص ۲۳
۷) ایضاً، ص ۴۶
۸) احمد رضا خاں امام ''الدولۃ المکیۃ'' مطبوعہ ''موسۃ رضا'' الجامعۃ النظامیہ الرضویۃ، لاہور، (۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) ص: ۱۶۶
۹) ایضاً، ص ۲۰۳
۱۰) ایضاً، ص ۲۰۹
۱۱) ایضاً، ج۔۱، ص ۱۳۶
۱۲) احمد رضا خاں، امام، الموظ، ج۔۱، ص ۱۰
۱۳) احمد رضا خاں، امام، رسائل رضویہ، ص ۲۵۴، بحوالہ ''امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۶۶

امام احمد رضا اور امیرِ ملت محدث علی پوری

میاں محمد صادق قصوری*

باآں گروہے کہ از ساغرِ وفا مستند
سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

مجھے یہ جان کر قلبی مسرّت ہوئی کہ ماہنامہ ''معارفِ رضا'' کراچی اپنی ''سلور جوبلی'' کے موقعہ پر ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام وانصرام کر رہا ہے۔ احقر اس مستحسن، متبرک اور متبرک اقدام پر ادارہ کے سربراہ حضرت سید وجاہت رسول قادری دامت برکاتہم عالیہ و دیگر کار پرزادان و کارکنان کی خدمت میں ہدیۂ تبرک پیش کرتا ہے۔

ماہنامہ ''معارفِ رضا'' نے امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کے مشن کی تبلیغ و تشہیر میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بدمذہبوں کا قلع قمع کر کے، دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر کے، بھولے بھالے مسلمانوں کا ایمان بچایا، اور انہیں بتایا کہ۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

میرے پیر و مرشد سنوسیٔ ہند امیرِ ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی انہی گرانقدر خدمات کے پیشِ نظر فرمایا تھا کہ:

''اگر مولانا احمد رضا خاں صاحب نہ ہوتے تو دیوبندی سارے ہندوستان کو وہابی بنا دیتے۔''

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور امیرِ ملت اسرارہم دونوں بزرگ عظیم عاشقِ رسولِ انام ﷺ تھے۔ دونوں نے مذہبِ حقہ اہلِ سنّت کے تحفظ اور تبلیغ و ترویج کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ تحریکِ آزادی میں دونوں نے ملّتِ اسلامیہ کی یکساں رہنمائی فرمائی۔ دونوں ہندو مسلم اتحاد کے مخالف تھے۔ جب علی برادران رحمۃ اللہ علیہما اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہندو مسلم اتحاد پر بات چیت ہوئی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے برملا فرمایا:

''مولانا! میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف ہوں۔ پھر فرمایا! مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں، ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔''

---

*معروف مصنف و محقق و بانی و ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیرِ ملت پاکستان بانی و صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان۔ بُرج کلاں ضلع قصور

بالکل اسی طرح ۱۹۲۱ء میں ''لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس'' جس کی صدارت حضرت امیرِ ملّت علیہ الرحمۃ فرما رہے تھے، میں مولانا شوکت علی علیہ الرحمۃ نے جب دورانِ تقریر کہا کہ:

''ہندوستان کے تمام ہندو بھی ہمارے ساتھ ہیں۔''

تو امیرِ ملّت قدس سرہ العزیز نے فوراً ارشاد فرمایا:

''یہ شوکت علی کہتے ہیں، میں نہیں کہتا کیوں کہ ہندو کبھی بھی ہمارا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔''

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے ہندو ذہنیت کی کیسی خوبصورت تصویر کشی کی ہے۔

نگہ دارد برہمن کارِ خود را — نمی گوید بہ کس اسرارِ خود را
بہ من گوید کہ از تسبیح بگذر — بدوشِ خود بُرد زنارِ خود را

ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ بمطابق نومبر ۱۹۲۴ء میں فتنۂ ارتداد کے دور میں حضرت امیرِ ملت قدس سرہ العزیز بریلی تشریف لے گئے جہاں اُن کا شاندار استقبال ہوا۔ حضرتِ اقدس نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ قدس سرہ العزیز کے مزارِ مقدس پر فاتحہ خوانی کی اور پھر مسجد کی فرش بندی کے لئے پانچ صد روپے عنایت فرمائے۔ حضرت امیرِ ملت قدس سرہ العزیز کی طرف سے یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو خراجِ تحسین تھا۔ اس کے بعد حضرت امیرِ ملت قدس سرہ العزیز دارالعلوم منظر الاسلام کے سالانہ جلسوں میں تشریف لے جا کر فارغ التحصیل طلباء کے سروں پر دستارِ فضیلت باندھتے رہے۔ اور یوں سلسلۂ محبت چلتا رہا۔

۱۹۳۵ء میں ''بدایوں سنی کانفرنس'' انعقاد پذیر ہوئی۔ حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ العزیز نے اپنے تاریخ ساز خطبۂ صدارت میں اُس وقت کے مسائل پر بھرپور روشنی ڈالی اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل دیا۔ جب آئندہ صدارت کے لئے انتخاب کا مرحلہ آیا تو حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ اور ایک اور بزرگ (جن کا نام معلوم نہیں ہوسکا) درمیان الیکشن ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام اکثریت کے ووٹوں سے صدر منتخب ہوگئے۔ لیکن جب الیکشن اختتام کو پہنچا تو حضرت حجۃ الاسلام نے اعلان فرمایا:

''میں حضرت (حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ العزیز) کو کرسی پیش کرتا ہوں۔ میری حمایت کرنے والوں کے ووٹ اور میرا اپنا ووٹ حضرت کے لئے ہے۔ صدارت کے لئے بہت کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، میں اتنا کام نہیں کرسکتا۔ اور حضرت پیر صاحب ہمیشہ سے کام کرنے کے عادی ہیں۔ لہٰذا ہم سب کی درخواست ہے کہ آپ صدارت قبول فرمائیں۔''

اس پر ہر طرف سے تائید کی صدائیں بلند ہوئیں اور حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ العزیز اتفاقِ رائے سے صدر منتخب ہوگئے۔ یہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ العزیز کے حضور عقیدت ومحبت اور اظہارِ اعتماد تھا۔ یہ واقعات دونوں خانوادوں کے باہمی تعلق، اخلاص اور احترام کے مظہر ہیں۔

۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا انتقال پُر ملال ہوا تو حضرت امیرِ ملّت قدس سرہ العزیز کو انتہائی صدمہ ہوا۔ آپ کے خلیفۂ ارشد مولانا غلام احمد اخگر امرتسری علیہ الرحمۃ نے قطعۂ تاریخِ وفات کہا جو ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر کی اشاعت ۲۰ دسمبر ۱۹۲۱ء میں چھپا۔

حامیٔ دینِ متین احمد رضا — رفت از دنیا سوئے خلدِ بریں
ایں جہاں از رفتنش تاریک شُد — شُد غروب آں آفتابِ علم دیں
واصف و شیدائے محبوبِ خدا — قاطعِ اعناق جملہ ملحدیں
وا دریغا رفت زیں دارِ فنا — مؤمناں زاندوہ وغم زار وحزیں

گفت اخگر بہر تاریخ وصال
''نادر العصر آفتابِ علم و دیں''
۱۳۴۰ھ

وصلِ حق چوں رضائے احمد یافت — قدوۂ عالمان برّ و بحر
کلکِ اخگر نوشت سازِ وفات — ''زبدۂ مؤمنیں وفاضل دہر''
۱۳۴۰ھ

حضرت امیر ملّت قدس سرہ العزیز کے مرید خاص حضرت مولانا غلام رسول گوہر علیہ الرحمۃ ایڈیٹر ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' قصور نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی شان میں ایک منقبت لکھی جس میں لفظ لفظ سے عقیدت و محبت مترشح ہے۔

آفتابِ اہلسنّت حضرتِ احمد رضا — عزتِ دیں متیں ہے عزتِ احمد رضا
دوستانِ مصطفیٰ کی ہوگیا ہوں خاک پا — درحقیقت ہے یہ نعمت برکتِ احمد رضا
شکر کر اے اہلسنّت محفلِ میلاد کر — مل گئی جو تجھ کو نعمت، نعمتِ احمد رضا
یارسول اللہ کہنے کا تجھے یارا ہوا — ہوگئی غالب عدو پر حجّتِ احمد رضا
ہے امامِ اہلسنّت مبتدائے سالکاں — باعثِ صد مغفرت ہے نسبتِ احمد رضا
دربریلی بلدۂ آں بادشاہِ عالماں — مطلع انوارِ حق ہے تربتِ احمد رضا

گوہر یکتائے دیں اور معدنِ دُرِّ ہُدا
ہے قلم عاجز کہ لکھے مدحتِ احمد رضا

میری دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو اس خصوصی اشاعت کو زیادہ سے زیادہ پُر مغز و قیع اور مؤثر انداز میں پیش کرنے کی توفیق دے اور اس اشاعت سے اہلسنّت کے اندر بیداری کی نئی لہر پیدا ہو۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

مصادر و مراجع

[۱] حیاتِ اعلیٰ حضرت مؤلفہ مولانا ظفر الدین بہاری، مطبوعہ مکتبہ رضویہ لاہور
[۲] ماہنامہ ''الرضا'' بریلی ۱۹۰۵ء
[۳] بیادگار ''الرضا'' بریلی ۱۹۲۰ء
[۴] مجلّہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ بہار ۱۳۱۰ھ
[۵] ہفت روزہ ''الفقیہہ'' امرتسر انڈیا ۱۹۴۰ء
[۶] تذکرہ علمائے ہند اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری۔
[۷] تاریخ مشائخ قادریہ مؤلفہ مولانا ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم ہمدرد یونیورسٹی دہلی انڈیا۔
[۸] مجلّہ معارف رضا۔ مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء
[۹] تذکرۂ نوری۔ مرتبہ محمد ایوب قادری، وفاقی اردو کالج کراچی ۱۹۹۰ء
[۱۰] حیات مولانا احمد رضا بریلوی/ مؤلفہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی۔
[۱۱] مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء/ مؤلفہ مولانا شہاب الدین رضوی۔
[۱۲] مجلّہ آوازِ اہل سنت۔ مارہرہ مطہرہ۔
[۱۳] تذکرۂ علمائے اہل سنت/ مؤلفہ مولانا محمود احمد قادری کانپور۔
[۱۴] فقیہہ اسلام/ مؤلفہ حسن رضا خان پٹنہ یونیورسٹی بہار
[۱۵] حدائق بخشش/ مؤلفہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی مطبوعہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی۔
[۱۶] صدر الشریعہ نمبر/ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی انڈیا۔
[۱۷] برکاتِ مارہرہ مطہرہ/ مفتی خلیل خان برکاتی مدرسہ احسن البرکات حیدر آباد سندھ۔
[۱۸] ماہنامہ آستانہ دہلی/ انڈیا ۱۹۴۴ء
[۱۹] تذکرۂ محدث سورتی/ خواجہ رضی حیدر کراچی۔
[۲۰] مولانا حشمت علی خان لکھنوی ایک تحقیقی مطالعہ/ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم ہمدرد یونیورسٹی دہلی۔
[۲۱] انوارِ رضا۔ لاہور جلد اول/ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

امام احمد رضا کے ایک رفیقِ کار

قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی

از :۔ پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی*

کیوں رضا آج گلی سونی ہے

اُٹھ میرے دھوم مچانے والے

خدا کا شکر ہے کہ اب کوئے رضا سنسان نہیں، آباد ہے۔ دنیا بھر میں مختلف ادارے اور اشخاص دھوم مچانے کے لئے تن، من، دھن، سے لگے ہوئے ہیں جس میں فوقیت پاکستان کو اور پاکستان میں بھی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو حاصل ہے۔ مگر اس کے باوجود ابھی فضل وکمال کے اس سمندر کی محض چند موجوں کا تعارف ہو سکا ہے۔ اور انہیں چند موجوں سے اس سمندر کی بیکراں گہرائیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

مزرعِ چشت و بخارا، عراق واجمیر

کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

امام احمد رضا نے یہ شعر حضورِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔ آج میں ان کا یہ شعر خود انہیں کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی فیض رسانیوں کے بادل نے جہاں سارے عالم کو سیراب کیا ہے، بہار کا خطۂ پُر بہار بھی اس سے محروم نہیں ہا۔ یہاں بھی برسا اور خوب ٹوٹ کر برسا۔ جس کے شکرانے کے طور پر علمائے بہار نے بھی آپ کے علمی ودینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ہر محاذ پر بہترین تعاون کی لاثانی نظیر قائم کی۔ مگر افسوس کہ ان سے کارنامے اب تک پردۂ خفا میں ہیں۔ ہم صرف ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری صاحب علیہ الرحمۃ کی فتوحات سے ہی روشناس ہو سکے ہیں۔ اور وہ بھی پورے طور پر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہار میں ملک العلماء سے پہلے بھی امام احمد رضا کے فکر ونظر سے وابستہ اصحاب واشخاص، علماء ومشائخ کا سلسلۂ نجوم نظر آتا ہے۔ جن کے زرّیں کارناموں کا مطالعہ کئے بغیر ہم رضویات سے متعلق لٹریچر کو معتبر اور مؤقر نہیں بنا سکتے۔ مگر اس کے لئے ایک شخص نہیں، ادارہ کی ضرورت ہے۔

میں نے سرِ دست ان کاملانِ بہار میں سے صرف ایک مردِ کامل کا انتخاب کیا ہے۔ جن کا نام قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی ہے۔ قاضی صاحب کا سلسلۂ نسب کئی واسطوں سے حضرت تاج فقیہ، فاتح بہار، تک پہنچتا ہے جو اس طرح ہے۔ قاضی عبدالوحید بن قاضی عبدالحمید بن قاضی اکرام الحق بن قاضی امین الحق بن قاضی کمال الحق بن قاضی غلام یحییٰ بن غلام شرف الدین از اخلاف مُلّا عبد الشکور تاج فقیہی علیہ الرحمۃ[1]

قاضی صاحب کی ولادت ۲۷ رجب ۱۲۸۹ھ کو ہوئی اور وفات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں[2] فقط ۳۷ سال کی عمر پائی۔ لیکن اس مختصر سی عمر میں وہ کارہائے نمایاں انجام دے گئے جن پر جس قدر بھی رشک کیا جائے کم ہے۔ قاضی صاحب نے مروّجہ نصاب کے مطابق مشرقی تعلیم حاصل کی، ساتھ ہی انٹرنس۔ اور ایف۔ اے کے امتحانات بھی پاس کئے۔ ان کے والد قاضی عبدالحمید ان کو مزید حصول تعلیم کے لئے

*(صدر شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی۔ مظفر پور (بھارت)

انگلستان بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ ان کے بیٹے اور اردو کے مشہور محقق قاضی عبدالودود لکھتے ہیں:

''عربی کی تکمیل اور انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد کالج میں داخل ہوئے۔ ایف اے کے بعد میرے دادا انہیں قاضی رضا حسین کے مشورے پر انگلستان تعلیم کے لئے بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ کسی طرح اس پر راضی نہ ہوئے یہی نہیں یہاں رہ کر بھی انہوں نے مزید انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ وجہ یہ کہ وہ مغربی تعلیم کو مذہب کے لیے سم قاتل سمجھتے تھے۔'' ۳

اس طرح وہ اوائل سے ہی مذہب کے پرجوش داعی اور مبلغ بن گئے۔ اس دور میں بھی مذہب کے نام پر نئے نئے فتنوں کا ظہور ہو رہا تھا۔ رافضیت، وہابیت، نیچریت اور ندویت کی تحریکیں سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت کے عقیدہ و مسلک پر شب خوں مار رہی تھیں۔ ایسے پر آشوب و پُر انتشار ماحول میں قاضی عبدالوحید نے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر مذہبِ حقہ اہلسنّت و جماعت کا جس طرح وفاع کیا ہے کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ان کی دینی غیرت و حمیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ان دنوں ندوۃ العلماء کے قیام کی تحریک زوروں پر تھی اس کا ایک سالانہ اجلاس پٹنہ میں بھی ہوا۔ جس میں یہ تاثر دیا گیا کہ ندوہ کی مخالفت میں صرف مولانا عبدالقادر بدایونی۔ خواجہ عبدالصمد سہسوانی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی سرگرم ہیں۔ ورنہ تمام علماء و مشائخ ندوہ کے حامی تھے قاضی صاحب نے اس شرانگیز پروپیگنڈہ کی سختی سے تردید کی اور ڈھائی سو سے زائد علماء و مشائخ کے خطوط کی اشاعت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ سوادِ اعظم ندوہ تحریک کا مخالف ہے۔ ۴

یہی وہ موقع تھا جب قاضی عبدالوحید نے پہلی مرتبہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو ایک خط لکھا جس کا پورا متن حسب ذیل ہے:۔

''ناصرِ ملتِ مصطفویہ، حامیٔ مذہب حنفیہ جناب مولانا الاجل مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ العالی۔ تسلیم محض غائبانہ اخوت اسلامی وحمایت مذہبِ حنفیہ کے جہت سے یہ خط لکھ رہا ہوں اور مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی کو بھی لکھ رہا ہوں جلسۂ ندوہ سے میں سخت بیزار ہوں۔ اور شاید حضور اس کے مخالف ہیں۔ لہٰذا موافقت فی المخالفہ وحمایت مذہبِ حنفیہ کی جہت سے لکھتا ہوں۔ ایک اخبار تردید مذہبِ باطل ہو مخالفتِ ندوہ میں نکالنے والا ہوں۔ آپ سرپرستی کریں۔ مذہبِ حنفیہ کو حق سمجھتا ہوں اور اس ندوہ کو باطل۔ اگر آپ لوگ آمادہ ہوں تو ندوۂ حنفیہ پٹنہ میں بفضلہٖ قائم کروں۔''

خادم۔ عبدالوحید صدیقی

۹/ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ ۵

ندوہ تحریک کے زور کو توڑنے کے لئے قاضی صاحب نے صرف ڈھائی سو علماء کے خطوط ہی شائع نہیں کئے بلکہ اس کے رد میں جلسے کئے اور مجلسِ علمائے اہلسنت بریلی سے بھی تعاون کی درخواست کی جس کے نتیجے میں مولانا شاہ عبدالصمد مودودی چشتی (صدر مجلس علمائے اہلسنّت) مولانا وصی احمد محدث سورتی۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی۔ مولانا مؤمن سجاد کانپوری (منتظم مجلسِ علمائے اہلسنّت) مولانا سید اخلاص حسین سہسوانی علیہم الرحمۃ (مصنف حادثۂ جانکاہ) عظیم آباد پٹنہ پہنچے۔ اور جناب قاضی عبدالوحید صاحب کے یہاں محلہ لودی کٹرہ پٹنہ سٹی میں فروکش ہوئے۔ یکم شعبان روز سہ شنبہ ۱۳۱۴ھ کی صبح کو شاہ محمد مبارک باغ میں مجلس واعظ منعقد ہوئی۔ اس طرح مختلف مقامات پر جلسے ہوئے۔ ۶

قاضی صاحب نے اپنے مشن کو وسیع پیمانے پر پھیلانے اور چلانے کے لئے احبابِ اہلسنت کے مشورے سے ایک مجلس کی بنیاد ڈالی اور اس کا تاریخ نام مجلسِ عالی حمایتِ سنتِ محمدی ۱۳۱۵ھ

رکھا جس کے صدر مولانا فتح محمد پنجابی مقرر ہوئے۔ حکیم یوسف حسن صاحب اس کے مہتمم۔ اور خود اس کے نائب مہتمم نامزد ہوئے۔ اس تنظیم کے ساتھ ایک مطبع کا بھی قیام عمل میں لایا گیا۔ اور اس کا بھی تاریخی نام رکھا گیا۔ مطبع اعوانِ اہلسنت و جماعت ۱۳۱۵ھ۔ اور ماہ جمادی الاول ۱۳۱۵ھ سے ایک ماہنامہ رسالہ جاری کیا جس کا تاریخی نام۔ ''مخزن تحقیق'' ۱۳۱۵ھ ملقب بہ ''تحفۂ حنفیہ'' رکھا گیا اس کے سرورق پر یہ عبارت مرقوم ہوتی تھی۔

''حمایتِ اسلام وتائید شرع واصحاب سنت ونکایت وبدعت وتہدید ارباب ضلالت وبطالت''

اس رسالہ کے شمارہ ۱۱ جلد ایک میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مبارک تصنیف ''سَلُّ السُّیُوفِ الْھِندِیَہ عَلٰی کُفْرِیَاتِ بَابَاالنَّجْدِیَہ''۔ پہلی بار ڈھائی سو کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور مطبع حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ستر کتابیں شائع ہوئیں۔ آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' بھی پہلے تحفۂ حنفیہ میں ہی شائع ہوا جو محرم الحرام ۱۳۲۵ھ کو شروع ہو کر ماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں اختتام کو پہنچا۔

اس طرح تحفۂ حنفیہ کا فاتحانہ سفر جاری رہا اور بد مذہبیت اور ضلالت کے زور کو توڑتا رہا، پرچہ اور پریس کے قیام کے بعد قاضی صاحب کی ہمتِ عالی نے ایک مدرسہ کی بھی بنیاد ڈال دی جس کا نام مدرسۂ حنفیہ رکھا گیا۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ کو اس کا افتتاح ہوا۔ افتتاحی جلسہ کی صدارت شاہ محمد کمال صاحب رئیس اعظم پٹنہ نے کی اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف نے علمِ دین۔ کے موضوع پر شاندار تقریر فرمائی۔ بدایوں سے مولانا فضل حق (شاگرد مولانا عبدالکافی الہٰ آبادی) بلا کر صدر مدرس رکھے گئے۔ کچھ دنوں کے لئے مولانا سید دیدار علی الوری نے بھی مسند صدارت کو عزت بخشی رحمہم اللہ۔ ۷

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی پٹنہ میں پہلی بار آمد۔

اسی سال ماہ ربیع الآخر میں علامہ شبلی نعمانی نے شاہ سلیمان پھلواروی کی حمایت سے پٹنہ میں ندوہ کے ساتویں اجلاس کا اعلان کر دیا۔ قاضی صاحب اور ان کے اعوان وانصار نے ندویوں کو پر پرزہ نکالتے ہوئے دیکھا تو مجلسِ علمائے اہلسنت کے بھی اجلاس کا اعلان کر دیا۔ اور جناب حضور مولانا شاہ امین احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہِ بہار شریف، اور شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین خانقاہِ پھلواری شریف کے مشورے پر حضرت تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور دیگر علمائے اعلام رحمہم اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ دونوں بزرگوں نے قاضی صاحب اور ان کے احباب کی پرخلوص دعوت پر لبیک کہا اور اجلاس میں شرکت فرما کر اس کے وقار اور عظمت میں چار چاند لگایا۔ ۷، رجب تا ۱۳/ رجب ۱۳۱۸ھ اس کے شاندار اجلاس ہوئے اور ندویوں کا زور ٹوٹا۔

مجلس ندوۃ العلماء کے اجلاس پٹنہ کی صدارت مولانا شاہ احمد حسن کانپوری نے کی۔ مجلس علمائے اہلسنت کے اجلاس سے ان پر ندوہ کی اصل حقیقت منکشف ہوئی۔ اور انہوں نے سخت رنجیدہ ہو کر مولانا محمد علی مونگیری ناظمِ ندوہ سے برملا فرمایا:۔

> ''پورا طائفۂ ندوہ جہنم میں جائے گا، ہم تم دونوں جائیں گے پہلے کون جائے گا میں یہ نہیں بتا سکتا آئندہ سے مجھ کو ہرگز نہ بلانا'' ۸

اس مجلس میں علمائے اہل سنت کے جلسہ کی صدارت حضرت تاج الفحول کی تحریک پر جناب حضور شاہ امین میاں صاحب نے کی۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قصیدۂ دالیہ ''آمال

الابرار'' منظوم فرمایا جو قاضی صاحب کی طرف سے پیش ہوا۔ اس میں حضور سجادہ نشیں بہار شریف کی شان میں یہ شعر گزارے۔

بقیۃ الاولیا امین احمد امینٌ احمدٌ، امنٌ، حمودٌ
شمائلہ تذکرنا الصحابہ سحا ئبہ علیٰ کل یجود ۹

(ترجمہ:۔ اولیا کے بقیہ شاہ امین احمد صاحب، امانت دار، خوب حمد کرنے والے، سراپا امن، ستودہ صفات، ان کی خصلتیں ہمیں صحابہ کی یاد دلاتی ہیں۔ ان کے بادل سب پر فیضان کی بارش کرتے ہیں)۔

اجلاس پٹنہ کے بعد مجلس علمائے سنت کا دوسرا بڑا اجلاس کلکتہ میں ہوا۔ شعبان ۱۳۱۹ھ حاجی لعل محمد خان صاحب نے قاضی عبدالوحید صاحب کو خط بھیجوایا کہ ۲۲ تا ۲۵ شعبان کلکتہ میں ندوہ کا جلسہ ہے۔ اپنا بھی اجلاس ہونا چاہیے۔ یہ سن کر قاضی صاحب فوراً کلکتہ تشریف لے گئے اور احبابِ اہلسنّت کے باہمی مشوروں سے ایک جلسہ کا اعلان کر دیا۔ ۲۱ تا ۲۶ شعبان ۱۳۱۹ھ اس کے شاندار اجلاس ہوئے۔ جس میں امام احمد رضا کی بھی شرکت بابرکت ہوئے۔ اس کی مکمل روداد بنام ''دربار سراپا رحمت'' ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوئی جس کے صفحہ ۱۴ پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تشریف ارزانی کا تفصیلی بیان ہے۔ ۱۰

اعلیٰ حضرت کی پٹنہ میں دوسری بار آمد

اجلاس کلکتہ کے بعد قاضی صاحب کی دعوت پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ دوسری بار پٹنہ تشریف لائے۔ آپ قاضی صاحب کے مہمان ہوئے۔ علماً و مشائخ اور روسائے شہر نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اس موقع پر ماہنامہ تحفۂ حنفیہ کے کاتب منشی علی حسین صاحب نے آپ کی شان میں ۲۷ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ پیش کیا۔ جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

یہ سماں بے شک رہے گا مدتوں تک یادگار
اک کے پٹنے میں نئی صورت سے آئی ہے بہار

۱۱

اس سفر میں قاضی صاحب نے اپنی اہلیہ محترمہ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دامن کرم سے وابستہ کرایا۔ یہاں پر اس واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قاضی صاحب کے خسر محترم شاہ لطف الرحمٰن کا کوی ایک تھال خوان پوش میں نذر لائے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا میں نے قبول کیا۔ لے جایئے شاہ صاحب نے عرض کیا حضور ساٹھ روپے بھی ہیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ساٹھ روپے تو کیا، ساٹھ ہزار روپے بھی ہوں تو فقیر اپنے مولیٰ تعالیٰ کے جود و کرم سے بے نیاز ہے۔

اس دوسرے موقع پر اعلیٰ حضرت کا قیام مدرسہ حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں رہا، آپ نے مدرسہ کی عالی شان عمارت دیکھ کر درج ذیل قطعۂ تاریخ ارشاد فرمایا:۔

یاطا لبا حسن المآب — اَبشِر فَذَا نَہجَ الصَّواب
عبد الوحِیدُ بنیَ ھُنا — بیتاً لِدَرس مُستطاب
بِالزُّبر تَد عوا البینات — جیٔ عندہ عِلمُ الکتاب

۱۲

(ترجمہ۔ اے حسنِ مقصور کے طالب خوش ہو کہ یہ طریق صواب ہے، عبدالوحید نے درس مستطاب کے لئے یہاں گھر بنایا ہے۔ بینات زبر کو بلا رہے ہیں کہ آؤ ان کے پاس ام الکتاب ہے۔)

یہی وہ وقت تھا جب اعلیٰ حضرت بریلوی نے حضرت قاضی صاحب کو ندوہ شکن۔ ندوی فگن۔ کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔

'' جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے ہیں۔۔

مولوی قاضی عبدالوحید فردوسی کو ندوہ شکن۔ ندوہ فگن سے تعبیر کیا ہے''

یہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ''حسام الحرمین'' جس پر علمائے عرب وعجم نے تصدیقات لکھیں اور امام احمد رضا کو بڑے بڑے القابات سے نوازا وہ درحقیقت ''المعتمد المستند'' کا ایک حصہ ہے جسے امام احمد رضا کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا نے علمائے عرب کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور یہ کہ ''المعتمد المستند'' حضرت السیف المسلول علامہ فضل رسول بدایونی کی کتاب ''المعتقد المنتقد'' پر امام احمد رضا کے حواشی کا مجموعہ ہے۔ جس کا باعث ومحرک مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی ہی ہیں۔ المعتمد کے خطبہ میں امام رضا نے فرمایا ہے۔

توجه الی طبعه من توجه الله تعالیٰ بتیجان الخیرات جعله موفقابل وقفامو قوفاًعلیٰ فعال المبرتِ فکلما عاذ علی السداد شدة امداد لسدهاعدة هوالوحیدالفرید حامی السنن ماحی الفتن مولا ناالقاضی عبدالوحید الحنفی الفردوسی العظیم آبادی اید الله واید ه' والایادی وجعل تصحیحه الیٰ هذ العید الضعیف فلم لسعنی الامتثال امره المنیف .... عَلَقْتُ حُروفاً ماعلّقتِ الایسیراً [۱۴]

(ترجمہ اس کی کتاب کی طباعت کی طرف اس شخص کی طبیعت مائل ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے خیرات کی بلندیوں کی طرف متوجہ فرمادیا اور توفیق دی بلکہ نیک کاموں پر اسے موقوف فرمایا۔ جب کبھی بھی راہ راست پر شدت آئی انہوں نے مدد کی۔ اور اس کے سدِ باب کیلئے ساز وسامان مہیا کیا۔ وہ ہیں یگانہ، یکتا، حامیِ سنن، ماحیِ فتن مولانا قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی عظیم آبادی اللہ انہیں ہمیشہ رکھے اور اپنے ہاتھوں اور نعمتوں سے اس کی مدد فرمائے انہوں نے جب اس کی تصحیح کا کام اس عبدِ ضعیف کے ذمے کیا تو میرے لئے ان کا حکم عالی ماننے کے سوا چارہ نہ رہا اور میں نے اس پر کچھ تعلیقات لکھے۔)

قاضی صاحب کی طبیعت میں ریاست کے باوجود حد درجہ سادگی اور تواضع تھی اخلاق، محبت، اخوت، فیاضی اور خدا ترسی ان کی شخصیت کے اہم اوصاف تھے۔ قاضی عبدالودود لکھتے ہیں:۔

''میرے دادا نے کئی آدمیوں کو سودی قرض دے رکھا تھا انکی موت کے بعد انہوں (قاضی عبدالوحید) نے سود کے ہزاروں روپے معاف کردیئے وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے بہت روپے دوسروں پر صرف ہوا کرتے تھے۔ خدا پر انہیں بڑا بھروسہ تھا۔ میرے حقیقی ماموں طاعون میں مبتلا ہوگئے مجھے ان کے پاس جانے سے بالکل نہ روکا۔

وہ تو میرے ماموں تھے۔ میرے معلم کا ایک بھانجا اس مرض کا شکار ہوگیا۔ اس کے پاس جانے کی بھی ممانعت نہ تھی دونوں اس مرض میں مرگئے'' [۱۵]

قاضی صاحب کی علالت وسفر آخرت اور اعلیٰ حضرت کی تیسری بار پٹنہ آمد

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کو جب قاضی صاحب کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ عازم پٹنہ ہوئے۔ ۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو آپ کا ورود مسعود ہوا۔ فوراً قاضی صاحب کے پاس پہنچ کر ان کی مزاج پرسی کی دیر تک ان کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ وقت موعود آپہنچا۔ ۱۹/ربیع الاول شب چہارشنبہ کو دو بجے قاضی صاحب نے کمالِ فرح وسرور کی حالت میں قفسِ عنصری کو چھوڑا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی نے جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال بڑی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ ان کے مطابق حضرت محدث سورتی نے قاضی صاحب کو غسل دیا اور اعلیٰ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اور قبر خاص میں یہ دونوں حضرات اترے۔ اس حقیر (مولانا محمد ضیاء الدین) اور شاہ بغدادی نے جنازہ چار پائی پر سے اٹھا کر ان دونوں صاحبان کو دیا۔ قبر میں رکھنے کے بعد امام احمد رضا نے مرحوم کے

چہرے سے پردہ ہٹا کر فرمایا کہ'' حضرات دیکھئے! دین کی سچی مدد کرنے والوں کی بعدِ وفات حالتِ حیات سے بھی بڑھ کر پاکیزہ ہوجاتی ہے۔'' ۱۶

پکی درگاہ موضع جٹھلی شریف ضلع پٹنہ میں حضرت شیخ شہاب الدین عرف پیر جگجوت کے مزار کے داہنی جانب قاضی صاحب مدفون ہوئے۔ یہ جگہ پٹنہ شہر سے پانچ میل پورب میں واقع ہے۔ مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی کے مطابق ہمراہ جناز، جاتے ہوئے امام احمد رضا کو دو تاریخیں القا ہوئیں۔ آپ نے ان سے اور مولانا ظفر الدین بہاری سے مادّوں کے استخراج کی نسبت ارشاد فرمایا۔ جب جمع کئے گئے تو پورے اترے۔

یا اکرم الخلق انت الکریم
اکرم القاضی عبد الوحید
قَال الرِّضَا فِی الدُّعاءِ ارفہ
ارحم القاضی وعبدالوحید

۱۳۲۶ھ

دوسری تاریخ۔ وُهِبَ الْمُتَّقُوْنَ مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۱۳۲۶ھ

اعلیٰ حضرت کے اس سفر کی تصدیق قاضی عبدالودود کی خودنوشت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''قاضی عبدالوحید کی وفات ۱۹/۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں ہوئی ان کے مرض الموت میں بریلوی صاحب ہمارے یہاں آئے تھے۔ اور ان کے چہارم کے بعد واپس گئے تھے۔'' ۱۸

حوالہ جات

۱۔۔مقالات قاضی عبدالودود۔ مرتبہ پروفیسر کلیم الدین احمد، زیرعنوان میں کون ہوں میں کیا ہوں۔ صفحہ۔۔ ا
۲۔ایضاً ۳
۳۔ایضاً ۱۔۲
۴۔۔سوالات حق نما بروئس ندوۃ العلماء ۱۳۱۳ھ
۵۔۔مکتوبات علماء وکلام اہل صفا۔ مرتبہ مولانا سید عبدالکریم بریلوی
۶۔۔فکِ فتنہ از بہار پٹنہ مرتبہ۔ حکیم مومن سجاد حسین ۱۳۱۴ھ
۷۔۔۔بحوالہ روداد مدرسہ ۱۳۲۰ھ۔ از قاضی عبدالوحید عظیم آبادی
۸۔۔۔بحواکہ دربار حق وہدایت ۱۳۱۸ھ۔ روداد مجلس علمائے اہلسنت اجلاس پٹنہ
۹۔۔۔ایضاً
۱۰۔۔۔دربار سراپا رحمت روداد اجلاس کلکتہ ۱۳۱۹ھ صفحہ ۱۴
۱۱۔۔۔مطبوعہ تحفہ جلد ۵ پرچہ ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ صفحہ ۲۹۔۳۰۔
۱۲۔۔۔روداد اجلاس دوئم مدرسہ حنفیہ
۱۳۔۔۔فتاویٰ رضویہ جلد ۶/ صفحہ ۳۶۶
۱۴۔۔۔خطبہ المعتمد المستند
۱۵۔۔۔میں کون ہوں میں کیا ہوں۔ از قاضی عبدالودود صفحہ ۳
۱۶۔۔تحفہ حنفیہ ۱۳۲۷ھ
۱۷۔ ایضاً
۱۸۔''میں کون ہوں میں کیا ہوں'' از قاضی عبدالودود صفحہ ۴

حضرت شیخ الاسلام

سیدنا ابوالحسین احمد نوری میاں المارہروی علیہ الرحمۃ ۱۳۲۴ھ

حالات، واقعات، آثار

از:۔ پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری*

آپ کمالات اسلاف کے عطر مجموعہ سراج العارفین خاتم الاکابر سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی ۱؎ المحدث والفقیہ المارہروی (قدس سرہ)، کے نبیرہ اور حضرت سیدنا شاہ ظہور حسن صاحب المارہروی (علیہ الرحمۃ) کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۱۹ر شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ر دسمبر ۱۸۳۹ء کو ہوئی۔ تاریخی نام سید مظہر علی اور لقب میاں صاحب تھا۔ گیارہ سال کی عمر شریف میں ریاضت اور مجاہدے کی سنگلاخ زمین آپ کی قوت عمل کا مرکز بنیں اور بہت جلد آپ کی ہدف تک رسائی ہوگئی اور آپ اپنے پیرومرشد جدامجد حضرت خاتم الاکابر سیدنا آل رسول الاحمدی قدس سرہ، کے رنگ میں رنگ گئے۔

مؤرخین کے مطابق حضرت شیخ الاسلام مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) خاندان برکاتیہ مارہرویہ کے لئے رب تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ تھے۔ استغناء میں حضور صاحب البرکات سید نا شاہ برکت اللہ قدس سرہ ۲؎، کا رنگ، تربیت وسلوک میں سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ ۳؎، کی شان، معلومات و وسعت نظر میں حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ ۴؎ کا پرتو، ایثار وعطا اور حاجت روائی مخلوق میں حضرت برکات ثانی سیدنا شاہ حقانی قدس سرہ ۵؎، کا انداز، تصرف وحکومت میں حضور شمس العارفین سیدنا شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں ۶؎ صاحب قدس سرہ، کی یادگار، مہمان نوازی اور سخاوت میں حضور سیدنا شاہ آل برکات ستھرے میاں ۷؎ صاحب قدس سرہ، کا نمونہ، ستر حال واخفاء کمال واتباع سنت واجتناب بدعت میں حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول ۸؎ قدس سرہ، کے خلف الصدق، غرض ذات والا، کئی اعتبار سے مجموعہ کمالات تھی۔

آپ نے اپنے عہد کی کثیر شخصیات سے ظاہری علوم میں اکتساب فیض کیا۔ ان میں مشاہیر علماء کرام مندرجہ ذیل ہے:

(۱) حضرت میاں جی رحمت اللہ صاحب، (۲) حضرت شیر باز خان مارہروی، (۳) حضرت امانت علی مارہروی، (۴) حضرت سید اولاد علی مارہروی، (۵) حضرت مولانا محمد عبدالکریم پنجابی، (۶) حضرت حافظ قاری محمد فیض رامپوری، (۷) حضرت مولانا فضل اللہ جالیسری متوفی ۱۲۸۳ھ، (۸) حضرت مولانا نور احمد عثانی بدایونی متوفی ۱۳۰۱ھ، (۹) حضرت مولانا مفتی حسن خاں عثانی بریلوی، (۱۰) حضرت مولانا ہدایت علی بریلوی، (۱۱) حضرت مولانا محمد تراب علی امروہوی، (۱۲) حضرت مولانا محمد حسین شاہ ولاتی، (۱۳) حضرت مولانا محمد حسین بخاری اور حضرت مولانا محمد عبدالقادر عثانی بدایونی (۷) متوفی ۱۳۱۹ھ قدست اسرارہم ورحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

باطنی علوم کی راہ میں آپ کے مربیٔ اعظم المحدث والفقیہ حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمد قدس سرہ، العزیز تھے۔ آپ کی ذات والا کے علاوہ اور جن گرامی حضرات سے اذکار واوراد وسلوک کی نسبتیں حاصل رہیں۔ وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت سید غلام محی الدین، (۲) حضرت مفتی سید عین الحسن بلگرامی، (۳) حضرت مولانا احمد حسن مرادآبادی، (۴) حضرت حافظ

---

*صدر شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی ۲۰۰۳ء

شاہ علی حسین مرادآبادی۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

اور روحانی فیوض اکتسابات عظیم بارگاہوں سے حاصل تھے آپ کو حضور پرنور نبی اکرم سید عالم ﷺ کی زیارت مقدسہ حاصل رہی۔ مصافحہ ومعانقہ، بیعت اور اخذ فیض کی گراں مایہ دولتیں اس درجۂ قرب کے ساتھ حاصل فرمائیں کہ آغوش رحمت عالم میں کئی بار جا بیٹھنے کا شرف حاصل رہا۔ حضور اقدس سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس کے علاوہ مندرجہ ذیل اعاظم کرام سے بھی انوار باطنی حاصل ہوئے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام، حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام، حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام، حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، حضرت سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت سید الشہداء امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ، سیدنا غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم الشیخ ابو محمد سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے خاندان کے تمام اکابرین حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ سے لے کر حضرت سیدنا خاتم الاکابر قدس سرہ کی زیارتوں سے بہرہ ور ہوئے اور اکتساب فیض کیا۔

جس ذات کریم نے ایسی ایسی عظیم بارگاہوں سے فیض حاصل کیا ہو اس کی عظمت جامعیت اور عبقریت کا کیا پوچھنا؟ آپ کی علمی مصروفیات کی روداد حضرت نظمی الماہروی کے قلم سے اچھی لگتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''دربار نوری کی یہ شان کہ فوائد جلیلہ دینیہ بیان ہو رہے ہیں اور ہر مسئلہ شرعی کو اس اسلوب اور وضاحت سے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ ہر عامی کے ذہن نشین ہو رہا ہے۔ بعض مسائل کی تحقیق میں سوالات روانہ فرمارہے ہیں کبھی خود سفر فرما رہے ہیں، کبھی تصوف وسلوک وعقیدہ کے مطالعے میں ہیں اور کبھی ان میں سے مختلف فوائد انتخاب فرمارہے ہیں۔''

یہ تو آپ کی علمی مصروفیات تھیں، دوسری طرف اوراد و اذکار بھی بے شمار تھے۔ بقول حضرت نظمی:

''حضور کے وقت میں کیسی وسعت و برکت تھی کہ نماز وظائف، اور اوراد واشغال کے سوا خدام وسائلین کی پرسش حالات، خطوط کے جوابات، مریض کی عیادت، نقوش وتعویذات کی تحریر، قیلولہ وآرام، تصنیف وتالیف کے لئے ملاحظہ کتب، اہل حقوق کی پاسداری، حضور خاتم الاکابر کے دربار میں حاضری۔ معاملات کا پیش کرنا اور ہدایت لینا وغیرہ اوقات روزانہ میں شامل تھے۔

ان کثیر در کثیر ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود اچھی خاصی تصانیف آپ سے یادگار ہیں۔ آپ نے چند رسائل، تکبیر، عقائد، آداب مریدین اور اوراد واذکار، اشغال واعمال اور فقہ میں تصنیف فرمائے۔ شعر بھی کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ ابتداء میں تخلص سعید فرماتے تھے، بعد میں نوری لکھنے لگے تھے۔

مخدومی حضرت سید آل رسول نظمی برکاتی حضرت نوری میاں قدس سرہ، کی جملہ تصانیف کا ایک اجمالی موضوعاتی خاکہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

(۱) العسل المصفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثنا):

یہ آسان اردو زبان میں عقائد اہلسنت کے بیان میں نہایت مختصر اور مفید، بچوں کی تعلیم کے لئے مناسب بلکہ ضروری رسالہ ہے۔ (متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔)

(۲) سوال و جواب: یہ بھی اردو زبان میں ایک مختصر مسئلہ پر مشتمل فیصلہ ہے۔ آج تک حضرات تفضیلیہ سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔

(۳) اشتہار نوری: یہ ایک مفید مختصر تحریر ہے۔ جس وقت بعض علماء اہلسنت، مکائد اہل ندوہ سے دھوکا کھا کر شامل ندوہ ہو گئے ان کی تنبیہ کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا۔

(۴) تحقیق التراویح: یہ رسالہ دفع فتنہ بعض غیر مقلدین میں بیس رکعت تراویح کے اثبات میں تحریر فرمایا گیا۔

(۵) دلیل الیقین من کلمات العارفین: تفصیل کلی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثبات، حضرت تفضیلیہ کے شبہات کا ازالہ نہایت ضروری وضاحت سے فرمایا گیا ہے۔

(۶) اطائف طریقت کشف القلوب: یہ رسالہ بین کسب ابتداء سلوک میں بزبان اردو ہے۔

(۷) النورو البهاء، فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء: اس رسالے میں سلسل اسناد حدیث صحاح ومسلسل بالاولیۃ وحصن حصین و دلائل الخیرات، اسماء اربعینہ، مسافات اربعہ، مشابکہ، مسلسل بالاضافتہ و اسناد حرزمیانی وقرآن کریم وتسبیح وسلسلہ عالیہ قادریہ قدیمہ، وکالپویہ جدیدۃ رزاقیہ ومنوریہ وچشتیہ وسہروردیہ ونقشبندیہ ومداریہ جو چار طریقوں سے پہنچے ہیں درج ہیں۔ یہ بزبان عربی نہایت مفید رسالہ ہے۔

(۸) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف: خانوادہ برکاتیہ کے جملہ مریدین ومتوسلین کو اس کتاب کا دیکھنا، پڑھنا، پاس رکھنا نہایت فائدہ مند ہے۔

(۹) الفجر: ایک مختصر رسالہ بزبان اردو ہے جس میں علم جعفر کا ایک خاص قاعدہ مفصلاً مذکور ہے۔

(۱۰) النجوم: ایک نہایت مختصر رسالہ علم نجوم میں ہے۔ وہ چیزیں جن کا جاننا ایک عالم کو نہایت ضروری ہے اس میں درج ہیں۔

(۱۱) تخیل نوری: یہ مجموعہ اشعار فارسی، عربی و اردو جو گاہ بہ گاہ اتفاقیہ نظم فرمائے گئے۔ ان کے علاوہ صلوٰۃ معینیہ، مجموعہ صلوٰۃ نقشبندیہ مجمویہ صلوٰۃ صابریہ، صلوٰۃ ابی العلائیہ، صلوٰۃ مداریہ، صلوٰۃ الاقرباء، صلوٰۃ المرضیہ، لفقراء الماہرویہ وغیرہ شجرے ہیں، مرتب فرمائے۔ آپ کی آخری تصنیف ''اسرار برکاتیہ'' ہے جو صد ہا نکات واسرار پر مشتمل ہے

(۱۲) صلوٰۃ غوثیہ: اس میں شجرہ عالیہ قادریہ مع اسمائے حسنیٰ درج ہے۔

(۱۳) صلوٰۃ معینیہ: شجریہ چشتیہ اس میں بطور اوراد درج ہے۔

(۱۴) مجموعہ: اس میں حضور ﷺ، سیدنا حضرت علی حضرات حسنین کریمین اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ننانوے اسماء عالیہ کا ذکر ہے۔

(۱۵) صلوٰۃ نقشبندیہ: اس میں بھی حضرات خواجہ نقشبند کے ننانوے صیغے اور اسماء مذکور ہیں۔

(۱۶) صلوٰۃ الاقرباء: اس میں بیشتر خاندانی بزرگوں کے اسماء گرامی مذکور ہیں۔

(۱۷) مجموعہ ہائے اعمال واشغال: اس کا شمار نہیں۔ قریب چند مجموعہ ہر سال خود ہی تحریر فرمائے جو چند حضرات کے پاس ہیں۔

یہ اصل کتاب فارسی میں ہے جس پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ، کی عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں منظوم تقریظ ہے۔

عربی تقریظ کے چند اشعار یہ ہیں:

انا سیدی یا ابن عز غطارف	ویا احمد النور نور الاعارف
کلامک نور بهاء السلاسل	وشهد مصفیٰ عن الزیغ صارفً
وتحقیق ترویح کشف القلوب	دلیل الیقین سراج العوارف
ولا غروان جاء منک سراج	فانک "نوری" نادی المعارف
أنا سراجک بلیل شمسا	وشمس بلیل عجیب و طرف
فهل مثله فی تلید و طارف ؟	واین فاین تراه الطوارف (۱)

استاذ الدکتور حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ جو جامعہ از ہر قاہرہ میں استاد ہیں انہوں نے ''بساتین الغفران'' ڈاکٹر حامد علی خاں کے مقالہ کے حوالے سے فقط یہی چھ اشعار ذکر کیے ہیں۔ آپ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے گیارہ عربی اشعار تقریظ میں کہے تھے جو سراج العوارف کے اس نسخہ میں مطبوع ہیں جو بدایوں پریس سے شائع ہوا تھا۔

سراج العوارف کے دو اردو ترجمے شائع ہوئے۔ پہلا ترجمہ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد خاں صاحب برکاتی مارہروی (علیہ الرحمۃ)

شیخ الحدیث مدرسہ احسن البرکات حیدرآباد سندھ نے کیا اور دوسرا حضرت مخدوم گرامی جانشین حضرت احسن العلما، ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب مدظلہ العالی نے، ہندوستان میں آج کل عام طور سے پہلا ہی ترجمہ دستیاب ہے جس کو مکتبہ جام نور، دہلی نے ''شریعت وطریقت'' کے نام سے شائع کیا ہے حضرت امینِ ملت کا ترجمہ عرصہ ہوا'' مکتبہ استقامت کانپور'' سے شائع ہوا تھا۔ پاکستان میں اس کے متعدد ایڈیشن نکلے۔ جن میں برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی کا شائع کردہ ایڈیشن ہے۔'' سراج العوارف'' میں بہت مفید فوائد کی نشاندہی کی گئی ہے یہاں صرف چند نصائح طیبہ تحریر کیے جارہے ہیں۔

بعض نصائح نوری: (۱) اپنا راز کسی سے نہ کہو، (۲) عالم کے فعل کو نہ دیکھو، بلکہ اس کے قول پر نظر کرو، اس لیے کہ فعل صرف اپنے لئے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ خلافِ سنت بھی ہو، اور قول دوسروں کے لئے ہوتا ہے۔ علماء کرام کی دیانت داری سے اس کی توقع نہیں کہ ان کا قول خلاف سنت ہو، (۳) بُروں اور نافرمانوں کو نصیحت کرو کہ شاید وہ توبہ کرلیں اور کسی سے ان کا عیب بیان نہ کرو کہ کہیں وہ ڈھیٹ نہ ہو جائیں، (۴) اپنے سے کمزوروں پر رحم کرو، تاکہ اپنے سے طاقتوروں کی طرف سے تم پر رحم ہو، (۵) کسی کو گالی نہ دو کہ وہ بھی تمہیں گالی دے۔ گالی گلوچ سے دنیا بربادی اور آخرت میں گناہ ہے، (۶) جس نے پاجامہ کھڑے ہوکر پہنا اور عمامہ بیٹھ کر باندھا اس کو اللہ ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جو پھر ٹل نہیں سکتے، یعنی دونوں عمل خلافِ سنت ہیں، (۷) ادب سے رہو بے ادبی سے دور رہو، اولیائے اصفیاء، اتقیاء، فضلاء اور فقراء کے ادب و تعظیم میں کوشاں رہو، (۸) کسی سے منافقانہ میل جول نہ رکھو۔ منافقانہ دوستی سے کھلی دشمنی بہتر ہے، (۹) بزرگوں کی نصیحت سے غمگین نہ ہو اور چھوٹوں کو ادب سکھانے میں غفلت نہ برتو، (۱۰) کسی کی برائی کا چھپانا ثواب کا کام ہے اور خدا کے خاص بندوں کی عادت ہے۔ (۱)

حضرت سیدنا نوری میاں قدس سرہ کا شعری دیوان ''تخیل نوری'' شائع ہو چکا ہے البتہ اس کے کچھ اشعار مولانا کمالی صاحب کے مضمون ''حضرت نوری میاں کی نعتیہ شاعری'' میں دیکھنے کو ملے۔ چند منتخب اشعار نذر قارئین ہیں تاکہ وہ اس سے حضرت کی فکری ندرت، تخیل کی بلندی، جذبے کی حدت، ذوق کی لطافت یعنی شاعرانہ عظمت کا بھی اندازہ کرسکیں۔

پھول مہکے ہر رنگ چہکے دہنبائے عشق سے	بڑھ گئی جنت سے بھی کچھ اپنے مدفن کی بہار
جلوہ حسن بتاں کیسا؟ کہاں کا رنگ گل	چڑھ گئی اب تو نظر پر ان کے جوش کی بہار
کس لیے کس بات میں کم ہیں مرے داغ جگر	بلبلیں دیکھا کریں لے نور گلشن کی بہار

☆

دل عشاق میں اے جان کیں کیوں نہ ہوئے	یہ بھی تو عرش ہے تم عرش نشیں کیوں نہ ہوئے
نام جب دیکھتے ہیں تیرا خطوں میں عاشق	رشک کرتے ہیں کہ قرطاس ہمیں کیوں نہ ہوئے
غم فرقت کی بلاؤں میں پھنسا ہے نوری	حیف صد حیف کہ تم اس کے معین کیوں نہ ہوئے

☆

پھر کہا دل نے چلو کوہ بیاباں کی طرف	ہاتھ پھر بڑھنے لگے جیب وگریباں کی طرف
تو ہی کر انصاف دونوں کو ملا کر عندلیب	جاؤں میں اس کی گلی میں یا گلستاں کی طرف
جس نگاہ لطف سے تم دیکھتے ہو سوئے غیر	دیکھ لو میرے بھی احوال پریشاں کی طرف
مل گئے جب خاک میں تو پوچھنے والا ہے کون؟	نور آتا ہے کوئی گور غریباں کی طرف

یہ حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ کے وہ اشعار ہیں جس میں تغزل کی شان اپنے پورے جمالیاتی رنگ کے ساتھ موجود ہے۔ ورنہ سرکار نوری نے بڑے سادہ کلام بھی کہے ہیں جس میں سادگی کے ساتھ بانکپن بھی ہے۔ ذرا یہ اشعار تو دیکھئے۔

مرا محبوب، محبوب خدا ہے	مرا پیارا محمد مصطفےٰ ﷺ ہے
وہی روح روان انبیاء ہے	وہی تاب و توان اولیاء ہے
ثنا اس کی بشر سے کب ادا ہو؟	کہ وہ محمود و محبوب خدا ہے
انھیں کی نعت لکھ نوری ہمیشہ	انھیں سے ابتداء و انتہاء ہے

مراجع وحواشی

ا۔آپ اپنے عہد کے جلیل القدر محدث اور تیرہویں صدی کے اکابر اولیاء محدثین اور فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔آپ کی تعلیم وتربیت حضرت معین الحق علامہ شاہ عبدالحمید بدایونی، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی ،مولانا شاہ محمد عوض عثمانی بدایونی ،قدس سرھم سے خانقاہ برکاتیہ میں ہوئی، پھر آپ نے علماء فرنگی محل حضرت مولانا نور نہم ،مولانا عبدالواسع سے تکمیل علوم کی۔ پھر آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے درس حدیث میں شرکت کے لیے دہلی تشریف لے گئے اور وہاں حدیث وفقہ میں کمال حاصل کیا۔ ۱۲۲۶ھ میں آپ حضرت مخدوم شیخ العالم عبدالحق رودولوی المتوفی ۸۷۰ھ کے عرس میں تشریف لے گئے اور وہاں موجود مشاہیر علماء ومشائخ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

آپ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی المتوفی ۱۲۵۰ھ سے ملاقات کے لیے بریلی خانقاہ نیازیہ بھی تشریف لے گئے۔ایک روایت کے مطابق حضرت شاہ نیاز بریلوی سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی لیکن یہ روایت مجروح وغیرہ ثقہ ہے۔

آپ نے سلسلہ برکاتیہ کو بہت فروغ دیا۔حضرت شیخ العالم والمسلمین سید شاہ علی حسین میاں الاشرفی کچھوچھوی المتوفی ۱۳۵۵ھ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی المتوفی ۱۳۴۰ھ، حضرت تاج العارفین مولانا شاہ ابوالحسین نوری میاں المارہروی علیھم الرحمۃ بھی آپ کے خلیفہ مجاز تھے۔آپ ۱۲۹۶ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔اس موقع پر آپ کے خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی نے اپنے مرشد کی تاریخ وصال تواریخ اولیاء ''۱۲۹۶ھ'' سے استخراج فرمایا۔آپ اپنے خاندانی بزرگ حضرت شاہ برکت اللہ کے خانقاہ میں دفن ہوئے ،آج بھی آپ کا مزار مبارک مارہرہ مطہرہ خانقاہ برکاتیہ کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے(نوری غفرلہ)

۲۔آپ سیدنا سید شاہ اویس بلگرامی علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے تھے،آپ بیک وقت علوم ظاہری اور باطنی کے حامل مشہور ادیب،مصنف،محقق،شاعر اور صاحب حال بزرگ تھے۔

قرب الٰہی کی وہ بلند ترین منزلیں آپ کو نصیب تھیں جو فقط عطائے الٰہی ہی کہی جاسکتی ہیں۔ ۲۶ سال تک مسلسل روزے کی حالت میں گزرا۔صرف ایک کھجور سے افطار کرتے۔دنیا سے بے نیازی اور مطلوب حقیقی سے نیاز آپ کا مشغلہ تھا۔آپ کا عہد علوم وفنون کی ترقی کے لحاظ سے بہت سازگار تھا۔فتاویٰ عالمگیری اسی دور کی یادگار ہے۔آپ کا وطن حقیقی بلگرام جو کافی عرصہ تک علماء ظاہر و باطن کی آماجگاہ تھا اور یہاں اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔آپ کو عربی ،فارسی،کے علاوہ زبان ہندی،سنسکرت پر کامل عبور حاصل تھا۔آپ کی درجنوں تصانیف میں عوارف ہندی ،دیوان عشقی ،فارسی،پیم پرکاش ،وغیرہ بہت معروف ہیں۔آپ شاعری میں عشقی تخلص رکھتے تھے،رسالہ سوال وجواب ۱۱۰۹ھ آپ کی تصنیف ہے،جس میں صدق،عدل،حیاء اور علم کی حقیقت کے بارے میں تحریر ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر مذکورہ بالا امور کے دست کش ہوئے تو تم انسانیت کے دائرے سے خارج ہوجاؤ گے ۱۱۴۳ھ میں آپ کا مارہرہ میں وصال ہوا۔آپ کے حوالے سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ عالم میں مشہور ہے۔(نوری)

۳۔آپ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔آپ حضرت شاہ برکت اللہ البلگرامی ثم المارہروی کے بڑے لڑکے تھے۔آپ نے ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد سے حاصل کیے۔آپ کی ایک تصنیف بیاض دہلی بہت معروف ہے۔آپ کا ۱۱۶۵ھ میں انتقال ہوا۔(برکات مارہرہ) نوری

۴۔آپ ۱۱۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل اپنے والد حضرت شاہ آل محمد قدس سرہ، سے حاصل کیے۔طب میں حکیم عطاء اللہ سے تلمذ رہا۔تمنائے عثمانی ،ضیافت صدیقی اور فقہ حیدری کے جانشین تھے۔آپ کی اکثر

تصانیف کے مخطوطات خانقاہ برکاتیہ مارہرہ میں محفوظ ہیں ۱۱۹۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (نوری)

۵۔آپ حضرت سید آل محمد قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحب زادے تھے۔آپ کی ۱۱۴۵ھ میں ولادت ہوئی علوم شرعیہ میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ خانقاہ برکاتیہ کی اکثر عمارتیں آپ کے ذوقِ تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔آپ کا انتقال ۱۲۱۰ھ میں ہوا۔

۶۔آپ ۱۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے آپ فنافی الغوث الاعظم تھے۔سرکارِ غوثِ اعظم (علیہ الرحمۃ) سے نسبت والی ہر چیز کا بہت احترام فرماتے تھے۔آپ علوم ظاہری اور باطنی میں غائیت درجہ کمال رکھتے تھے۔آپ کے خلفاء میں بدایوں کے حضرت علامہ شاہ عبدالمجید عین الحق کا نام آتا ہے۔آپ اپنے روزنامہ فائل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظاتِ عزیز بلند کلمات کے ساتھ موجود ہیں۔آپ کی تصنیف وتالیف کے حوالہ سے سب سے بڑی اور ضخیم کتاب آئین احمدی ہے جو ۳۴ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں عقائد وفقہی مسائل کے علاوہ اعمال وظائف کے بھی مسائل شامل ہیں۔اس کتاب کی بعض جلدیں مولانا عبدالمقتدر بدایونی کے کتب خانہ بدایونی میں ہیں۔

آپ کی ایک کتاب "آداب المریدین" کے نام سے بھی ہے جس میں راہِ سلوک کے مسافروں کے رہنمائی کی گئی ہے اور یہ کتاب ۱۳ ابواب پر مشتمل ہے۔پہلا باب فنافی الشیخ، دوسرا باب فنافی الرسول، تیسرا باب فنافی اللہ اور حضوری قلب کے فوائد ذکر پر ہے۔اس کتاب کا ایک ایڈیشن برکاتی پبلشرز کھارادر، کراچی نے شائع کیا ہے۔(نوری غفرلہ)

۷۔آپ مشائخ مارہرہ مطہرہ میں سے تھے اور کئی کتب کے مؤلف تھے۔

۸۔حضرت سیدنا آل رسول الاحمدی المارھروی اور سیدنا اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کے درمیان باضابطہ تعلقات ور ابطہ کس سن اور موقع پر قائم ہوئے؟ اور اس موقع پر سیدنا اعلیٰحضرت کے کیا تاثرات تھے جاننے کے لیے پاکستان کے معروف دانشور اور استاد پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے ذاتی کتب خانہ سے رجوع کیا تو مرحوم کی ایک تاریخی تحریر میری نظر سے گزری۔

مرحوم بیان کرتے ہیں کہ مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ ۱۲۹۴ھ میں فاضل بریلوی اپنے والد مولانا نقی علی خاں بریلوی کے ساتھ ہی بدایوں حضرت مولانا محب رسول عبدالقادر بدایونی کے پاس تشریف لائے تھے اور پھر ساتھ ہی علمائے اکابر بدایوں حضرت شاہ اچھے میاں مارہروی کے عرس میں شرکت کے لیے مارہرہ پہنچے تھے۔مولانا عبدالقادر بدایونی کی تحریک وتعارف پر ہی حضرت فاضل بریلوی اور ان والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی حضرت شاہ آل رسول مارہروی زیب سجادہ درگاہ عالیہ مارہرہ شریف سے بیعت ہوئے تھے چنانچہ اس بات کا ذکر حضرت فاضل بریلوی نے اپنے ایک قصیدہ چراغ انس ۱۳۶۵ھ میں محب رسول مولانا عبدالقادر بدایونی کے لیے فرمایا ہے:

تیری نعمت کا شکر کیا کیجیے؟
تجھ سے کیا کیا ملا محب رسول
اور تو اور شیخ تجھ سے ملا!
اس سے بڑھ کر ہے کیا؟ محب رسول

چنانچہ ۱۲۹۲ء میں حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی کا وصال ہوگیا اس کے بعد حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں زیب سجادہ مارہرہ مطہرہ نے فاضل بریلوی کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور "اسد الخلفا" کا خطاب دیا۔واضح رہے کہ حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ سے اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بعض علوم کی تحصیل بھی کی تھی۔بالخصوص علم تصوف، علم جفر، وعلم تکسیر وغیرہ۔

حضرت فاضل بریلوی، مولانا عبدالقادر بدایونی سے ملاقات و تبادلہ خیالات اور علمی مذاکرات کے سلسلے میں زیادہ تر مدرسہ قادریہ بدایوں تشریف لے جاتے تھے، کبھی کبھی کسی علمی مسئلہ کی تحقیق کے سلسلہ میں بھی مولانا عبدالقادر بدایونی کو پہلے سے خط لکھ دیتے تھے۔چنانچہ مولانا عبدالقادر بدایونی اس مسئلہ کو ذہن نشین فرماتے اور اس مسئلہ سے متعلق جملہ کتب، کتب خانہ سے نکلوا کر رکھ لیتے تھے۔اس عمل سے ان

دونوں حضرات کے تعلق خاطر کا اندازہ ہوتا ہے۔

فاضل بریلوی نے ۱۳۱۵ھ میں باسم تاریخی قصیدہ ''چراغ انس'' حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کی ہی مدح میں لکھا ہے وہ شاہکار قصیدہ ہے۔ شعر و انشاء اور زبان و بیان کے علاوہ وہ اس دور کی مذہبی و علمی کیفیت کا بھی آئینہ دار ہے۔ وہ قصیدہ اسی زمانہ میں شائع ہو گیا تھا پھر مولانا حسن رضا خان بریلوی مرحوم نے نہایت صحت و اہتمام سے اپنے پیش لفظ کے ساتھ مشہور رسالہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) (ذی قعدہ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ میں شائع کیا تھا۔ خوش قسمتی سے یہ رسالہ ہمارے ذخیرہ علمیہ میں محفوظ ہے۔ مندرجہ ذیل شعر سے اس قصیدہ کا آغاز ہوتا ہے۔

اے امام الہدیٰ محب رسول
دین کے مقتدیٰ محب رسول

اسی سال ۱۳۱۵ھ میں فاضل بریلوی نے حضرت شاہ ابو الحسین نوری میاں مارہروی کی شان میں قصیدہ نوری باسم تاریخی ''مشر قستان قدس'' بھی لکھا مذاق میاں بدایونی کے حلقہ کی طرف سے اس قصیدہ پر فنی و عروضی اعتراض کیے گئے اور ایک کتابچہ 'مراۃ الغیب'' کے نام سے شائع ہوا۔ مولانا علی احمد خان اسیر بدایونی (ف ۱۹۲۷ء) نے فوراً مراۃ الغیب کے جواب اور'' مشرقستان قدس'' کی تائید میں ایک رسالہ ''مشرقستان اقدس'' لکھا جو مولوی نواب سلطان احمد خان بریلوی کے نام سے شائع ہوا ہے اس قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے:

ماہِ سیما ہے احمد نوری
مہر جلوہ ہے احمد نوری

ایک روایت کے مطابق بعض لوگوں نے کچھ لگائی بجھائی کی تھی جس کے نتیجہ میں یہ قصیدہ لکھا گیا تھا، چنانچہ درج ذیل اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

میرے حق میں مخالفوں کی نہ سن
حق یہ میرا ہے احمد نوری
تو ہنسا دے کہ نفسِ بد نے ستم
خون رولایا ہے احمد نوری

اس قصیدۂ نوری کے تتبع میں بدایوں کے دو بزرگ حاجی عطا محمد عطا بدایونی اور محمد نبی سوز بدایونی نے بھی حضرت نوری میاں کی شان میں قصیدے لکھے تھے لیکن اول الذکر قصیدہ ہی ہماری نظر سے گزرا ہے۔

پھر ۱۳۱۷ھ میں حضرت فاضل بریلوی نے اپنا مشہور'' قصیدہ نوریہ'' بدایوں میں لکھا جس کا پہلا شعر ہے:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اور آخری شعر یہ ہے:

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

سب سے پہلے یہ قصیدہ عرس قادری بدایوں میں ۵ رجمادی الآخر ۱۳۱۷ھ کو پڑھا گیا جس میں ہندوستان کے نامور علماء اور مشائخ محب رسول مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ہادی علی خاں سیتاپوری، مولانا ہدایت رسول لکھنوی، شاہ محمد فاخر الہ آبادی، مولانا عبدالصمد سہوانی، شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، شاہ تجمل حسین شاہ جہانپوری وغیرہ ھم اسٹیج پر موجود تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں صدر مشائخ و جلسہ تھے۔ حضرت فاضل بریلوی بھی تشریف فرما تھے۔ بدایوں کے مشہور نعت خواں حبیب قادری مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں قصیدہ نوریہ پڑھا۔ لوگ بیان کرتے تھے کہ محفل

سراپا نور بن گئی ایک ایک شعر چار چار پانچ پانچ مرتبہ پڑھا گیا، کیف وسرور کی ایک کیفیت برپا تھی، تحسین وآفرین کے نعرے تھے دس بجے دن یہ قصیدہ شروع ہوا اور قبل ظہر ختم ہوا۔

حضرت شاہ احمد نوری قدس سرہ نے جو گردن جھکائے مراقب نظر آرہے تھے گردن اٹھائی اور دست بدعا ہوئے حضرت فاضل بریلوی والہانہ انداز کے ساتھ اٹھے اور بے ساختہ ایک چیخ نکلی اور حضرت میاں صاحب قبلہ کے زانوئے مبارک پر سر رکھ دیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ مولانا علی احمد خان اسیر بدایونی نے بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ نور لکھا تھا جو اسی روز رات کو بعد اختتام وعظ پڑھا گیا۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے:

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا ۔۔۔ بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانہ نور کا

قصیدہ کا اختتام اس طرح ہوا:

ہوں مقلد میں رضا کا اس زمین نور میں ۔۔۔ میں نے بھی جاگیر ہے پایا علاقہ نور کا
دو جہاں میں رات دن یارب رضا کے ساتھ ساتھ ۔۔۔ بہرذوالنورین رکھنا ہم سایہ نور کا
نور کی بارش جھما جھم ہوتی آتی ہے اسیر ۔۔۔ لو رضا کے ساتھ بڑھ کر تم بھی حصہ نور کا

اس قصیدہ کی بھی خوب دھوم رہی۔

شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ مولانا ضیاء الدین بدایونی مرحوم (ف ۱۹۷۰ء) نے بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ ۱۳۷۶ھ میں باسم تاریخی ''نور خورشید'' لکھا تھا جس کے آخری دو شعر ملاحظہ ہوں:

ہے منور نور سے قبر رضا قبر اسیر ۔۔۔ ان کے صدقے یہ قصیدہ بھی ہے سارا نور کا
اے عرب کے چاند چمکادے مری لوح جبیں ۔۔۔ ہو ضیا کو پھر مدینہ میں نظارہ نور کا

اس موقع پر ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم ایک اہم واقعہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا اعلیٰحضرت فاضل بریلوی اپنے پیرومرشد کے تعلق کے حوالہ سے دوسروں کے ساتھ بھی بے انتہا محبت وشفقت فرماتے تھے۔

مولانا محمد علی قادری ساکن قصبہ آنولہ حضرت مولانا حامد رضا خان بریلوی کے خاص شاگرد اور تربیت یافتہ تھے انھوں نے یہ بتایا کہ جب حفظ قرآن اور ابتدائی اردو فارسی کی کتابوں سے فارغ ہوا تو میرے والد مرحوم نے بریلی کے مدرسہ منظر اسلام میں بھیجنے کا ارادہ کیا۔ حضرت فاضل بریلوی کا آخری زمانہ حیات تھا، جب والد صاحب بریلی پہنچے تو براہ راست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے نہایت شفقت ومحبت کا اظہار فرمایا اور میرا نام پوچھا، میں نے عرض کیا محمد علی، نام سن کر بہت دعائیں دی، اور حضرت مولانا حامد رضا خاں کو بلوایا اور ان کے سپرد کیا کہ یہ تمہارے ایڈیٹر مولانا محمد علی ہیں، ان کی تعلیم وتربیت کرو۔

مولانا محمد علی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی مرحوم کی غایت درجہ شفقت ومحبت میرے حال پر رہی ان کے حسنِ تعلیم وتربیت کا فیض ہے کہ میں بریلی سے فارغ التحصیل ہوا اور جب رسالہ یادگار رضا کا اجراء ہوا تو مجھے ہی ایڈیٹر مقرر کیا گیا اس موقع پر مولانا حضرت حامد رضا خاں نے فرمایا کہ ان کو تو خود والد ماجد اعلیٰ حضرت ایڈیٹر فرما گئے ہیں۔

مولانا محمد علی مرحوم فرماتے تھے کہ دراصل حضرت ابا میاں مرحوم حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں سے بیعت تھے لہٰذا یہ ساری شفقتیں اور محبتیں اس تعلق سے تھیں۔

واضح رہے کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کبھی کبھی باتوں ہی باتوں میں خوبصورت انداز میں مزاح بھی کرلیا کرتے تھے۔ اس واقعہ میں یہ مزاح بھی ہے اور اس کا اشارہ مولانا محمد علی جوہر کی طرف بھی ہے جو دہلی سے ہمدرد روزنامہ اخبار نکالتے تھے اور اس کے خود ہی ایڈیٹر تھے۔ (نوری غفرلہ)

مسلکِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر استقامت

مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی میلسی

یہ ایک ناقابل تردید مسلمہ حقیقت ہے کہ گذشتہ چودھویں صدی اور موجودہ صدی کے اکثر و بیشتر مسلمہ و معتمد علیہ اکابر و مشاہیر علماء اہل سنت اعاظم مفتیانِ شریعتِ فقہاء اُمت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا الشاہ الامام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک حق پر ہیں عہد حاضر و عصر رواں کے ۹۹ فی صد علماء اہل سنت فقہاء امت مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ سے وابستگی و میلان طبع کا اظہار کرتے ہیں اور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی روحانی و مسلکی نسبت کے باعث خود کو سنی بریلوی اور اپنے مدارس و علمی مراکز کو سرکاری و غیر سرکاری ریکارڈ و کاغذات میں بریلوی ظاہر کرتے ہیں اسی طرح سرکاری و صحافتی سطح پر بھی ہم اہل سنت کو تمیاز و علامت کے طور پر سنی بریلوی کہا اور لکھا جاتا ہے اور حد یہ کہ مخالفین اہل سنت بھی محبوبان خدا حضرات انبیاء و اولیاء کی خدا داد عظمتوں کو ماننے والے ہم اہل سنت کو بریلوی کہتے اور لکھتے ہیں اگرچہ بریلوی کوئی نیا دین و مذہب اور نو مولود فرقہ نہیں چونکہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذہب حق اہل سنت کے عقائد و معمولات کو دلائل و شواہد و تحقیقات علمیہ کے ساتھ نکھار کر پیش کیا اس خالص سنیت کی واضح علامت بریلوی بن گیا جیسے نجدی وہابی فرقہ کی علامت نجد اور دیوبندی وہابی فرقہ کی علامت دیوبند بنا۔ اسی طرح عہد حاضر میں محبوبانِ خدا حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و قدست اسرارہم سے سچی حقیقی محبت و عقیدت رکھنے والے ہم اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے اتباع کے باعث بریلوی کہلائے جانے لگے مگر اس گئے گزرے دور میں جبکہ دینی روحانی اقدار رُو بہ زوال و انحطاط ہیں اور ننھے منے محققین جنم لے رہے ہیں اور عوام سے تقویٰ و اتباع سنت و شریعت اُٹھتا جارہا ہے یہ ننھے منے محققین۔ محقق مسائل جدیدہ بن کر اور فروعی مسائل میں تحقیق کا بہانہ بنا کر اپنی بے ہنگم تحقیق جدید پیش کررہے ہیں اور اکابر کرام کی اکثریت کے طے شدہ و متفقہ مسائل کی بزعم خود تغلیط و تحقیر کا ارتکاب کررہے ہیں۔ ان جدید محققین میں ایک کراچی کے کتاب حدیث ایک شارح اور ایک مبارک پور اعظم گڑھ کے ایک نوخیز مفتی اعظم محقق مسائل جدیدہ پیش پیش ہیں جو مسلکِ اعلیٰ حضرت کے خلاف اپنی تحقیق جدید کو ایک تحریک اور ایک مہم کی صورت میں چلارہے ہیں ان حضرات کی نئی نرالی انوکھی اور سراسر جارحانہ تحقیق اور اسلوب تحریر نے پاک و ہند میں کافی علماء اہل سنت حامیانِ مسلک اعلیٰ حضرت کو بیدار کردیا ہے کہیں مسئلہ میں تحقیق و مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف لکھا جاتا ہے کہیں کھلم کھلا کنزالایمان ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تغلیط کی جاتی ہے کہیں مسئلہ رویت ہلال میں تحقیق و مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف کیا جاتا ہے کہیں چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کے مسئلے پر تو کہیں داڑھی کی مقدار وغیرہم مسائل پر سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں

بالخصوص ایسے مسائل جن پر عوام اپنی عملی کمزوری و بے راہ روی اور آوار گی فکر کے باعث عمل دشوار سمجھتے ہیں عوام کی خوشنودی کے لئے ایسے مسائل کی تحقیق پر توانائیاں صرف ہوتی ہیں پہلے عوام کو ان کی مرضی و آزادی کے متعلق غلط تحقیق اور غلط فتاویٰ دیکر آزاد و بے باک بنا کر تیار کیا جاتا ہے اور پھر بلویٰ کا بہانہ بنا کر اور تغیرات زمانہ کا لیبل لگا کر مسلک اعلیٰ حضرت و مسلک اکابر اہل سنت سے اختلاف وانحراف کا جواز پیدا کیا جاتا ہے۔

حق سے بدھو کے زمانے کا بھلا بنتا ہے ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدنا حضور مفتی اعظم اقدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے:

''جس نے کوئی کام کرنا اس کو کوئی مشکل نہیں اور جس نے کچھ نہیں کرنا اس کو بڑا مشکل ہے اس کو سو بہانے اور ہزار عذر ہیں۔''

مسائل کی تحقیقات کے بارے میں ہم نے پہلے بھی متعدد بار یہ گزارش کی ہے۔ان مسائل میں تحقیقات کریں جن پر ہمارے مسلمہ اکابر سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ جیسے مشاہیر نے تحقیق فرما کر متفقہ فیصلہ نہ کر دیا ہو جن مسائل میں اکابر کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ موجود ہو ان مسائل میں تحقیق سے خلفشار و انتشار ہو گا اور جماعتی مفاد و اتحاد کو نقصان پہنچے گا۔

عموم بلویٰ کوئی اتنا منہ زور لگام نہیں کہ عموم بلویٰ بہانہ بنا کر مسلک اعلیٰ حضرت یا مسلمہ اکابر اہل سنت کے متعلقہ فتاویٰ کی تغلیط وتحقیر کی جائے اور اپنی علمی تحقیقی برتری کا سکہ بٹھایا جائے۔

جس کے تمیس نامعقول عذر اور فرضی بہانے بنا کر آج کے جدید محققین عوام اہل سنت کو اپنے اکابر اور مسلک اعلیٰ حضرت سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ ان مسائل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اللہ کے معاصرین و سرکردہ علماء بھی اگر کوئی گنجائش ہوتی تو اختلاف کر سکتے تھے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مقابلہ میں اپنی تحقیق پیش کر سکتے تھے مگر ہم جب اپنے مسلمہ و معتمد علیہ چوٹی کے اکابر اہل سنت کے ارشادات و فرمودات پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ تحقیق و مسلک اعلیٰ حضرت پر متفق الرائے نظر آتے ہیں چند اکابر اہل سنت کے ارشادات فرمودات اختصار کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

فنحدیث کے مسلمہ امام حضرت علامہ مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ جن کو ''اصول وفروعات کے ایک مسئلہ میں بھی حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف نہ تھا'' ملخصاً۔ شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔'' میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے میرے مسلک پر چلنے کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے''......میں فرشتوں کے کاندھوں پر قطب الارشاد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنازہ مبارکہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ملخصاً سب سے پہلے محب الرسول تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجدد مائۃ الحاضرۃ'' کا خطاب دیا۔شیر ربانی میاں شیر محمد نقشبندی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔میں نے مراقبہ کی حالت میں حضور پرنور سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضور اب دنیا میں آپ کا نائب کون ہے فرمایا بریلی میں مولانا احمد رضا خاں .....میں نے خود بریلی میں دیکھا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا اس طرح درس حدیث دیتے ہیں کہ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ سے سن سن کر ارشاد فرما رہے ہوں۔ملخصاً۔

باندہ شریف کے مشہور و معروف مجذوب بزرگ نے برہان ملت علامہ مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

ان (اعلیٰ حضرت) کے پیچھے چلتے رہو تمہارے پیچھے سب چلیں گے''

حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اعلیٰ حضرت امیر المومنین فی الحدیث ہیں اگر میں برسہا برس صرف اس فن میں تلمذ کروں تو اُن (اعلیٰ حضرت) کا پاسنگ نہ ٹھہروں''

استاذ الاساتذہ مولانا شاہ ارشاد حسین نقشبندی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے نواب رام پور سے کہا ''بریلی کے ان دونوں علماء (مولانا احمد رضا خان اور مولانا نقی علی خان کا فتویٰ صحیح ہے میرا غلط'' شیخ الشیوخ سیدنا شاہ آل رسول برکاتی تاجدار مارہرہ مطہرہ نے فرمایا:

''اوروں کو تیار کرنا پڑتا ہے یہ (مولانا احمد رضا خاں) بالکل تیار آئے تھے صرف نسبت کی ضرورت تھی... کل بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آل رسول ﷺ تو دنیا سے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا'' ۔ ملخصاً۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیقات عالیہ علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں۔''

نہ دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کسی شخص کو اس امام المتکلمین (سیدنا امام احمد رضا) کے سامنے لب کشائی کی جرأت ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے بہت سے علوم عطا فرمائے تھے جس سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں۔ ایک خداداد نعمت تھی ایک وہبی فیض تھی جس کو سمجھنے سے عقل حیران ہے۔ علم فقہ میں جو تبحر و کمال حضرت ممدوح کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم مشارق و مغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا۔ اعلیٰ حضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ علم حدیث میں بھی وہ فرد تھے اپنا ہمتہ نہ رکھتے تھے۔

قطب مدینہ مولانا الشیخ ضیاء الدین مدنی قدس سرہ نے فرمایا کہ سیدنا مرشد برحق حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب الدولۃ المکیہ کی ایک نقل برائے تصدیقات علماء حجاز و مصر و شام وغیرہ مجھے عطا فرما گئے میں نے بہت سے علماء کرام کی تصدیقات کرائیں اس علماء نے تصدیقات تو فرما دیں مگر کہتے تھے اس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی شخص اپنے گھر اپنے کتب خانہ سے اتنی دور ہو بخار کی حالت میں ہو آٹھ گھنٹہ میں اتنی طویل و ضخیم کتاب لکھ دے میں نے یہی بات حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا جب حرم مکہ میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھ کر فقیر نے یہ کتاب لکھنی شروع کی تو خانہ کعبہ کے دروازہ پر ایک طرف حضور آقائے اکرم آقائے دوعالم ﷺ اور ایک طرف سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور درمیان میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ قیام فرما تھے جو کچھ یہ فرماتے جاتے فقیر لکھتا جاتا تھا۔ جب میرا مکان باب السلام کے قریب تھا۔ ایک بار میں بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری کے لئے باب السلام میں حاضر ہوا تو دیکھا مواجہ اقدس میں مقدس سنہری جالیوں کے سامنے سیدنا اعلیٰ حضرت حاضر سرکار ہیں وہاں میں حاضر ہوا اور سلام عرض کر کے واپس آیا تو باب السلام سے مُڑ کر دیکھا تو پھر حضور اعلیٰ حضرت بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہیں پھر دوبارہ حاضر ہوا تو کچھ بھی نہیں واپس آ کر پھر باب السلام سے مُڑ کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت کو پھر مواجہ اقدس میں موجود دیکھتا ہوں۔ بس میں سمجھ گیا کہ یہ اُن کے آقا اور بندہ بے دام کا معاملہ ہے مداخلت نہ کروں۔

محدث اعظم ہند مولانا ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی محدث

کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مُربیوں نے کارِ افتاء کے لئے اعلیٰ حضرت کے حوالہ کیا زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایہ حیات ہوگئیں اور میں محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور اب دریائے علم کے ساحل کو پالیا۔''

علم القرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے جس کی کوئی مثال نہ سابق عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں نہ اردو میں جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا جو بظاہر محض ایک ترجمہ ہے، مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے اس ترجمہ (اعلیٰ حضرت) کی شرح (تفسیر) حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا شاہ نعیم الدین علیہ الرحمۃ نے حاشیہ پر لکھی ہے وہ فرماتے تھے۔

''کہ دوران شرح میں ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقام استنباط کی تلاش میں دن پر دن گزرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ اعلیٰ حضرت کا لفظ اٹل ہی نکلا۔''

عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

الحمدللہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمدللہ اسی (مسلک اعلیٰ حضرت) پر میری عمر گزری اور الحمدللہ آخری وقت اسی مسلک (اعلیٰ حضرت) پر حضور پُرنور ﷺ کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔''

نبیرۂ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری نے فرمایا:

''میرا اور جد محترم حضرت (پیر جماعت علی شاہ صاحب) محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق رسول ﷺ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔'' ملخصاً۔

امام اہل سنت محدث اعظم علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد قادری رضوی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شجرہ شریف کی ہدایات میں صاف صاف ارقام فرمایا:

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں اُن کا مسلک مذہب اہل سنت وجماعت ہے۔''

اور محققین مسائل جدیدہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

''جو مولوی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی تحقیقات مبارکہ کے بالمقابل اپنی تحقیق پر اتراتا ہے اور اسے ترجیح دیتا ہے یہ اس کی تحقیق نہیں بلکہ تجہیل ہے اور وہ محقق نہیں مجہول ہے۔''

مفتی اعظم دہلی شریف علامہ مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی دہلوی قدس سرہ العزیز فقیر (محمد حسن علی رضوی) کے نام اپنے مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:

امام اہل سنت (اعلیٰ حضرت) قدس سرہ کی تحقیقات میں کس کا زہرہ ہے کہ جرأت لب کشائی کرسکے۔''

اس قسم کے متعدد خطوط ہیں۔

فقیہ اعظم مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے زمانہ میں ہوتے تو اپنے بلند پایہ فقہی مقام کے باعث مجتہد تسلیم کئے جاتے امام العلماء مولانا محمد امام الدین کوٹلوی علیہ الرحمۃ نے مولانا ابو النور علامہ محمد بشیر صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: دیکھو تمہارے والد فقیہہ اعظم (مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی) رحمۃ اللہ علیہ اور تمہارے تایا حضرت مولانا محمد عبداللہ اور میں عمر بھر اعلیٰ حضرت بریلی شریف والوں کے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے تم بھی اسی مسلک (اعلیٰ حضرت) قائم رہنا خدا تمہاری مدد فرمائے گا۔''

شیخ المحدثین علامہ مفتی محمد دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی شریف میں ایک کنویں پر بہشتی (ماشکی) کے نابالغ لڑکے سے وضو کے لئے لوٹے میں پانی طلب فرمایا: تو بہشتی کے لڑکے نے کہا میرے دیئے ہوئے پانی سے آپ کا وضو نہ ہوگا تو محدث الوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

دیدار علی تجھ سے تو اعلیٰ حضرت کی گلیوں کے بہشتیوں کے بچے بڑھ گئے۔'' ملخصاً۔

مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور علیہ الرحمۃ نے فقیہ راقم الحروف کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا:

تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی قدس سرہ العزیز کا فتویٰ ہوتے ہوئے فقیہ سے استفسار کیا جا رہا ہے فقیر کا اور فقیر کے اباؤ اجداد (باپ، دادا) کا وہی مسلک ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ہے۔''

فخر الاکابر مولانا علامہ قاری سید محمد خلیل الکاظمی محدث امروہوی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

فقیہ کا مسلک ان دونوں مسئلوں یعنی ریڈیو کے اعلان کے حجۃ شرعیہ نہ ہونے میں اور لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ ہونے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک کے بالکل موافق ہے طوالت کی ضرورت نہیں۔''

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی سابق شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان شریف فرماتے ہیں:

اب رہا منکرین ومعترضین کا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان اقدس میں ناشائستہ کلمات کہنا اور حضرتمدوح کے رسالہ مبارکہ پر پھبتیاں اڑانا تو یہ کوئی نئی بات نہیں یہ لوگ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف جلیلہ پر اپنی لاعلمی کی وجہ سے مذاق اڑاتے ہیں اور منہ کی کھاتے رہے ہیں۔''

اس مضمون کے مطالعہ سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوجائے گی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسعت علم کو پانا تو درکنار اُسے سمجھنا اور اندازہ لگانا بھی ان لوگوں کے لئے آسان نہیں ہے

امام اہل سنت مجدد ملت حضور پُر نور اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ نفی الفیانار بنورہ کل شئی پروارد کئے ہوئے جملہ اعتراضات ھباءً منثورًا ہوگئے اور یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف جلیلہ کی پھبتیاں اڑانا اور اُن پر اعتراض کرنا گویا سورج کا منہ چڑانا اور چاند پر تھوکنا ہے جس کا انجام ذلت اور ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ متعدد بار فرمایا:

''وہ میرا مرید نہیں جو مسلک اعلیٰ حضرت پر نہیں۔'' ملخصاً۔

ان منتخب روزگار ہستیوں کے اقوال وارشادات سے معلوم ہوا کہ اگر فی الواقع اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی تحقیق ومسلک میں کوئی کمی سقم یا علمی تحقیقی تسامح ہوتا تو مذکورہ بالا چوٹی کے اکابر اہل سنت ضرور ضرور اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے خلاف اپنی تحقیق کو پیش کرتے یہ کام وقت کے کسی غلام مولوی یا کسی محقق مسائل جدیدہ مبارک پوری کے لئے اٹھا کر نہ رکھتے۔

سخت حیرت اور تعجب تو اس بات پر ہے کہ یہ لوگ پیش آمدہ جدید مسائل میں تحقیق کا بہانہ بنا کر اُن متفقہ وطے شدہ مسائل میں رخنہ انداز کرتے ہیں جن کا فیصلہ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی۔ سیدنا صدر الصدور الشریعت مولانا امجد علی اعظمی صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی۔ حضرت علامہ ابوالمحامد سید محمد محدثِ کچھوچھوی۔ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی۔ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد مفتی پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مبارک پوری مفتی اعظم دہلی مولانا محمد مظہر اللہ نقشبندی۔ علامہ محمد خلیلِ الکاظمی محدث امروہوی وغیرہم قدست اسرارہم جیسے اکابر اُمت نے فرمادیا ہو۔ آج کل جدت پسند خودساختہ محققین یہ مفروضہ بھی چھوڑتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی تو اپنے سے پہلے اور اپنے معاصرین سے اختلاف کیا ہے اب اگر ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے علمی تحقیقی اختلاف کریں تو یہ اعلیٰ حضرت کا اتباع ہے (سبحان اللہ) اس لایعنی ڈھکوسلے پر ہم عرض کریں گے کہ تم پہلے اعلیٰ حضرت، تو بنو اعلیٰ حضرت کو دنیا بھر کے علماء وفقہاء نے اپنا امام ومجدد مانا ہے مجدد کا کام تجدید ہے تمہارا کام تخریب ہے اہل سنت میں خلفشار وانتشار پیدا کرنا ہے جس کا انجام خدانخواستہ یہ ہوسکتا ہے کہ سنی عوام اپنے خدا ترس اکابر اُمت کی تحقیقات عالیہ کے ظل رحمت سے بھی آزاد ہوجائیں اُن اکابر اُمت کی وقعت وحیثیت ان کی ظاہر بین نظر میں ختم ہوجائے اور پھر تمہارے بعد پیدا ہونے والے جدید سے جدید محققین تحقیق کے نام پر مسائل کی مزید حجامت کرتے جائیں اور اپنی خودآرائی کے سانچے میں ڈھالتے جائیں کہ عموم بلویٰ اور تغیرات زمانہ کا بہانہ بنا کر ہر مسئلہ کی چمڑی اُدھیڑی جاسکتی ہے لہٰذا اس دور میں بالخصوص علماء اہل سنت کو خبردار وبیدار رہنے کی اشد ضرورت وشدید حاجت ہے اور مسلک وفتاویٰ اعلیٰ حضرت مجدد ملت امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہ سامی پر سختی سے کاربند رہنے میں عقیدۂ وایمان کی حفاظت کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے کارپردازان خصوصاً سرپرست اعلیٰ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی صاحب حفظہ اللہ، صدر ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری رضوی مصطفوی اور جنرل سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدھما مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے افکار ونظریات اور علمی ورثہ کی چاردانگ عالم میں گذشتہ ربعصدی سے اشاعت وابلاغ میں مشغول ہیں۔ الحمدللہ آج ان کی کاوشوں کی بدولت عالمی جامعات کے ایوانہائے تدریس میں نغماتِ رضا کی گونج سنی جارہی ہے۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

(آمین بجاہِ سیدالمرسلین ﷺ)

مُعلِّم مَطلُوب وَ مُتعلِّم مَطلُوب

یہ دونوں آرٹیکل **عظیم اللہ جندران** کے مقالہ ایم۔ایڈ ''امام احمد رضا خان اور علامہ محمد اقبال کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ'' سے ماخوذ ہیں۔مصنف مذکور نے یہ مقالہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں ایم۔ایڈ کی ڈگری کے حصول کے لئے جمع کروایا تھا یہ مقالہ چیئر مین شعبہ ایجوکیشنل ٹریننگ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور اسسٹنٹ پروفیسر محمد وحید صاحب کے زیر نگرانی تحریر کیا گیا تھا۔

معلم مطلوب

ہر متحرک جسم خواہ مشین ہو، حیوان ہو یا انسان لیور یعنی جگر کے بغیر نہ تو اس کا وجود ہے نہ عمل اور نہ بقا۔ ان اجسامِ متحرکہ میں سے کوئی بھی اگر لیور (Liver) سے محروم ہو جائے، تو زندگی، عمل اور وجود سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔اسی طرح دنیا کی ہر تنظیم اور ہر نظام بھی، اسی اصول کے تابع ہے۔تنظیم میں کوئی نہ کوئی ہستی اس لیور اور جگر کا کردار ادا کرتی ہے اگر وہ معدوم ہو جائے تو تنظیم بے کار اور عملی کردار سے محروم ہو جاتی ہے۔دنیا کے ہر نظام کا بھی یہی عالم ہے اور اس کی بہترین مثال نظامِ تعلیم ہے۔ ہر قوم اور ہر ملک کے نظامِ تعلیم کا لیور اور جگر ''استاذ'' ہے یہ پرزہ جس قدر اچھے اثرات مرتب کرے گا، نظامِ تعلیم میں ترقی ہوگی اور جس قدر یہ پرزہ ناکارہ ہو جائے گا، نظامِ تعلیم اپنی افادیت و تاثر سے عاری ہو جائے گا۔

ضرورتِ معلم

اظہر (۲۰۰۳ء) لکھتے ہیں:۔

''تعلیم و تدریس کا تصور اُستاد کی ہستی کے بغیر ناممکن ہے۔تعلیم و تدریس موزوں و متوازن مرکب اینٹوں یا خوبصورت جڑے ہوئے پتھروں کی خوشنما عمارت سے وابستہ نہیں بلکہ تعلیم و تدریس کا کام تو سرے سے عمارت کا محتاج نہیں ہوتا۔کسی بھی گھنے سایہ دار درخت، سبزے، فرشِ خاکی سے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے۔دنیا کی تاریخ میں کئی ایسی درسگاہیں شاہد ہیں جو درخت کے زیر سایہ شروع ہوئیں۔اسی طرح کتابوں اور پوتھیوں سے بھی بے نیاز رہا جا سکتا ہے لیکن ایک وجود ایسا ہے جس کے بغیر تعلیم و تدریس کا تصور ناممکن ہے وہ ایک ہستی ''استاد'' کی ہے۔ (ص ۲۳)

اس نثر پارے سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ استاذ کو نظام تعلیم میں کلیدی کردار حاصل ہے معلم کو تعلیم کے میدان میں وہی مرتبہ و مقام حاصل ہے جو جڑ کو درخت میں، خوشبو کو پھول میں، روح کو جسم میں اور انبیائے کرام علیہم السلام کو اصلاحِ انسانیت کے کام میں نصیب ہوا ہے۔ہمارے سید و مولیٰ مصطفیٰ ﷺ نے تو صاف لفظوں میں اپنی بعثت کا مقصد یوں بیان فرمایا۔''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا''، یعنی مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔

الختصر اچھی عمارت کے بغیر اچھی تعلیم ممکن ہے۔اچھی اور اچھے نصاب کے بغیر اچھی تعلیم ممکن ہے مگر اچھے استاد کے بغیر اچھی تعلیم قطعی ناممکن ہے لہذا تعلیمی عمل کے لئے اچھے استاد کا وجود از حد ضروری ہے۔

نظامِ تعلیم میں معلم کے کردار کے پیشِ نظر امام احمد رضا خاں نے جو تعلیمی نظریات پیش کئے ہیں انہیں درج ذیل عنوانات کے تحت رقم کیا جاتا ہے۔

(الف) معلم کے حقوق و مراتب

امام احمد رضا خاں اپنے نظامِ تعلیم میں معلم کو نہایت اعلیٰ و ارفع مقام دیتے ہیں۔آپ کے نزدیک معلم قوم کے معمار اور محافظ ہیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج آف ایجوکیشن قاسم آباد کراچی

قوموں کا معراجِ کمال تک پہنچنا ان ہی کے مرہون منت ہے۔ امام احمد رضا خاں نے معلم کے حقوق و مراتب کی کئی مقام پر ترجمانی کی ہے۔ ایک مقام پر امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) یوں گویا ہوئے ہیں۔

''پیرو استادِ علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے۔ وہ مربیِ بدن ہیں یہ مربیِ روح۔ جو نسبت روح سے بدن کو ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے۔'' ص ۱۵

موصوف امام (۱۹۸۸ء) مزید فرماتے ہیں۔

''عالم کا جاہل اور استاد کا شاگرد پر ایک ساحق ہے برابر اور وہ یہ کہ

[۱] اس سے پہلے بات نہ کرے۔

[۲] اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے۔

[۳] چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

[۴] اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے ساتھ قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ ص ۱۲۲''

مصنف فتاویٰ رضویہ مفکرِ اسلام امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) ایک اور جگہ یوں لب کشا ہوئے ہیں۔

''استاد کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازے پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔ اگر استاد کسی خلاف شرع کام کا حکم دے تو ہرگز نہ مانے مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے۔ بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے۔'' ص ۱۲۳

اچھے استاد کا ملنا رب تعالیٰ کا خاص انعام و احسان ہے۔ طالب علم کے لئے نعمت ہے اور طلبِ علم کے بعد انکارِ استاد کفرانِ نعمت ہے ملاحظہ ہو اس بابت امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) کا فرمان۔

''استاد کا انکار کفرانِ نعمت ہے اور کفرانِ نعمت موجب سزا و عقوبت......اگر کوئی صاحب اہلِ علم ہو کر استاد و مربی کا انکار کرے اور اگر اس شخص نے بلا وجہ شرعی تکبر و عناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار۔'' (ص ۱۲۳)

یہ اقتباس اس حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے کہ:۔

استاد کا انکار بہت بڑی ناشکری ہے اس سے علم کی برکات زائل ہو جاتی ہیں۔ جس نے اچھا علم سکھایا اگر چہ ایک لفظ ہی پڑھایا اس کی تواضع ضروری ہے۔ حدیث پاک میں بھی ارشادِ مقدس ہے ''جس نے تھوڑے احسان کا شکر نہ ادا کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔

تو ایک ایسا شخص جو کہ پورے شہر کا استاد ہے اس کا اعجاز و امتیاز امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) نے یوں متعین فرمایا ہے۔

''علماء سادات کو رب العزت نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام و شرع کا امتثال اور صاحب حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔ اللہ عزوجل نے علماء اور جہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی ان کا امتیاز لازم ہے۔ اسی مناسبت سے آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مثال پیش کرتے ہیں کہ ان کی خدمت میں ایک سائل کا گزر ہوا اسے ایک ٹکڑا عطا فرمادیا، ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا اس بارے میں استفسار پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشادِ نبوی ﷺ پیش فرمایا۔

''ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو'' (ص ۹۹)

ان دونوں حوالہ جات سے یہ نکتہ اخذ ہوتا ہے کہ علماء و اساتذہ کے لئے تعظیماً تکریماً خصوصی سلوک رکھنا جائز ہے۔

(ب) معلم کے فرائض و ذمہ داریاں

امام احمد رضا خاں کے نزدیک ایک معلم کے جو اہم فرائض ہیں ''احمد'' (۲۰۰۱ء) نے انہیں یوں بیان کیا ہے:

(۱) معلم کا فرض ہے کہ طلباء کو جو کچھ پڑھائے حقائق پر مبنی ہو۔

(۲) جھوٹ سے اجتناب کرے جھوٹی باتیں طالب علم کی فطرت پر برا

اثر ڈالتی ہیں۔

(۳) معلم کا دل اخلاص و محبت کی دولت سے سرشار ہو۔

(۴) وطن سے محبت و تعمیر و ترقی کی لگن معلم کی گھٹی میں رچی ہوئی ہو۔

(۵) معلم کی شخصیت ایک ماڈل کی سی ہوتا کہ طلباء اس کی پیروی میں منزل پاسکیں۔

(۶) تعلیم کے بارے میں معلم کے نظریات واضح اور مفید ہوں۔

(۷) طلباء میں خودداری اور خودشناسی کا جوہر پیدا کیا جائے۔

(۸) طلباء کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔

(۹) وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلایا جائے۔

ص (۳۱، ۶۸، ۷۱، ۷۲)

مندرجہ بالا سطور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

تعلیماتِ رضا کی روشنی میں معلم کو ہر قوم کے تعصب سے بالا تر ہو کر حقائق بیان کرنے ہیں۔ اخلاقی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرنی چاہئے۔ یہ سچ ہے کہ خلوص اور محبت میں کشش ہے۔ اخلاص اور ایثار کو طالب علم زندگی کے کسی اسٹیج پر بھی نہیں بھلا سکتا مگر بد قسمتی سے آج ہمارے معاشرے میں کاروباری نقطہ نظر غالب آگیا ہے جس نے استاد اور شاگرد کے مقدس رشتے کو مجروح کر دیا ہے۔ معلم کا یہ فرض ہے کہ وہ اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو۔ وطن کی محبت ایمان ہے۔ معلم کے لئے لازم ہے کہ وہ نظریۂ پاکستان کا حامی ہو وطن کی محبت اس کے انگ انگ میں رچی ہوئی ہو اور یہی جذبہ وہ اپنے متعلمین کے دل و دماغ میں بھی راسخ کرے۔ وقت کی قدر و قیمت معلم کے لئے از حد ضروری ہے۔ اسے چاہئے کہ خود وقت کا پابند ہو تاکہ طلباء بھی اس کی تقلید کر سکیں۔

عصر حاضر کا معلم امام صاحب کے متعین کردہ فرائض و ذمہ داریوں سے اگر عہدہ برآہ ہو جائے تو وہ دن دور نہیں کہ اس کے شاگردوں میں خالد بن ولید، سلطان صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، محمود غزنوی، اقبال اور قائد اعظم جیسے اعلیٰ صفت و اعلیٰ اخلاق کے حامل نوجوان پیدا ہو سکیں۔

رضوی (۲۰۰۱) نے امام احمد رضا خاں کے افکار و نظریات سے حسب ذیل فرائضِ معلم اخذ کئے ہیں۔

[۱] معلم کا فرض ہے کہ ہر وقت ''قال اللہ قال الرسول'' کی صداؤں کو بلند کرے اور عشق و عرفان کی دولت سے مالا مال ہو۔ [جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم]

[۲] طلباء کی اندرونی صلاحیتوں کو صحیح رخ پر استوار کرے۔

[۳] اسلاف کے چھوڑے ہوئے علوم و فنون کو ضائع ہونے سے بچانا اور اپنے تجربہ تحقیق سے اسے اگلی نسلوں تک منتقل کرنا۔

[۴] رنگ و نسل کا امتیاز کئے بغیر دینی تعلیم کو فروغ دینا۔

[۵] اپنے تجدیدی کارناموں سے قوموں کے مزاج کو بدلنا۔

[۶] علمی انقلاب برپا کرنا تاکہ جہالت و نادانی کی ظلمتیں کافور ہوں

[۷] معلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ طلباء کے اندر برے بھلے کی تمیز، باطل سے نفرت اور برائیوں کو مٹانے کا جذبہ بیدار کرے تاکہ وہ معاشرے کے ناپسندیدہ رجحانات کا مقابلہ کر سکیں۔

[۸] معلم پسندیدہ عادات و اطوار کا حامل ہونے کے ساتھ بلند سیرت و کردار کا بھی مالک ہو۔ (ص ۴۱-۵۳)

امام احمد رضا خاں نے معلم کو جن اہم ذمہ داریوں اور فرائض سے آشنا کیا ہے۔ اگر آج معلم ان کو عملی جامہ پہنا لے تو استاد اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتا ہے اور متعلمین آج بھی اپنے استاد پر جان و دل نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

حکومتی سطح پر اقدامات کی ضرورت ہے کہ ایسے معلم کا تقرر کیا جائے جو علم اور عمل اور تجربہ کی بنیاد پر متعلمین کو زیادہ سے زیادہ دینی اور جدید تقاضوں کے مطابق بہتر تربیت مہیا کر سکے۔

(ج) اساتذہ کرام کے لئے ضابطۂ ہدایات

فکر رضا کی روشنی میں معلم کے اہم تدریسی تقاضے درج ذیل نظر آتے ہیں۔

[۱] پیشہ ور واعظین کا رول اختیار نہ کیا جائے

امام احمد رضا خاں پیشہ ور واعظین کے بارے میں اپنا واضح نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ قادری (۲۰۰۱ء) کے مطابق:

''آج کل کم علم بلکہ نرے جاہلوں نے کچھ الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر حافظہ کی قوت، دماغ کی طاقت و زبان کی طلاقت کو شکارِ مردم کا جال بنایا ہے......

[۱] اول تو انہیں وعظ کہنا حرام ہے۔

[۲] دوم ان کا وعظ سننا حرام ہے۔

[۳] سوم وعظ و پند کو جمعِ مال یا رجوعِ خلق کا ذریعہ بنانا گمراہی، مردود سنتِ نصاریٰ ہے۔'' (ص ۳۵)

[۲] کتبِ تعلیم کا احترام کیا جائے

موصوف امام نے کتبِ تعلیم کا احترام بھی معلم کے احترام کے ساتھ ہی لازم ٹھہرایا ہے ملاحظہ ہو علی واحمد (۱۹۹۹ء) کا تجزیہ۔

''کتابوں کا احترام دراصل علم کا احترام ہے اور انہی حروف کا احترام ہے جن سے قرآن پاک لکھا گیا۔ ایک استفتا کے جواب میں امام صاحب فرماتے ہیں:

''ایسے استاد و معلم جو تخت پر بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور کتبِ دینیہ، قرآن مجید و دیگر کتبِ دینیہ نیچے ہوتی ہیں۔ وہ معلم اور اس کے ساتھ بیٹھنے میں سب گستاخ ہیں اور اس کو تنبیہ کی جائے اگر وہ نہ مانے تو صاحبِ مکان پر لازم ہے کہ وہاں سے تخت اٹھالے اور اس پر متنبہ ہوتا نہ دیکھے تو اسے موقوف کردے۔ بے ادب (نہ کہ شاگرد) کو مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں

از خدا خواہم توفیقِ ادب — بے ادب محروم شد از فضل رب

(ص ۵۵)

[۳] عبارت کتب میں اپنی طرف سے اضافہ نہ کیا جائے

براہِ سخن پروری اپنی طرف سے عبارتِ کتب میں چند الفاظ داخل کر کے علماء کرام حتی کہ اساتذہ عظام خود کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس بابت امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) نے فرمایا ہے:

''سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ، کلماتِ علماء میں چند الفاظ اپنی طرف سے الحاق کر کے ان پر افترا دوسرا کبیرہ، علماء کرام اور خود اپنے اساتذہ کو دھوکہ دینا خصوصاً امر دین میں تیسرا گناہ، یہ سب خصلتیں یہود لعنھم اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون'' (ص ۲۵۵)

[۴] سزا نہایت احتیاط سے ناگزیر حالات میں دی جائے

امام احمد رضا خاں کے تعلیمی افکار کا نظرِ عمیق مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کسی پہلو کو بھی ادھورا نہیں چھوڑا (جزئیات تک پر روشنی ڈالی) یہاں تک کہ معلم کے لئے آپ نے ضابطۂ اخلاق مقرر کیا کہ بچوں کو اس قدر سزا دی جائے۔ رضوی (س ن) نے امام صاحب کے ایک قول کو بدیں الفاظ نقل کیا ہے۔

''زدن معلم کودکاں را وقت حاجت بقدر حاجت محض بغرض تنبیہ واصلاح و نصیحت بے تفرقہ اجرت و عدم اجرت رواست امابایدکہ بدست زنند نہ بچوباں بر سہ بار نیفزایند''

ترجمہ:۔ ضرورت کے وقت استاد کا بچوں کو بقدر حاجت صرف تنبیہ واصلاح کی غرض سے مارنا جائز ہے چاہے معلم اجرت پر پڑھاتا ہو یا بلا اجرت لیکن چاہیئے کہ ہاتھ سے مارے نہ کہ لکڑی سے اور تین ضربوں سے زیادہ نہ بڑھائے۔'' (ص ۱۹)

[۵] استاد کو مطلوبہ تعلیمی و پیشہ ورانہ قابلیت کا حامل ہونا چاہیے

امام احمد رضا خاں اپنے نظریۂ تعلیم میں مقرر وواعظ کے لئے شرط قابلیت مقرر فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) رقمطراز ہیں:

''وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازت اللہ عزوجل و رسول اللہ ﷺ ہے۔ جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے وعظ کہنا حرام ہے۔ اور اس کا وعظ سننا جائز نہیں'' (ص ۳۹۸)

اسی ضمن میں سندِ علم کی فضیلت پر امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) کا تبصرہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے آپ ایک مقام پر رکھتے ہیں:

''سند کوئی چیز نہیں بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی ان کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہیے حدیثِ پاک کی روشنی میں جو بغیر علم کے قرآن کے معنی کہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔'' (ص ۷۱)

درج بالا اقتباسات کے تبصرہ کے بعد یہ پوزیشن سامنے آتی ہے کہ امام احمد رضا خاں مفتی و معلم کی تعلیمی قابلیت کے متعلق واضح نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ یعنی ایسا معلم و واعظ جو کم علم رکھتا ہو اس کا وعظ سننا جائز نہیں۔ اچھے نتائج کے حصول کے لئے ہمیں ایسا معلم چننا ہوگا جو علمی ذوق سے بہرہ ور ہو۔ اپنے مضمون میں ہونے والی نئی نئی تحقیقات نئے نظریات اور رجحانات سے واقف ہو۔ نہ صرف اپنے مضمون کا وسیع اور گہرا علم رکھتا ہو بلکہ دوسرے مضامین خصوصاً متعلقہ مضامین سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔

آج ہم پاکستان کی تعلیمی زندگی کا مطالعہ کریں تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے جعلی ڈگریوں کی بھرمار ہے۔ چوبیس سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں سب کی سب خسارے میں ہیں۔ ماسوائے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مفکرِ اسلام امام احمد رضا خاں کے نظریۂ تعلیم پر عمل کیا جائے اور وہ معلم جو اپنے ہاتھوں میں جعلی ڈگریوں کو تھامے بیٹھے ہیں ان کی اسناد پر اعتبار نہ کیا جائے۔ سند کوئی چیز نہیں بہتیرے سند یافتہ بے بہرہ ہوتے ہیں۔

[۶] متعلّم کے ساتھ حسن و مروّت

امام احمد رضا خاں اپنے طلباء متعلمین کے ساتھ انتہائی شفقت و مروّت کے قائل ہیں جندران (۲۰۰۲ء) کے مطابق:

''امام احمد رضا خاں کے ہاں جو بھی طلباء آتے آپ انہیں اکثر ان کی مرغوب اشیاء فیرنی، شیرینی پکا کر کھلاتے۔ انواع و اقسام کے کھانے سے ان کی تواضع فرماتے۔ بلکہ اکثر کھانوں میں اپنے شاگردوں کی انفرادی پسند کا بھی خیال رکھتے۔ خود مختلف طعام تیار کر کے انہیں پیش کرتے تعلیم میں بھی طلباء سے کسی قسم کی مادی منفعت کی ہرگز امید نہ رکھتے تھے۔'' (ص ۲۲)

یہ پیراگراف عصرِ حاضر کے معلمین کو دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ وہ حرص و طمعِ دنیاداری سے اپنے دامن کو پاک کریں اور اپنے اندر اخلاص پیدا کریں کیونکہ اخلاص کے بغیر تمام اعمال بے کار ہیں۔ اخلاص کی عملی صورت یہ ہے کہ استاد دِن (یعنی پڑھانے کے متعین اوقات) میں متعلمین کو اس قدر سیراب کر دے کہ وہ ٹیوشن پڑھنے پر مجبور نہ ہوں اگر کوئی طالب علم مزید تشنگی محسوس کرے تو اسے بغیر کسی مادی لالچ کے وقت دیا جائے۔

[۷] متعلّم کو اس کی استعداد سے باہر علم نہ دیا جائے

امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) فرماتے ہیں:

''قابلیت سے باہر فتنہ میں ڈالنا ہے اور ناقابل کو مباحث و مجادل بنانا دین کو معاذ اللہ ذلت کے لئے پیش کرنا ہے۔ نبیٔ محترم ﷺ کا فرمانِ مقدس ہے ''جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔'' (ص ۵۹۴)

اس اقتباس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ معلم کو تدریسی عمل کے دوران متعلّم کی علمی صلاحیت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے وہ لیکچر جو متعلّم کی تعلیمی استعداد سے باہر ہے کبھی بھی طالب علم کے لئے مؤثر ثابت نہیں ہوسکتا۔

اسی بابت رابرٹ۔ اے۔ ڈیوس (۱۹۸۶ء) تعلیم کی نوعیت اور شرائط (Nature & Conditions of learning) کے رقمطراز ہیں:

''The learnnig activities selected

should be within the capability of the learner Experience shows ,however ,that it is an important problem in teaching. (page No 434'')

(د) معلم کے ضروری اوصاف

تعلیم و تدریس کے عمل میں استاد کی شخصیت اہم کردار ادا کرتی ہے اچھے یا برے تعلیمی نتائج کا انحصار اسی شخصیت کا مرہون منت ہے۔ اگر استاد مختلف اوصاف کا مالک ہوگا تو بچے اس کی تقلید کریں گے۔ امام احمد رضا خان کے نزدیک معلم کو جن اوصاف و آداب کا حاصل ہونا ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں:

علی وعبدالقیوم (1991) کے بقول:

(۱) معلم عقائد اسلامیہ سے پوری طرح واقف ہو اور ان پر یقین کامل رکھتا ہو۔

(۲) معلم اثبات حق وابطال پر قادر ہو جہاں شک پیدا ہو وہاں متعلمین کے ذہن میں اس کا بطلان ثابت کرے۔

(۳) معلم صحیح العقیدہ ہو۔ اس کے اغراض و مقاصد فاسد نہ ہوں۔

(۴) معلم کا دل حبِ خدا و حبِ رسول ﷺ سے سرشار ہو۔

(۵) معلم سلامتِ عقل ہو اور اس کا دل نورِ ایمان سے منور ہو۔

(۶) معلم اچھے اخلاق اور خصائلِ حمیدہ کا مالک ہو۔

(۷) معلم کے پیشِ نظر ہر معاملہ میں خوفِ خدا عزوجل اور رضائے الٰہی جل جلالہ ہو۔

(۸) معلم طلبا سے مشفقانہ رویہ رکھتا ہو۔

(۹) معلم طلباء کی ذہنی وروحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت بھی کرتا ہو۔

(۱۰) معلم علمی ذوق سے بہرہ ور ہو اور اپنے مضمون میں وسیع، گہرا علم رکھتا ہو۔

(۱۱) معلم اپنے اردگرد کے ماحول اور معاشرتی حالات سے واقفیت رکھتا ہو۔

(۱۲) معلم لاریب کتاب قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر سے واقفیت رکھتا ہو

(۱۳) معلم طلبا کی نفرادی ضروریات کے مطابق طریقہ تدریس کا استعمال کرسکتا ہو۔

(۱۴) معلم استقامت پسند ہو۔ اپنی رائے کا اظہار سوچ سمجھ کر کرے پھر اس پر ڈٹ جائے۔

معلم کے ضروری اوصاف کی فہرست کچھ یوں سامنے آتی ہے۔

اسلامی عقائد سے باخبری۔ حق و باطل کا امتیاز قائم کرنا۔ عقیدہ کی درستی، حبّ خدا اور رسول ﷺ، طلبا سے مشفقانہ رویہ، ذہنی وروحانی تربیت کے لئے کوشاں، تنگ نظری سے اجتناب، وسعتِ مطالعہ، دینی علوم سے شناسائی، جدید طریق تدریس کے استعمال سے آشنائی۔

(ہ) دیگر مسلم فلاسفر سے موازنہ

امام احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ''رزق علم میں نہیں رزق تو رزّاق کے پاس ہے۔ معلم تعلیم دیتے وقت اپنے پیش نظر ''للہیت'' کا نظریہ رکھے۔ گویا امام صاحب ان اساتذہ کو ناپسند فرماتے ہیں جو پیٹ کے غلام ہیں۔ مسلم مفکر امام غزالی علیہ الرحمۃ بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں، فرماتے ہیں:

''روحانی باپ کسی صلہ کے بغیر رضائے الٰہی کے لیے پڑھانے والا ہو''

جہاں تک طلباء کی تربیت کا تعلق ہے امام احمد رضا خاں تعلیمی عمل میں بچوں کی تعلیم و تربیت کو خصوصی اہمیت دیتے ہیں، آپ کے نزدیک ''نرم لکڑی جدھر جھکاؤ ادھر جھک جاتی ہے۔''

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ بھی اس سے مماثلت رکھتی رائے دیتے ہیں معلم کا کام بچوں کی روحانی و اخلاقی تربیت ہے معلم صرف معلومات فراہم کرنے والی ایجنسی نہیں بلکہ معمارِ انسانیت ہے۔

متعلم مطلوب

(الف) متعلم علم حقیقی اور اسلامی کردار سے سرشار ہو

قادری (۲۰۰۲ء) امام صاحب کی تصنیفات و تالیفات کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

''امام احمد رضا خاں چاہتے تھے کہ قوم کے نوجوان اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضا جوئی کی خاطر (اس نیت سے) وہ تمام جدید وقدیم علوم حاصل کریں جس سے اسلام اور عالم انسانیت کا فائدہ ہو۔ مزید آپ طلباء کے نام یہ پیغام ارسال کرتے ہیں کہ عشق رسول ﷺ کے چراغ سے اپنے قلوب کو ہمہ وقت منور رکھو۔ ذکرِ رسول ﷺ اور اتباع سنت کے نور سے اپنی فکر و عمل کو جلا دیتے رہو اور علمِ حقیقی کے ہتھیار سے خود کو ہمیشہ مسلح رکھو۔'' (ص ۵)

اس پیرگراف پر تبصرہ کچھ یوں ہے۔

امام احمد رضا خاں کے نزدیک جدید وقدیم علوم کی تحصیل حالات زمانہ کی مجبوریوں کے پیشِ نظر بہت ہی ضروری ہے۔ امام صاحب واقعی ماہر تعلیم تھے آپ نے قوم کے ہونہاروں کے لئے جو روشن اصول وضع کئے ہیں وہ واقعی تحسین کے لائق ہیں۔ آپ کے نزدیک تعلیم کے حصول کا اصل مقصد رضائے الٰہی عزوجل اور عشق رسول ﷺ ہے۔

(ب) متعلم کے لئے استاد کی تعظیم وتکریم کی ہدایت

امام احمد رضا خاں دینی علوم کے استاد کو محض استاد ہی نہیں خیال کرتے بلکہ اسے ''نائب انبیاء علیہم السلام'' قرار دیتے ہیں اور شاگرد کو اس کے مقام کا لحاظ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے امام احمد رضا خاں (۱۹۹۶ء) فرماتے ہیں:

''عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور ﷺ ہے۔ اگر کوئی خلاف شرع بات کا حکم دے تو ہرگز نہ کرے۔ **لاطاعة لاحد فی معصیة الله تعالٰی** یعنی خدا تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ مگر اس کو نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے...... بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الامکان اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے...... جس سے اس کے استاد کو ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ اور اگر اس کے احکام شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے ان کا لزوم اور زیادہ ہو گیا۔ ان میں اس کی نافرمانی صریح راہِ جہنم ہے۔''

مندرجہ بالا نثر پارے کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نقطۂ نظر یہ تعلیم کے مطابق استاد کا ہر جائز حکم ماننے میں دیر نہیں کرنی چاہیے، تساہل نہیں برتنی چاہیے۔ زندگی کے کسی اسٹیج پر بھی متعلم کو استاد کے احترام میں کسی قسم کی کسر نہیں چھوڑنی چاہیے اور نافرمانی سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ بہت ہی بڑی بدبختی ہے۔

اسی ضمن میں رضوی (س ن) نے امام احمد رضا خاں کا حوالہ نوٹ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ہارون رشید بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کسائی علیہ الرحمۃ سے محل میں آنے کے لئے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا یہاں پڑھانے نہ آؤں گا۔ شہزادہ میرے مکان پر ہی آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کیا وہ وہیں آجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوگا جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز وہاں سے ہارون کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ امام کسائی علیہ الرحمۃ ہاتھ پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہو کر سواری سے اترا اور مامون رشید کو کوڑا مارا اور کہا او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں۔ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے سے ان کے ہاتھ پاؤں دُھلا۔'' ص ۱۸

یہ تاریخی واقعہ اس حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے کہ دنیا میں کوئی شخص کتنے ہی جاہ و حشمت کا مالک کیوں نہ ہو جب تک وہ اپنے استاد کا مؤدب نہ ہوگا بے مراد ہی رہے گا خواہ کوئی بادشاہ ہو یا گداگر۔ متعلم کے

لئے استاد کا ادب واحترام بہت ضروری ہے۔ استاد کے ادب واحترام کے بغیر علم وعرفان سے آگہی کا تصور خام خیالی ہے۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شاگرد کو استاد سے کسب فیض کے لئے اس کا شکر گزار ہی رہنا چاہیے کیونکہ استاد کی ناشکری بڑی بھیانک اور زہر قاتل ہے۔ بقول امام احمد رضا خاں (۱۹۹۶ء):

''استاد کی ناشکری بڑی بھیانک اور مرض قاتل ہے جس سے علم کی برکت زائل ہوجاتی ہے۔ حضور انور ﷺ کا فرمانِ ذی وقار ہے۔

''مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہِ''

جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں۔

استاد کی نافرمانی، ناشکری وناقدری باپ کے ساتھ نافرمانی کا حکم رکھتی ہے اس لئے کہا استاد بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔'' (ص ۱۱)

(ج) متعلّم کی مطلوبہ لازمی صفات

احمد (۲۰۰۱ء) نے نہایت انہماک اور جان کاہی کے ساتھ تعلیماتِ رضا کی روشنی میں متعلّم کی درج ذیل صفات بیان کی ہیں:

[۱] تعلیم کا بنیادی مقصد خدارسی ورسول شناسی ہونا چاہیے۔

[۲] طلباء میں خودداری وخودشناسی کا جوہر پیدا کریں تا کہ وہ دستِ سوال دراز کرنے کے عادی نہ بن جائیں اور اپنا یہ جوہر کھوکر معاشرے کے لئے ایک بوجھ اور اسلام کے لئے ایک داغ نہ بن جائیں۔

[۳] طالب علم کے دل میں تعلیم اور متعلقاتِ تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

[۴] طالب علم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور سنورنے کی ہے۔

[۵] غیر نصابی سرگرمیوں کو پیش نظر رکھا جائے کہ کھیل اور سیر وتفریح طالب علم کے ذہن ودماغ کو طراوت بخشتے ہیں اور طبیعت کو نشاط وانبساط پہنچاتے ہیں جبکہ مسلسل تعلیم سے بچوں کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

[۶] امام صاحب کے نزدیک سکینت خصوصی اہمیت کی حامل ہے یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پر سکون ہو، باوقار ہوتا کہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشارِ فکر نہ ہو۔ (ص ۳۱)

درج بالا سطور اس بات کی شہادت پیش کر رہی ہیں کہ امام احمد رضا خاں کے نزدیک متعلّم کے لئے حمیت وغیرت، حرمت، صحبت اور سکینت کا ماحول از حد ضروری ہے جب تک یہ اقدار طالب علم کے دل ودماغ میں اچھی طرح راسخ نہ ہوجائیں طالب علم ترقی کی منازل نہ طے کر سکے گا۔

(د) متعلّم کے لئے روحانی تعلیم کی ضرورت واہمیت

امام احمد رضا خاں اسرارِ تصوّف کے شناور اور لعلِ شب افروزِ طریقت تھے۔ آپ راہِ سلوک کے لئے مرشدِ کامل کی حاجت کو متعلّم کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اس بابت مصباحی (۲۰۰۰ء) کا بیان ملاحظہ ہو:

''امام احمد رضا خاں کے نزدیک تصوّف کی منازل مرشدِ کامل کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں۔ متعلّم کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی مرشدِ کامل کی نگاہِ عنایت اور دستگیری حاصل کرے کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ تصوّف قرآن وسنّت ہی کی روشنی اور بحرِ شریعت ہی کی ایک دل آویز موج ہے.......... کامل مرشد کے بغیر طالب علم، علم تو حاصل کرے گا مگر فیضانِ نظر سے محروم رہے گا۔'' (ص ۲۵)

امام احمد رضا خاں نے عارفانہ نقطۂ نظر سے تصوّف کو بڑے دل آویز وارفتگی وشوق اور سوز وساز کے پیرایہ میں رقم فرمایا ہے۔ دل ودماغ کی مکمل توجہ سمیٹ کر امام احمد رضا خاں (س ن) کا درج ذیل نثر پارہ ملاحظہ فرمائیے:

''پیر صادق قبلۂ توجہ ہے .... اور قبلہ سے انحراف، نماز کو جوابِ صاف بانکہ اینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ فرماتے ہیں پھر بھی طالبان وجہ اللّٰہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطر المسجد الحرام...... یہ محل محلِ تحری ہے.......... اور صاحب تحری کا قبلۂ تحری، یا ہذا ارباب وفا آقایانِ دنیا کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے در پر جانا کورنمکی جانتے ہیں......؟

سر اینجا، سجدہ اینجا، بندگی اینجا، قرار اینجا۔ پھر احسنات دنیا کو حضرت شیخ سے کیا نسبت عجب اس سے کہ محبت و اخلاص با پیر کا دعویٰ کرے اور اس کے ہوتے ہوئے ایں وآں کا دم بھرے..........

چوں دل بادلبری آرام گیرد ز وصل دیگر کئے کام گیرد

نہی صد دستہ ریحان پیش بلبل نخواہد خاطر ش نکہت گل

(ص ۲۲)

نتیجہ

مذکورہ بحث کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا خاں نے معلم کے لئے للّٰہیت کو لازم ٹھہرایا ہے۔ آپ کے نزدیک معلم کو اخلاص کی دولت سے مالا مال ہونا چاہیے کیونکہ تمام مجاہدات و عبادات کی اصل اخلاص ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اخلاص عیبوں سے عمل کو ایسا جدا کرتا ہے جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہے۔ نام و نمود یا حرص و ریا کاری کی جہت سے حاصل ہونے والی شہادت بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں۔

ایک معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتب تعلیم کا احترام کرے، عبارتِ کتب میں اپنی طرف سے اضافہ نہ کرے، سزا سے اجتناب برتے، متعلم کو اس کی استعداد کے مطابق سیراب کرے، جدید طریق تدریس سے آشنائی حاصل کر کے بچوں کو نئے رجحانات و تیکنیکس متعارف کرائے۔

جہاں تک متعلم کا تعلق ہے اسے اپنے آپ کو علم حقیقی کے ہتھیار سے خود کو ہمیشہ مسلح رکھنا چاہیے۔ استاد کی تعظیم و تکریم میں کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑنی چاہیے۔ کیونکہ ادب و احترام کے بغیر علم و عرفان سے آگہی کا تصور خام خیال ہے۔ امام صاحب کے نظریہ تعلیم کے مطابق طالب علم اس وقت تک ترقی کی منازل نہ طے کر سکے گا جب تک اس میں تعظیم استاد، حمیت و غیرت، حرمت، محبت، تواضع جیسی صفات ، اقدار نہ پائی جائیں۔

حوالہ جات

[۱] احمد، محمد مسعود ڈاکٹر (۲۰۰۱ئض) امام احمد رضا خاں کے تعلیمی نظریات، منظر اسلام۔ ماہنامہ معارف رضا۔ صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام بریلی نمبر، شمارہ ۳۸، ۳۹، ۴۰ کراچی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (صفحات ۳۱، ۶۸، ۷۱، ۷۲۔)

[۲] اظہر، ظہور احمد ڈاکٹر (۲۰۰۳ء) مولانا احمد رضا خاں اور احترام استاد، ماہنامہ نوائے اساتذہ، شمارہ ۵، جلد ۱۴، خصوصی نمبر امام احمد رضا ایجوکیشنل کانفرنس، لاہور: القمر آرٹ پبلیکیشنز (صفحہ ۲۳)

[۳] امام احمد رضا خاں (۱۹۸۸ء) فتاویٰ رضویہ جلد دہم، کراچی، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا (صفحہ ۴۳۱)

[۴] امام احمد رضا خاں (۱۹۹۴ء) استاد کے حقوق، مرتبہ اقبال احمد اختر القادری ۔لاہور بزم عاشقانِ مصطفیٰ (صفحہ ۱۱)

[۵] امام احمد رضا (س ن) نقاء السلافۃ فی احکام البیعت والخلافۃ۔ بمبئی۔ رضا اکیڈمی (صفحہ ۲۲، ۲۳)

[۶] جندران، سلیم اللہ (۲۰۰۲ء) امام احمد رضا کا طریقہ تدریس ماہنامہ معارف رضا شمارہ ۴۶، کراچی۔ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (صفحہ ۲۱، ۲۲)

[۷] رضوی محمد الیاس (س ن) المعلم و المتعلم، کراچی۔ مکتبۃ المدینۃ شہید مسجد کھارادر (صفحہ ۱۸)

[۸] افضل محمد و عبد القیوم چوہدری (۱۹۹۱ء) اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیمی نظریات و افکار (غیر مطبوعہ مقالہ ایم اے سیکنڈری ایجوکیشن) لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب (صفحات ۱۱۰، ۱۱۱)

[۹] علی ذوالفقار واحمد، غلام (۱۹۹۹ء) امام احمد رضا خاں کے تعلیمی نظریات کا جائزہ (غیر مطبوعہ مقالہ ایم اے سیکنڈری ایجوکیشن) لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب (صفحات ۵۵)

[۱۰] قادری وجاہت رسول (۲۰۰۲ء) اپنی بات اداریہ ماہنامہ معارف رضا شمارہ ۴۴ کراچی۔ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (صفحہ ۵)

[۱۱] مصباحی، مبارک حسین (۲۰۰۰ء) تصوف اور اعلیٰ حضرت ماہنامہ معارف رضا شمارہ مئی جون۔ کراچی۔ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (صفحہ ۲۰)

[۱۲] Edu psychology, skinner, charles, E.P(1984) 434 prentice Hall of india Limited Dehli.

عالمی جامعہ امام احمد رضا۔ وقت کی اہم ضرورت

سلیم اللہ جندراں*

برِّعظیم پاک و ہند اور دنیا کے دیگر ممالک اور مختلف برّاعظموں میں امام احمد رضا کی شخصیت وفن، حیات و خدمات، احوال و آثار اور رضویات کی مختلف انواع جہتوں اور متعدد مباحث پر جس قدر تحقیقی کام ہو چکا ہے اور جتنا باقی ہے اس کی تہذیب، تسہیل، تالیف، ترتیب وادارت اور عصری تقاضوں کے مطابق اس کی اشاعت اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ کسی موزوں مقام پر یہ سارا کام کسی ایک چھت کے نیچے انجام پائے تا کہ ماہرین نصابیات ودرسیات اور ماہرینِ رضویات کے اشتراکِ عمل کے لئے مشترکہ فورم/ پلیٹ فارم باآسانی میسّر آسکے۔ جامعات ہی ایسے مراکز ہوتے ہیں جہاں تحقیقی کام وقت کی ضروریات کے پیشِ نظر باقاعدہ بنیادوں پر ہوتا ہے۔ تحقیق کی نئی راہیں کھلتی، ہیں نئی نسل کے محققین کو خوش آمدید کہا جاتا ہے اور فارغ التحصیل محققین اپنی تحقیقات سے دوسروں کو روشناس کراتے ہیں۔ راقم کے ذہن میں سردست جو چند اہم تجاویز ہیں انہیں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے:۔

[۱] عالمی جامعہ امام احمد رضا (Imam Ahmed Raza World Uneversity) پرائیویٹ سیکٹر میں قائم کی جائے۔ اس کے مین کیمپس (Main Campus) کے موزوں مقام کے تعین کے لئے دنیا کے مختلف مقامات پر فکرِ رضا کے فروغ کے لئے کام کرنے والے اداروں کی پہلے مشاورت ہو۔

[۲] بین الاقوامی ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی رضویات پر تحقیقی کام کو عالمی سطح پر روشناس کرنے میں کلیدی خدمات انجام دے رہا ہے دنیا کے دیگر رضوی تحقیقی مراکز سے اس ادارہ کے باقاعدہ مراسم بھی ہیں ''عالمی جامعہ امام احمد رضا'' کے قیام کی اس تجویز پر فیڈ بیک (Feedback) اور سروے ریسپانس کے لئے اگر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی ہی دیگر رضوی تحقیقی مراکز سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سلسلۂ جنبانی شروع کردے تو یہ قابلِ تحسین ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ مثبت ردِّ عمل کا امکان ہے۔

[۳] راقم کے خیال میں مذکورہ جامعہ کے بنیادی مرکزی کیمپس کے لئے پاکستان میں صوبہ پنجاب یا صوبہ سندھ کے لئے صوبائی صدر مقامات یا پر اسلام آباد کا مرکزی مقام موزوں ترین جگہ ہوگی، ہندوستان کی نسبت پاکستان میں امام احمد رضا کے اسلامی تحقیقی کام کو فروغ دینے اور شائع کرنے کے زیادہ روشن امکانات ہوں گے۔

[۴] پرائیویٹ سیکٹر کی اس مجوزہ جامعہ میں فزیکل سائنسز/ سوشل سائنسز/ نیچرل سائنسز/ انفارمیشن ٹیکنالوجی/ لینگویج سائنسز۔ یہ تمام ضروری شعبہ جات ہوں۔ گورنمنٹ آف پاکستان سے اس مجوزہ جامعہ کا چارٹر حاصل کیا جائے۔ جامعہ از ہر اور چند اہم یورپی جامعات سے بھی علمی سطح پر اس کا ارتباط ہو اس کی سند/ ڈگری کی مقبولیت معیار کے حوالہ سے مطلوبہ عالمی تقاضوں کے مطابق ہو۔

---

* ریسرچ اسکالر، جامعہ پنجاب

[۵] اقبالیات کی طرز پر اُس مجوزہ جامعہ میں رضویات (Rizviyyat) کے ڈسپلن (مضمون) کا اجراء کیا جائے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں اقبالیات پر ایم۔فل/پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کی جارہی ہے ''پاکستان درسیات اور پاکستانی نصابیات میں اقبالیات'' پر جاری کام کی طرز پر رضویات پر جاری تحقیقی کام کے ممکنہ پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے۔ پاکستان اور انڈیا کی کچھ سرکاری جامعات میں ایم۔اے کی سطح پر امام احمد رضا خان کی تحقیقات / نگارشاتِ علوم اسلامیہ، اردو، تاریخِ پاکستان، سیاسیات میں شاملِ نصاب ہیں ۔رضویات کے ڈسپلن میں معیاری تحقیقی کام کی تکمیل پر نصابیات ،درسیات میں رضویات کی شمولیت کے مواقع بڑھیں گے۔امام احمد رضا خان کا علمی ورثہ اور تحقیقی اثاثہ مقدار اور معیار کے حوالے سے حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے علمی اثاثہ سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے مگر ابھی تک حقیقی معنوں میں اُس سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔

[۶] جامعہ کی سطح پر مطلوبہ تحقیقی کام کی تکمیل کے دوران کام کی افادیت اور عملیت کو پیشِ نظر رکھا جائے رضویات پر کام کو اس صورت میں پروان چڑھایا جائے کہ پاکستان کے لئے ،عالمِ اسلام کے لئے ،متعلقہ مضمون (کورس) کے لئے اس کی افادیت ،موزونیت ،ضروری حیثیت اور استعمالیت نمایاں ہو۔رضویت کو عصر بیت کے تناظر میں پیش کیا جائے۔اور اس سے استفادہ کی ضرورت کو مؤثر انداز میں اجاگر کیا جائے۔

[۷] مجوزہ جامعہ کی سنڈیکیٹ / سینٹ / فیکلٹی کے انتخاب کے دوران ایسے سکالرز کی خدمات حاصل کی جائیں جنہوں نے مطلوبہ تعلیمی قابلیت حاصل کرنے کے علاوہ رضویات کے کسی بھی پہلو (ادب، سائنس، لسانیات، اسلامیات) پر کم از کم چار ریسرچ آرٹیکلز پیش کئے ہوں۔

[۸] امام احمد رضا خان کا عظیم علمی اثاثہ اس بات کا متقاضی ہے کہ علم دوست احباب، ماہرینِ رضویات اس مجوزہ منصوبہ کو پروان چڑھانے کے لئے اپنی توانائیاں اور بھرپور وسائل بروئے کار لائیں۔ پہلے ہی بہت دیر ہوچکی ہے ابھی تک امام صاحب کی ایک تہائی تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔بہت ساری گراں قدر رضوی تحقیقات سے ابھی تک متعلقہ مضامین میں استفادہ نہیں کیا جاسکا۔

[۹] پنجاب یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ لاہور میں پروفیسر آف بزنس ایجوکیشن ڈاکٹر ذوالفقار علی خان (۲۰۰۱ء) نے پی۔ایچ۔ڈی کلاس کے ایک لیکچر کے دوران فرمایا تھا کہ کسی بھی ادارے کے قیام کے لئے چار بنیادی عوامل خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

(۱) لینڈ (Land) زمین کا قطعہ

(۲) لیبر (Labour) سٹاف / عملہ / کارکن

(۳) کیپٹل (Capital) سرمایہ / رقم

(۴) ریونیو (Revenue) آمدن

موصوف نے وضاحت فرمائی تھی کہ ان چاروں عوامل میں سب سے اہم (Labour) کا عنصر ہے یعنی سٹاف / عملہ کا عنصر قطعۂ ارضی، سرمایے اور آمدن، باقی تینوں سے زیادہ اہم ہے۔مجوزہ ''عالمی جامعہ امام احمد رضا'' کے اس منصوبہ کی کامیابی کے لئے بھی سب سے اہم نوعیت کی حامل مجوزہ جامعہ کی فیکلٹی/سٹاف/انتظامیہ ہوگی۔''عالمی جامعہ امام احمد رضا'' کے اس منصوبہ کی مکمل تشکیل میں بھی متعلقہ ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں ادارے افراد سے ہی آباد ہوتے ہیں۔

[۱۰] امام احمد رضا ورلڈ یونیورسٹی پراجیکٹ کو جامع اور مربوط خطوط پر استوار کرنے کے لئے انٹرنیشنل امام احمد رضا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کراچی

ابتدائی طور پر پاکستان اور دیگر ممالک میں فکرِ رضا پر کام کرنے والے تحقیقی واشاعتی اداروں سربراہان، دعوتِ اسلامی، جماعتِ اہلِ سنّت، جمعیت علمائے پاکستان، عالمی تنظیم اہلِ سنّت، ورلڈ اسلامک مشن، تنظیم المدارس، انجمن اساتذۂ پاکستان کے ذمہ داران اور جرائد اہلِ سنّت کونسل کے مدیران سے رابطہ کرکے ان اداروں سے اہل نمائندگان پر مشتمل مشاورتی بورڈ تشکیل دے۔ ابتدائی مشاورتی بورڈ / پینل اس پراجیکٹ کے خاکہ کو حتمی / فائنل شکل دینے اور قابلِ حصول بنانے کے لئے پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر کی دنیاوی اور دینی جامعات کے چند سربراہان کی قیمتی مشاورت / آراء حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے۔ کیوں کہ منصوبہ / پلان / لائحہ عمل جس قدر عمدہ، معیاری، قابلِ عمل اور موزوں ہوگا اسی قدر اس کا حصول بھی ممکن اور مفید ثابت ہو سکے گا۔

[۱۱] عالمِ اسلام کی منتشر قوتوں اور متعدد منتشر اسلامی گروہوں اور سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے منقسم طبقات کو آج بھی فکرِ و فیضانِ رضا کے توسّل سے پرچمِ رسالت کے سائے تلے جمع کیا جاسکتا ہے، امام احمد رضا ورلڈ یونیورسٹی کے قیام کے بنیادی مقاصد میں یہ چیز شامل ہونی چاہیے کہ رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود سے بالاتر محبت رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہر طالب علم، معلم، عالم، محقق، مصنف، سائنسدان کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے فروغ اور ترویج و ارتقاء کے لئے مناسب مشترک پلیٹ فارم ثابت ہو۔

[۱۲] اس جامعہ کے قیام کے بنیادی مقاصد تشکیل دیتے وقت ان اہم مقاصد کو پیشِ نظر رکھا جائے:۔

(الف) امام احمد رضا ورلڈ یونیورسٹی کے مین کیمپس کی لائبریری میں امام احمد رضا خان کی تمام تصانیف، مطبوعہ و غیر مطبوعہ مخطوطات، تحقیقات وغیرہ ایک چھت تلے دستیاب کرنا۔

(ب) اسلاف واصفیاء کے علمی اثاثہ اور تصانیف کو بھی وہاں فراہم کرنا، بزرگانِ دین کی کاوشوں کو نئی نسل تک منتقل کرنا۔

(ج) امام صاحب کی اردو، عربی، فارسی، ہندی، منظوم، منثور تصانیف کے معیاری سلیس ترجمہ اور ترتیب وادارت کے لئے دارالترجمہ قائم کرنا نیز عالمی دارالاشاعت کا قیام عمل میں لانا۔

(د) سکولز، کالجز، یونیورسٹیز، دینی مدارس، جامعات کے نصاب، درسیات کے عصری تقاضوں اور ضروریات کے مطابق (Subject Index) موضوعاتی اشاریہ کے ساتھ رضویات کے لٹریچر کو پیش کرنا۔

(ہ) امام صاحب کی رضوی تحقیقات کو گروہی، لسانی، جغرافیائی، مکتبِ فکر کی حد بندیوں سے بالاتر ہو کر فقط عالمِ اسلام اور امتِ مسلمہ کی فلاح اور علمی ترقی کے مقاصد کے پیشِ نظر اجاگر کرنا۔

(و) رضویات کی بطور ڈسپلن (Subject) ترویج وارتقاء کرنا اور اسلاف واصفیاء کے علمی کام کو نئی نسل تک پہنچانا اور اُس پر کی گئی تحقیق کو فروغ دینا۔

(ز) تنظیم المدارس بورڈ سے شہادۃ العالمیہ کے ڈگری ہولڈرز کے لئے تخصص (Specialization) / ایم۔فل / پی۔ایچ۔ڈی کی کلاسز کا اجراء کرنا نیز سرکاری جامعات سے ایم۔اے عربی، اسلامیات کے حامل امیدواران کے لئے بھی بالخصوص اعلیٰ تعلیم کے مواقع پیدا کرنا۔

(ح) تنظیم المدارس بورڈ کے تمام مدارس کی سپروائزری باڈی کے طور پر اپنا مؤثر کردار ادا کرنا۔ موجودہ حالات کے تقاضوں کے تحت ان کے نصاب پر نظرِ ثانی کرنا۔ ان کے اساتذہ کے لئے علم التعلیم کی تربیت (Educational Training) کا اہتمام کرنا۔

(ط) دنیا کی اہم اسلامی جامعات، ممتاز اسلامی تحقیقاتی اداروں کے ساتھ (Knowledge Sharing) علمی ارتباط کے مواقع پیدا

کرنا۔

(ی) دنیا بھر سے مطلوبہ معیار پر پورا اترنے والے منتخب شدہ (Selected) ایم۔اے پاس طلباء و طالبات کے لئے قدیم اور جدید علوم میں اعلیٰ تعلیم (ایم۔فل/پی۔ایچ۔ڈی) کے مواقع پیدا کرنا۔

(نوٹ:۔ یہ سادہ سا ابتدائی خاکہ ہے اہل علم وفن اس میں موزوں اور مطلوبہ ترمیم واضافہ کرکے اسے مزید بہتر (Refine) کرسکتے ہیں۔

مژدۂ جانفزاء

شعبۂ نصابیات، وزارتِ تعلیم، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد نے نصاب اردو لازمی نہم و دہم میں امام احمد رضا خان کو بحیثیت نعت گوشاعر شامل کرلیا۔

وزارتِ تعلیم، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد نے نصاب اردو لازمی نہم و دہم مارچ ۲۰۰۲ء میں امام احمد رضا خان کو حصہ نظم میں بحیثیت نعت گوشاعر شامل کیا ہے اور درسی کتب کی تیاری کے دوران جن ادباء وشعرا کی تحریروں اور کلام سے انتخاب کی ہدایت کی گئی ہے ان میں حصۂ نظم کے تحت امام احمد رضا خان کا نام بھی شامل ہے۔ امام احمد رضا خان کا نعتیہ کلام لفظی ومعنوی خوبی ومعیار کے پیشِ نظر اس امر کا متقاضی تھا کہ وہ مناسب درجہ پر ملک کے قومی نصاب کا حصہ ہوتا۔ امام احمد رضا خان کے نعتیہ کلام پر پاکستان اور دیگر ممالک کی کچھ جامعات میں ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی درجہ کا تحقیقی کام ہوچکا ہے۔ طلبہ کے دلوں میں اطاعتِ رسول ﷺ کا پیغام اجاگر کرنے اور حبِ رسول ﷺ کی شمع فروزاں کرنے میں یہ کلام ان شاء اللہ اہم کردار ادا کرنے کے علاوہ مذکورہ کلاس کے اردو ادب میں بھی خوب صورت کلام کی حیثیت سے شمار ہوگا۔ ارکان قومی نصاب کمیٹی وارکانِ قومی منتخبہ کمیٹی برائے نصاب اردو لازمی اس اقدام پر خصوصی شکریہ اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اب ٹیکسٹ بک بورڈ کے ذمہ داران سے بھی یہ گزارش ہے کہ کلاس نہم و دہم کی اردو لازمی کی تیاری کے دوران امام احمد رضا خان کے نعتیہ کلام سے مذکورہ درجہ کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے موزوں نعت منتخب کرکے شاملِ نصاب کردیں۔

شعبہ تعلیم اردو/ تعلیم سے وابستہ ماہرین رضویات بھی ''حدائق بخشش'' (امام احمد رضا خان کے نعتیہ مجموعہ) سے موزوں نظم منتخب کرکے ضروری مشقی سوالات کے ہمراہ شعبہ نصابیات، وزارتِ تعلیم، حکومتِ پاکستان، H8 اسلام آباد بھیج سکتے ہیں۔ بہرحال کلام کے انتخاب کے وقت نہم و دہم درجہ کے طلبہ کی علمی سطح اور نہم و دہم درجہ کی اردو لازمی کی لسانی ومعنوی ادبی سطح کے معیار سے مطابقت کے اصول کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا اور مشقی سوالات تخلیقی، دلچسپ اور فنی معیار کے مطابق ہونا چاہئیں اور طلبہ کی اسلامی کردار سازی اور ذہنی پختگی کے لئے بھی معاون ہونا چاہئیں ۔ ویسے خواہشمند سکالرز ''کلامِ رضا سے اردو درسیات ونصابیات پاکستان کے لئے انتخاب کے'' عنوان سے ایم۔اے اور اس سے اعلیٰ درجہ پر باقاعدہ ریسرچ سٹڈی بھی کرسکتے ہیں۔

(ادارہ)

شعری اثاثۂ اعلیٰ حضرت اور نئے فکری و فنی علوم [۱]

راؤ سلطان مجاہد رضا قادری

E-mail:fikrealahazrat@yahoo.com

ابرِ فیضِ اعلیٰحضرت کی چند بوندیں راقم کو نصیب ہوئیں تو کتاب

''ایک عقیدہ۔ ایک شعر''

تیار ہوگئی جو زیرِ طبع ہے اور اس کتاب پر یہ مقالہ ءِ انتساب

''شعری اثاثۂ اعلیٰحضرت اور نئے فکری و فنی علوم''

آپ کے سامنے ہے۔

مجھے اپنی کم علمی و کم حیثیتی کی مجبوری و بے بسی کا پورا پورا احساس ہے لیکن میں ناامید نہیں ہوں۔ میرے سامنے روشنی کے مینار ہیں یعنی ''شعری اثاثہء اعلیٰحضرت'' پر کام کرنے والے اہلِ علم و فضل محققین اور پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات کے شائقین علما و فضلا حضرات..... وہ درسِ نظامی علماء، گریجوایٹ، ایم اے، ایم فل خوش نصیب حضرات ہیں جو اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی ﷫ کے شعری اثاثے کے بحر بیکراں میں غواصی فرمائیں گے تو ان کے بخت پر غیروں کے بخت بھی ناز کریں گے، رشک کریں گے اور انہیں وہ کچھ مل جائے گا کہ ان کی توقعات بھی منہ تکتی رہ جائیں گی۔

اے بحرِ اشعارِ رضا میں شناوری اور غواصی کرنے فکرِ اعلیٰحضرت کے شعری جہان پر تحقیقات یا پی ایچ ڈی۔ کرنے کے خواہشمندو! کیا سوچ رہے ہو، دیر کس بات کی ہے، موقع کو غنیمت جانو اور بحرِ اشعارِ اعلیٰحضرت میں بے دھڑک غوطہ زن ہوجاؤ۔

بے دھڑک کود پڑا آتشِ نمرود میں، عشق
عقل تھی محوِ تماشائے لبِ بام ابھی
اقبالؔ

اللہ ﷻ! آپ کا حامی و ناصر ہے، حضور ﷺ آپ کے مشکل کشا ہیں اور اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی ﷫ کا شعری فیض آپ کو نئی نئی تحقیقات کا تاج پہنانے کیلئے موجود ہے اور ع

مانگنے والوں کو ہم دنیا بھی نئی دیتے ہیں

نہ صرف دنیا بلکہ آخرت کی کامرانیاں اور درجات آپ کا مقدر ہیں اور دنیا ہی نہیں بلکہ قسمت بھی آپ کی قسمت کے قصیدے پڑھنے کیلئے تیار ہے۔

فکرِ اعلیٰحضرت کے شعبہ ''شعری اثاثہ'' کے تحقیق طلب گوشوں پر آغاز کار سے قبل پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات شائقین حضرات کی خدمت میں پانچ ضروری معروضات پیشِ خدمت ہیں:

(i)

پہلی عرض یہ کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے دیوان ''حدائقِ بخشش'' کی ترتیب و اشاعت اعلیٰحضرت کی حیاتِ مبارک (1325ھ) میں ہوئی تھی جس کے ثبوت اور بہت ہیں اور یہ کہ اس کتاب کے نام سے (1325ھ) کا استخراج ہے..... فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ 294 کے فتوے ہیں..... اس دور کے شائع شدہ نسخے موجود ہیں..... اور یہ کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی حیاتِ مبارک میں ہی تقریباً ہر مولود شریف کی محفل میں کلامِ اعلیٰحضرت پڑھا جاتا تھا۔

(ii)

دوسری عرض یہ ہے کہ اصل اور غلطیوں سے پاک حدائقِ بخشش کا

---

[۱] یہ مضمون محبِ محترم جناب راؤ سلطان مجاہد رضا قادری زید مجدہٗ کی ''رضویات'' کے نشر و ابلاغ کی لگن کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں ''رضویات'' پر کام کرنے والوں کے لئے غور و فکر کا سامان ہے، تحقیق بھی ہے، تجاویز بھی ہیں جن پر اضافہ و تبدیلی و ترمیم اور نقد و نظر ہوسکتا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے ادارہ نے یہ طویل مقالہ اختصار کے ساتھ شائع کیا ہے۔

نسخہ (بشرطیکہ غلطی ءکتابت نہ ہو) وہی ہے جو اعلیٰحضرت کی حیات مبارکہ میں مرتب وشائع ہوا اور آج کل تقریباً صحیح ترین نسخہ وہ ہے جو علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی، دہلی انڈیا کی تصحیح کے ساتھ شائع ہوا ہے...

کچھ شعری احباب نے معلومات کی کمی کے سبب یہ غلط نتیجہ اخذ کیا کہ حدائق بخشش کی ترتیب واشاعت اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی حیات مبارک کے بعد ہوئی لہذا انہوں نے اپنی عقل کے مطابق ترتیب واشاعت کا کام کیا جو غلط، نامکمل اور خلاف واقعہ تھا

(iii)

تیسری عرض یہ ہے کہ ''دیوان اعلیٰحضرت مجدد امام'' کوئی عام شعروں کی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کا ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع قرآن و حدیث کی تعلیمات کے عین مطابق اور علوم وفنون کا ایک گلدستہ ہے اور یہ دیوان خصوصاً علماء، محققین، پی ایچ ڈی۔ اسکالرز اور ان کے زیر نگرانی خوش بخت شاگردان حضرات کیلئے ہے کہ وہ اس بحر اشعار اعلیٰحضرت میں غواصی فرمائیں اور علم و حکمت کے موتیوں سے عوام کی جھولیاں بھرتے جائیں..... یہ ''حدائق بخشش'' کا ان پر حق اور قرض ہے.......

(iv)

چوتھی عرض یہ ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد امام نے جس علم پر بھی قلم اٹھایا اس علم پر انہیں نہ صرف مکمل اور حتمی دسترس ومہارت حاصل تھی بلکہ ان کے پائے کا اس علم میں کوئی دوسرا مد مقابل نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شعری علم میں بھی امام الکلام اور امام الشعراء تھے.. ..... بے شک شعری دنیا کی طرف اعلیٰحضرت مجدد امام نے اس لئے بہت کم توجہ دی کہ اعلیٰحضرت ایسی تبحر علم اور عبقری شخصیت کیلئے یہ اتنا بڑا علم ہی نہیں تھا کہ اس پر دسترس ومہارت کے حصول پر زیادہ توجہ اور وقت دیتے لہذا یہ حقیقت ہے کہ

اول: شعری فکری علوم اور شعری فنی علم (علم عروض) میں دسترس ومہارت اور سند واتھارٹی کے اعتبار سے اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے پائے کا پوری دنیا میں پچھلی کئی صدیوں میں کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا۔

دوئم: کسی شعر کو فی البدیہہ تصحیح کرنے کی جو حیثیت وقدرت اعلیٰحضرت مجدد امام کو حاصل تھی، شعراء میں دور دور تک نظر نہیں آتی ہے۔

سوئم: اعلیٰحضرت مجدد امام نے نہ صرف مروجہ صنائع بدائع کا استعمال برجستہ وفی البدیہہ کیا ہے بلکہ فکری شعری ادب کو نئی نئی اصطلاحات و اختراعات اور نئے نئے الفاظ ومرکبات ومحاورات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ عطا فرمایا ہے اور دیوان اعلیٰحضرت مجدد امام میں ان کا استعمال بھی فی البدیہہ اور برجستہ ہوا ہے۔

(v)

پانچویں عرض یہ ہے کہ کسی شاعر کو جتنے علوم وفنون پر حتمی دسترس حاصل ہوگی اس کے اشعار میں مضامین اور افکار کا پھیلاؤ، فیض اور مفہوم بھی اتنا ہی وسیع اور بلند درجہ ہوگا۔ لہذا اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے شعری علوم وفنون کا اصل تقابل اور موازنہ تو ان علماء مفسرین، فقہا اور مفتیان (جنہوں نے شعر کہے بے شک تھوڑے کہے) کے ساتھ ہے جو اعلیٰحضرت کے ہم عصر ومد مقابل تھے۔

سات عنوانات
معہ
مصرع جات از نثری اثاثہ

فکر اعلیٰحضرت مختلف علوم وشعبہ جات پر مشتمل ہے مثلاً

شعبہ فہم قران۔ کنزالایمان — شعبہ فہم حدیث۔ صحیح الشرح احادیث

شعبہ فقہ۔ فتاویٰ رضویہ — شعبہ عقائد۔ صحیح الایمانیات

شعبہ شعری اثاثہ۔ وغیرہ وغیرہ

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کو جتنے علوم پر عبور اور ملکہ حاصل تھا ان کی تعداد کو سامنے رکھیں اور ان میں بہت سے علوم ایسے بھی ہیں جو آگے کئی شعبوں پر مشتمل ہیں تو اس طرح فکر اعلیٰحضرت کے شعبوں کی تعداد سینکڑوں میں ہوگی اور ہر شعبے میں درجنوں تحقیق طلب گوشے موجود ہوں گے۔ مثلاً فکر اعلیٰحضرت کا ایک شعبہ ''شعری اثاثہ'' ہے۔ یہ شعبہ آگے دو

اہم اور عالیشان حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ فکری پہلو ہے اور دوسرا حصہ اس کا فنی پہلو (علم عروض) ہے

پھران دوذی شان حصوں میں سے ہر اہم حصے کے اندر آگے بے شمار تحقیق طلب گوشے ہیں جو پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات شائقین حضرات کے منتظر ہیں۔

اشعار تو اعلیٰحضرت مجدد امام کے دیوان مبارک ''حدائق بخشش'' میں موجود ہیں لیکن اعلیٰحضرت مجدد امام نے اپنے ''نثری اثاثے'' میں جو برجستہ مصرع جات کہے ہیں وہ کوئی معمولی ذخیرہ نہیں جس پر تدبرات و تدقیقات کی اشد ضرورت تھی لیکن ''مصرع جات از نثری اثاثہ'' کے موضوع اور اس کی تخریجات وتلخیصات کے کام کی طرف آج تک کسی نے اپنا رخ نہیں کیا بلکہ سرے سے اس طرف نہ ہی توجہ دی اور نہ ہی توجہ دلائی۔ لہذا اس مقالے ''شعری اثاثہ اعلیٰحضرت اور نئے فکری وفنی علوم'' میں ہمارا پہلا عنوان یہی موضوع ''مصرع جات از نثری اثاثہ کے تحقیق طلب گوشے'' ہے تاکہ محققین ومحبین اعلیٰحضرت کی سب سے پہلے توجہ اسی موضوع کی طرف دلائی جاسکے۔ اس مقالہ میں ہمارے سامنے حسب ذیل عنوانات ہیں:

اول: مصرع جات از نثری اثاثہ کے تحقیق طلب گوشے

دوئم: فکری پہلوشعری اثاثہ کے تحقیق طلب گوشے

سوئم: فنی پہلوشعری اثاثہ کے تحقیق طلب گوشے

چہارم: شعری اثاثہ اعلیٰحضرت کےعلوم وفنون کا تقابلی جائزہ

پنجم: ایک جامع شرح شعری اثاثہ اعلیٰحضرت کی ضرورت

ششم: بورڈ آف گورنرز کے ماتحت شعبہ شعری اثاثہ اعلیٰحضرت

ہفتم: فہرست مضامین ومقالہ جات برائے مسافران تحقیق وتخریج

آیئے ہر عنوان پر ایک سرسری نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اعلیٰحضرت مجدد امام کے شعری اثاثے کو ہماری ضرورت نہیں ہے بلکہ اعلیٰحضرت مجدد امام کے شعری اثاثے کے ہم محتاج، طالب اور ضرورت مند ہیں۔

(اول)

مصرع جات از نثری اثاثہ کے تحقیق طلب گوشے

یہ مقالہ اس عنوان کی تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا لہذا اس کی تفصیل راقم کی زیر طبع کتاب ''ایک شعر۔ ایک عقیدہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

(دوئم)

فکری پہلوشعری اثاثہ کے تحقیق طلب گوشے

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے شعری اثاثے میں وہ کشش اور دریا دلی ہے کہ کوئی سرسری طور پر بھی اشعار اعلیٰحضرت کا مطالعہ کرلے تو وہ نہ صرف اشعار رضا میں کھوجاتا ہے بلکہ فکر اعلیٰحضرت کا فیض اسے اپنے دامن میں لے لیتا ہے

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں بہت سے عقدے حل کئے ہیں اور کئی نئے علوم اور علمی کارنامے امت مسلمہ کو عطا فرمائے ہیں۔ پی ایچ ڈی۔ مقالوں کی نگرانی وسرپرستی کرنے والے اسکالر حضرات اپنے شاگردوں کو اس طرف متوجہ کریں تو یہ میدان بہت وسیع ہے اور اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے شعری اثاثے میں ضرور نئے علوم اور علمی وفنی کارنامے سامنے آئیں گے۔

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعری اثاثہ ایک سمندر ہے اور سمندر بھی ایسا صاف شفاف کہ کنارے پر کھڑے مجھ ایسے جاہل اور عام مسلمان کو بھی علمی سمندر کی تہہ میں پڑے ہوئے موتی، ہیرے اور

جواہرات صاف نظر آ رہے ہیں۔اس علمی سمندر کے شناور (جید علماء و محققین حضرات) اگر غوطہ زنی فرمائیں تو صحن عالم اسلام پر موتیوں کے ڈھیر لگ جائیں...... اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے شعری اثاثے میں چھپے نئے علوم اور منفرد فنی اسلوب کی طرف محقق اکابرین اور ان کی زیرنگرانی پی ایچ ڈی۔مقالوں کی تیاری کرنے والے یا تیاری کا ارادہ رکھنے والے شاگردان کرام کی توجہ کیلئے بیشمار تحقیق طلب گوشے موجود ہیں

(1)

(a)

زلف امام الکلام اعلیٰحضرت مجدد امام کا ایک مشہور شعر ہے

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دور زلف والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

''دور'' اور ''تسلسل'' ایسے فلسفیانہ الفاظ دراصل عشقیہ مجازی اشعار کا حصہ تھے۔مجازی محبوب کی زلف کے تسلسل کو بیان کرنا شاعر اپنا کمال فن سمجھتے تھے۔مثلاً ایک شاعر کا شعر ہے

یہ زلف مسلسل جو ترے رخ پہ پڑی ہے
طول شب فرقت سے بھی دو ہاتھ بڑی ہے

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے ان الفاظ کو کمال فن کے ساتھ حضور ﷺ کی رحمت کی وسعت کیلئے استعمال کیا ہے۔حضور ﷺ کی رحمت کا سلسلہ اتنا آگے بڑھا کہ گناہوں کے اندھیرے کا تسلسل کوسوں دور رہ گیا۔

وہ الفاظ جو عورتوں کے ساتھ عشق اور چھیڑ چھاڑ کیلئے مخصوص ہو کر رہ گئے تھے اور ان الفاظ کے جادو کے ذریعے مجازی شعرا نے ایک طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے ایک نیا علم ایجاد کیا جس کے ذریعے ان الفاظ کو عشق مجازی کی قید سے رہائی دلائی اور پھر ان کو عشق حقیقی کی سدا بہار جنت میں آباد و شاد کیا۔اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی اس لحاظ سے بھی مجدد ہیں کہ ''حقیقی ادب'' یعنی ''ادب سعید'' کو دوبارہ زندہ کیا۔

(b)

گیسو عشقیہ ادب میں ایک لفظ ''گیسو'' ہے۔مجازی شعرا عورت کے گیسو و رخسار کی یاد کو اپنے اشعار میں بیان کر کے زور بیان پیدا کرتے ہیں اور اپنے عشقیہ حلقہ سے خوب داد پاتے ہیں۔بقول عشقیہ شاعر

بال کنگھی سے جو سلجھائے تو دل الجھایا
تیرہ بختوں کو بگاڑا جو سنوارے گیسو

اور بقول اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی

شانہ ہے پنجۂ قدرت ترے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

اور گیسوؤں کی یاد میں ''آہ'' بھرنا تو عشقیہ شاعروں کے کمال شاعر ہونے کی دلیل ہے اور ان کیلئے یہ ایک فخر اور بلند درجہ ہے..... اب اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے ان الفاظ ''گیسو'' اور ''آہ'' کو مجازی گروہ کے چنگل سے کتنی خوبصورتی کے ساتھ آزاد کرایا ہے،

یاد گیسو ذکر حق ہے ''آہ'' کر
دل میں پیدا ''لام'' ہو ہی جائے گا

''گیسو'' کے لفظ کو اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی سے پہلے بھی نعت گو شعرا نے استعمال کیا ہوگا لیکن اس لفظ کو علم کی اتنی گہرائی میں جا کر استعمال کرنا یہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کا ہی کمال ہے۔

(c)

دلہن دلہن کا لفظ عشقیہ اور مجازیہ شعرا کے نزدیک بڑا ہی عشق افروز ہوتا ہے لفظ ''دلہن'' پر خوب خوب طبع آزمائی ہوتی ہے۔اب اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے اس ''دلہن'' کے لفظ کو ''مجازی ادب'' کے نرغے سے کتنی خوبصورتی سے نکالا ہے اور کتنے بلند علمی مقام پر جا کر اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔

اجابت کا سہرا، عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد

اسی طرح آج عام لوگ یہ سوچ بھی نہیں سکتے ہیں کہ کسی ایک شعر میں الفاظ ''دلہن'' اور ''گل'' (محبوب کیلئے) اور الفاظ ''عطر'' اور ''پھول'' (خوشبو کیلئے) موجود ہوں اور وہ شعر عشقیہ نہ ہو..... لیکن اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے ہاں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ یہ چاروں الفاظ ایک انتہائی خوبصورت اور معطر اسلامی و روحانی لباس میں ملبوس اعلیٰ حضرت کے ایسے مشہور نعتیہ شعر میں موجود ہیں جو حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے۔ آئیں اعلیٰحضرت کے قلم و علم و علم کے گہرے سائے میں بیٹھ کر نہ صرف ان چار الفاظ کے ظاہری حسن و جمال کا نظارہ کریں۔ اعلیٰ حضرت کا شعر دیکھیں۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

(اللہ کی قسم! میرے گل (محبوب) ﷺ (تو وہ ہیں جن) کا پسینہ اگر مل جائے تو دلہن کو خوشبو کیلئے نہ عطر کی حاجت اور نہ ہی پھول کی چاہت....)

(d)

دولہا عشقیہ ادب میں ''دولھا'' کا لفظ آتا ہے تو مجازی شاعر اپنے آپ کو دولھا کے روپ میں دیکھنے لگتا ہے اور دلھن (محبوب) اس کے تخیلات پر چھا جاتی ہے اور لفظ ''آنچل'' تو شیریں ادا اور شکر لب محبوب کے شعلہ رخ (یعنی چہرے) کیلئے خاص ہے۔ بظاہر لفظ ''آنچل'' کو عشقیہ ادب سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہے لیکن ''ادب سعید'' کے مجدد اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے کعبہ کے سیاہ غلاف کو ذات کی تجلی کا آنچل کہہ کر لفظ ''آنچل'' کو ''مجازی ادب'' کے کنجر خانہ سے نکال کر خانہ کعبہ کا خادم بنا دیا ہے اور لفظ آنچل کو علم کے اتنے اونچے درجے پر جا کر شعر کا حصہ بنایا ہے کہ اہل علم جتنا اس پر غور کرتے جائیں گے اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے علوم کی وسعتیں اتنی ہی ان کے سامنے آتی جائیں گی۔ دل تھام کر شعر سنئے:۔

نظر میں دولھا کے پیارے جلوے، حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

(e)

تل اور کمر عشقیہ مجازی ادب میں الفاظ ''دلہن''، پھبن، نکھرنا، سنورنا، بناؤ (سنگھار)، کمر، تل وغیرہ ایسے الفاظ ہیں جو عشقیہ ادب سے نکال کر ''شرعی ادب'' کا حصہ بنانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔ لفظ ''تل''، ''کمر'' یہ الفاظ محبوب کے لئے خاص عشقیہ شاعری کا حصہ ہیں۔ لیکن اعلیٰحضرت مجدد امام یہاں کیا کر رہے ہیں۔ دیکھیں دیکھیں وہ کتنی خوبصورتی اور بے ساختگی کے ساتھ ان الفاظ کو عشقیہ ادب سے رہائی دلا رہے ہیں اور انکو کلمہ پڑھا کر شریعت کے تابع کر رہے ہیں

نئی دلھن کی پھبن میں کعبہ، نکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے، کمر کے ایک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

عشقیہ ادب اور مجازی شاعری نے محبوب کیلئے بڑے حسین اور پرکشش الفاظ کے ساتھ دیدہ و دل فرش راہ کئے ہیں لیکن اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے ان الفاظ کو عشق حقیقی کے احاطہ میں لاکر ایسا باادب بنا دیا ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی اس علم کے امام نظر آتے ہیں

(f)

گل: اسی طرح اگر ''مجازی ادب'' کے کسی شعر میں محبوب کا ''رنگ'' اور محبوب کو ''گل'' سے تشبیہ دینے کی بات کی گئی تو عشقیہ ادب کے متوالوں کی طرح ''آہ'' بھرنے اور دل پھینک ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہوش و خرد ٹھکانے رکھیے اور اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی بارگاہ میں حاضر ہو جایئے اور پوچھئے کہ محبوب کے ''رنگ'' کو لگی عشقیہ ادب کی ہتھکڑی کیسے کھلے گی اور ''گل'' کے پاؤں میں لگی بیڑی کیسے کٹے گی تو جواب ملے گا کہ یہ شعر پڑھ لیجئے:

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا، نہ تو ہو کوئی، نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

(g)

غزل جوئے علوم اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی مسلسل غزل بعنوان ''تہنیت در شادی اسرا'' کے شعروں کے اندر تو اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے کئی نئے فکری وفنی علوم کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا ہے۔ ایک ایک شعر میں کسی ایک علم اور اس علم پر اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی دسترس و امامت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اس غزل کا ایک ایک شعر اپنے اپنے انداز سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ تین شعر ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس غزل کے اشعار میں جوئے علوم کے کناروں سے علوم اچھل اچھل کر کس طرح کناروں سے باہر آرہے ہیں۔ سلاست و فصاحت تو سرچڑھ کر بول ہی رہی ہے۔ کلام میں بلاغت (یعنی علوم کے انتہائی درجے تک پہنچنے) کی بہار بھی خوب جوبن پر ہے۔

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے، گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل، رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(h)

خار: لفظ ''خار'' عشقیہ شاعری میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن اس لفظ کو اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی ﷫ نے جس علم و عرفان کی بلندی پر استعمال کیا ہے عقل و فہم اس کے آگے بے بس و مجبور ہے۔

ان کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

برادر اصغر اعلیٰحضرت مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن نے لفظ ''خار'' کو جو عزت و توقیر کی خلعت عطا فرمائی وہ دیکھنے کے قابل ہے

خار صحرائے نبی پاؤں سے کیا کام تجھے
آ مری جان مرے دل میں ہے رستہ تیرا

اور شہزادۂ اعلیٰحضرت مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوریؔ نے اپنے شعر میں لفظ ''خار'' کو جو علمی مقام عطا فرمایا وہ کتنا حسین و دل نشین ہے، ملاحظہ فرمائیے

پاؤں کیا میں دل میں رکھوں جو پاؤں طیبہ کے خار
مجھ سے شوریدہ کو کیا کھٹکا ہو نوکِ خار کا

(i)

قد (قامت) عشقیہ مجازی ادب کے کسی شعر میں مجازی محبوب اور بے وفا معشوق کا ''قد'' سامنے آئے تو اس ''عشقیہ قد'' کو چھوڑیئے اور ''حقیقی قد'' کی طرف آیئے اور اعلیٰحضرت مجدد امام کی بارگاہ سے لفظ ''قد'' کے حقیقی مفہوم کی بھیک مانگئے۔ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی ﷫ کا یہ شعر سنئے۔

ترا قد تو نادر دہر ہے، کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

شائقین حقیقی ادب کے خوش بختوں کے تو وہی محبوب ﷺ ہیں۔ جو کہ دونوں جہان کیلئے سراپا رحمت ہیں اور حضور ﷺ کے سراپا میں ''قد مبارک'' بھی شامل ہے لہذا ''قد'' بھی رحمت ہے جب رحمت والا قد سامنے ہو تو پھر ''زحمت والے عشقیہ محبوب'' کے ''قد'' کو کون دیکھے گا۔ آیئے اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی پاک بارگاہ میں حاضر ہوجایئے اور ''رحمت والے قد مبارک'' کا نظارہ کر کے خوش نصیبوں میں شامل ہوجایئے۔

ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

(j)

پھولی شاخ: ''حقیقی شرعی ادب'' میں لفظ ''پھولی شاخ'' ایک نیا اضافہ ہے اعلیٰحضرت مجدد امام کے ایسے اشعار نے ہی تو مجازی شاعری کے خودساختہ و ناپائیدار ''عشقیہ آشیانوں'' کا تنکا تنکا ہوا میں اس طرح اڑا دیا

ہے کہ عشقیہ اہل علم حضرات کیلئے ''آغوش رحمت حقیقی ادب'' کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں بچی ہے۔ ان اشعار میں سے ایک شعر دیکھئے اور جھوم جایئے۔

شاخ قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب ہیں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اعلیٰ حضرت نے صرف ایک شعر میں آٹھ الفاظ (۱) زلف (۲) چشم (۳) رخسار (۴) لب (۵) سنبل (۶) نرگس (۷) گل (۸) پنکھڑی، کو جو عشقیہ ادب کی ذلت سے نکال کر ایک اعلیٰ وارفع مقام دیا ہے۔

حضور ﷺ کے قد مبارک کیلئے لفظ ''پھولی شاخ'' (یعنی ایک پھول والی شاخ........ پھولی سے کئی پھولوں والی نہیں بلکہ صرف ایک پھول والی شاخ جیسے حسینی اولاد، محمدی گھرانہ وغیرہ)..... پھولی شاخ کا لفظ ''شعری علوم'' میں نہ صرف ایک حسین وجمیل اور فصیح وبلیغ اضافہ ہے بلکہ ''شعری دنیائے ادب'' کیلئے باعث افتخار واعزاز بھی ہے..... پوری شعری تاریخ میں یہ بے ساختہ اصطلاح شاید ہی کہیں ملے.....

(k)

حقیقی شرعی ادب کے مجدد

آج کل ٹی وی۔ چینلز پر گانے لکھنے اور بے فحشیہ اشعار گانے والیاں اور گانے والے فلمی وغیر فلمی اداکارائیں اور اداکار اس جانب غور فرمائیں تو یہ ان کا اپنا فائدہ ہے۔ ''حقیقی ابدی ادب'' (حقیقی شرعی ادب) اور اس ادب کے مجدد (اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی) کی غلامی اور اس سے محبت وعقیدت کا پٹا اپنے گلے میں ڈال لیں۔ دنیا وآخرت کی خوشیاں اور کامیابیاں استقبال کیلئے تیار کھڑی ہیں.....

(2)

(a)

علم تاریخ گوئی

ماہرین فن نے اس پر مقالے لکھے ہیں جن سے کچھ مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

(3)

(a)

تاریخ ''نثری اثاثۂ'' سے اگر یہ علمی کارنامے اکھٹے کئے جائیں تو کئی کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ مثلاً 24 گھنٹے رات دن پر مشتمل ایک تاریخ ہوتی ہے۔ تاریخ کو انتہائی جامع انداز میں اعلیٰحضرت اس طرح بیان کرتے ہیں

''تاریخ کی ابتدا وانتہا میں چار طریقے ہیں۔ ایک طریقہ نصاریٰ کا کہ ان کے یہاں نصف شب سے نصف شب تک تاریخ کا شمار ہے دوسرا ہنود کا کہ طلوع آفتاب سے طلوع آفتاب تک تیسرا فلاسفہ یونان کا ہے کہ نصف النہار سے نصف النہار تک علم ہیئات میں یہی ماخوذ ہے۔ چوتھا طریقہ مسلمانوں کا کہ غروب آفتاب سے غروب آفتاب تک اور یہی عقل سلیم پسند کرتی ہے کہ ظلمت نور سے پہلے ہے''....... (الملفوظ حصہ اول)

سبحان اللہ چند فقروں میں نہ صرف تاریخ کی تعریف بلکہ تاریخ کی تاریخ بھی بیان کردی کہ پوری دنیا میں یہ تاریخ کتنی ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے تفصیل کیا ہے۔ بہرحال جو پی ایچ ڈی۔ شائقین حضرات اگر نثری اثاثہ کی طرف متوجہ ہوں وہ جتنے چاہیں مقالے تیار کرسکتے ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی اس سلسلے میں مواد وماخذ مہیا کرے گا۔

(b)

عالم دین اسی طرح نثر میں ''عالم دین'' کی جامع تعریف اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی بیان کرتے ہیں

''عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔'' (الملفوظ حصہ اول)

یہاں پر مجھے ''عالم دین'' کی جامع تعریف کا ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا کہ ادارہ منہاج القرآن کا دستور العمل پھر سے مرتب کیا جارہا تھا۔ شوریٰ کا

اجلاس جاری تھا۔ فیصلہ کرلیا گیا کہ مجلس عاملہ میں ایک عالم دین بھی ہونا چاہئے۔ بحث شروع ہوئی کہ عالم دین کی تعریف کیا ہے۔ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ۔ اچانک محترم ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی آواز بلند ہوئی کہ عالم دین کی تعریف لکھیں کہ .... لیکن تھوڑی دیر گزرنے کے بعد کہا یہ خانہ چھوڑ دیں میں پھر لکھوادوں گا کہ عالم دین کسے کہتے ہیں''۔ اور پھر وقت گزر گیا تعریف نہ لکھی جاسکی۔ اس وقت مفتی محمد خاں قادری، علامہ عتیق مجددی، رانا جاوید القادری، پروفیسر علامہ راؤ ارتضیٰ خاں اشرفی، (شاید راقم فقیر محمد خاں بھٹی چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بھی) مرکزی شوریٰ کے ممبر تھے.... میرا مقصد یہاں قطعاً کسی کی دل آزاری نہیں ہے محض یہ واضح کرنا ہے کہ کسی لفظ یا اصطلاح کا مختصر مفہوم بیان کرنا یا اسکی ''جامع تعریف'' بیان کردینا آسان نہیں ہوتا ہے۔ اس کیلئے تبحر علمی اور علوم کا نچوڑ درکار ہے ...

(c)

نعت گو شاعر چونکہ ہمارا موضوع ''شعری اثاثہ'' ہے۔ شعری اثاثہ سے صرف چند مثالیں پیش کردینا کافی ہیں، ''نعت گوشاعر'' کسے کہتے ہیں، اس کی جامع تعریف کیا ہے۔ رباعی پیش خدمت ہے

توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
افغان دل زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حساں بس ہے

اس رباعی میں حضورﷺ کے ثناگو کی جامع اور اکمل تعریف بیان کرکے اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی ہے...... اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ مصطفیٰﷺ کے نعت گوشاعر کے سامان سفر (نعت لکھنے کیلئے بنیادی چیزوں) میں پانچ باتیں ضروری ہیں۔

1: سب سے پہلی چیز مخالفین نعت (گمراہ گستاخان رسول) کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف (''غم'') ہے۔ راہ نعت کا مسافر اس رنج و غم کو زاد راہ کی پہلی ضروری چیز سمجھتا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا ''منافق (مخالف نعت) ان (نعت گوشعرا) کو دوست نہیں سمجھتا اور مسلمان ان (نعت گو شعرا) سے دشمنی وعداوت نہیں رکھتا (بلکہ محبت رکھتا ہے)'' (مدارج النبوۃ)

2: سامان سفر میں دوسری لازمی چیز نعت لکھتے وقت حضورﷺ کی یاد اور نبیﷺ سے عشق میں رواں ''آنسو'' ہیں......

3: سامان سفر نعت میں تیسری ضروری چیز ''افغان دلِ زار'' یعنی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی حضورﷺ سے فریاد ہے......

4: زاد راہ میں چوتھی چیز ''حدی خواں'' (اونٹوں کو تیز چلانے کیلئے نغمہ خواں کی تمنا وآرزو) ہے اور حدی خواں کی تمنا وآرزو یہی ہوتی ہے کہ قافلہ تیز تیز چلے اور اپنی منزل سر کرے (حدی وہ نغمہ ہے جو سفر کے دوران اونٹوں کو تیز چلانے کیلئے حدی خواں گاتے تھے)

5: سامان سفر کی پانچویں لازمی چیز نعت گوشاعر کیلئے یہ ہونی چاہئے کہ تقلید و پیروی میں اس کے رہبر و راہنما صرف اور صرف حضرت حسان بن ثابتؓ ہوں۔

مختصر یہ کہ ایک نعت گوشاعر کے پاس سامان سفر میں اگر یہ پانچ چیزیں موجود ہیں تو یہ اس کیلئے کافی (''بس'') ہیں۔ سامانِ سفر نعت میں اگر ان پانچ چیزوں میں سے ایک چیز کی بھی کمی ہے تو وہ شخص مسافران راہ نعت (نعت گوشعرا) کے قافلے میں نہیں رہ سکے گا کہ قافلہ آگے نکل جائیگا اور زاد راہ مکمل نہ ہونے کے سبب وہ پیچھے رہ جائیگا، بھٹک جائیگا، گمراہ ہوجائیگا۔

نعت گوشاعر کی اتنی جامع اور پوری تعریف میرا دعویٰ ہے کہ شعری زبان میں کہیں نہیں ملے گی۔ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے تبحر علمی کا کمال کارنامہ ہے اور ایسے کارناموں سے ''اعلیٰحضرت کی شعری زمین'' سرسبز وشاداب ہے۔

(d)

مقام مصطفیٰﷺ ایک نازک مسئلہ اور ایک حساس مرحلہ ''مقام

مصطفیٰ'' اور'' مقام رسالت'' ہے جس پر ہزاروں اور لاکھوں کتابیں لکھی گئیں، بڑے بڑے جبے، قبے والے عالم، مفسر، مفکر اس حساس مسئلے پر ٹھوکر کھا کر کفر کے کنوئیں میں منہ کے بل گرے اور اپنے نئے نئے فرقے بنا کر بیٹھ گئے۔ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے اس حساس'' مقام رسالت'' کو صرف '' قطعہ بند دو اشعار'' میں اتنی خوبصورتی، بلاغت اور تفصیل کے ساتھ بیان کردیا ہے کہ ہزاروں لاکھوں کتابوں کی محتاجی ختم ہو گئی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ پوری شعری تاریخ میں یہ کارنامہ کہیں نہیں ملے گا کہ صرف دو اشعار کے ایک قطعہ میں حساس'' مقام مصطفیٰ'' کی ایک جامع تعریف بیان کردی گئی ہو اور تعریف بھی اتنی سادہ، واضح اور اکمل کہ فرقے اور اختلافات ہی ختم کردیئے......

قطعہ بند اشعار

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبدالہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرخدا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

(عالم امکاں و عالم خلق کے ''بشر'' یا)'' ممکن'' میں یہ قدرت و کمالات اور اختیارات و تصرفات کہاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسالت مآب ﷺ کو عطا فرمائے لہٰذا آپ ﷺ یہ (ممکن یا بشر وغیرہ) بھی نہیں ہیں (یعنی عالم امکاں کے ''ممکن'' یا ''بشر'' نہیں ہیں بلکہ ''بادشاہ عالم امکاں'' ہیں، خیر البشر ہیں)........

اعلیٰ حضرت مجدد امام فرماتے ہیں کہ واجب (یعنی اللہ ﷻ) میں عبدیت (عبادت یا بندگی) کہاں ہوتی ہے لہٰذا آپ ﷺ وہ بھی نہیں ہیں.....جب آپ ﷺ یہ بھی نہیں اور وہ بھی نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں؟

حق (یعنی حقیقت) یہ (ہے) کہ (آپ ﷺ) عبدالہ (اللہ ﷻ کے عبد) ہیں اور (اس عالم خلق و عالم امکاں میں آپ ﷺ صرف ''ممکن'' اور بشر'' نہیں ہیں بلکہ خیر البشر ہیں یعنی) عالم امکاں کے شاہ (یعنی بادشاہ) ہیں۔ وہ (آپ ﷺ) برزخ (پردہ) ہیں، سرخدا (اللہ ﷻ کا بھید) ہیں۔ (یعنی آپ ﷺ عالم امکان میں اللہ تعالیٰ کے درمیان اس طرح ہیں کہ آپ ﷺ خیر البشر عالم امکاں کے بادشاہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر عطاؤں کی بارش فرما رہا ہے اور آپ ان عطاؤں کو آگے خلق میں تقسیم فرما رہے ہیں) وہ خالق کے عبد ہیں اور خلق کے آقا ہیں

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے''

معترضین کا طریق واردات

اب یہ ''قطع بند دو اشعار'' جو ہمارے سامنے ہیں یہ ''حساس مقام مصطفیٰ ﷺ'' کی ایک جامع تعریف ہیں جب تک یہ دونوں اشعار ایک ساتھ نہیں پڑھے جاتے ہیں مقام مصطفیٰ کی جامع تعریف سامنے نہیں آتی ہے.....

معترضین کے اوٹ پٹانگ اعتراض کے جواب میں الجھنے کی بجائے سیدھا سادا جواب دیا جائے کہ ایک مصرع یا ایک شعر نہیں بلکہ یہ دو اشعار پر مشتمل ایک قطعہ بند اشعار ہیں جن میں مقام مصطفیٰ ﷺ کی جامع اور کامل تعریف موجود ہے......

ڈاکٹر اسرار کا اعلیٰ حضرت پر جھوٹا الزام

معترضین کا ذکر آیا ہے تو اشعار اعلیٰحضرت مجدد امام کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار صاحب کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ ARY چینل کے ذیلی چینل QTV پر دوران تفسیر ڈاکٹر اسرار صاحب نے یہ شعر پڑھا ۔

وہی ہے جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اور اس شعر کو بار بار اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کیا حالانکہ یہ شعر اعلیٰحضرت مجدد امام کا نہیں ہے......اس جہالت کے بعد ''محقق ڈاکٹر اسرار صاحب'' بڑے وثوق و تحقیق و اعتماد کے ساتھ

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی پر الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ رب العزت کو مدینے کی گلیوں میں اتار دیا ہے.... اس جہالت کے بعد وہ اپنی اگلی علمی تحقیق کو اس سفید جھوٹ سے یوں جوڑتے ہیں.... ''حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس شعر کے عقیدے سے بریلوی مسلک کے اکثر علماء بھی اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں'' (معارف رضا صفحہ 4 شمارہ دسمبر 2004ء)

ڈاکٹر اسرار صاحب قرآن پاک کا غلط ترجمہ وتفسیر کریں تو یہ ان کا اور ان کے حلقے کا آپس کا معاملہ ہے اور ان کا ذاتی اور اجتماعی گناہ وظلم ہے جو ان کے سر ہے۔

اول: یہ ہونا چاہئے کہ جب بھی ARY انتظامیہ کو اس جھوٹ کا پتہ چلے تو فوراً پروگرام روک کر بار بار اعلان کرے کہ فلاں موقع پر ڈاکٹر اسرار نے قرآن شریف سامنے رکھ کر تین جھوٹ بولے تھے، ان جھوٹ پر معذرت کا اعلان اتنے بج کر، اتنے منٹ پر جھوٹ بولنے والے ڈاکٹر اسرار خود فرمائیں گے۔

دوئم: ARY چینل جھوٹے مفسر ومفکر ڈاکٹر اسرار کے خلاف ایک ارب روپے کا دعویٰ دائر کرے کہ اس نے صریح جھوٹ بول کر نہ صرف 80% برعظیم جنوبی ایشیاء مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے بلکہ قرآن سامنے رکھ کر قرآن کی توہین کی ہے اور اس سفید جھوٹ کے ذریعے دنیائے اسلام کے تمام مسلمانوں کا دل دکھایا ہے......

حاشا یہاں دل آزاری ہرگز مقصود نہیں میں ذاتی طور پر ذات برادری کے تعصب ودرجے کا قائل بھی نہیں ہوں کہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، بڑا وہی ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے، میرے نزدیک اگر کوئی ''راؤ'' ''جھوٹ بولتا ہے اور (بغیر تحقیق کئے) محقق اور مفسر بن کر جھوٹی بات بیان کرتا ہے تو ڈوم میراثی اس سے لاکھ درجے بہتر ہیں۔ ایسی صورت میں اس کا ''راؤ'' ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔

(4)

فہرست شخصیات سکول فکر اعلیٰحضرت؟ جن جن خوش نصیب وبلند بخت اہل علم نے کتب اعلیٰحضرت کو ایک دفعہ غیر جانبداری سے پڑھ لیا وہ مفتی، وہ محقق، وہ عبقری، وہ فاضل، وہ پی ایچ ڈی سکالر اسی نتیجے پر پہنچا کہ اب تک زندگی میں اس نے جو کچھ علم پڑھا ہے وہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے علوم کے سامنے ایسے ہے جیسے کسی سکول کی نرسری کلاس کے بچے کا علم..... ایک نہیں عالم اسلام کی کتنی ہی اہل علم شخصیات ہیں جنہوں نے اس طرح سکول فکر اعلیٰحضرت کی پہلی جماعت کے طلباء میں شامل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ بیسویں صدی عیسوی کی بہت سی مثالوں میں ایک مثال علامہ کوثر نیازی صاحب ہیں۔ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے مخالف کیمپ کے کسی عالم دین کو عربی زبان پر مکمل مہارت اور دسترس حاصل تھی تو وہ علامہ کوثر نیازی صاحب کو تھی۔

ایسی اہل علم ہستیوں کی ایک کثیر تعداد ہے جنہوں نے سکول فکر اعلیٰ حضرت میں داخلہ لیا۔ ایسا کیوں ہے..... یہ بھی دیکھیں کہ آج پورے عالم اسلام میں اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی شخصیت کے مختلف علمی و عملی اور فکری وفنی پہلوؤں پر تحقیقات اور ریسرچ کے لاتعداد ادارے وجود میں آچکے ہیں۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے...... ہاں وجہ وہی ہے جس سے تمام اہل علم بخوبی آگاہ ہیں کہ ''اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی اپنے زمانے کے وہ عبقری (Genious) مجدد امام تھے جو تمام علوم وفنون پر یکساں، مکمل اور بلند درجہ گہری نظر اور دسترس رکھتے تھے اور دلیل و براہین کے ساتھ حق وانصاف کی بات کرتے تھے.....''

پی ایچ ڈی۔ مقالا جات کے خواہشمند حضرات اس باقاعدہ موضوع کی طرف توجہ فرمائیں کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے ''جہان علم وفن'' میں وہ کونسے کونسے

(i) نثری علمی شہ پارے اور
(ii) شعری علمی گوشے

تھے کہ جن پر فریفتہ اور نچھاور ہو کر اہل علم شخصیات کی ایک کثیر تعداد نے سکول فکر اعلیٰحضرت کا رخ کیا۔ نثری علمی شہ پارے تو ایک وسیع موضوع بلکہ موضوعات ہیں۔ پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات کے شائقین اگر اس طرف توجہ دیں تو ان کے وارے نیارے ہیں۔ لیکن یہاں ہمارا موضوع اعلیٰحضرت کے ''شعری اثاثے'' کا وہ ''شعری علمی گوشہ'' ہے جس سے متاثر اور فیض یاب ہو کر مختلف اہل علم شخصیات سکول فکر اعلیٰحضرت میں داخل ہوئیں اور یہ سب کچھ اور سارا ریکارڈ سکول فکر اعلیٰحضرت کا رخ کرنیوالی علمی شخصیات کی کتابوں، مقالوں، تحریروں اور تاثرات میں وافر موجود ہے لہذا پی ایچ۔ ڈی مقالہ جات شائقین حضرات

- پہلے ان شخصیات (اعلیٰحضرت کے دور سے نے کر اب تک کے دور) کی ایک فہرست تیار کریں
- پھر اس سمندر کی غواصی فرمائیں

گے تو نئے، منفرد اور مہکتے دمکتے تروتازہ موضوعات ان کے سامنے ہوں گے

(5)

شعری فیض اعلیٰحضرت: اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے اپنے شعری علوم اور شعری دسترس کے ذریعے جس طرح مردہ ''شعری فکر و فن'' کو دوبارہ نئی زندگی دی وہ ایک مجدد وقت کا ہی کام ہے۔ مجدد وقت کا کام مردہ سچائیوں کو زندہ کرنا ہے اور نظروں سے اوجھل ہو جانے اور کمزور پڑ جانے والی سچائیوں کو پھر سے نمایاں و قوی کر کے عوام امت مسلمہ کے حوالے کرنا ہے.....

جب یہ عظیم کام ایک مجدد، ایک امام الکلام یعنی اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا تو ''شعری فکر اعلیٰحضرت'' اور ''شعری فیضان اعلیٰحضرت'' نے پورے معاشرے کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ اس سے صحیح العقیدہ نعت گو شعرا بھی خوب فیض یاب ہوئے اور نثر نگار (علامہ عبدالحکیم شرف قادری، ڈاکٹر کوکب نورانی، علامہ اقبال احمد فاروقی وغیرہ) بھی اور نثر و شعر دونوں کا شغف رکھنے والے (علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ، مولانا قاضی عبدالدائم دائم، شیخ طریقت مولانا محمد الیاس عطار قادری، راجا رشید محمود وغیرہ) بھی.......

نوبت یہاں تک پہنچی کہ نعت گو شعرا کا نعتیہ کلام اور نثر نگاروں کی تحریریں خود بولنے لگیں کہ یہ کلام ان کا اپنا نہیں ہے بلکہ ''شعری فیضان اعلیٰحضرت'' نے ان کا قلم پکڑ کر ان سے لکھوایا ہے۔ راقم کو اس کا ذاتی تجربہ ہے....... حفیظ تائبؔ، مجید تمناؔ، محمد علی ظہوریؔ، اعظم چشتی، عبدالستار نیازیؔ اور دیگر نعت گو شعرا کی وہ نعتیں جو انہوں نے نہیں لکھیں بلکہ ''شعری فیض رضا'' نے لکھوائی ہیں کو یہاں پیش کروں تو یہ موقع نہیں ہے۔

میں اپنے دوستوں میں بڑے فخر اور دعویٰ سے بے شمار مثالوں میں سے ایک مثال یہ پیش کرتا ہوں کہ (صابر داؤد کے ادارے مہر منیر اکیڈمی کے ڈائریکٹر) سید صبیح الدین صبیح رحمانی کی یہ نعت انہوں نے خود نہیں لکھی بلکہ ''شعری فکر اعلیٰحضرت'' اور ''شعری فیضان اعلیٰحضرت'' نے ہاتھ پکڑ کر ان سے لکھوائی ہے۔ اب نعت کے چند اشعار دیکھئے۔ یہ نعتیہ اشعار اپنی زبان حال سے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہم ''شعری فیضان اعلیٰ حضرت'' سے آئے ہیں اور وہ شخص ہمیں نہ پڑھے جو ''شعری فیضان اعلیٰ حضرت'' سے خالی ہے۔

کوئی مثل مصطفٰے کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
کسی اور کا یہ رتبہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
میں ہوں وقف نعت گوئی کسی اور کا قصیدہ
مری شاعری کا حصہ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا
سر عرش ان کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

(6)

فکر اعلیٰحضرت شعری لغات

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے اپنے دیوان ''حدائق بخشش'' میں ایسے الفاظ، مرکبات اور محاورات کا استعمال فرمایا ہے کہ وہ

شعری ادب کا سرمایہ ہیں۔

اردو زبان میں الفاظ کا ذخیرہ اس طرح سامنے آیا کہ مختلف زبانوں کے جو نئے نئے الفاظ ''نثری ادب'' میں داخل ہوتے گئے وہ اردو زبان کا حصہ بنتے گئے اور ساتھ ساتھ وہ الفاظ اردو لغات میں بھی شامل ہوتے گئے اسی طرح اردو شعری ادب میں مختلف زبانوں کے جو نئے نئے الفاظ اشعار کا حصہ بنے تو انہیں بھی اردو لغات میں شامل کیا جاتا رہا ہے اور یوں اردو زبان کی ایک جامع لغات تیار ہوگئی۔

چونکہ ماضی میں نثری ادب اور شعری ادب کی باگ ڈور اور اجارہ داری ''عشقیہ مجازی ادب'' کے کرتا دھرتا حضرات کے پاس تھی لہذا زیادہ تر ان کے اپنے حلقے کے اساتذہ، ادباء اور شعرا حضرات کے استعمال کردہ نئے نئے الفاظ جو دوسری زبانوں عربی، فارسی، ترکی، ہندی وغیرہ سے آئے تھے کو اردو ادب اور اردو لغات میں شامل کیا جاتا رہا.... آخر کار ایک وقت آیا کہ اردو نثری و شعری ادب میں نئے نئے الفاظ کی آمد رک گئی اور اردو لغات میں مزید نئے الفاظ کی شمولیت کا کام بھی سست پڑ گیا۔ یہ اردو ادب پر ایک جمود کا دور تھا جتنے الفاظ ''اردو نثری و شعری ادب'' کو نصیب ہو چکے تھے انہیں پر اکتفا کر کے ادبا اور شعرا حضرات اپنی نثری و شعری سرگرمیوں میں مصروف تھے.....

نثری و شعری پیشوا الغرض بوجوہ اردو نثری و شعری ادب میں نئے نئے الفاظ کے اجتماع کی رفتار اتنی سست پڑ گئی کہ یہ رفتار کچھوے کی چال سے بھی کم ہوگئی..... ایسے مایوس کن دور میں اللہ ﷻ نے ایک مجدد، ایک امام الکلام اور ایک نثری و شعری پیشوا اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کو پیدا فرمایا۔ انہوں نے ''نثری و شعری اردو ادب'' کو اپنی بے مثال اور لازوال نثری سرگرمیوں اور فصیح و بلیغ شعری دسترس کے ذریعے جاندار و شاندار اور پر اثر و پر وقار نئے اور تر و تازہ الفاظ کا ایک سمندر عطا فرمایا.........

چونکہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حقیقی و روحانی و شرعی ''نثری و شعری ادب'' کے عبقری اور امام الکلام تھے جبکہ اردو نثری و شعری ادب کی باگ ڈور اور اجارہ داری ''عشقیہ مجازی ادب'' کے اساتذہ اجارہ داروں اور عشقیہ ادبی اداروں کے ہاتھ میں تھی لہذا انہوں نے اعلیٰحضرت مجدد امام کے عطا کردہ عربی، فارسی، ہندی زبانوں کے نئے نئے الفاظ کے سمندر کو یکسر نظر انداز کر دیا اور ان الفاظ کے عظیم ذخیرہ کو اردو لغات کا حصہ بنانے پر کوئی توجہ نہیں دی.....

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی نثری تصنیفات اور شعری دیوان سے عربی، فارسی، ہندی وغیرہ زبانوں کے الفاظ و مرکبات و محاورات اکھٹے کر کے ایک فکر اعلیٰحضرت لغات تیار کی جائے جو دو حصوں پر مشتمل ہو:

(i) فکر اعلیٰحضرت نثری لغات

(ii) فکر اعلیٰحضرت شعری لغات

اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کا عطا کردہ نئے الفاظ کا یہ عظیم ذخیرہ محبان فکر اعلیٰحضرت اور عالم اسلام کے علمی حلقوں کی امانت ہے اور انکا حق ہے جو کہ محققین اور اسکالر حضرات کے ذمے ہے۔ محققین اور اسکالر حضرات یہ حق اور یہ امانت امت مسلمہ عوام کو بلا تاخیر لوٹا کر اپنا فرض ادا کریں

(7)
حدائق بخشش حصہ پنجم یا کوئی دوسرا نام......

مدققات فکر اعلیٰ حضرت میں یہ تحقیق آج ثابت شدہ اور ظاہر و باہر ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی اپنے دور کے عروضدان شعراء کے امام تھے اور شعری دنیا کے مجدد تھے اور بڑے بڑے شعراء نے اعلیٰحضرت مجدد امام سے اپنے اشعار کی فکری و شرعی اصلاح لی۔

اعلیٰ حضرت مجدد امام سے کتنے شعراء نے فکری و شرعی اصلاح لی اور اعلیٰحضرت مجدد امام نے اپنی حیات مبارکہ میں کل کتنے اشعار کی فکری و شرعی اصلاح فرمائی اسے ریکارڈ پر لانا آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔

پہلے ان شعرا حضرات کی مکمل فہرست تیار کی جائے جنہوں نے

اعلیٰحضرت مجدد امام سے فکری و شرعی اصلاح لی

دوسرے تمام اشعار کو ایک جگہ اکٹھا کرنا جن کی فکری و شرعی اصلاح فرمائی گئی۔

تیسرے (i) وجد آفرین تحقیقی جنون اور (ii) بے بہا وسائل وذرائع کا استعمال....

یہ تینوں چیزیں ہوں گی تو اس عظیم کام کی منزل آپ کے سامنے ہوگی۔

(i)

مثلاً ایک مشہور شاعر اطہر ہاپوڑوی نے اپنی نعت اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں بھیجی جس کا پہلا شعر تھا۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہء لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰحضرت مجدد امام نے دیکھا کہ مصرع ثانی میں حضور ﷺ کو لیلیٰ سے اور گنبد خضراء کو خیمہء لیلیٰ سے تشبیہہ دی ہے اور یہ سخت بے ادبی اور خلاف شرع ہے۔ لہذا آپ نے اس شعر کی یوں اصلاح فرمائی

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے

دیکھا آپ نے کہ یہ شعر جب پہلی ''بے ادب غیر شرعی'' حدود میں تھا تو محترم اطہر ہاپوڑوی کا تھا۔ اعلیٰحضرت مجدد امام نے اس شعر کو دوسری ''باادب و شرعی حدود'' کی زینت بنایا تو اب یہ شعر اعزازی طور پر اطہر ہاپوڑوی کا لیکن درحقیقت اعلیٰحضرت مجدد امام ہوگیا

(ii)

مثلاً فتاویٰ رضویہ میں ایسے اشعار کہ جن کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ اشعار قرآن وسنت اور شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں اور ان کا اعلیٰ حضرت مجدد امام نے جو جواب دیا وغیرہ وغیرہ

(iii)

مثلاً ایک مدحیہ قصیدہ حضرت مولانا احمد بخش تونسوی نے اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی بارگاہ اقدس میں برائے اصلاح پیش کیا۔ اعلیٰحضرت مجدد امام نے

(a) 101 اشعار میں ترمیم واصلاح فرمائی

(b) 26 اشعار کو یکسر بدل دیا اور اپنی جانب سے یہ اشعار عطا فرمادیئے

اب بتایئے کہ یہ 26 اشعار اعلیٰحضرت مجدد امام کے دیوان مبارک کا حصہ قرار پائیں گے یا نہیں، ضرور پائیں گے...... یہ 101 اشعار؟..... ہاں اس کا فیصلہ اشعار کی روح کی حدود دیکھ کر ہوگا اور یہ فیصلہ حقیقی شعری دنیا کے اہل علم اور عروض دان شعراء کرام ہی کریں گے کہ وہی اس کے اہل ہیں لیکن میں اس کی حقیقت کے جز دوئم

''کسی شعر کو فی البدیہہ تصحیح کرنے کی جو حیثیت و قدرت اعلیٰحضرت مجدد امام کو حاصل تھی۔ شعراء میں دور دور تک نظر نہیں آتی ہے۔''

کی طرف مقالہ جات شائقین کرام کی خاص توجہ کا طالب ہوں۔ یہ خزانہ برصغیر کے مختلف علاقوں میں بکھرا پڑا ہے اس کو ایک جگہ جمع کرنے کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی کبھی نہ تھی۔

یہ ویراں کھیت، گم سم پیڑ، یہ تپتے ہوئے ٹیلے
یہیں پر ہی کہیں روپوش اسلامی خزینہ ہے
(راقم)

پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات معزز شائقین عظام! اس پر سرسری توجہ نہیں، خصوصی توجہ بھی نہیں بلکہ خاص خاص خصوصی توجہ فرمائیں کہ اس عنوان کو اپنی نظروں کے سامنے رکھ لیں اور اپنے مطالعے اور حافظے کا حصہ بنالیں۔

''یہ موضوع کیا ہے گویا اعلیٰحضرت مجدد امام کے دیوان حدائق بخشش کا حصہ (پنجم) ہے۔''

(8)
صنائع بدائع

(a)

حقیقی علوم کا نچوڑ اور حقیقی وابدی وآفاقی شعرا ایک شعر کے اندر فوقیت، کمال، مہارت، بلندی، انفرادیت، سبق، جتنا سر چڑھ کر بولے

گا اتنا ہی وہ شعر با کمال ہوگا۔ ایک شعر کا فکری اور فنی دونوں پہلوؤں سے باکمال و باجمال ہونا ضروری ہے۔ فکری پہلو کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے

اول: شاعر جتنے علوم کا ماہر ہوگا اشعار کا پھیلاؤ بھی اتنے ہی شعبہ جات تک ہوگا اور شعر اتنا ہی بلند پایہ اور آفاقی ہوگا۔

دوئم: مختلف بلیغ و فصیح محاورات کے استعمال پر دسترس۔

پر اس لئے زور دیا گیا کہ ایک شعر کو کسی ایک مہارت (صنعت) کے تحت لکھا گیا۔ تو دوسرے شعر میں ایک دوسری مہارت و صنعت استعمال کی گئی تا کہ قارئین کے ذوق میں کمی نہ آنے پائے۔ اگر اشعار میں الفاظ کے استعمال کا ایک ہی طریقہ اور فارمولا ہوتا تو قارئین کے ذوق پر گراں گزرتا اور لوگ شعراء کی طرف منہ نہ کرتے لہذا شعراء ۔۔ اپنے اشعار مختلف مہارت اور صنعت کے تحت تحریر کئے لیکن مختلف مہارتوں کے استعمال کیلئے حقیقی علوم کا نچوڑ چاہئے۔

> ''حقیقی علوم کا نچوڑ'' فکری پہلو کا جوہر و مغز ہے۔ لفظ ''حقیقی علوم کا نچوڑ'' ہم پلے باندھ لیں گے تو ساری بات ہماری سمجھ میں آجائے گی.... شعر میں جان تو علوم سے آئے گی۔ علوم جتنے حقیقی، ابدی اور آفاقی ہوں گے شعری روح اتنی ہی حقیقی اور آفاقی ہوگی۔

میر درد، مرزا غالب، شکیل بدایونی، فیض احمد فیض، جوش ملیح آبادی، علامہ عیش فیروز پوری، جگر مراد آبادی، میر تقی میر کے ہاں مختلف صنعت اور مہارت کے استعمال کا اعلیٰحضرت کے ساتھ تقابل سے قبل یہ تو طے کر لیا جائے کہ علوم میں شخصیات ہم پلہ بھی ہیں۔

(b)

دنیائے علوم سے آنے والی آمد شاعری اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی چونکہ اپنے دور کے عالم العلوم اور تبحر علم ہستی تھے اور ان کے مقابلے میں باقی تمام شعراء علماء، فضلاء علمی میدان میں ان کے سامنے طفل مکتب تھے لہذا تمام شعراء کرام کی مجبوری تھی کہ صنائع بدائع میں ڈوب کر شعر تخلیق کرتے تھے لہذا ان کے زیادہ تر اشعار ''آمد شاعری'' کی بجائے ''آورد شاعری'' کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ جبکہ اعلیٰحضرت مجدد امام کے ہاں ایسی کوئی مجبوری نہیں تھی وہ ایک عالم العلوم اور تبحر علم مجدد تھے۔ ان کا تو بسیرہ ہی دنیائے علوم میں تھا اور دنیائے علوم کے باسیوں کی شاعری صرف ''آمد شاعری'' ہوتی ہے۔ آورد شاعری کا وہاں کوئی گزر نہیں..... اعلیٰحضرت مجدد امام صنائع بدائع کے محتاج نہیں تھے بلکہ علم صنائع بدائع اپنی خامیاں اور بدنمایاں دور کروانے کیلئے اعلیٰحضرت مجدد امام کی بارگاہ میں باادب حاضر تھا۔ لہذا اعلیٰحضرت مجدد امام کی ''آمد شاعری'' کے جتنے بھی شعر عوام امت مسلمہ کو نصیب ہوئے وہ تمام کے تمام ان کے علوم کی دنیائے بے کراں سے آئے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف سابقہ اقسام صنعت کی اصلاح اور ان کی خامیاں خرابیاں ساتھ ساتھ دور ہوتی رہیں بلکہ نئی اقسام صنعت ایجاد ہوتی گئیں۔ اعلیٰحضرت کی ایک مشہور نعت ہے

ظہور نہاں قیام جہاں رکوع مہاں سجود شہاں
نیازیں یہاں نمازیں وہاں یہ کس لئے ہاں تمہارے لئے
ثنا کا نشاں وہ نور فشاں کہ مہر وشاں بآں ہمہ شاں
بسایہ کشاں مواکب شاں یہ نام و نشاں تمہارے لئے

ہندوستان میں علم عروض کے نامور عالم اور شاعر حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی اپنے مقالہ 20 دسمبر 1995 میں لکھتے ہیں کہ

> ''پہلے شعر میں ''ہ'' کے التزام سے اور دوسرے شعر میں ''ش'' کے التزام سے (نئی) صنعت پیدا کی گئی ہے۔ بلکہ صنعت اختراع (ایجاد) کی گئی ہے.....

اور اس سے قبل صفحہ 40 پر لکھتے ہیں:

''حدائق بخشش میں متداولہ صنائع بدائع کا استعمال تو بے تکلف طور پر جا بجا ہوا ہی ہے ایسی اختراعات (نئی اقسام صنعت کی ایجاد) بھی کم نہیں جن کا باب بدیع میں کوئی نام نہیں ہے...

(C)

صنائع بدائع میں اصلاح ونکھار واضافہ

نوٹ

تفصیل کتاب ''ایک عقیدہ۔ ایک شعر'' میں ملاحظہ فرمائیں یہاں صفحات کی تنگی مانع ہے

(سوئم)

فنی پہلو شعری اثاثہء اعلیٰحضرت کے تحقیق طلب گوشے

شعری اثاثہء اعلیٰحضرت کے فنی پہلو (علم عروض) پر اگر پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات شائقین حضرات توجہ دیں تو یہاں ان گنت لا تعداد موضوعات پھولوں کی طرح مہکتے اور خوشبو دیتے ملیں گے۔ میری اس بات پر قارئین بے ساختہ کہیں گے کہ اشعار کا عروضی علم تو ایک خشک موضوع ہے اور یہ تو صرف ایک مضمون ہے۔ لاتعداد موضوعات کہاں سے آ گئے..... ایسی بات نہیں ہے۔ دوسرے شاعروں کی دنیا میں جاؤ گے تو یہ موضوع ایک ہی ملے گا اور خشک ہی ملے گا..... لیکن اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے ہاں شعری جہاں در شعری جہاں کی بہار ہی الگ ہے۔ جہانِ اعلیٰحضرت میں مضمون کی خشکیوں اور موضوعات کی تنگ دامانیوں کا نام و نشان نہیں ہے۔ مضمون کی خشکی اور موضوعات کی تنگی، کے شاکی حضرات کو بس ایک دفعہ جہان اعلیٰحضرت میں داخل ہونے کی دیر ہے۔ پھر مضمون کی خشکی دور اور موضوعات کی تنگی کافور.....

علم عروض کے جہان اعلیٰحضرت میں داخل ہونے سے پہلے عالم

اسلام کی دو شعری سچائیاں

(i) حقیقی شاعری۔ ایک سنت۔ ایک حقیقت۔ ایک ضرورت

(ii) عشقیہ شاعری۔ ایک لطف۔ ایک کیف۔ ایک روحانی سفر۔

رخت سفر کے طور پر پلے باندھ لیں تا کہ اعلیٰحضرت مجدد امام کے جہاں در جہاں کے سفر (بلکہ سفر کا سفر اور سیر کی سیر) کے دوران کسی حاسد و معاند کی وجہ سے یہ مبارک و معظم سفر نا خوشگوار اور تنگ وخشک نہ ہونے پائے۔

حقیقی شاعری۔ ایک سنت۔ ایک حقیقت۔ ایک ضرورت

حقیقی شاعری دراصل ایک رحمانی و ابدی شاعری ہے چونکہ اس شاعری کے قدم قرآن وسنت کی حدود سے باہر نہیں نکلتے ہیں اس لئے اس کو ''حقیقی شرعی شاعری'' بھی کہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(i) حدیث مبارک ہے ان بعض الشعر لحکمة

(بعض شعر حکمت ہوتے ہیں)

(ii) حضور ﷺ نے ایک شاعر حضرت اعشیٰ بن مازن (بصرہ) کے ایک شعر کی اصلاح فرمائی (مدارج النبوۃ)

(iii) حضور ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد نبوی میں منبر رکھواتے تا کہ وہ اشعار مدحت مصطفےٰ ﷺ پیش کریں۔ بارگاہ رسالت کے شعرا کی فہرست طویل ہے

سرکار نے حسان کو منبر پہ بٹھایا ۔۔۔ آقا کے ثنا خوان کی توقیر بڑی ہے

(iv) جنگ ہوازن (جنگ حنین) سواری فرماتے ہوئے حضور ﷺ شعر پڑھ رہے تھے

(v) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شعر کہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کثرت اشعار کی تاریخ اسلام گواہ ہے

خلاصہ یہ کہ شعر کی اصلاح کرنا، شعر پڑھنا سنت نبوی ہے۔ حقیقی شاعری نہ صرف خلفائے راشدین بلکہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ اور حضرت غوث پاک کی سنت مبارکہ ہے۔ حمدیہ، نعتیہ حقیقی شاعری عرب

سے ایران پہنچی تو فارسی زبان میں سعدی، رومی، شیرازی نے اسے خوب عروج دیا اور ہندوستان میں پہنچی تو خواجہ معین الدین چشتی، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت امیر خسرو نے حقیقی نعتیہ شاعری کو چار چاند لگائے۔ الغرض حقیقی شاعری سنت ہے۔ ایک حقیقت ہے...... اور خصوصاً مبلغین و مصنفین و فاضلین کیلئے ایک ضرورت ہے

ایک عشقیہ شخص اپنی عشقیہ شعری حس کے ساتھ دنیائے عشقیہ شعر میں قدم رکھتا ہے، عشقیہ شعر کہتا ہے اور عشقیہ شعراء حضرات سے اس کا رابطہ و واسطہ پڑتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ عشقیہ شعر کا موزوں ہونا، اس کی بحر اور اس کا وزن ضروری ہے...... اور وزن معلوم کرنے کی مہارت و صلاحیت بہت زیادہ محنت اور مشق کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے عشقیہ شعرا کل وقتی شاعر ہوتے ہیں کہ رات دن شعروں کے وزن کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

چونکہ ہر شعری حس (خواہ عشقیہ شعری حس ہو یا حقیقی شعری حس) ایک لطیف و نحیف حس ہوتی ہے۔ لہذا ایک عشقیہ شاعر جب عشقیہ شعروں کو وزن کر لیتا ہے تو اس کی لطیف حس باغ باغ ہو جاتی ہے۔ اسے اپنی اس کامیابی پر جو کیف و سرور نصیب ہوتا ہے اس کا اندازہ صرف وہ شاعر ہی کر سکتا ہے جوں جوں وہ عشقیہ اشعار موزوں کرتا جاتا ہے توں توں اس کی طبیعت میں ''واہ واہ''، ''بہت خوب''، ''کیا بات ہے'' کے نعرے گونجنے لگتے ہیں، پھر اس کی طبیعت بے چین ہونے لگتی ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی اس کے عشقیہ اشعار سنے، اسے داد دے اور اس کے ہر عشقیہ شعر پر ''واہ واہ''، ''بہت خوب'' کے نعرے لگیں......

دور اعلیٰحضرت کے عشقیہ شعرا اعلیٰحضرت مجدد امام کے دور کو دیکھیں تو اس دور کے عشقیہ مجازی ادب کے کل وقتی عشقیہ شعرا کے جب چوبیس گھنٹے اسی رولے گولے (شعروں کو موزوں اور تقطیع کرنے) میں گزرتے تو آگے جو کچھ ہوتا ہوگا سب کے علم میں ہے..... یعنی اس کی بیوی بچے اس سے تنگ، پڑوسی بھائی بند اس سے نالاں، محلے والوں کی نظروں میں وہ مجنوں اور دیوانہ، محنت و مزدوری میں صفر، بے روزگاری اور مفلسی اس کا مقدر...... پھر بھی یہ عشقیہ مجازی شعرا اشعار کو موزوں کرنے اور اشعار کے اوزان اور بحروں کو پرکھنے، جانچنے سے باز نہیں آتے تھے اور ایسا کر کے گویا وہ اپنے لئے ایک لذت و مستی اور نشاط و سرور کی دنیا آباد کرتے تھے، معاشرہ ان سے منہ موڑ لیتا تھا اور وہ معاشرے سے کٹ جاتے تھے۔ اکثر شراب خانہ خراب کی طرف رخ کر لیتے تھے....

ظاہر ہے کہ عشقیہ مجازی ادب کے ان شاعروں میں جو شعرا خیالات ہی خیالات میں عورت سے عشق بازی اور تخیلات ہی تخیلات میں عورت سے چھیڑ چھاڑ کیلئے جتنا زیادہ وقت دیتے تھے اور جتنی زیادہ گہرائی و دل جمعی سے منہمک و مصروف رہتے تھے، اتنے ہی وہ شعرا نامور اور شہرت یافتہ ہو جاتے تھے۔ اساتذہ میں ان کا شمار ہونے لگتا تھا، شرابی کبابی رئیس زادوں، نوابوں، راجوں، مہاراجوں کی رنگین محفلوں تک ان شعرا کی رسائی ہو جاتی تھی اور یوں وہ قومی سطح کے شعرا اور اساتذہ تسلیم کر لئے جاتے تھے اور ان کی غزلیں گلاکارائیں، اداکارائیں اور طوائف رقاصائیں مختلف رنگین محفلوں، چکلوں، تھیٹروں اور رئیسوں کے محلات میں گاتی تھیں اور اپنی عریانی کے جلوے دکھا کر خوب داد پاتی تھیں۔ برصغیر ایسے اڈوں سے بھرا پڑا تھا کہ یہ فلاں بائی کا اڈا ہے..... یہ فلاں بائی کا کوٹھہ ہے.... یہ فلاں بائی کا دولت کدہ ہے.... وغیرہ وغیرہ

رئیس زادوں، راجوں، نوابوں، مہاراجوں کے درباروں میں پذیرائی کے سبب ان نامور اور شہرت یافتہ شاعروں کے اپنے اپنے شاگردوں کا ایک حلقہ بن جاتا تھا اور یوں ان بڑے بڑے شاعروں کے اپنے اپنے حلقوں کی جڑیں پورے برصغیر میں پھیلی ہوئی تھیں اور یہ ایک پورا نیٹ ورک تھا یہی وجہ تھی کہ پورے معاشرے پر عشقیہ مجازی شاعری کی مکمل گرفت تھی اور پورے ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کے شعری و نثری ادب پر ان عشقیہ مجازی ادب کے شعرا اور ادباء کا بلاشرکت غیرے راج

تھا، حکمرانی تھی، غلبہ تھا۔ یوں کہہ لیں کہ دنیائے نثری وشعری ادب پر ان کی بادشاہت، ڈکٹیٹرشپ اور مطلق العنان حکومت تھی۔

اس پر گھٹن اور پر گھٹن دور میں کوئی شعری مزاج اور شعری طبع شخص شعر کہنا شروع کرتا تو عشقیہ مجازی شاعری اس کی مجبوری تھی اور اس کیلئے یہی واحد راستہ تھا۔ کوئی شاعر یہ راستہ اختیار کرتا تھا تو بگڑے ہوئے رئیسوں، راجوں، وڈیروں اور مہاراجوں کی محفلوں تک اس کی رسائی و پذیرائی ممکن تھی ورنہ وہ شاعر برصغیر کے نثری وشعری ادب سے کٹ کر رہ جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ حقیقی شعری ادب کے شعراء بہت ہی کم تھے اور وہ بھی اپنے شعروں میں عشقیہ ادب والی اصطلاحوں، کنایوں، صنعتوں اور بدائع کو استعمال کر کے اپنی حقیقی شاعری کرنے پر مجبور تھے۔

اردو میں ناممکن بحر پی ایچ ڈی۔ شائقین حضرت اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے دیوان ''حدائق بخشش'' اور مصرع جات از نثری اثاثۂ'' میں وہ اشعار اور مصرع جات تلاش کریں جو ''مفسرح سالم'' کی بحر پر ہوں اور اس بحر کے وزن پر پورے اور موزوں قرار پاتے ہوں۔ یہ ایک ایسی بحر ہے کہ اس بحر پر اردو اور فارسی میں شعر کہنا ناممکن ہے کیونکہ اردو اور فارسی زبانوں کے الفاظ کا آخری حرف متحرک نہیں ہوتا ہے۔

ہندوستان کے جید عروض دان حضرت علامہ ڈاکٹر فضل الرحمان شرر مصباحی کی تحقیق (مقالہ 20 دسمبر 1995ء صفحہ 20) کے مطابق حسب ذیل فارسی اشعار اس ناممکن بحر ''مفسرح'' میں کہے ہیں۔

سینہ شود منشرح بحر شود منسرح
قطرہء خود را اگر حکم چکیدن کنم
در دل مضمون ہزار جائے بکاغذ نماند
پس سخنم صدرداد مطوی و مسکی کنم

(یعنی اگر میں اپنے ایک قطرے کو ٹپکنے کا حکم دوں تو سینہ کھل جائے (انشراح صدر ہو جائے) اور دریا روانی میں آجائے۔ دل میں ہزار معانی پنہاں ہیں سمونے کیلئے کاغذ میں گنجائش نہیں رہی اس لئے اب لازم ہے کہ اپنی بات کو صدر کے مطابق لپیٹ لوں اور روک رکھوں)

اشعار کا یہ مفہوم بیان کرنے کے بعد (چند سطور آگے) ڈاکٹر شرر مصباحی لکھتے ہیں

(اعلیٰحضرت مجدد امام) نے ''تعبیر خواب وھوائے احباب'' نامی رسالہ مبارکہ تصنیف فرما کر احقاق حق کا حق ادا کر دیا ان شعروں میں حضرت امام نے قدرت فیاض کے عطا کردہ کمال علم وفن کا بطور تحدیث نعمت اظہار فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس رسالہ مبارکہ کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم و ہنر وفہم وفکر کا دریا موجزن ہے اور دلائل و براہین ایسے محکم کہ ہر بات دل میں اترتی جاتی ہے''

اس کے بعد منسرح بحر پر لکھے گئے ان اشعار کے عروضی پہلو (پہلوئے فن) پر ڈاکٹر شرر مصباحی لکھتے ہیں'' (اعلیٰحضرت مجدد امام) نے مذکورہ اشعار

(i) خالص عروضی اصطلاح میں ارشاد فرمائے ہیں
(ii) یہ شعر بحر منسرح میں ہے
(iii) منشرح اور منسرح (کے الفاظ) میں صنعت تجنیس کی خوبی اپنی جگہ
(iv) بحر اور قطرہ کا تقابل مزید علیہ (یہ بھی ایک صنعت)
(v) دوسرے شعر میں خالص عروضی مصطلحات سے جو خوبی پیدا کی گئی ہے اس کو ماہرین عروض ہی سمجھ سکتے ہیں

اردو وفارسی میں نایاب اشعار پوری دنیائے شعر واقف ہے کہ ایک انتہائی نامانوس اور سنگلاخ بحر'' وافر مثمن سالم'' ہے اس بحر کے سالم ارکان میں اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں آج تک کوئی شاعر اشعار نہیں کہہ سکا ہے۔ یہ بحر عرب کیلئے مخصوص ہے لیکن اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے اس بحر'' وافر مثمن سالم'' پر ایک پوری نعت

زمیں و زماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لئے

چنیں و چناں تمہارے لئے ، بنے دو جہاں تمہارے لئے

کے 25 اشعار پیش کر کے دنیائے علم عروض کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ پی ایچ۔ ڈی مقالہ جات شائقین حضرات کی یہاں تحقیقی سرگرمیاں یہ ہوں کہ اعلیٰحضرت کے فارسی کلام اور عربی کلام پر اس بحر کیلئے ایک تحقیقی نظر ڈالی جائے اور یہ کہ اعلیٰحضرت کی دیگر نثری کتب میں پائے جانے والے کتنے اشعار اور مصرع جات ہیں جو اس بحر کے وزن میں پورے اور موزوں ہیں اس وسیع جہاں کی طرف کون کون خوش نصیب محققین اپنی کشتیاں جلا کر دریا پار کرتے ہیں ان کے نام ویب سائٹ

www.imamahmadraza.net

پر سامنے آئیں گے تو پتہ چلے گا

علم عروض پر مقالہ جات تحریر فرمانے والے صاحبان کے سامنے اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے نثری اثاثہ کا ایک بیکراں سمندر موجزن ہے اس طرف منہ کرنا بھی جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف ہے لیکن ذوق وشوق کے دیوانے اور تحقیق طلب گوشوں کے متوالے بھی ہر دور میں ہوتے ہیں جو سر پر کفن باندھے آئیں گے اور اس جہان تحقیقات اعلیٰحضرت میں داخل ہو کر پائے جانے والے اشعار و مصرع جات کی تلاش و دریافت میں دن رات ایک کر دیں گے اور ہر شعر اور مصرعے کی بحر، اس کی فنی حیثیت اور اس کا استعمال کہ اعلیٰحضرت مجدد امام نے کس مفہوم اور مضمون کے ساتھ کیا یہ سب تحقیقاتی انعامات وثمرات ان کے پاس ہوں گے اور پوری امت مسلمہ اور خود ان کیلئے بھی یہ خوشی اور جشن کے لمحات ہو گے۔

QTV اور حقیقی شاعری کا شاندار مستقبل

Q ٹی وی اور جن دوسرے ٹی وی چینلز نے ''حقیقی شعری ادب'' کو کوریج دی تو ان چینلز کے ناظرین کی تعداد ہزاروں سے لاکھوں میں پہنچ گئی اور ان چینلز کی پوری دنیا میں دھوم مچ گئی۔ QTV تو وقف ہی دینی و مذہبی پروگراموں کیلئے ہے اور اس کی شاندار کامیابی پر دنیا کے تمام چینلز انگشت بدنداں ہیں۔ ''حقیقی شعری ادب'' کے سارے حمدیہ ونعتیہ پروگراموں کا روح رواں کلام دیوان اعلیٰحضرت مجدد امام ہے۔ اعلیٰحضرت مجدد امام کے ایک ایک حمدیہ ونعتیہ شعر نے آج پوری دنیا میں ''حقیقی شعری ادب'' کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ آخر اعلیٰحضرت مجدد امام حقیقی شعری ادب کے ہیرو، امام اور مجدد ہیں اور ان کا کلام ''حدائق بخشش''، علم عروض اور فکری علوم دونوں کے لحاظ سے آج پوری دنیا کے شعرا کے دیوانوں پر بھاری اور غالب ہے بلکہ کلام اعلیٰحضرت کے آگے دوسرے کلام طفل مکتب ہیں.... ایک طرف تو ''حقیقی شعری ادب'' کا یہ شاندار مستقبل ہے..... اور دوسری طرف عشقیہ مجازی ادب کا تقابل کریں تو وہ دم توڑتا نظر آتا ہے۔

امام الشعرا اور نقلی شعرا جو علم بھی دین اسلام کیلئے مفید تھا اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی ﷫ نے اس علم پر حتمی دسترس حاصل کی اور جو علم ایسا تھا جس سے دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہے۔ اعلیٰحضرت مجدد امام نے اس کی طرف توجہ نہیں دی لہذا اعلیٰحضرت مجدد امام کے علوم وفنون کا دوسروں کے مقابلے میں تقابلی جائزہ لیں گے تو جس جس شخصیت کو جتنے علوم پر دسترس حاصل تھی ان کی تعداد کا تقابل کیا جائے گا اور تقابلی جائزہ کی فہرست میں صرف وہ علوم شامل ہوں گے جن میں حتمی دسترس ومہارت حاصل تھی۔ اب یہاں پر چونکہ شعری شعبہ کی بات کر رہے ہیں لہذا انیسویں صدی عیسوی کے وہ علماء اور مذہبی شخصیات جو اعلیٰحضرت مجدد امام کے مد مقابل تھے، انہوں نے شعر کہے (خواہ ایک شعر بھی کہا) ان کے اشعار کا اعلیٰحضرت مجدد امام کے اشعار سے تقابلی جائزہ لیا جائے گا۔ ان کے اشعار کا

(i) عروضی پہلو (علم فن) اور
(ii) فکری پہلو (صنائع بدائع)

دیکھا جائے گا۔ اگر مد مقابل ایسی شخصیات کے تقابلی جائزے سے یہ بات سامنے آئے کہ شعر تو انہوں نے کہے لیکن انہیں وزن کرنے کا کچھ پتہ نہیں

تھا.... کچھ پتہ نہیں کہ شعر کس بحر پر ہے.... کچھ پتہ نہیں کہ صنعت کا استعمال کیا ہوتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے نہ صرف اپنے آپ سے مذاق کیا ہے بلکہ بغیر دسترس کے شعر کہہ کر ''شعری علم'' کو دھوکا دیا اس کی مثال ایسے ہے کہ ایک آدمی کو ایک تقسیم کا سوال نہیں آتا ہے لیکن اس نے جھوٹ موٹ کا تقسیم والا سوال کاغذ پر لکھ دیا ہے کہ لوگ سمجھیں کہ اسے تقسیم والا مطلوبہ سوال آتا ہے تاکہ عوام میں اس کا نام بن جائے۔ لہٰذا اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا کے مدمقابل تمام علماء کے اشعار کا اعلیٰحضرت کے نعتیہ دیوان کے ساتھ تقابلی جائزہ لینا آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تاکہ یہ پتہ تو چلے کہ وہ کون لوگ ہیں جو نقلی اور جعلی شاعر بنے ہوئے تھے۔ محض اس لئے شاعر بنے ہوئے تھے کہ عوام یہ سمجھیں کہ یہ پیشوا، یہ حکیم الامت، یہ شیخ الہند علم میں سب سے آگے ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ، مولانا محمد اسماعیل دہلوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، مرزا غلام احمد قادیانی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ محمد اقبال، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، شبیر احمد عثمانی وغیرہ وغیرہ...... حضرات میں سے جس جس نے شعر کہے ان کا شعری تقابل بلحاظ علم عروض اور بلحاظ علم صنائع و بدائع ہوگا تو تحقیق کا حق ادا ہوگا ورنہ تو ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ سب سے بڑے علوم وفنون کے مالک اسی کے پیشوا ہیں لیکن تقابلی جائزہ ایک ایسی چیز ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے گا۔ پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات شائقین کرام اس طرف توجہ دیں گے تو تقابلی جائزے کے دروازے ایک ایک کر کے کھلتے جائیں گے اور اس موضوع کو احاطہ تحقیق میں لانا آسان ہو جائے گا

(پنجم)

ایک جامع شرح شعری اثاثہ اعلیٰحضرت کی ضرورت

عشقیہ شاعری تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل ہے۔ عشقیہ شاعری اور موسیقی کو روح کی غذا بنانے کیلئے سرکاری وسائل مصروف عمل ہیں، سرکاری خزانوں اور ڈالروں کی سرپرستی نے ہماری زبانوں کے پرکشش اور پرحیثیت الفاظ کو عشقیہ شاعری میں مختلف اصطلاحوں کے نام سے یرغمال بنا رکھا ہے۔ اوپر سے ملکی و عالمی میڈیا کی خیرخواہی و پذیرائی نے معاشرے میں ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے کہ قرآن و حدیث کے نام پر یہ چیز ناجائز و حرام بھی ہے اور ثقافت و تفریح اور روح کی غذا کے نام پر یہی چیز جائز اور حلال بھی ہے.......

اس مسئلے کا حل اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کا اردو، فارسی اور عربی میں شعری اثاثہ ہے۔ اس شعری اثاثے کے ایک ایک شعر کو (اس کے ترجمے، تشریح، معانی اور تقابلی خصوصیات کے ساتھ) گھر گھر، کوچہ کوچہ، ملک ملک الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے اور تقاریر و وعظ و خطبات کے ذریعے ہر مسلمان تک پہنچانے کی جتنی ضرورت آج ہے اتنی کبھی نہیں تھی۔ اس کام کو کرنے کیلئے اعلیٰحضرت کے شعری اثاثے کے ایک ایک شعر کی تشریح اور ترجمہ و معانی پر ایک بھرپور اور جامع کام کی ضرورت ہے۔ آج کی نسل اور آئندہ نسلوں کو تباہی کے اندھے کنویں میں گرنے سے بچانے کا یہی واحد راستہ ہے۔ جتنا یہ کام مستند و تفصیلی و تحقیقی ہوگا تو اعلیٰحضرت کے شعری اثاثے پر پی ایچ ڈی مقالہ جات شائقین کو تحقیقات کی اتنی ہی جامع، مستند اور مقبول بنیاد نصیب ہوگی۔

مولانا فیض احمد اویسی بہاولپور ہماری خوش بختی ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے آفاقی اشعار تین زبانوں اردو، فارسی اور عربی میں امت مسلمہ کو نصیب ہیں۔ کتاب ''ارمغان رضا'' فارسی اشعار اور کتاب ''بستان الغفران'' عربی اشعار پر مشتمل ہے۔ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے اردو شعری کلام پر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ سلام رضا کو ہی لے لیجئے اس کی شرح حضرت مفتی محمد خاں قادری نے لکھی۔ سلام رضا کا عربی نثر میں ترجمہ ڈاکٹر سید حازم محمد محفوظ نے کیا ہے۔ سلام رضا کی ''عربی نثر'' کو دیکھ کر جلیل القدر استاد ڈاکٹر حسین مجیب مصری پر ''شعری فیضان رضا'' کی بارش ہوگئی اور انہوں نے اس منثور عربی ترجمہ کو سامنے رکھ کر ''منظوم عربی ترجمہ'' فرمایا اور حال ہی میں اعلیٰحضرت

مجدد امام احمد رضا بریلوی کے اردو کلام حدائق بخشش کی 23 جلدوں میں شرح حضرت علامہ فیض احمد اویسی (بہاولپور پاکستان) نے فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ''شعری اثاثہ'' پر دو اہل علم حضرات پی ایچ ڈی۔ بھی کر چکے ہیں اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے اردو اشعار کے فکری پہلو پر بے شک کام کی رفتار سست سہی لیکن کام ہوا ہے اور اشعار میں علم بدائع پر مقالے لکھے گئے ہیں۔

سال شعری فیض اعلیٰحضرت اور اب حال ہی میں علامہ عبدالستار ہمدانی مصروفؔ برکاتی نوری (پور بندر۔ گجرات، انڈیا) کی کتاب ''عرفان رضا در مدح مصطفیٰ'' کا مقدمہ ''فن شاعری اور حسان الھند'' کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل نے شائع کیا ہے اور اس مقدمہ کی کتاب ''عرفان رضا در مدح مصطفیٰ'' سامنے آئے گی تو پوری طرح واضح ہو گا کہ ان کی تحقیقات جاندار و شاندار بھی ہیں

اسی طرح اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے اردو اشعار کے فنی پہلو (یعنی علم عروض) کے حوالے سے بھی کام ہوا ہے۔ اگر برصغیر کے مختلف علاقوں سے مواد اکٹھا کیا جائے تو ضرور یہ ذخیرہ سامنے آسکتا ہے

1998ء میں پروفیسر ڈاکٹر صابر سنبھلی، (ریڈر ایم۔ ایچ پوسٹ گریجوایٹ کالج، مراد آباد انڈیا) نے ''حدائق بخشش کا عروضی جائزہ'' مقالہ قلمبند کیا

مختصر یہ کہ اعلیٰحضرت کے شعری اثاثہ کے (i) فکری پہلو اور (ii) فنی پہلو دونوں پر کام کی رفتار کو تیز اور خوب تیز کرنے اور پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات شائقین کیلئے راہیں کھولنے کیلئے ایک جامع شرح شعری اثاثہ اعلیٰحضرت کی اشد ضرورت ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ اس ہجری سال 1426ھ کو ''اعلیٰحضرت کے شعری فیض کا سال'' قرار دے دیا جائے

چار بزرگ اور فیصلہ کن انداز ضرورت ہے کہ ہنگامی بنیادوں پر ''شعری اثاثہ اعلیٰحضرت'' کے اردو، عربی اور فارسی تینوں حصوں پر تحقیقاتی کام عام انداز میں نہیں بلکہ ''فیصلہ کن انداز'' میں شروع کر دیا جائے اس کیلئے ہندوستان سے حضرت علامہ فضل الرحمان شرر مصباحی، دہلی (انڈیا) اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف، انڈیا) ''شعری ادب'' میں اتھارٹی مانے جاتے ہیں۔ وہ اس کام میں مصروف ہو جائیں۔۔۔۔

اور اس کام میں پاکستان کے دو بزرگ (جو ایک حوالے سے میرے آئیڈیل بھی ہیں) بھی مصروف ہو جائیں تو عالم اسلام کو اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے ''شعری اثاثہ'' پر وہ تحقیقاتی کتب نصیب ہو جائیں گی کہ تشنگی باقی نہیں رہے گی۔ پہلے بزرگ حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دائم (ہری پور ہزارہ) اور دوسرے بزرگ حضرت علامہ راجا رشید محمود (ماہنامہ نعت، اختر کتاب گھر، لاہور)۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل خاص کوشش کرے تو ان بزرگوں کو آمادہ کرنا ناممکن نہیں ہے۔ راقم نے بھی اپنی ہمت کے مطابق (علامہ راؤ ریاض شاہد رضا قادری کمپیوٹر ایڈمنسٹریٹر، اوکاڑہ کے بے کراں مخلصانہ تعاون کے ساتھ) اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے اردو اشعار پر تھوڑا سا کام شروع کیا ہوا ہے اور وہ اس لئے شروع کیا ہے کہ میری مذکورہ دونوں بزرگوں سے دعا سلام اور عقیدت ہے، اگر میں ان کی قدم بوسی کرتے ہوئے اشعار اعلیٰحضرت پر کام کرنے کی گزارش کروں گا تو انہیں پہلے سے پتہ ہو گا کہ راقم کی جتنی پسلی اور اوقات ہے اس کے مطابق وہ (سلطان مجاہد) مصروف ہے لہذا دونوں بزرگ ان شآء اللہ آمادہ ہو ہی جائیں گے۔

ابوالبیان حضرت مولانا مفتی غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب میں کسی کام کیلئے رضامند کرنا چاہتا تو میں ان کے قدموں میں جا کر بیٹھ جاتا اور پاؤں پکڑنے سے پہلے ہی وہ اپنی نظر کرم و شفقت فرما دیتے۔ جب اہل علم ہستیوں کے پاؤں پکڑ لئے جائیں تو ان کی شفقت اور نرم دلی پر رشک آتا ہے اور وہ سوالی کو خالی جھولی نہیں جانے دیتے ہیں۔

قبلہ علامہ راجا رشید محمود (مجھے معلوم ہے کہ قبلہ اور علامہ کا لفظ لکھنے پر وہ مجھ پر ناراض ہوں گے) نے پہلے بھی فکر اعلیٰحضرت اور اشعار اعلیٰحضرت پر نمایاں، تحقیقی اور مستند کام کیا ہے اور حقیقتاً ان کا دل اس کا اہل بھی ہے کہ وہ

اس درد عظیم کا حامل ہو........

اسی طرح حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دائم (ہری پور ہزارہ) کے متعلق میں عرض کروں گا کہ ان کا وعظ ہو یا تقریر۔ ایسا محسوس ہوتا ہے ان کی مضبوط اور پائیدار بنیادیں فکر اعلیٰحضرت پر تعمیر ہیں اور شعر اعلیٰحضرت اور نثر اعلیٰحضرت ان کی دینی سرگرمیوں کی روح ہیں۔ اپنی تقریر و وعظ کے دوران جب وہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے بلیغ اشعار کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں تو سامعین پر وجد اور رقت طاری ہو جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علامہ قاضی عبدالدائم دائم فیضان اعلیٰحضرت کی پوری طرح گرفت میں ہیں اور ان پر فکر اعلیٰحضرت کی بارش ہو رہی ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتی ہے۔ پھر اعلیٰحضرت کے اشعار کا جو خلاصہ اور ترجمہ (وہ بھی مختصر ترین آسان الفاظ اور فقرات میں) کرنے پر حضرت دائم کو دسترس و ملکہ حاصل ہے میں تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آمد اور فیض اعلیٰحضرت ہی کہوں گا۔ لہٰذا اگر حضرت علامہ قاضی عبدالدائم دائم اشعار اعلیٰحضرت (اردو، فارسی، عربی تینوں) پر اس طرح کام شروع کریں کہ

عنوانات شرح اشعار اعلیٰحضرت

اول:۔ پہلے شعر لکھیں (اور اس کے نیچے)

دوم: ترجمہ و مفہوم

سوم: شرح

چہارم: حوالہ جات، قرآن و حدیث و اقوال اکابرین

پنجم: شعر کا فکری پہلو (یعنی اصناف و صنعات وغیرہ)

ششم: شعر کا فنی پہلو (وزن، بحر، آگے بحر کی ذیلی بحر اور ذرا تفصیل)

ہفتم: آخر پر ہر شعر کے اندر مشکل الفاظ کے معانی

(کتاب کے آخر میں یہ معانی ایک لغت کی شکل میں بھی دے دیئے جائیں)

کتاب کے ایک صفحہ پر ایک یا دو شعر ہوں۔ اس کے نیچے مندرجہ بالا تشریحات و تفصیلات ہوں اور بقایا تشریح رہ جائے تو (بقیہ لکھ کر) کتاب کے آخر میں دی جائے تا کہ کتاب میں بے ترتیبی نہ آنے پائے اور قاری کے ذوق پر گراں بھی نہ گزرے۔

یہ کام....... اور یہ چار کتابیں

ہاں یہ کام یہ چاروں بزرگ (1) حضرت علامہ فضل الرحمن شرر مصباحی، دہلی، انڈیا (2) ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف، انڈیا) (3) حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دائم ہری پور ہزارہ پاکستان (4) راجا رشید محمود (لاہور) کریں اور حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل) کراچی بیچ میں رابطے اور حوصلے کا کردار ادا کریں۔ جب چاروں بزرگ یہ کام مکمل کر لیں تو اپنے مسودے کی ایک ایک کاپی ایک دوسرے کو ارسال فرمادیں۔ اس طرح چاروں بزرگوں کے سامنے چار چار مسودے ہوں گے۔ ہر بزرگ ان چاروں مسودوں سے استفادہ کرتے ہوئے ایک فائنل مسودہ تیار فرمائیں اور یوں چاروں بزرگوں کے چار فائنل مسودے (چار مکمل کتابیں) ہوں جن کو کتابی شکل میں علیحدہ علیحدہ شائع کر دیا جائے۔ ہاں یہ چار کتابیں عالم اسلام کے محققین بلکہ ہر خاص و عام مسلمان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب و روح کیلئے باعث فرحت و راحت ہوں گی اور قیامت تک عالم اسلام کے کونہ کونہ سے حضور علیہ السلام کے شیدائیوں اور غلاموں کی دعائیں چاروں بزرگوں اور اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کے حق میں جاری و ساری رہیں گی۔

کہیں ایماں نہ چوری ہو جائے
جاگو جاگو رضا جگاتا ہے
(راقم)

(ششم):
بورڈ آف گورنرز کے ماتحت
شعبہ شعری اثاثۂ اعلیٰحضرت

مختلف شعبہ جات کے کام کو مربوط و مضبوط بنیادوں پر چلانے کیلئے

تمام شعبہ جات کے صدور پر مشتمل ایک بورڈ آف گورنرز کے قیام کے بہت فائدے ہیں۔ مثلاً ایک ادارہ کا نام ''ادارہ تحقیقات فکر اعلیٰحضرت'' ہے اور وہ ادارہ اپنے تنظیمی و تحقیقی کاموں کیلئے ایک مربوط و مضبوط اور موثر و متحرک نیٹ ورک کے قیام کا خواہاں ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ادارہ دو حصوں

(i) تنظیمی کام

(ii) تحقیقی کام

پر مشتمل ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس ادارے کے سربراہ ایک صدر ہوں گے اور تنظیمی کام کے چیئرمین اور تحقیقی کام کے چیئرمین یعنی یہ دو چیئرمین ادارہ فکر اعلیٰحضرت کے صدر کے ماتحت ہوں گے۔

(i)

تنظیمی کام تنظیمی کام کے نیٹ ورک کو چلانے کیلئے ایک مرکزی مجلس شوریٰ ہوگی۔ جس کے سربراہ چیئرمین ہوں گے اور ہر ملک اور ہر صوبہ کا صدر مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن ہوگا اور یہ شوریٰ اپنے چیئرمین کی سربراہی میں پوری دنیا میں تنظیمی نیٹ ورک پھیلائے گی۔

(ii)

تحقیقی کام تحقیقی کام کے نیٹ ورک کو چلانے کیلئے ایک ''بورڈ آف گورنرز'' ہوگا جس کے سربراہ چیئرمین کہلائیں گے اور تحقیقی کام کے ہر شعبے کا صدر ''بورڈ آف گورنرز'' کا ممبر ہوگا اور یہ ''بورڈ آف گورنرز'' اپنے چیئرمین کی سربراہی میں اپنا تحقیقی نیٹ ورک قائم کرے گا اور اسے دنیا بھر میں عام کرے گا۔ بورڈ آف گورنرز کے ماتحت بہت سے شعبے ہوں گے۔ مثلاً

شعبہ فہم قرآن۔ کنزالایمان (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ فہم حدیث۔ صحیح الشرع احادیث (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ فقہ۔ فتاویٰ رضویہ (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ اشاعت برائے ماہنامہ اور متفرق تصنیفات و تالیفات (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ شعری اثاثہ اعلیٰحضرت (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ ڈیجیٹل لائبریری فکر اعلیٰحضرت (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ اصلاح کلام (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ جائز معاشرتی رسومات (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ خانقاہی نظام (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ تاریخ (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ سیاست (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

شعبہ معیشت (ایک صدر اور دو ممبران پر مشتمل)

وغیرہ وغیرہ

ہر شعبے کا صدر اور دو ممبر حضرات اپنے عملہ کے ساتھ اپنے اپنے شعبہ کی کارکردگی، ترقی اور تحقیقات کا ایک مستقل، دیرپا اور موثر نیٹ ورک قائم کریں۔ یہ شعبے خود مختار ہوں اور اپنے وسائل خود پیدا کریں۔ یہ تو تھی ''بورڈ آف گورنرز'' اور اس کے ماتحت کام کرنے والے دیگر شعبہ جات کی حقیقت....

(1)
شعبہ شعری اثاثہ اعلیٰحضرت

چونکہ یہاں ہمارا موضوع ''شعری اثاثہ اعلیٰحضرت'' ہے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بورڈ آف گورنرز کے ماتحت شعبہ ''شعری اثاثہ اعلیٰحضرت'' کس طرح کام کرے کہ عالم اسلام فائدہ اٹھائے لہٰذا اس کا طریقہ مختصراً حسب ذیل ہوگا۔

بورڈ آف گورنرز کے شعبے ''شعری اثاثہ اعلیٰحضرت'' کے صدر اور اس کے ساتھی دو ممبران حدائق بخشش کے فکری پہلو اور فنی پہلو کی دو الگ الگ فائل (File)

(i) فائل ریسرچ فائل فکری پہلو (یعنی شعروں میں بیان شدہ مضمون، سبق، علوم، افکار اور ہدایات)

(ii) فائنل ریسرچ فائل فنی پہلو (علم عروض)

کی تیاری اور حفاظت (صدر ادارہ اور چیئر مین بورڈ آف گورنرز کی نگرانی و ہدایت کے مطابق) کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ فائل (File) ''حتمی تحقیقات'' اور ''اٹل سچائیوں'' کا ایک جامع اور محفوظ ریکارڈ ہوں گی۔ ان فائلوں میں حتمی تحقیقات اور سچائیوں کا مواد جمع ہوگا بلکہ یہ مواد ادارہ کی مرکزی ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہوگا۔

حتمی تحقیقات اور اٹل سچائیاں جب ایسا ہو جائے گا کہ تمام کی تمام ''حتمی تحقیقات'' اور ''اٹل سچائیاں'' ادارہ کی فائل ''فائنل ریسرچ فائل'' میں جمع ہو جائیں گی اور ادارہ کی ویب سائٹ میں ان کا ذخیرہ موجود ہوگا تو پھر جو بھی مائی کا لال ''تحقیقی و ادبی جائزہ'' لے گا یا اعلیٰحضرت کے شعری اثاثہ پر پی ایچ ڈی مقالہ جات کے شائقین راہ تحقیق و تخریج اختیار کریں گے تو انہیں پتہ ہوگا کہ ادارہ میں شعری شعبہ سے متعلق ''فائنل ریسرچ فائل'' میں بہت سی ''حتمی تحقیقات'' اور ''اٹل سچائیاں'' موجود ہیں اور وہ سب کی سب ایسی سچائیاں اور تحقیقات ہیں جو دو اور دو چار کی طرح سچ ہیں، حتمی ہیں اور اٹل ہیں، تحقیق شدہ ہیں........ جب ایسا ہو جائے تو پھر یہ ہوگا کہ ان کے مقابلے میں کوئی نئی اور من گھڑت تحقیق پیش کرنا تو بہت دور کی بات ہے ان سچائیوں پر معمولی شبہ کرنا بھی اعلیٰحضرت کے شعری اثاثہ میں خیانت و ناانصافی کے مترادف سمجھا جانے لگے گا۔ لہٰذا اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے شعری اثاثہ پر تحقیق و تخریج کا کام کرنے والی کوئی شخصیت اور پی ایچ ڈی مقالہ جات شائقین حضرات سب سے پہلے مرکز سے رجوع کریں گے اور ان باتوں کو وہ جوں کا توں اپنی تحقیقات میں پیش کرنے پر مجبور ہوں گے جو مرکز کے ریکارڈ میں اور ویب سائیٹ کے ذخیرہ میں تحقیق شدہ ہیں۔ تسلیم شدہ ہیں۔ ناقابل تردید ہیں۔ سچ ہیں اور حق ہیں.....

جس بزرگ یا پی ایچ ڈی مقالہ نگار نے بھی اعلیٰحضرت کے شعری اثاثے پر تحقیقی و ادبی جائزہ لیتے یا تحقیقی مقالہ لکھتے ہوئے غلطی، سستی تن آسانی اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا اور اپنی تحقیق کو بغیر دائیں بائیں دکھائے بغیر اہل الرائے سے رابطہ کئے اور بغیر تصدیق و تشویش میں پڑے دوسروں کی دیکھا دیکھی بھیڑ چال کی طرح مرتب و شائع کر دیا تو وہ ایک طرف تو شعری اثاثہ اعلیٰحضرت کے ساتھ غیر دانستہ ناانصافی (دانستہ کرے تو خیانت) کا مرتکب ہوگا دوسری طرف وہ اپنے ہی تحقیقی کام کو مشکوک اور غیر معیاری بنا لے گا..... ایسی فاش غلطیوں نے کیا کیا اور کیسے کیسے گل کھلائے اس کی چند جھلکیاں پیش کر دی جائیں تو یہ مستقبل میں سفر تحقیق و تخریج کے مسافران پی ایچ ڈی کیلئے بہت بہتر اور مفید ہوگا کہ وہ اپنی تحقیق کی دشوار گزار راہ چھوڑ کر محض تھوڑی سی تن آسانی کی خاطر خانہ پری اور ڈنگ ٹپاؤ والی پالیسی کے تحت دوسروں کی غیر حتمی تحریر و تحقیق پر اندھا اعتماد کرنے کی راہ اختیار نہیں کریں گے

(a)

مثلاً پہلی حتمی تحقیق ایک ''حتمی تحقیق'' اور ''اٹل سچ'' یہ ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' اعلیٰحضرت مجدد امام کی حیات مبارکہ میں ہی بڑی ذمہ داری کے ساتھ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اہتمام سے مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف میں چھپوا کر شائع کیا اور اس کی ترتیب و تدوین اتنی شاندار و جاندار ہے کہ اعتقاد (ایمانیات) کو فوقیت و اولیت دی گئی۔ اس حتمی تحقیق کے مقابلے میں ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد امام کی حیات مبارکہ میں آپ کے کلام حدائق بخشش کی تدوین کا کام نہیں ہوا اور موجودہ ترتیب قطعی غیر ادبی اور نامناسب ہے..... اور اسی بنیاد پر بعض پی ایچ ڈی مقالہ نگار حضرات نے یہ تحقیق پیش کی کہ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے مرتبین نے اس کی ترتیب و تدوین میں اعتقاد کو فوقیت دیتے ہوئے تحقیق محض اور ادبی نقطہ نگاہ سے اعراض کیا ہے (لیکن راقم اس نکتۂ نظر سے متفق نہیں)...... اہل سنت و جماعت کو ایسے سانحات سے محفوظ کرنے کا ایک مناسب طریقہ یہ ہے کہ

بورڈ آف گورنرز کے تحت شعبہ شعری اثاثہء اعلیٰحضرت اور اس شعبہ کے تحت ایک فائل کی تیاری یعنی ''فائنل ریسرچ فائل'' برائے شعری اثاثہء اعلیٰحضرت فکری پہلو......

(b)

مثلاً دوسری حتمی تحقیق اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کی ٹھنڈی ٹھنڈی، سہانی سہانی اور گلی گلی گونجتی ایک مشہور زمانہ نعت ہے

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلی دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

اس سلسلہ میں ''حتمی تحقیق'' اور ''اٹل سچائی'' یہ ہے کہ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے یہ نعت مدینہ طیبہ کی پہلی حاضری کے موقع پر کہی تھی اس طرح دوسری ''حتمی تحقیق وسچائی'' یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی نے جب دوسری مرتبہ مدینہ منورہ کی حاضری کا شرف حاصل کیا تو یہ نعت شریف پڑھی تھی

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

اب ان دو ''حتمی تحقیق وسچائی'' کے مقابلے میں، حیرت ہے کہ بعض حضرات نے اس کے برعکس تحقیق کی ہے......ایسے معاملات کا ایک حل یہ ہے کہ مذکورہ بورڈ آف گورنرز کے تحت شعبہ ''شعری اثاثہء اعلیٰحضرت'' اور پھر اس شعبے کی زیرنگرانی فائل ''فائنل ریسرچ فائل'' کا وجود اور ادارہ کی ویب سائٹ (www.imamahmadraza.net) پر حتمی تحقیقات کی دستیابی کا سلسلہ رہے۔

(2)

شعبہ ڈیجیٹل لائبریری فکر اعلیٰحضرت آج کے کمپیوٹرائزڈ دور میں جہاں ہر قسم کا میڈیا کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے منسلک ہو چکا ہے ڈیجیٹل لائبریری فکر اعلیٰحضرت کا قیام بے حد ضروری ہے تاکہ اعلیٰحضرت مجدد امام کی کتب کو کمپیوٹرائزڈ کر کے تحقیقی کام کو ایک نئی جہت سے روشناس کرایا جائے اور مزید مربوط طریقے سے تحقیقی کام کو آگے بڑھایا جائے نیز انٹرنیٹ کے ذریعے اس کام کو پوری دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس ڈیجیٹل لائبریری کے ذریعے دنیا بھر سے محققین کا باہم رابطہ بھی بیحد تیز، محفوظ اور آسان بنایا جاسکتا ہے نیز دنیا بھر کے عوام امت مسلمہ کو بہترین تحقیقی کام فوراً میسر آسکتا ہے اور وہ اس سے بخوبی آگاہ ومستفیض ہو سکتے ہیں

شعبہ اصلاح کلام

حمدیہ ونعتیہ محفل، کلام معرفت وطریقت، عارفانہ کلام، محفل قوالی، محفل عرس، محفل ماں کی شان، محفل منقبت مرشد وغیرہ کے نام پر عالم اسلام میں روزانہ پروگرام اور اجتماعات ہورہے ہیں لیکن ان میں جو کلام پیش کیا جاتا ہے اس میں ایسے اشعار بھی ہوتے ہیں جو خلاف شریعت اور حدود قرآن وسنت سے باہر ہوتے ہیں چونکہ مخالفین ایسی تمام محفلوں اور پروگراموں کو بریلوی مکتبہء فکر سے منسوب کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہ سب اعلیٰحضرت مجدد امام کے عقیدت مند ہیں اور اس بہانے سے اعلیٰحضرت مجدد امام کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ دیکھو بریلوی کیا کررہے ہیں؟ لہذا ضرورت ہے کہ جو کلام شعبہ اصلاح کلام کے ذریعے اصلاح شدہ ہو اسے ہی اجتماعات، پروگراموں اور محفلوں میں پیش کیا جائے تاکہ ایک طرف مخالفین کو مخالفت کا موقع ہاتھ نہ آئے اور دوسری طرف عوام امت مسلمہ قرآن وسنت کے خلاف اشعار سننے کے گناہ سے بچ جائیں۔

(4)

شعبہ جائز معاشرتی رسومات

نوٹ

تفصیل کتاب ''ایک عقیدہ۔ ایک شعر'' میں
ملاحظہ فرمائیں یہاں صفحات کی تنگی مانع ہے

(5)

شعبہ خانقاہی نظام

(6)

شعبہ تاریخ

(7)

شعبہ سیاست

(8)

شعبہ معیشت

نوٹ

ان تمام کی تفصیل کتاب ''ایک عقیدہ۔ایک شعر'' میں ملاحظہ فرمائیں یہاں صفحات کی تنگی مانع ہے

بمع حوالہ مکتوبات بنام ڈاکٹر علامہ طاہر القادری اور ڈاکٹر کوکب نورانی

(ہفتم):

فہرست مضامین ومقالہ جات برائے مسافران تحقیق وتخریج

کاش ایسا ہو جائے...... ہاں اگر ایسا ہو جائے کہ دو تین بزرگ علماو محققین، چند پی ایچ ڈی۔ سکالرز اور ان کے شاگردوں کا ایک قافلہ سفر تحقیق وتخریج حدائق بخشش پر رخت سفر باندھ لے اور پی ایچ ڈی۔ مقالہ جات کے خواہشمند محبان اعلیٰحضرت اس تحقیقی کام کو اختیار کرلیں اور ان کا عزم صمیم اور جذبہ عظیم ہو کہ یہ سارے کا سارا کمال اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے شعری فیضان کا ہوگا۔

فیصلہ کن تحقیقی کام بے شک ماضی میں فکر اعلیٰحضرت پر کام ہوا ہے لیکن اب فیصلہ کن تحقیقی کام کی ضرورت ہے اہل علم حضرات، فیض فکر اعلیٰحضرت کے جہاں میں ایک مرتبہ قدم رکھ کر تو دیکھیں، یقین کریں صرف چند فیصد کام خود کرنا پڑے گا اور باقی سارے کا سارا کام فیض فکر اعلیٰحضرت کے سبب خود بخود آسان وتمام ہو جائے گا۔ اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کے سایہ کرامات میں ایک دفعہ بیٹھنے کی دیر ہے اعلیٰحضرت کی کرامات اب بھی زندہ ہیں۔ ان کی گہری چھاؤں میں اگر کوئی تھوڑی دیر کیلئے بھی بیٹھا تو وہ خالی جھولی نہیں اٹھا۔

اعلیٰحضرت کی شعری دنیا کے اندر تحقیقی وتخریجی کام کرنے والوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ علامہ راؤ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، علامہ سید نور محمد قادری (گجرات)، ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (دہلی، انڈیا)، ڈاکٹر سراج احمد بستوی (کانپور یونیورسٹی، انڈیا) پروفیسر ڈاکٹر صابر سنبھلی (PG کالج، مرادآباد، انڈیا) کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ادبی دنیا کے بے تاج بادشاہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ایک مثال ہیں انہوں نے اعلیٰحضرت کے نعتیہ کلام کی شگفتی ودل آویزی ودل نشینی میں بے خود ومسحور ہو کر 1981ء میں علم وفضل وروحانیت وبصیرت سے بھرپور ایک مقالہ ''اعلیٰحضرت کی نعتیہ شاعری'' سپرد قلم کیا۔ اس دور میں جس جس نے یہ مقالہ پڑھا وہ وجد ومستی میں جھوم جھوم اٹھا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے جب اعلیٰحضرت کی نعتیہ شاعری پر غور کیا اور ان پر فیض اعلیٰحضرت جاری ہوا تو انہوں نے برملا اعتراف کیا کہ ''اعلیٰحضرت کی شاعری بنیادی طور پر فلسفیانہ موشگافیوں اور علم وفن کی بھول بھلیوں کی شاعری نہیں بلکہ حضور ﷺ کی ذات وصفات سے گہری وابستگی اور شدید جذباتی لگاؤ کی شاعری ہے''...... آج سے 24 سال قبل سید وجاہت رسول قادری نے منقبت اعلیٰحضرت قدس سرہ میں یہ شعر کہے اور سچ کہے

اہل ایماں کے لئے اب تو کسوٹی ہے یہی
آپ سے کس کو الفت حضرت احمد رضا
ہم گرفتار بلا ہیں آج پھر اس دور میں
آپ کی ہے پھر ضرورت حضرت احمد رضا

اعلیٰحضرت کو جس نے بھی غیر جانبدار ہو کر پڑھا، اعلیٰحضرت کی قادرالکلامی کے فیض سے ایک حصہ اسے ضرور ملا۔ 1982 میں جب

اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی بدایونی نے مقالہ ''اعلیٰحضرت بحیثیت نعت گو شاعر'' لکھا تو انہوں نے اعلیٰحضرت کی نعتیہ شاعری کو فن عروض اور علم بیان و بدیع پر پرکھنے کی طرف توجہ دلائی تھی اور مختلف اشعار کو صنعت اور قسم سخن کے ترازو میں رکھ کر بطور مثال پیش بھی کیا تھا۔ یہ مقالہ اپنے دور کا ایک شاہکار مقالہ تھا اور کلام اعلیٰحضرت کو فن وصنعت واقسام پر پرکھنے کی یہ ایک شاندار اور صد ستائش سعی تھی۔

جہاں یہ اٹل حقیقت ہے کہ

شعر کہنا اعلیٰحضرت کا کوئی مستقل موضوع نہیں تھا کبھی کبھار جب فرصت ملتی تو تھوڑی بہت توجہ فرمالیتے۔ اعلیٰحضرت فرمایا کرتے تھے کہ......

''سرکار عالم ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے۔ دل بے قرار کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر وسخن میرا مذاق طبع نہیں''...... شاعری اعلیٰحضرت کا مشغلہ اور معمول نہیں تھا اور نہ ہی اس کیلئے کوئی تیاری وغیرہ کرتے اور جب بھی مدینہ طیبہ و بغداد شریف کی یاد شدت کے ساتھ ستانے لگتی تو عشق رسول ﷺ اور نسبت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے آئینہ دار اشعار زبان پر آجاتے۔

وہاں یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ

(i) شعری فکری علوم اور شعری فنی پہلو (علم عروض) میں دسترس و مہارت کے اعتبار سے پوری دنیا میں اعلیٰحضرت کے پائے کا پچھلی کئی صدیوں کے دوران کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا

(ii) کسی شعر کو فی البدیہہ تصحیح کرنے کی جو حیثیت وقدرت اعلیٰحضرت مجدد امام احمد رضا بریلوی کو حاصل تھی اردو شعرا میں دور دور تک نظر نہیں آتی ہے۔

لہذا اعلیٰحضرت کا شعری اثاثہ

لہذا اعلیٰحضرت کا شعری اثاثہ دراصل پی ایچ ڈی۔ شائقین کیلئے اہم اور توجہ طلب موضوع ہے اور رہے گا اور اس موضوع کے ساتھ انصاف تب ہوگا جب درجنوں اہل علم حضرات شعری اثاثے کے تحقیق طلب گوشوں پر پی ایچ ڈی۔ کریں گے۔

اعلیٰحضرت کے شعری حوالے سے ماضی میں ہونے والے کام کے چند حوالوں، مقالوں اور مضامین کی فہرست پی ایچ ڈی شائقین حضرات کے استفادے کیلئے ذیل میں پیش ہے

فہرست

1: امام احمد رضا کا معراج نامہ (اس تہنیت نامہ کی فضا لطیف نشاطیہ اور بہار پر ہے اور انداز ولہجہ پر کیف ومستی اور بحر بالذات مترنم ہے) از: مرزا نظام الدین بیگ حام۔ ایم۔اے سابق سیکشن انچارج، شعبہ مخطوطات نیشنل میوزیم، کراچی (1982ء)

2: اعلیٰحضرت کی اردو شاعری از۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، سندھ (1983ء)

3: امام احمد رضا اردو کے صاحب طرز انشاء پرداز از۔ سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (1983ء)

4: اعلیٰحضرت کے دس نعتیہ اشعار از: حضرت علامہ شمس بریلوی (1984ء)

5: ایک شعر ایک حقیقت از: سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی (1984ء)

6: امام احمد رضا کی نعت گوئی از: راجہ رشید محمود (1984ء)

7: قصیدہ نوریہ امام احمد رضا از: ضیاء القادری (1984ء)

8: اعلیٰحضرت کی تاریخ گوئی از: علامہ راؤ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ (کتابوں کے نام اور اشعار میں تاریخ گوئی کا تقابل کریں تو پوری دنیا میں ان کے مقابلہ میں نام سامنے لاکر تقابل کریں) 1986ء

9: پاک و ہند کی نعتیہ شاعری از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی سابق وائس چانسلر محی الدین اسلامی یونیورسٹی آزاد کشمیر (1987ء)

10: امام احمد رضا اور فن تاریخ گوئی از: ڈاکٹر یحییٰ انجم (1987ء)

11: ماہر تعلیم اعلیٰحضرت کا اپنے موضوعات پر کامل عبور...... مکتوب ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس بلیان، لیڈن یونیورسٹی۔ مکتوب بنام (راؤ سلطان مجاہد رضا قادری) 1987ء

12: اردو ادب کی تاریخی فروگذاشت (اعلیٰحضرت کو نظر انداز کیا جانا) از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (1987ء)

13: امام رضا کی شاعری اور علم معانی و بیان از: سید اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی (1988ء)

14: کلام رضا میں محاکمات از: مولانا عبدالنعیم عزیزی (1988ء)

15: رضا۔ داغ۔ میر از: کالی داس گپتا (1988ء)

16: امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از: پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (1989ء)

17: فاضل بریلوی عربی شاعر کی حیثیت سے از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (1990ء)

18: فقیہہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری (1991ء)

19: عقیدہ ختم نبوت اعلیٰحضرت کی شاعری میں از: سید شبیر حسین شاہ زاہد (1992ء)

20: اعلیٰحضرت کے گیارہ عربی اشعار از: علامہ محمد احمد قادری، انڈیا (1992ء)

21: امام احمد رضا کی عربی شاعری از: پروفیسر محمود حسین بریلوی (1992ء)

22: کلام رضا اور ضلع جگت از: مولانا عبدالنعیم عزیزی، انڈیا (1992ء)

23: سلام رضا کی شرح از: مفتی محمد خاں قادری، لاہور (1993ء)

24: اعلیٰحضرت کی میلاد نگاری از: پروفیسر ڈاکٹر مظفر عالم صدیقی۔ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (1995ء)

25: اعلیٰحضرت اور فن تاریخ گوئی از: خضر نوشاہی۔ ہمدرد یونیورسٹی، کراچی (1995ء)

26: حضرت بریلوی کی فارسی نعتیہ شاعری از: ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ (1995ء)

27: حسن بریلوی کا ذوق نعت گوئی از: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری (1995ء)

28: امام احمد رضا کی اردو نعت گوئی از: ڈاکٹر ریاض مجید گورنمنٹ کالج، فیصل آباد (1996ء)

29: امام احمد رضا کا فارسی کلام از: ڈاکٹر محمد اسحاق ابڑو، سابق ناظم تعلیمات برائے کالجز، حیدرآباد سندھ (1996ء)

30: امام احمد رضا کی اردو نعت نگاری از: ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی۔ صدر شعبہ اردو۔ گورنمنٹ اسلامیہ کالج، فیصل آباد (1996ء)

31: حسن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری از: علامہ اختر حسین فیضی (1996ء)

32: حضرت رضا کی شاعری اپنے آئینہ میں از: پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (1997ء)

33: قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی از: پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، پنجاب یونیورسٹی (1997ء)

34: فاضل بریلوی عربی شاعری کی حیثیت سے از: پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق

35: فاضل بریلوی کی اردو نعت گوئی از: افتخار عارف (1997ء)

36: مولانا نعیم الدین مرادآبادی کی نعتیہ شاعری از: ڈاکٹر سراج احمد بستوی (1997ء)

37: حدائق بخشش کا عروضی جائزہ از: ڈاکٹر محمد صابر سنبھلی (1999ء)

38: حافظ شیرازی اور امام احمد رضا از: مولانا شبیہ القادری

39: حسان العصر از: ڈاکٹر سید حازم محمد محفوظ مصری، شعبہ اردو لغت و ادب، جامعہ ازہر (مصر) نومبر 2000ء

40: اردو نثر نگاری از: ڈاکٹر صابر سنبھلی شعبہ اردو، ایم۔ایچ (PG) کالج مرادآباد، انڈیا۔ نثر فی البدیہہ تھی اور شعر بھی بغیر کانٹ چھانٹ کے فی البدیہہ تھے

41: مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری PhD مقالہ از: ڈاکٹر سراج احمد بستوی (دسمبر 2000ء)

42: حدائق بخشش میں محاورے از: ڈاکٹر صابر سنبھلی (اکتوبر 2001ء)

43: تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام از: سید وجاہت رسول قادری (جون 2001ء)

44: اردو کلاسک کا شاہکار از: ڈاکٹر محمد امجد رضا خاں، ریسرچ اسکالر، ویرکنور سنگھ کالج، یونیورسٹی، آرہ بہار، انڈیا

45: احمد رضا ہندی شاعر و ادیب (مقالہ عربی) از: پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی سابقہ ڈین الازہر یونیورسٹی، مصر

46: عربی نثر میں امام احمد رضا کا اسلوب اور فنی محاسن از: سید عتیق الرحمٰن بخاری 2003ء

رُباعیاتِ رضا

تحریر:۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف*

رُباعی ایک چھوٹی مگر اہم صنف سخن ہے۔ یہ عام طور پر اخلاقی، فلسفیانہ تفکیری اور کبھی کبھی عشقیہ مضامین پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کی صوری ہیئت تو آسان ہے لیکن اندرونی ہیئت جس کا تعلق خاص عروض سے ہے، اس کی شناخت کا وسیلہ ہے۔

رُباعی کے اوزان بحر ہزج سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ہر مصرعے میں چار رکن اور بیس ماترائیں ہوتی ہیں (یعنی تقطیع کرنے پر بیس حرف بنتے ہیں) اس کے چوبیس اوزان مقرر ہیں اور ایک رُباعی میں کوئی چار استعمال ہو سکتے ہیں۔ چونکہ ان ۲۴ میں سے ۱۲ اوزان صرف آخری حرف ساکن کو زیادہ کرنے (مثلاً فع کی جگہ فاع رکھنے) سے حاصل ہوتے ہیں لہذا دراصل یہ اوزان ۱۲ ہی رہ جاتے ہیں۔

رُباعی کی بحر عام طور پر مشکل سمجھی جاتی ہے اسی لئے رُباعیات کثیر تعداد میں نہیں ملتیں۔

مرثیہ گوئی میں ......میر انیس اور غیر نعتیہ شاعری میں جعفر، حسرت جوش، یگانہ اور فراق وغیرہ رُباعی گوئی کے لئے مشہور ہیں۔ جبکہ نعتیہ شاعری میں محسن کاکوری، امجد حیدرآبادی، اور امام احمد رضا کے اسماء رُباعی نگاری میں قابلِ ذکر ہیں۔ امام احمد رضا نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں رُباعیاں لکھی ہیں۔ فارسی میں آپ نے رُباعی مستزاد بھی لکھی ہے۔

آپ نے تقریباً ہر وزن میں طبع آزمائی کی ہے۔۔ ایک رُباعی ایسی ہے جس کے چار مصرعوں میں تین اوزان ہیں اور ایک رُباعی میں ہر مصرعہ میں علیحدہ علیحدہ وزن یعنی چار اوزان استعمال کئے ہیں، مثالیں ملاحظہ ہوں۔

تین اوزان میں:۔

(۱) بوسہ گہہ اصحاب وہ مہر سامی .... مفعول مفاعیل مفاعیلن فع
وہ شانۂ چپ میں اس کی عنبر مئی .... مفعول مفاعلن مفاعیلن فع
یہ طرفہ کہ ہے کعبۂ جان و دل میں...... مفعول مفاعیل مفاعیلن فع
سنگِ اسود نصیب رکنِ شامی........... مفعولن فاعلن مفاعیلن فع

چار اوزان میں:۔

(۲) ہر جا ہے بلندیٔ فلک کا مذکور............ مفعول مفاعیل مفاعیلن فاع
شاید ابھی دیکھے نہیں طیبہ کے قصور...... مفعول مفاعیل مفاعیل فعول
انساں کو انصاف کا بھی پاس رہے...... مفعول مفاعیل مفاعیل فعل
گو دور کے ڈھول ہیں سہانے مشہور..... مفعول مفاعلن مفاعیلن فاع

(حدائق بخشش مرتبہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی صفحہ ۵۶)

حدائق بخشش (مرتبہ علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمۃ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) میں اکتیس (۳۱) رُباعیاں شامل ہیں لیکن حدائق بخشش (مرتبہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی) میں اکیس (۲۱) اردو (نعتیہ) رُباعیاں شامل ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی نے حسب ذیل رُباعیوں کو رُباعی نہیں تسلیم کیا ہے انہوں نے اس سلسلے میں دلیل بھی پیش کی ہے جو قابل قبول ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے علامہ شمس بریلوی صاحب کے مرتبہ نسخے کے بجائے ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے مرتبہ نسخہ کے

*ریسرچ اسکالر، بریلی شریف

حوالے سے چند رُباعیوں کو غیر رُباعی ثابت کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

''پروفیسر صاحب نے انتخابِ نعتیہ رُباعیات کے عنوان سے حضرت امام کی رُباعیات پیش کی ہیں ان میں کئی مزعومہ رُباعی، رُباعی نہیں ہے۔ مثلاً ؎

عشقِ احمد میں جسے چاک گریباں دیکھا — گل ہو اصبح نیشہ اسے خنداں دیکھا
تھا ملاقاتِ رضا کا ہمیں اک عمر سے شوق — بارے آج اسکو مدینہ میں غزل خواں دیکھا

یہ رُباعی نہیں اسے قطعہ کہنا چاہیے۔

عابد و عاصی تائب سب ہیں — آگے اے جان جسے تم چاہو
کون ہے وہ جو نہ چاہے تم کو — قسمت اس کی ہے جسے تم چاہو

یہ نہ رُباعی ہے نہ قطعہ بلکہ متفرق اشعار میں اس کو شمار کرنا چاہیے ''جسے تم چاہو'' ردیف۔ قافیہ ندارد، اجتماعِ ردیفین کا صریح عیب حضرت امام کا دامن اس سے پاک ہے۔

مصرعۂ اول یوں ہے:۔ عابد و عاصی و تائب سب ہیں

(حدائقِ بخشش صفحہ ۶۳)

یارب عطا ہو مجھ کو وہ ان کے نام کی — شیدا پہ جن کے آتش دوزخ حرام ہے
صدقہ انہیں کا ان کے غضب سے بچا مجھے — دشمن پہ جن کے نعمت جنت حرام ہے

یہ رُباعی نہیں ہے۔

کچھ اور طریقے غم جاناں نہ بتائے — دیوانہ ہے جو قیس کو دیوانہ بتائے
اے راستہ والو جسے کچھ واں کی خبر ہو — للہ ہمیں یار کا کاشانہ بتائے

اول و دوم اور چہارم تینوں مصارع رُباعی کے وزن پر ہیں۔ اگر ''بتائے''۔ کو فعول کے وزن پر پڑھا جائے لیکن تیسرا مصرعہ رُباعی کے کسی وزن پر نہیں ہے اور اگر ''بتائے'' کو فعلن کے وزن پر پڑھا جائے تو چاروں مصارع برابر کے ہو جائیں گے البتہ اب رُباعی کا نہیں قطعہ کا اطلاق ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ حضرت امام نے اسے رُباعی ہی قرار دیا ہوگا اور تیسرا مصرعہ کچھ یوں رہا ہوگا ''اے راستہ والو جو ہو واں کی خبر'' یا ''اے راستہ والو جسے واں کی ہو خبر''

(ایضاً صفحہ ۶۴)

قبل اس کے کہ اردو رُباعیات کا جائزہ پیش کیا جائے، راقم تین فارسی رُباعیوں کی بابت کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ بریلی شریف یا دیگر جگہوں سے حدائقِ بخشش حصہ اول و دوم کے جو نسخے شائع ہوئے ہیں ان میں فارسی کی تین رُباعیاں ہیں (نظم معطر کی ردیف میں) اس انداز میں چھپی تھیں۔

اے بر درِ تو عبدالقادر — اے رخ تو نیاز عبدالقادر

[یہ مصرعہ ایک جانب حاشیہ لکھ دیئے گئے ہیں]

اور حسبِ ذیل چار مصرعے:۔

اے فضل تو برگ و ساز عبدالقادر — فیض تو چمن طراز عبدالقادر
آں کن کہ رسد قمری بے بال و پر — در سایۂ سروِ ناز عبدالقادر

بشکلِ رُباعی لکھ لئے گئے ہیں۔

یہاں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ معاذ اللہ امام احمد رضا نے چھ مصرعوں کی رُباعی لکھ دی ہے معاذ اللہ! امام جیسا نقلی اور عقلی علم وفنون کا منتہا نیز شعر و ادب اور فن عروض کا ماہر بھلا اس کے بارے میں کسی غلطی کا تصور بھی کیسے کیا جا سکتا ہے؟ حقیقتاً یہ تین رُباعیاں تھیں جنہیں اس طرح لکھا جانا چاہیے تھا۔

اے بردر تو نماز عبدالقادر — اے رخ تو نیاز عبدالقادر
اے فضل تو برگ و ساز عبدالقادر — فیض تو چمن طراز عبدالقادر

اے بردر تو نماز عبدالقادر — اے رخ تو نیاز عبدالقادر
آں کن کہ رسد قمری بے بال و پرے — در سایۂ سروِ ناز عبدالقادر

اے فضل تو برگ و ساز عبدالقادر — اے رخ تو نیاز عبدالقادر
آں کن کہ رسد قمری بے بال و پرے — در سایۂ سروِ ناز عبدالقادر

ان تینوں رُباعیوں میں چھ مصرعے مشترک ہیں لہذا انہیں اختصار کے ساتھ لکھ دیا گیا ہوگا۔

ان رُباعیوں میں رُباعی (۱) میں چار مصرعے ہم قافیہ ہیں جبکہ عموماً رُباعی میں تیسرا مصرعہ ہم قافیہ نہیں ہوتا۔ ایسی رُباعی کو اصطلاحاً مصرّع کہلاتے ہے اور تیسرا قافیہ نہ ہونے کے سبب ''خصّی'' کہا جاتا ہے اور ایسی رُباعی جس کے چاروں مصرعے مقفّیٰ ہوتے ہیں ''غیر خصّی'' کہلاتی ہے۔

امام احمد رضا کی اردو رُباعیات میں سب سے زیادہ مشہور یہ رُباعی ہے۔یعنی:۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ	ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں	ایمان یہ کہتا ہے کہ میری جان ہیں یہ

اس رُباعی کے چاروں مصرعے ایک ہی وزن کے ہیں یعنی ''مفعول، مفاعیل، مفاعیل، فعل'' یہ رُباعی عقیدت اور عقیدہ دونوں کی مظہر ہے۔اس میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بے مثالی کے اظہار کے ساتھ ساتھ انہیں کو'' جانِ ایمان'' کہا گیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔''تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ سب چیزیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راہ دیکھو کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''۔ سورۂ توبہ: ۲۴]

خود جانِ جہاں و جانِ ایمان ﷺ بھی فرما رہے ہیں:۔

''اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے تمام اہل و عیال مال و دولت اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''[مسلم شریف]

قرآنِ مقدس نے حضور جانِ نور ﷺ کو صاف ایمان قرار دیا ہے اور خود بھی جانِ ایمان بھی اپنے آپ کو ایمان بتا رہے ہیں پس یہی ایمان کی جان ہیں۔

اپنی شاعری کی بابت

شاعری امام احمد رضا کا مشغلہ نہیں تھا۔صفحاتِ قرطاس پر بشکلِ اشعار جو بھی نقش ہیں وہ ان کے دل کی صدا ہے اور جب اسی صدائے دل نے احساس کے پیکر میں ڈھل کر الفاظ کا جامہ پہنا تو وہ اشعار میں تبدیل ہوگئے۔امام نے جو کچھ کہا خود نہیں کہا ان سے کہلوایا گیا ہے۔ان کی شاعری قرآن سے ماخوذ ہے اور انہوں نے اپنے مولیٰ کی ثنا میں جو بھی عرض کیا ربِ عظیم ہی کے فرمان کے مطابق کہا، زمانے پر اپنے آقا علیہ السلام کی عظمت و رفعت واضح کرنے کے لئے کہا۔گستاخانِ مصطفیٰ کے ردّ میں کہا اور خود کو شاعر نہ سمجھا نہ فصیح بے مماثل۔ہاں حسانی سنّت پر عمل کیا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ہی رہِ نعت کا رہبر بنایا اور ثنائے مصطفوی ہی کو توشۂ آخرت جانا۔

اب مندرجہ ذیل رُباعیات دیکھیں اور ان سچائیوں کا نظارہ کریں:۔

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو	ہاں شرع کا البتہ ہے جنبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکمِ مولیٰ کے خلاف	لو زینہ میں سیر نہ بھایا مجھ کو

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ	بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی	یعنی رہے آدابِ شریعت ملحوظ

محصور جہاں دانی و عالی میں ہے	کیا شبہہ رضا کی بے مثالی ہے
ہر شخص کو اک وصف میں ہوتا ہے کمال	بندے کو کمال بے کمالی میں

کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں	شاعر ہوں فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو	ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

توشہ میں غم اشک کا ساماں بس ہے　　افغانِ دلِ زارحدی خواں بس ہے
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو　　نقشِ قدم حضرت حسّاں بس ہے

حضرت امام احمد رضا نے خود کو شاعر فصیح بے مماثل نہیں سمجھا بلکہ بے بضاعت اور خام قرار دیا۔ یہ تو ان کی تواضع اور انکسار ہے۔ ہاں! وہ اس بات سے مطمئن ضرور ہیں کہ ان کا کلام بے جا اور شرعی نقص سے پاک ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت علیہ التحیۃ والثناء کی رفعتِ شان کا اہتمام بھلا کوئی مخلوق۔ فرشتہ و جن و انسان یہاں تک کہ کوئی نبی علیہ السلام ان کی شایانِ شان کر ہی نہیں سکتا۔ ان کا واصف و مداح تو صرف ان کا رب اور سارے جہاں کا مالک و مولیٰ ہی ہے! راسی نے ان کے ذکر کو ''رفعنا لک ذکرک'' فرما کر ایسا بلند کر دیا کہ اس بلندی تک کسی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔

رضا اسی لئے ''مدح مصطفیٰ'' ﷺ کے معاملہ میں خود کو بے کمال و عاجز قرار دیتے ہیں اور یہی عاجزی سرکار ابد قرار ﷺ کی بے مثالی کا اعتراف ہے۔

امام احمد رضا، باوجود تمام نقلی و عقلی علوم وفنون کے منتہا ہونے کے جب بارگاہِ رسول میں حاضر ہوتے ہیں تو کورا کاغذ لے کر حاضر ہوتے ہیں اور مداحِ مصطفیٰ ﷺ کو سارے جہاں کے خدا کی طرف جو غیبی اشارہ ہوتا ہے وہی صفحۂ قرطاس پر نقش بن کر ثنائے رسول میں شعر بن جاتا ہے۔ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

مگر جو ہاتفِ غیبی مجھے بتاتا ہے ہو　　زباں تک اسے میں لاتا ہوں بمدح حضور

امام احمد رضا نے خود کو بے نام و نشان سمجھا او ان کے نام و نشان اور عظمتِ شان والے آقا نے انہیں نام والا بنا دیا۔

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں　　مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

ذکرِ سراپائے رسولِ اکرم ﷺ

(۱) حضور سرورِ عالم ﷺ کے تنِ اقدس کی توصیف میں یہ رُباعی ملاحظہ ہو:۔

کس درجہ ہے روشن تنِ محبوبِ الٰہ　　جامہ سے عیاں رنگ بدن ہے واللہ
کپڑے نہیں میلے ہیں اس گل کے رضا　　فریاد کو آئی ہے سیاہیِ گناہ

سرکارِ ابد قرار علیہ التحیۃ والثناء کے کپڑے کبھی میلے ہوئے ہی نہیں اور اگر کسی کو یہ میل نظر آتا ہے تو یہ میل نہیں بلکہ گناہ کی سیاہی ہے جو فریاد کے لئے حاضر ہوئی ہے اور کیوں نہ ہو کہ امت کے گناہوں کی سیاہی کو مٹانے والے وہی تو رحمتِ عالم اور شافعِ محشر ہیں۔ قرآنِ حکیم نے گناہگار امتیوں کو انہیں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

''جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا پائیں۔'' [سورۂ نساء ۶۴]

(۲) معراج کی شب حضور سید عالم ﷺ نے لامکاں میں ماتھے کی آنکھوں سے ربِ تبارک تعالیٰ کا دیدار کیا تھا۔ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس رُباعی کو ملاحظہ کیجئے:۔

ہے جلوہ گہہ نورِ الٰہی وہ رو　　قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب　　چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

سرکار کے روئے مبارک کو ''جلوہ گہہ نورِ الٰہی''، ابروؤں کو ''قوسین'' اور آنکھوں کو ''فضائے لامکاں کے آہو'' کہنے میں کیسی ندرت ہے اور کس قدر پر از حقیقت ہے۔ صنعتِ تلمیح و اقتباس سے رُباعی مزین ہے۔

(۳)

شب لحیہ و شارب ہے رخ روشن دن　　گیسو و شب قدر و برات مؤمن

مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابرو ہیں　　　والفجر کے پہلو میں لیالِ عشر

لحیہ: داڑھی...... شارب: مونچھ۔

حضور ﷺ کی ریش مبارک (داڑھی)، ور مونچھ شریف کو شب کہا ہے اور گیسو کی دونوں لٹوں کو دو شب یعنی شبِ قدر اور شبِ برأت (برأتِ مؤمن) یہی شب نجات کی رات ہے۔ پلکیں چار ہوئی ہیں اور ابرو دو...... سرکار ﷺ کے بال مبارک اور بالوں سے متعلق جسم کے سبھی حصے۔ داڑھی، مونچھ، ابرو، پلکیں، سب سیاہ ہیں آخر عمر تک۔ اور یہ سب ملا کر ہوئے دس۔ حضور ﷺ کے روئے منوّر (رخِ روشن) کو ذرّ سے تشبیہ دی ہے لہذا اس طرح دکھایا ہے کہ اس والفجر (چہرۂ تاباں) [یہاں رخِ روشن کو والفجر قرار دیا ہے] کے پہلو میں دس لیال یعنی دس راتیں ہیں۔

امام احمد رضا نے قرآنی اقتباس کے حوالے سے حضور انور ﷺ کا جس طرح سراپا بیان کیا ہے وہ معنی آفرینی اور ان کے والہانہ جذبات اور جمالیاتی اظہار کا کمال ہے۔

(۴)

بوسہ گہہ اصحاب وہ مہر سامی　　　وہ شانۂ چپ میں اس کی عنبر فامی

یہ طرفہ کہ ہے کعبۂ جان و دل　　　سنگِ اسود نصیب رکنِ شامی

اس رُباعی میں حضور ﷺ کے مہرِ نبوت کا بیان ہے جس کی تشبیہ سنگِ اسود سے دی ہے وہ سنگِ اسود کعبۂ معظمہ میں نصب ہے اور یہ سنگِ اسود کعبۂ جان و دل سید عالم ﷺ کے بائیں شانہ میں جان کے اصحاب کی بوسہ گاہ ہے۔

سایہ

حضور ﷺ کے جسم اطہر اور ان کے مس ہونے والی کسی بھی شے کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ امام احمد رضا نے اپنی تصانیف میں اس کو ثابت بھی کیا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل رُباعی میں امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام کا سایہ معدوم نہیں تھا۔ مندرجہ ذیل رُباعی دیکھئے اور مصرعۂ آخر کو پڑھ کر متحیر ہوئیے:۔

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین　　　ان نور کی جلوہ گہہ تھی ذاتِ حسنین

تمثیل نے اس سایۂ کے دوحصے کئے　　　آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

شاہِ ثقلین یعنی حضور نبی امّی ﷺ کا سایہ معدوم نہیں تھا بلکہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی ذات آپ کی جلوہ گاہ تھی۔ چونکہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا اوپری حصہ یعنی چہرۂ اقدس سے ناف تک سرکار ﷺ کے نصف جسم سے ملتا تھا اور ناف سے تلوؤں تک یعنی نچلا حصہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مشابہ تھا اور چونکہ یہ دونوں شاہزادگان سرکارِ ابد قرار ﷺ کے جسم کے حصے تھے لہذا انہیں سایہ کہا گیا اور اس طرح تمثیلاً یہ دونوں حصے ملا کر سرکار ﷺ کے سایے بن گئے ورنہ حقیقتاً سرکارِ ابد قرار علیہ التحیہ والثناء کے جسم اقدس کا سایہ (پرچھائیں) نہیں پڑتا تھا نہ سورج کی روشنی میں نہ چاند کی چاندنی میں نہ ہی چراغ وغیرہ کی روشنی میں اس طرح اس رُباعی کے چوتھے مصرعہ نے اس سایے کے راز کو عیاں کر دیا اور تحیّر میں ڈال دیا۔

روضۂ رسول ﷺ کی شان

عاشق کی نگاہ میں اس کے محبوب کے دیار و در سے زیادہ کوئی بھی شہر اور دیار و در نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ مدینہ امینہ تو رشکِ جنت ہے حبیبِ رب کا دیار ہے۔ سرکارِ ابد قرار ﷺ کے روضۂ مبارک سے جو زمین کا حصہ میں ہے وہ تو عرش سے بھی افضل ہے۔ عاشقِ مصطفیٰ کی مدینہ امینہ سے وابستگی تو اس کے عشق کی دلیل ہے۔ دیکھئے عاشقِ مصطفیٰ امام احمد رضا کس والہانہ انداز میں روضۂ رسول اکرم ﷺ کی فضیلت بیان کرتے ہیں۔

کعبہ سے اگر تربت شہ فاضل ہے　　　کیوں بائیں طرف اس کے لئے منزل ہے

اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا　　　سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقد دل ہے

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تربتِ کعبہ سے افضل ہے تو آخر یہ بائیں سمت کیوں ہے (مکہ شریف سے مدینہ شریف بائیں طرف ہے) بالآخر توجہ کے باعث یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ دل بائیں جانب ہی ہوتا ہے لہذا یہ بات اب سمجھ میں آئی کہ کعبہ اگر جسم ہے تو مرقدِ پاک دل ہے اور دل ہی سے جسم کی سالمیت ہے۔ لہذا تربت شہ کی افضلیت (کعبہ پر) میں کوئی شبہ نہیں۔

مندرجہ ذیل رُباعی بھی دیکھئے اس میں بھی مدینہ امینہ کی بڑائی کا بیان ہے۔

ہر جا ہے بلندیٔ فلک کا مذکور — شاید ابھی دیکھے نہیں طیبہ کے قصور
انسان کو انصاف کا بھی پاس رہے — گو دور کے ڈھول ہیں سہانے مشہور

وسیلہ اور استمداد اور سرکار کی قدرت

حضور اکرم ﷺ ہی بارگاہِ الٰہی کے وسیلۂ عظمیٰ ہیں۔ امام احمد رضا ہر امر میں اپنے آقا حضور ﷺ کو وسیلہ لاتے ہیں اور انہیں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ اب مندرجہ ذیل رُباعیاں ملاحظہ فرمائیں:۔

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ — عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ
بیٹھوں جو درِ پاک پیمبر کے حضور — ایمان پہ اس وقت اٹھانا مولیٰ

تم جو چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے — کیوں کر کہوں ساعت سے قیامت ٹل جائے
للہ اٹھادو رخِ روشن سے نقاب — مولیٰ مری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

مندرجہ ذیل رُباعی میں سرکار کی قدرت کا بھی اظہار ہے اور ان سے فریاد بھی:۔

ہوں گردو تو گردوں کی بنا گر جائے — ابرو جو کھنچے تیغ قضا کر جائے
اے قابِ توسین بس اب رد نہ کرے — سہمے ہوؤں سے تیر بلا پھر جائے

رفعتِ شان

حضور جانِ نور ﷺ کے لئے ان کے رب نے ''ورفعنا لک ذکرک'' فرما کر ان کے ذکر کی بلندی ظاہر فرمادی ہے جو بلند سے بلند تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ آیتِ درود ''ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی'' الخ میں بھی اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ مندرجہ ذیل رُباعی ملاحظہ کریں:۔

خالق کے کمال ہیں تجدد سے بری — مخلوق نے محدود طبیعت پائی
بالجملہ وجود میں ہے اک ذاتِ رسول — جس کی ہے ہمیشہ روز افزوں خوبی

خاتمیتِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے۔ سب دین اسلام ہی تھا اور سب نے اسی دین کی تبلیغ فرمائی۔ اور ان پر ایمان والے امتی مسلمان ہی تھے البتہ شریعتیں بدلتی رہیں لیکن جب خاتم الانبیاء والمرسلین سرورِ انبیاء ﷺ تشریف لائے تو ان کی آمد آمد کے بعد دروازۂ نبوت و رسالت بند ہوگیا اور ربِ عظیم نے ''الیوم اکملت لکم دینکم...... الایۃ'' فرما کر دینِ اسلام کو ان پر کامل فرمادیا۔ مندرجہ ذیل رُباعی میں صنعتِ اقتباس و صنعتِ تلمیح کی جلوہ گری کے ساتھ اس حقیقت کا والہانہ اور شاعرانہ اظہار ملاحظہ فرمائیں:۔

آتے رہے انبیاء کما قیل لھم — والخاتم حقا کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام — آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

امام احمد رضا نے رُباعی گوئی میں بھی اپنی شعری شان برقرار رکھی ہے اور یہ رُباعیاں ادبی اور فنی محاسن میں لاجواب ہیں۔

علامہ مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی شاعری میں ہیئت کا تنوع

تحریر:۔ ڈاکٹر تنظیم الفردوس*

نعت کا مفہوم اگر چہ بحرِ بیکراں ہے۔لیکن دنیا کی اہم ترین زبانوں میں بشمول عربی، فارسی، ہندی، اردو، پنجابی، پشتو، اور بنگالی وغیرہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی موزوں مدح و ثناء نعت کہلاتی ہے۔اہل فن کا اتفاق ہے کہ اس انداز کی نعت ایک مشکل صنف ہے۔دوسری زبانوں کی طرح اردو شاعری بھی نعت کا موضوع اپنے اندر بڑی دلکشی رکھتا ہے۔اس لئے کہ یہ موضوع ایک ایسی ذات والا صفات سے وابستہ و منسلک ہے کہ جس کی عظمت لا محدود اور جس کی وسعت بے پایاں ہے۔اردو میں نعت گوئی کی روایت نئی نہیں بلکہ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اردو شاعری۔عشق رسول ﷺ کا بیان اور شوق مدینہ کے تذکرے ہندوستانی شعراء کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔یہ کہا جائے تو بیجانہ ہوگا کہ فارسی کے بعد سب سے مئوثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں۔

لیکن اردو شاعری میں نعت کا فن کبھی بھی ایک مستقل صنف سخن کی حیثیت سے معلوم و معروف نہیں رہا ہے۔مختلف زمانوں میں اس موضوع کو مختلف ہیئتوں میں برتا گیا ہے۔اور اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث اس کی حیثیت ایک مستقل صنفِ سخن کی ہوگئی ہے۔اگر چہ نعت شاعری کی مختلف ہیئتوں مثلاً قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی، قطعہ، مسدس وغیرہ میں سے کسی میں بھی کہی جاسکتی ہے۔البتہ اس کے موضوع سے انحراف کی گنجائش نہیں۔اس تحدید کی بناء پر بظاہر نعت کا موضوع تنگ دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس کی حدیں سیرت نبی کریم ﷺ کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتیں۔لیکن اگر غور کیا جائے تو علم ہوگا کہ اس موضوع کا تعلق دنیا کی عظیم اور بزرگ ترین ہستی اور شخصیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے۔لہذہ آپ کی بلند پایہ سیرت مبارکہ کے توسط سے نعت کے موضوع میں انسانی زندگی کے سارے مسائل و مباحث شامل ہوجاتے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں،

''میں تو نعت کی اس آفاقیت کو حضور رحمتِ عالم نور مجسم ﷺ کی رحمت و رافت اور ان کی نبوت و رسالت کی آفاقیت کا پرتو سمجھتا ہوں کہ جس طرح آپ ﷺ کی رحمت و رافت اور نبوت و رسالت کائنات کے ذرّے ذرّے کے لئے ہے اسی طرح نعت نگاری کا دائرہ بھی جملہ اصناف ادب کے لئے ہے۔وہ کسی بھی صنف میں کہی جاسکتی ہے۔ہیئت و ساخت کی کوئی پابندی نہیں۔''

ڈاکٹر ابو محمد سحر کے خیال میں:

''نعت کی کوئی مستقل ساخت نہیں ہے۔بلکہ وہ اردو میں مروجہ اصناف سخن کی ساخت میں کہی جاتی ہے۔نعت ابتداء میں قصیدہ کی شکل میں کہی جاتی تھی۔

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

وجہ یہ کہ عربی کی شاعری میں جہاں نعت کی پیدائش ہوئی ہے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے قصیدے کی شکل مروج تھی'' ۲

درحقیقت نعت عصری اور زمانی تقاضے کی ہم مزاج صنف سخن ہے۔ جس عہد اور جس زمانے میں جس صنف سخن کی روش و رواج عام تھی اسی صنف سخن میں یہ بھی پرورش پاتی رہی۔

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں؛

''نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی توصیف اور ان کی سیرت کا تذکرہ شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہوسکتا ہے۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم وبیش تمام اصناف سخن میں قلمبند کیا ہے۔ جو صنف سخن جس عہد میں زیادہ مقبول و مروج رہی ہے اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔'' ۳

جیسا کہ ذکر ہوا ہے یہ لفظ شاعری کی کسی ہیئت طرف نہیں بلکہ موضوع کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اردو شاعری کی مختلف ہیئتوں، غزل، قصیدہ، مثنوی مسدس، قطعات و رباعیات سبھی میں اس کے کامیاب تجربے کئے گئے ہیں۔ اس پس منظر میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ چودہ سو برسوں میں عربی و فارسی کہ علاوہ اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں نعتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہوگا۔ ضرورت ہے اس فن پر باضابطہ کام کرنے اور اس کے فکری و فنی ارتقاء کو اجاگر کرنے کی۔ جب ہم اردو شاعری کے اس وسیع ذخیرے میں نعتوں کو تلاش کرتے ہیں تو اردو میں نعتیہ کلام کا ایک روشن سلسلہ نظر آتا ہے۔

دکن اور شمالی ہندوستان میں نعت گوئی کے ابتدائی نقوش سے لے کر انیسویں صدی عیسوی تک نمایاں ترین نعت گو شعراء کے تفصیلی جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو زبان میں نعت کسی خاص ہیئت کے ساتھ مخصوص نہیں رہی۔ مثنوی، مسدس، مخمس ترکیب بند، ترجیع بند، قصیدہ، رباعی، قطعہ، غزل، تمام ہی اصناف میں نعت گو شعراء نے اپنی جولانیِ طبع کی بہاریں پیش کی ہیں۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ بالکل ابتدائی دور میں غزل کی ہیئت میں نعتیہ شاعری کے نمونے کم دکھائی دیتے ہیں لیکن جیسے جیسے انیسویں صدی آگے قدم بڑھاتی ہے ویسے ویسے غزل کی ہیئت نعتیہ شاعری کے لئے نمایاں حیثیت اختیار کرتی چلی گئی۔

مولانا احمد رضا خان کا تعلق بھی اسی زمانے سے ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی نعتیہ شاعری میں ہمیں تقریباً تمام ہی مروجہ ہیئتیں ملتی ہیں۔ آپ نے ہر صنف میں نعت کہی ہے۔ مثلاً غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مستزاد اور قطعہ۔ مسدس بہ شکل ترجیع بند۔

کالی داس گپتا رضا نے حضرت بریلوی کے شاعرانہ کمالات پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے؛

''اسلامی دنیا میں ان کے مقام بلند سے قطع نظر ان کی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انیسویں صدی کے اساتذہ میں برابر کا مقام دیا جائے۔ ذرا غور وفکر کے بعد ان کے ایسے شاعر کا پیکر دل و دماغ پر مسلط کردیتے ہیں جو محض ایک سخنور کی حیثیت سے بھی اگر میدان میں اترتا تو کسی استاد وقت سے پیچھے نہ رہتا۔ ان کے کلام سے ان کے کامل صاحبِ فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں'' ۴

مولانا احمد رضا کی شاعری میں اردو کلاسیک کے وہ سارے اوصاف مجتمع ہیں جن پر اہل زبان کو ناز ہے۔ اب ہم مولانا کی شاعری سے چند اہم اصناف کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

مثنوی:

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے دیوان حدائقِ بخشش میں ایک مثنوی بعنوان ''مثنوی الوداع جبہ'' ہے جو ستر اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی میں سرکار اقدس ﷺ کے جبۂ مقدسہ کی رخصتی پر رضا نے رنج و حسرت کا اظہار کیا ہے۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ کہیں کہیں فارسی

کے الفاظ آگئے ہیں مگر عام فہم ہیں۔ منظر کشی، روانی اور تسلسل موضوع برقرار ہے۔ یہ مثنوی تلمیحاتی فضا سے پاک ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے؛

آج کیا ہے جو ہیں سب گریہ کناں
خاک برسر چشم تر سینہ زناں
کیوں تڑپتا ہے مرا دل بے قرار
کیا ہوا آنکھوں کو کیوں ہیں اشکبار
گرمی بازارِ خور کیوں سرد ہے
کیا ہوا مہ کو جو چہرہ زرد ہے
ماتمی پوش آج کیوں ہے آسماں
کیوں زمین سکتہ میں ہے آئینہ ساں
شعر میرے دے رہے ہیں بوئے خوں
ٹپکے ہے ہر بات سے رنگِ جنوں

ترجیع بند:

دیوان رضاؔ بریلوی میں دو ترجیع بند ہیں۔ پہلا بند فارسی میں ہے۔ ترجیع بیت بھی فارسی کا ہے۔ دوسرا ترجیع بند نامکمل ہے۔ اس کا بھی پہلا بند فارسی میں ہے اور ترجیعی بیت بھی فارسی کا ہے۔ مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے دیوان میں تین خمسے ہیں۔ پہلا خمسہ سولہ بند کا، دوسرا نامکمل چار بند کا، اور تیسرا سولہ بند کا۔ پہلا اور تیسرا خمسہ قاسم کی نعت پر تضمین ہے۔ دوسرا خمسہ بھی تضمین ہی ہے۔ نعتِ قاسم کو مولانا بریلوی نے اپنے قلم کی سحر طرازی سے لاجواب خمسہ بنا دیا ہے۔ پہلے خمسہ کے چند بند ملاحظہ کیجئے؛

شعلۂ عشق نبی سینہ سے باہر نکلا
عمر بھر منہ سے مرے وصف پیمبر نکلا
سازگار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا
دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان ترا اے دلِ مضطر نکلا

ہے مرے زیرِ نگیں ملکِ سخن تا بہ ابد
مرے قبضے میں ہیں اس خطے کے چاروں سرحد
اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملکِ سَرمد
ہے تصرف میں مرے کشورِ نعتِ احمد
میں کیا اپنے نصیبے کا سکندر نکلا

کیوں نہ آنکھوں کو مری کانِ جواہر کہئے
اشک خونیں ہیں عقیقِ یمنی کے ٹکڑے
یا یہ ہیں عینِ گہر ریز کے دو فوّارے
یادِ دندانِ محمد ﷺ میں مری آنکھوں سے
اشک بھی نکلا تو وہ صورتِ گوہر نکلا

دوسرے نامکمل خمسہ کا ایک بند ملاحظہ کیجئے؛

بستگی میں تھا مرے غنچۂ دل کو یہ گماں
سو نسیمیں چلیں کھلنا تھا مگر اس کا محال
دفعتہً کیا ہوا اس حال نے پایا جو زوال
صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال
شکِ گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہو کر

تیسرے خمسہ کا پہلا اور مقطع کا بند ملاحظہ کریں؛

اے کاش شانِ رحمت میرے کفن سے نکلے
جان بوئے گل کی صورت باغِ بدن سے نکلے
ارمان طفیلِ نامِ شاہ زمن سے نکلے
حسرت ہے یا الٰہی جب جان تن سے نکلے
نکلے تو نامِ اقدس لے کر دہن سے نکلے

لاکھوں ہیں سینۂ بریاں مثلِ رضاؔ و کافیؔ
انجام کار سب نے اپنی مراد پائی
دشتِ طلب میں ہو کر آوارہ کھو گئے جی

وہ دن بھی ہوا الٰہی جب صورتِ شہیدی
حضرت کی جستجو میں قاسم وطن سے نکلے

رباعی:

مولانا کے کلام میں رباعیاں بھی اچھی خاصی تعداد میں ہیں۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

اللہ کی سرتابہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

نورِ رخِ سرکار کا عجب جلوہ ہے
آٹھواں پہر اس کوچہ میں دن رہتا ہے
یہ شامِ مدینہ نہ سمجھنا اے دل
آہِ دلِ عاشق کا دھواں چھایا ہے

رباعی کا حسن اور اس کی کامیابی کا انحصار اس کے چوتھے مصرعے کی بے ساختگی اور جستگی پر ہوتا ہے۔ اور سارا مفہوم ومغز اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا رباعیوں سے مولانا کی چابک دستی عیاں ہے۔ مضامین، خیالات اور افکار بہت ہی بلند مگر نازک اور سنجیدہ ہیں۔ مولانا نے بڑی سادہ اور پاکیزہ زبان میں اپنی تخلیقی توانائی اور جذبے کی تب وتاب کو بروئے کار لاکر ان رباعیات کو شعری حسن اور فکری وقار کا پیکر بنا دیا ہے۔

مستزاد:

مولانا کے دیوان میں صنفِ مستزاد کی مثال بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن مولانا نے ہر شعر کے بعد صرف مصرعہ ثانی کے ساتھ آدھے آدھے مصرعے کا اضافہ کیا ہے۔ اس طرح مستزاد کی ایک نئی طرز نکالی ہے۔ پھر اسی میں ایک قطعہ کہا ہے، جس میں اپنے دل کے کھو جانے کی روداد نہایت پر کیف اور لطیف انداز میں بیان کی ہے۔ اس مستزاد میں صنعتِ تجاہلِ عارفانہ، اقتباس اور تلمیح بھی ہیں۔ کسی کسی شعر میں تین تین ٹکڑے، ہم قافیہ استعمال کر کے صنعتِ مسمط کی بہار بھی دکھائی ہے۔ لکھتے ہیں؛

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

یہی بولے سدرہ والے، چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
میرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتہ چلا بمشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

یہ مستزاد دل کی کشمکش کی کہانی ہے، جس کا بڑی خوبصورتی اور نزاکت کے ساتھ رضا بریلوی نے قطع بند اشعار میں اظہار کیا ہے۔ اس مستزاد میں مولانا نے جذبات نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔

قطعہ:

صنفِ قطعہ ملاحظہ کیجئے:

عالم ہمہ صورت اگر جاں ہے تو تو ہے
سب ذرے ہیں گر مہر درخشاں ہے تو تو ہے
پروانہ کوئی شمع کا، بلبل کوئی گل کا
اللہ ہے شاہد، مرا جاناں ہے تو تو ہے
طالب میں ترا، غیر سے ہرگز نہیں کچھ کام
گردیں ہے تو تو ہے، ایماں ہے تو تو ہے

قصیدہ:

اگر ہم صنف وار جائزہ لیں تو مولانا احمد رضا خان کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' میں ان کے قصائد کی کل تعداد تقریباً بارہ ہے۔ چار قصائد حصہ اول اور دوم میں، اور چھ قصائد حصہ سوم میں ہیں۔ حصہ سوم میں دو غیر مکمل قصیدے بھی ملتے ہیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ مولانا نے ہر قصیدہ میں نعت کی فضا کو بدرجہ اتم برقرار رکھا ہے۔ کسی بھی قصیدے میں نعت کی فضا کو مجروح و مکدر نہیں ہونے دیا۔

''قصیدہ نگاری کے فنی لوازمات میں اہم ترین چار ارکان ہیں، تشبیب یا نسیب، گریز، مدح/ذم، دعا۔ تشبیب کا پہلا شعر قصیدہ کا پہلا شعر و مطلع ہوتا ہے۔ اور یہیں سے شاعر کے کمال کا امتحان شروع ہو جاتا ہے۔ مطلع کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بلند پایہ اور شگفتہ ہو۔ اس میں کوئی نئی اور جدت آمیز بات بیان کی جائے، تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو جائے اور بعد کے اشعار کا اچھا اثر مرتب ہو۔'' ۵

لہٰذا ڈاکٹر سراج احمد رقم طراز ہیں؛

''حضرت رضا نے اپنے تمام قصائد میں مذکورہ شرائط کا اہتمام رکھا ہے۔ چنانچہ جب وہ قصیدۂ معراجیہ کا آغاز فرماتے ہیں تو اس کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

وہ سرورِ کشور رسالت، جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

اور اپنے شہرۂ آفاق قصیدہ ''قصیدہ در اصطلاحات علم نجوم وہیئت'' کی تشبیب کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں؛

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمن'' ۶

چونکہ قصیدے کی کامیابی کی اس کی تشبیب پر بنی ہوتی ہے۔ اور خاص طور پر اس کے مطلع کو تو اتنا دقیع اور جاندار ہونا چاہئے کہ سامع مطلع سنتے ہی ہمہ تن توجہ ہو جائے۔ عربی شعراء تشبیب میں عشقیہ مضامین ہی قلمبند کرتے تھے۔ اور فارسی اور اردو میں بھی یہ روایت بڑی حد تک قائم ہے۔ مگر اردو قصیدہ نگاروں نے اس کو کافی وسعت اور تنوع بخشی ہے۔ اور عشقیہ مضامین کے علاوہ دیگر مضامین بھی قلمبند کئے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ابو محمد سحر قمطراز ہیں؛

''تشبیت سے وہ اشعار مراد لئے جاتے ہیں جو قصیدہ کی ابتداء میں تمہید کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔ عربی شعراء اس میں عموماً عشقیہ اشعار قلمبند کرتے تھے۔ اسی رعایت سے یا نسیب کے نام سے موسوم کیا گیا۔ فارسی اور اردو میں تشبیب میں عشقیہ مضامین کی تخصیص نہیں رہی۔ اسی رعایت سے اس کو تشبیت یا نسیب کے نام سے موسوم کیا گیا۔ فارسی اور اردو میں تشبیت میں عشقیہ مضامین کی تخصیص نہیں رہی۔ بلکہ ہر قسم کے مضامین نظم کئے جانے لگے۔ موسم بہار، واردات حسن و عشق، رندی و سرمستی، دنیا کی بے ثباتی، زمانے کی شکایت، آسمان کا شکوہ، علم و فن کی ناقدری، پند و موعظت، مکالمہ و مناظرہ، خواب کا بیان، فخر و خودستائی۔ شاعری کی تعریف فن، شعر سے بحث، معاصرین پر طعن و تعریض، تاریخی واقعات اور ذاتی و ملکی حالات وغیرہ تشبیت کے خاص موضوعات ہیں۔ ہیئت، نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، اخلاق، تصوف، موسیقی، اور دیگر مشرقی علوم فن کے تصورات اور اصطلاحات پر بھی اکثر تشبیت کے اشعار کی بنیاد رکھی جاتی ہے''۔ ۷

ڈاکٹر سراج احمد بستوی مولانا احمد خان کے قصائد کی تشبیب کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

''اُن میں حضور رحمت عالم ﷺ کے ان اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین امتیاز کی لکیر قائم کرتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے قصائد کی تشابیب میں اس طرح کے اوصاف کا اضافہ کر کے نئی نئی جہتوں اور سمتوں کی نشاندی کی، جس سے ان کی جولانی فکر اور تنوع طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔'' ۸

(طوالت کے خیال سے تشابیت سے مثالیں پیش نہیں کی جا رہیں)

قصیدہ کا دوسرا رکن گریز ہے۔ جس کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ تشبیب و مدح کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے شاعر اپنی تمام تر صلاحیتوں کا ثبوت بہم پہنچائے۔ حقیقتاً قصیدہ گو کی صلاحیت کی کسوٹی یہی ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر کہتے ہیں:

''گریز کا سب سے بڑا حسن یہی خیال کیا جاتا ہے کہ تشبیب کہتے کہتے شاعر مدح کی طرف اس طرح گھوم جائے جیسے بات میں بات پیدا ہوگئی ہو۔ گریز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے وہ قصیدہ کا مہتم بالشان حصہ اور شاعر کے کمال کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ گریز ایک شعر کے ذریعے سے بھی کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ایک سے زائد اشعار بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔''۹

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن

جان دو عالم نثار، وہ ہے مرا تاجدار
جس کو کہیں جان و دین جانِ من ایمانِ من

مدح حسیناں نہ کہہ، وصف امیراں نہ کر
خلق انہی کی حسین، خُلق انہی کا حسن

''قصیدہ کا تیسرا حصہ مدح ہے جس میں شاعر مدح کے اوصاف بیان کرتا ہے۔ اس کے عموماً دو ضمنی اجزاء ہوتے ہیں۔ گریز کے بعد پہلے ممدوح کی تعریف صغیۂ غائب میں کی جاتی ہے جس سے کو مدح غائب کہتے ہیں۔ مدحِ حاضر کی ابتداء بیشتر نئے مطلع کی جاتی ہے''۔۱۰

اس حصہ کو قصیدہ گوئی کے فن میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ خاص طور پر نعتیہ قصائد میں نعت گو کو اس میں اپنی استعداد کے مطابق حضور اکرم ﷺ کے فضائل کو نئی نئی جہات اور سمتوں میں بیان کرنے کا موقع ملتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان غائب سے حاضر کی طرف گریز ہوئے مدح فرماتے ہیں؛

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبلِ جاں نغمہ زن

مدح کے بعد شاعر قصیدہ کے آخری رکن دعا یا عرض حال کی طرف پلٹا ہے۔ مولانا رضا اس طرز کے مطابق اپنے ایک قصیدے میں فرماتے ہیں؛

نبی رحمت شفیع امت، رضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ، جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ، قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

مذکورہ بالا چار قصائد کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے ذریعے مولانا احمد رضا خان بریلوی نے پہلی بار نعتیہ اردو ادب میں تشبیت کے مضامین میں وہ وسعت و معنویت پیدا کی ہے جس کی اس سے قبل کے نعتیہ (اردو، فارسی، عربی) ادب میں بہت مشکل سے نظیر ملے گی۔ بلکہ بعض جہتوں سے آپ نے تشبیہ، استعارہ، کنایہ، تشبیب، ردیف وقوافی کا نئے انداز سے جو اہتمام و استعمال کیا ہے وہ آپ کی اپنی ایجادات و اولیات ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے لئے بے شمار شعراء نے سلام لکھ کر ہدیۂ عقیدت پیش کیا، مگر مولانا احمد رضا خان کے سلام کو کچھ ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج ہر مسجد اس سے گونج رہی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب اس بارے میں رقمطراز ہیں:

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

''نعتیہ غزلوں سے قطع نظر مولانا احمد رضا خان صاحب کا سلام جس کا مطلع ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ

اکبر وارثی کا سلام بھی حد درجہ شہرت رکھتا ہے۔ عورت مرد بچے جوان، سبھی اسے بلند آواز سے پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد اگر کسی سلام کو قبولِ عام کا درجہ ملا ہے تو وہ مولانا احمد رضا خان صاحب کا سلام ہے''۔ ۱۱

''حضرت رضا بریلوی قدس سرہ کا وہ سلامِ محبت آگیں جس کا مطلع ''مصطفیٰ جانِ رحمت ...... اس مسلمان کے دل کی آواز ہے جس کا دل محبت سرکار دو عالم ﷺ سے معمور ہے۔ اس سلام میں عجیب والہانہ جذبات اور دارفتگی کا عالم نظر آتا ہے۔ ان اشعار میں سراپائے قدس سے جو پارہ ہائے نور یعنی اعضائے پاک، خامۂ رضا نے منتخب کئے ہیں، ان کی کما حقہ تعریف نظم تو نظم، نثر میں بھی دشوار ہے''۔ ۱۲

دراصل مولانا احمد رضا خان کا یہ قصیدہ سلامیہ ان کے عشق رسول ﷺ کا مظہر ہے۔ مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں؛

''اردو، عربی، فارسی ..... تینوں زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستیعاب دیکھا ہے۔ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا کا سلام .... ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا۔ میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدۂ بردہ ہے تو اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہ ہوگا۔ جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق قرآن و حدیث اور سیرت کے اسرار و رموز، انداز و اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس میں سلام میں وہ کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اہل قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی۔ ورنہ اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں''۔ ۱۳

پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال صاحب ''سلامِ رضا'' کی خصوصیت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں؛

''ڈیڑھ سو سے زائد اشعار پر مبنی یہ سلام ایسا ہے جو ایک طرف تو فنِ شعر کے کسی بھی معیار پر پورا اترتا ہے اور دوسری جانب اس میں جذب و کیف کا ایک ایسا عالم ہے کہ لوگ اسے پڑھتے ہیں اور سر دھنتے ہیں۔ یہ سلام نسل در نسل سینہ در سینہ منتقل ہو رہا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی مقبولیت اور اثر پذیری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہر طبقہ کے لوگ جب اسے سنتے ہیں تو ایک عالمِ وجد میں اسے خود بھی گنگنانے لگتے ہیں اور یوں عشق و یقین کے اجتماعی لہجے کی گونج پیدا ہوتی ہے۔ اس نعتیہ سلام کے ساتھ اگر ''قصیدہ نوریہ'' اور ''قصیدہ معراجیہ'' بھی پڑھا جائے تو مولانا احمد رضا کے رواں دواں اسلوب اور ذوق سخن کے بارے میں کسی اور تاویل کی ضرورت نہیں رہتی''۔ ۱۴

اسی طرح مولانا احمد رضا خان کا قصیدۂ درودیہ جس کا مطلع ہے:

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

بھی ان کے تبحر علمی، قادرالکلامی اور سب بڑھ کر فیضِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا مظہر ہے کہ جس نے جناب رضا کے سامنے مضامین والفاظ کے انبار لگا دیئے۔ ساٹھ اشعار پر مشتمل اس ذوقافتین قصیدہ میں حروف ہجا کا خالص التزام رکھا گیا ہے۔ عشقیہ شاعری شعرانے ذوقافتین غزلیں تو کہی ہیں لیکن حروف ہجا کا التزام کہیں نظر نہیں آتا۔ نعتیہ شاعری میں تو مولانا سے قبل اس کی کوئی مثال کہیں بھی نہیں ملتی۔

علامہ شمس بریلوی صاحب مرحوم ومغفور نے اس کو اولیات رضا میں شمار کیا ہے۔ ۱۵

اس قصیدے پر اظہار خیال ہوئے مرزا نظام الدین بیگ لکھتے ہیں:

''یہ شبِ معراج کا تہنیت نامہ ہے جس میں بہجت آگیں افکار کی نغمگی کا بہاؤ پورے قصیدے کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے ..... اس کی زبان نہایت سادہ، شستہ اور محاورہ ہے۔ روزمرہ کا برمحل اور مناسب صرف قریب قریب ہر شعر میں

نظر آتا ہے۔ زبان کی سلامت یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آیہ کریمہ یا احادیث کی تلمیحات تک سے امکانی طور پر کلام کو بچانے کی کوشش کی گئی ہے جب کہ معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار ہے.... اس تہنیت نامہ میں سرور ونشاط کی کیفیت نے ایک متحرک بہار یہ فضا پیدا کر دی ہے''۱۶؎۔

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اس قصیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اردو قصیدوں میں ان کا ''قصیدۂ معراجیہ'' ان کی شاعری کا کمال بھی ہے اور شباب بھی۔ اس کی نظیر پوری اردو شاعری میں نہیں، جو پڑھتا ہے پھڑک اٹھتا ہے، سر دھنتا ہے۔ اگر رضا بریلوی یہی ایک قصیدہ لے کر میدان شاعری میں اترتے تو سب شاعروں پر گونا سبقت لے جاتے۔ ایسا مرصع قصیدہ راقم نے اپنی چالیس سالہ ادبی زندگی میں نہ دیکھا نہ سنا''۱۷؎۔

جناب افتخار عارف معروف شاعر و ادیب ایک جگہ رقم طراز ہیں۔

''قصیدۂ سلامیہ، قصیدۂ نوریہ، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ درودیہ، جس طرح کی فضا بناتی ہوتی ہے پھر ساری آئینہ بندی اسی نوعیت کی۔ آہنگ، بحر، زبان، لہجے، بندشیں، ترکیبیں، موسیقی سب عناصر باہم پیوست نظر آتے ہیں۔ صنائع بتمام وکمال مگر حسن کے ساتھ، مصرعے صاف، جذبے خالص، بیان واضح۔ محبت رسول ﷺ کی شدت و وارفتگی نے نعت و اعجازِ سخن کی منزلوں سے ملا دیا ہے۔ کہیں سے بھی حدائق بخشش کھول لیجے۔ پڑھتے چلے جائیے اور پاک ہوتے جائیے۔ صنائع بدائع تواتر کے ساتھ۔ تجنیس، ایہام، تناسب، تضاد و طباق، مرآۃ النظیر، حسن تعلیل، تلمیح سب ہے مگر کرتب سازی کی طرح نہیں، حضوری کے معجزوں کے ساتھ''۱۸؎۔

علامہ شمس بریلوی صاحب مرحوم نے ان کے اسی اشعار کی تشریح کی ہے جو ''معارف رضا'' کراچی شمارہ چہارم ۱۹۸۴ء، شمارہ ہفتم ۱۹۸۷ء اور شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء میں قسط وار شائع ہوا ہے۔

غزل

عام طور پر شعراء کے نزدیک تمام اصناف سخن میں غزل کو اظہار کا بہترین وسیلہ گردانا جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ غزل باریک سے باریک جذبات عشق کو اپنے میں سمونے اور اظہار کے رنگا رنگ زاویے تراشنے میں بڑا مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ بات اس حسن سے کہی جائے کہ سننے والا پھڑک کر اسے اپنے دل کی بات سمجھ لے، یہ ہے غزل کا بنیادی وصف۔ غالباً یہی سبب ہے کہ بے شمار صوفیاء، شعراء، فقراء، اور اہل تصوف نے اپنی بات کو دل میں اتارنے کے لئے غزل ہی کا انتخاب کیا ہے۔ احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ غزل کا ایک شعر دیکھئے:

اُن مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

اردو زبان جب تک زندہ ہے، مولانا کے نعتیہ اشعار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی تمام نعتیں کیف و اثر کی ایک دنیا اپنے اندر پنہاں رکھتی ہیں۔ مولانا تحدیث نعمت کے طور پر اپنے متعلق کہتے ہیں، اور بالکل درست کہتے ہیں:

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضؔا مسلم
جس سمت آ گئے ہو، سکے بٹھا دیئے ہیں

پہلی غزل سے آخر تک پڑھ جائیے۔ ان کی نعتوں میں جذبۂ دل کی بے ساختگی، الفاظ کی برجستگی، اور خیال کی رعنائی پائی جاتی ہے۔ ان کے کلام میں تکلف یا تصنع کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ ان کا تمام نعتیہ بے ساختگی اور آمد کا آئینہ دار ہے۔ ان کی نعتیہ غزلیں پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کا دل محبت رسول ﷺ کا بحر عمیق ہے۔ جس سے نعتیہ کلام مضامین موجوں کی طرح ابھرتے ہیں۔ اور ہر موج اپنے زور سے لہراتی ہوئی ایک موزوں قافیے کے ساحل تک پہنچ جاتی ہے۔

شاعری کا موضوع خواہ کچھ بھی، شاعر سے جذبات کی شدت اور پاکیزگی خیالات کا مطالبہ کرتی ہے۔ یعنی شاعر اپنے موضوع سے

مخلص ہو۔ شاعر کے جذبات جتنے زیادہ سچے، اور گہرے ہوں گے اسی قدر اس کی شاعری سچی، مؤثر اور گہری ہوگی گویا جذباتی صداقت کے بغیر محض علمی صداقت کے زور پر اعلیٰ درجہ کی شاعری جنم نہیں لے سکتی۔ اسی معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ شاعری کا تجزیہ کرتے ہیں تو کتنی ہی مثالیں ایسی نظر آتی ہیں جو فن پر مکمل عبور اور قادرالکامی کی نادر مثالیں ہیں۔

بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

''عاشقانہ جذبات کے اظہار میں سادگی اور پاکیزگی کا جو رچاؤ شروع سے آخر تک حضرت رضا بریلوی کے مجموعۂ نعت ''حدائقِ بخشش'' میں نظر آتا ہے وہ اردو کے دوسرے نعت گو شعرا کے یہاں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ ان کے یہاں غزل کے پیرائے میں لمبی لمبی نعتیں ملتی ہیں اور بعض نعتوں میں بڑی مشکل زمینوں اور ردیفوں میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔

لیکن آنحضرت ﷺ کی محبت کا تیز دھار سنگلاخ زمینوں کو چیرتا ہوا اس طرح گزر گیا کہ شادابی و زرخیزی کے جو آثار مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ان نعتوں میں پیدا ہو گئے ہیں وہ دوسروں کے ہاں نرم اور ہموار زمینوں میں بھی نظر نہیں آتے''۔[۱۹]

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

غم ہو گئے بے شمار آقا   بندہ تیرے نثار آقا

مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا   تم سا نہیں غمگسار آقا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سیدِ عالم
اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائیں
آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کڑی کیسی
لو وہ قدِ بے سایہ اب سایہ کناں آیا

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی کر دے نمکداں ہم کو

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

اے رضا جانِ عنادل ترے نغموں کے نثار
بلبلِ باغِ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

مختصر بحروں میں طبع آزمائی ایک دشوار فن ہے۔ مگر مولانا احمد رضا نے چھوٹی بحروں کا بھی انتخاب کیا اور چابکدستی کے ساتھ ان میں اپنی فنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ
کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد ﷺ

بزم آخر کا شمعِ فروزاں ہوا
نورِ اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ

جس نے مُردہ دلوں کی دی عمر ابد
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی ﷺ

مولانا احمد رضا خان کی شاعری اکتسابی نہیں، وہبی ہے۔ لفظوں کی نہیں جذبوں کی شاعری ہے اور ان کے یہاں تخلیقی شان پائی جاتی ہے۔ ان کی نعت جن خارجی اوصاف سے مزین وہ کہیں بھی ان کے اظہارِ جذبات یا ترسیل فکر میں حارج نہیں ہوتیں۔ اور یہیں آ کر فنی دسترس اور قادرالکلامی کے اعلیٰ ترین جواہر پاروں سے ان کی شاعری آراستہ ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے حضور اکرم ﷺ کا تقابل دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے بھی کیا ہے لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی عظمت و بزرگی کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ کہتے ہیں:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

مولانا احمد رضا خاں نے بعض بیحد سنگلاخ زمینوں میں بھی کامیاب نعتیں کہی ہیں۔مثلاً مرزا غالب کی زمین:

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں

پر مولانا نے بڑی کامیاب نعت کہی ہے:

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ (ﷺ) کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

غالب کا مقطع ہے:

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکر ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایک بار پڑھ کر اسے سنا کہ یوں

مولانا کا قطع اس طرز پر ہے:

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

غالب کی ایک اور غزل ہے۔(اور اس زمین میں داغ کی غزل بھی مشہور ہے)

''دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں''

مولانا کی نعت اس زمین میں دیکھئے:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

غالب نے تو کہا تھا:

جس کو ہو جان ودل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

لیکن مولانا کہتے ہیں:

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

اسی ردیف میں قافیے کی تبدیلی کے ساتھ ایک اور نعت ملاحظہ کیجئے:

یادِ وطن ستم کیا دشتِ حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں
ہو نہ ہو آج کچھ مرا ذکر ہوا حضور میں
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں
تھک کے بیٹھے تو درِ دل پہ تمنائی دوست
کون سے گھر کا اجالا نہیں زیبائی دوست
رونقِ بزمِ جہاں ہیں عاشقانِ سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبانِ سوختہ

بقول وجاہت رسول قادری:

''ان کے عہد تک اردو شاعری عاشقانِ مجازی کے پیچ وخم اُلجھی رہی اور محرماتِ شرعیہ کی ترغیب وتشویق اس کی انتہائے منزل تھی۔امام احمد رضا کا احسان یہ ہے کہ شعروشاعری کی اس مَدرفضا کو جسے خواجہ میر درد نے مصفّی ومزکّی کیا اور عشق ومحبت کے سچے جذبات سے اردو شاعری کو روشناس کیا اور یہ پیش گوئی فرمائی:

پھولے گا اس زبان میں گلزار معرفت
یاں میں زمینِ شعر میں یہ تخم بو گیا ''[۲۰]

مولانا احمد رضا کے تبحرِ علمی اور وسعتِ فکری کے سامنے شعر گوئی حیثیت نہیں رکھتی، لیکن آپ نے شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ اپنے اظہارِ مسلک کا ذریعہ بنایا اور اپنے کلام کی بلاغت سے اردو شاعری کے دامن میں صالح شعر وادب کے وہ موتی بکھیرے جس کی مثال پوری دنیائے شاعری میں بہت کم ملے گی، ان کی نعت کا یہ مقطع تعلّی نہیں بلکہ حقیقت ہے:

یہی کہتی ہے بلبل باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ھند میں واصفِ شاہِ ھدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم

مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری نے چمنستان اردو کو الفاظ وزبان اور محاورات واستعارات کے خوبصورت پھولوں سے سجایا ہے۔ان

کے مجموعۂ کلام میں محاورات کا استعمال بڑی تعدا میں ملتا ہے وہ ان محاوروں کا استعمال اس قدر فن کارانہ چابکدستی کے ساتھ کرتے ہیں کہ سامع اور قاری پھڑک اٹھتا ہے اور بے اختیار اس کی زبان سے سبحان اللہ نکلتا ہے۔

مولانا امجد رضا خان اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں؛

''آپ کی غزلوں میں علوئے فکر اور ادبی پیرائے کے ساتھ معنویت کی پرکاری ہے وہ اسی درد دل اور اضطرابی کیفیت کی ترجمان ہے۔ آپ کچھ کہتے نہیں تھے بلکہ جذبات خود ہی اشعار کے قالب میں ڈھل جاتے تھے۔

اس لئے آپ کی غزلوں میں آمد آمد کی کیفیات ہیں جو ہمیں بھی تڑپنے، سلگنے جلنے اور مچلنے پر برانگیز کرتی ہیں''۲۱

مولانا احمد رضا خان کا زمانۂ شاعری وہ ہے جب کہ ابھی اردو زبان تجربات کی حدود سے باہر نکلی تھی اور بڑے بڑے اکابر شعراء کرام زبان میں تجربات کی گلکاریاں کررہے تھے۔ اس ماحول میں بے شک مولانا احمد رضا خان کی غزلیں اردو ادب کے لئے ایک گراں قدر سرمایہ ہیں۔ آپ کی شاعری شگفتگی زبان اور دلنشینی بیان کے اعتبار سے اردو کے چند اہم شعراء کے ساتھ رکھے جانے کے قابل ہے۔ الفاظ کا لامحدود خزانہ فن کی عرق ریزیوں کی ساتھ پڑھنے والوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ آپ کی شاعری کے بارے میں یہ رائے بالکل صادق آتی ہے کہ عہد جدید میں آپ اردو غزل کے ایک ''مجتہد'' کی حیثیت رکھتے ہیں جو کہ محض زبان و بیان کی دلکشی پر ہی یقین نہیں رکھتا بلکہ موضوع بیان (نعت) کی سچائی اور واقعیت پر بھی گہرا ایمان رکھتا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) بستوی، سراج احمد ڈاکٹر، ''مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ شاعری'' مطبوعہ دہلی، ۱۹۹۷ء، ص ۱۶۵۔
(۲) ابومحمد سحر، ڈاکٹر، ''اردو میں قصیدہ نگاری''، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۴۔
(۳) ریاض مجید، ڈاکٹر، ''اردو میں نعت گوئی''، مطبوعہ اقبال اکیڈمی (لاہور)، ۱۹۹۰ء، ص ۳۸۔
(۴) کالی داس گپتا رضا، ''رضا، داغ اور امیر مشمولہ معارف رضا، کراچی''، شمارہ ہشتم، ۱۹۸۸ء ص ۱۰۷۔
(۵) ابومحمد سحر ڈاکٹر، ص ۱۷، ۱۸۔
(۶) بستوی، سراج احمد، ص ۲۸۴، ۲۸۵۔
(۷) ابومحمد سحر، ڈاکٹر ص ۱۵، ۱۶
(۸) بستوی، سراج احمد، ڈاکٹر، ص ۳۰۲۔
(۹) ابومحمد سحر، ڈاکٹر، ص ۱۹۔
(۱۰) ابومحمد سحر، ڈاکٹر، ص ۲۲۔
(۱۱) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، مولانا احمد رضا خان، منفرد نعت گو شاعر''، مشمولہ نگار، پاکستان، شمارہ نمبر ۳، مارچ ۲۰۰۱ء ص ۲۷۔
(۱۲) شمس بریلوی، ''کلام رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ (مع حدائق بخشش، کامل)''، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۰۔
(۱۳) کوثر نیازی، مولانا، ''امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ، ایک ہمہ جہت شخصیت''، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱۔
(۱۴) نجیب جمال، ڈاکٹر، بحوالہ وجاہت رسول قادری، ''تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا کا مقام''، مطبوعہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۳۵۔
(۱۵) علامہ شمس بریلوی ''کلام رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ'' ۲۲۸۔
(۱۶) مرزا نظام الدین بیگ، جام، بنارسی، قصیدۂ معراجیہ، مشمولہ معارف رضا، کراچی''، شمارہ ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۶۔
(۱۷) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، ''آئینۂ رضویات، سوم''، مرتبہ محمد عبدالستار طاہر، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۱۳۰۔
(۱۸) افتخار عارف، فاضل بریلوی کی اردو نعت گوئی''، مشمولہ معارف رضا، کراچی، شمارہ ۱۷، ۱۹۹۷ء، ص ۱۲۹۔
(۱۹) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، بحوالہ نگار پاکستان، ۲۰۰۱ء، ص ۷۰۔
(۲۰) وجاہت رسول قادری، ص ۱۷، ۱۸۔
(۲۱) امجد رضا خان، مولانا، ''غزلیات رضا بریلوی، اردو کلاسیک کا شاہکار، مشمولہ معارف رضا، کراچی''، شمارہ ۱۸، ۱۹۹۸ء، ص ۱۱۰۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شاعری کا پس منظر

ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی*

ہر شاعر کی فکری تگ و تاز کا ایک منظر اور پس منظر ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوم کا نمائندہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے ماحول اور گرد و پیش میں جو چیزیں دیکھتا اور ملاحظہ کرتا ہے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا چنانچہ پروفیسر شریف المجاہد تحریر فرماتے ہیں:

''اقبال کا خیال تھا کہ ایک قوم میں شاعر کا کردار وہی ہوتا ہے جو جسم میں آنکھ کا ہوتا ہے۔ یہاں آنکھ ایک استعارہ ہے۔ جو حالات و کوائف کو بغور دیکھنے اور سمجھنے کا ایک بلیغ اشارہ ہے''

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

[1]

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

''جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ شاعر اپنی قوم کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے اور اس کی شاعری اس کے اپنے عہد کے نظریات وخیالات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ خیالات و نظریات میں تبدیلی کے ساتھ اسلوب کے سانچے بھی بدلتے ہیں۔ لفظیات اور استعاروں کے نئے نئے گوشے کھلتے ہیں۔ چنانچہ اقبال کی شاعری میں بھی ارتقائی عمل جاری رہا۔ پہلے دور میں وہ مناظرِ فطرت اور ہندوستان کی شان و شوکت کے گن گاتے تھے لیکن اب ان کی شاعری اسلام اور مسلمانوں کے جاہ و جلال اور دبدبے کے ساتھ اسلامی تصورِ حیات و کائنات کی فکر انگیز تفسیر بن کر ابھری۔ ماضی میں ان کی شاعری ہندوستانیوں کو قومی بیداری سے ہمکنار کرنے کا ایک موزوں ذریعہ تھی۔ لیکن اب وہ تمام عالم اسلام کو خود آگہی سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ عظمتِ رفتہ کی بازیافت پر اکسانے کا پرتاثیر وسیلہ بن گئی۔ [2]

علامہ اقبال مرحوم کا سرمایۂ کلام عہد و زمان کی قیود سے مقید و متاثر نظر آتا ہے۔ دانشوروں نے ان کے کلام کو عہد و زمان میں تقسیم کر کے مطالعہ کیا ہے جس سے ان کی ذہنی بالیدگی اور فکری ارتقاء کا اندازہ ہوتا ہے۔ مگر جب ہم امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کا گہرائی و گیرائی کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں تو اول سے آخر تک ہمیں ان کے کلام میں یکسانیت و ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ ان کے کلام کو عہد و زمان کی قیود سے مقید کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ ان کا کلام عہد و زمان کی قیود سے ماوراء ہے۔ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری اور ان کے افکار و خیالات کو علامہ اقبال مرحوم کے درج ذیل شعر کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ [3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی لیاقتِ علمی ان کی شاعری پر اس قدر بھاری ہے کہ اس بات کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے کہ ان کا یہ کلام ان کے ابتدائی دور کا ہے یا آخری دور کا۔

---

* ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی ریسرچ اسکالر کانپور یونی ورسٹی۔ کانپور، انڈیا۔

جبکہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا مزاج، ان کا طبعی رجحان شعروشاعری کی جانب بالکل ہی نہیں تھا۔ خود اس بات کا اعلان انہوں نے بہت واضح انداز میں فرمایا ہے چنانچہ وہ ایک رباعی میں فرماتے ہیں ۴

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو
ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکم مولیٰ کا خلاف
لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کا طبعی رجحان شعروشاعری کی جانب نہیں تھا تو کن علوم وفنون میں ان کی دلچسپی تھی۔ چنانچہ وہ خود ہی اپنے طبعی رجحانات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے وہ فنون جن کے ساتھ مجھے پوری دلچسپی حاصل ہے جن کی محبت، عشق وشیفتگی کی حد تک نصیب ہوئی ہے وہ تین ہیں اور تینوں بہت اچھے ہیں۔

[۱] سب سے پہلا سب سے بہتر سب سے اعلیٰ سب سے قیمتی فن یہ ہے کہ رسولوں کے سردار صلوات اللہ وسلام علیہ وعلیہم اجمعین جناب پاک کی حمایت کے لئے اس وقت کمربستہ ہوجاتا ہوں جب کوئی کمینہ وہاں گستاخانہ کلام کے ساتھ آپ کی شان میں زبان دراز کرتا ہے میرے پروردگار نے اسے قبول فرمالیا تو میرے لئے کافی ہے مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا کیوں کہ اس کا ارشاد ہے 'میرا بندہ میری بابت جو گمان رکھتا ہے میں اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں'۔

[۲] پھر دوسرے نمبر پر وہابیوں کے علاوہ تمام بدعتیوں کے عقائد باطلہ کا رد کرکے انہیں گزند پہنچاتا رہتا ہوں جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

[۳] پھر تیسرے نمبر پر بقدر طاقت مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ تحریر کرتا ہوں وہ مذہب جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی۔ تو یہ تینوں میرے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں پر میرا بھروسہ ہے۔'' ۵

چنانچہ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے انہیں مشاغل کا ذکر اختصار کے ساتھ تحریر فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''یوں تو محدث بریلوی کے مشاغلِ علمیہ کثیر تھے مگر انہوں نے خود بطور خاص مندرجہ ذیل تین مشاغل کا ذکر کیا ہے۔

[۱] حضور ﷺ کی حمایت وتائید۔

[۲] مبتدعین کی اصلاح اور بدعات کا استحصال۔

[۳] مذہب حنفیہ کے مطابق فتووں کا اجراء۔ ۶

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ آپ کے فرمودہ ارشادات کی ہی روشنی میں کیا جانا چاہیے۔ یقیناً شعروشاعری سے آپ کو کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا جیسا کہ اس کے حوالے سے آپ کی ایک رباعی نقل کی جاچکی ہے۔

لیکن اس کے باوجود آپ نے شعروشاعری کے حوالے سے لکھا ہے اور خوب لکھا ہے جیسا کہ اس بات کے ثبوت میں آپ کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' دو حصص، الاستمداد اور عربی دیوان ''بساتین الغفران'' وغیرہا کتابیں شاہد عادل ہیں۔ آپ ایک لمحے کے لئے سوچ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو آپ یہ فرمارہے ہیں کہ میرا پیشہ شعروشاعری نہیں اور دوسری طرف وہ ایک بھاری بھرکم شاعر کی حیثیت سے سرمایۂ کلام بھی رکھتے ہیں تو اس کا جواب انہوں نے خود ہی اپنی اسی رباعی میں دیا ہے کہ میں نے جو یہ سخن طرازی کا عمل اختیار کیا ہے اس کی دو وجہیں ہیں اولاً شریعت کی حمایت وطرفداری جس میں ان

کا اشارہ اس بات کی جانب بھی ہے ہوسکتا ہے کہ لوگوں نے مجھ سے اردو نظم میں استفتیٰ طلب کئے اور میں نے ان کے جوابات ان کو اردو نظم ہی میں دیئے اور ان فتاویٰ جات کی خوبی یہ ہے کہ ان میں فقہ کی اعلیٰ کتابوں کے حوالوں کا بھی اہتمام ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی مدح و ثنا ان کی نعت پاک میں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں کی ہے ایسا نہیں کہ میں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے مقام و مرتبے کو گھٹا بڑھا دیا ہو۔ جیسا کہ بعض شعراء اس راہ میں افراط و تفریط کے شکار ہوگئے۔ اور انہوں نے اپنے اس موقف کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں نعتِ پاک کی رقم طرازی میں افراط و تفریط کے عمل کو ایسا ہی معیوب سمجھتا ہوں جیسا کہ ایک طباخ، (باورچی) بادام کے حلوے میں لہسن کو ملانا معیوب سمجھتا ہے۔

اور پھر نعت گوئی کی اپنی اس روش سے اس قدر خوش و خرم نظر آتے ہیں کہ کچھ مت پوچھئے چنانچہ رباعی میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

جب کہ وہ اس راہ کی سنگلاخی و شکستہ پائی سے بھی اچھی طرح واقف ہیں اور اپنے نعتیہ کلام میں ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں ؎

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

شعر گوئی کے حوالے سے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا موقف واضح ہو چکا کہ انہوں نے سخن طرازی شریعت کی حمایت و طرفداری اور حضرت نبیٔ اکرم ﷺ کے منصبِ رسالت پناہی کے لئے ہی اختیار فرمایا تھا نہ کہ اس کے پیچھے ان کا کوئی اور مقصد تھا۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر شریعت کے احکام کے فروغ و ارتقاء اس کے مفاد و حضرت نبیٔ اکرم ﷺ کی مدح و ثنا آپ کی نعت گوئی کے لئے کسی رہبر و رہنمائی کی حاجت ہو تو اس راہ میں غالبؔ، اقبالؔ، میر تقی میرؔ کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم کی پیروی کافی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے نعت گوئی کے لئے عربی نعت گو شعراء میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کیوں کافی قرار دیا ہے۔ جبکہ ہمارے سامنے عربی نعتیہ شاعری کے مشاہیر نعت گو صحابۂ کرام، جیسے حضرت سیدنا صدیقِ اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت مولیٰ علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے نعتیہ کلام وافر مقدار میں موجود ہیں ؟

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی نعتیہ شاعری کا پس منظر سمجھنے سے قبل ہمیں شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کے پس منظر کو سمجھنا ہوگا چونکہ اسلام کی نظر میں شعر و شاعری کوئی اچھی چیز نہیں تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے محبوبِ اعظم ﷺ کی عظمت شان کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔ ''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ'' (اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن)۔ (کنز الایمان)

جس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ جو صحابۂ کرام دورِ جاہلیت سے شعر و شاعری سے شغف رکھتے تھے وہ اس سے بیزار ہوگئے چنانچہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ایک شاعر لبید بن ربیعہ عامری ہے ان کی کنیت ابوعقیل ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے حضور آئے اور اپنے ''مذموم'' بنو جعفر بن کلاب بن ربیعہ عامری بن صعصہ کا رد کیا اور اسلام لائے اور ان کا اسلام حسن ہوا۔ وہ فارس کے شجاع، عمدہ و بہترین شاعر اور شریف تھے جب اسلام لائے تو شعر گوئی ترک کردی ظاہر ہے بہت کم شعر کہنا مراد ہوگا۔ ۹

دورِ جاہلیت کی شاعری پر ناقدانہ نظر رکھنے والے مشہور نقاد صمعی تحریر فرماتے ہیں:

''شعر کی ماہیت میں دشواری اور سختی ہے اور اس کا دروازہ شر اور برائی ہے جب خیر وفلاح میں داخل ہوتا ہے تو کمزور اور ضعیف ہو جاتا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ وہ زمانہ جاہلیت میں ایک زبردست قادر الکلام شاعر تھے مگر جب اسلام آیا تو ان کے کلام میں انحطاطی کیفیت طاری ہوگئی۔'' ۱۰

مگر کفر ہمیشہ اسلام کا حریف رہا اس نے ہمیشہ اسلام پر غلبہ پانے کے لئے نت نئے آلاتِ حرب اور ہتھکنڈوں کا استعمال کیا اور اسلام کو زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ انہی آلاتِ حرب اور ہتھکنڈوں میں کفارِ مکہ شعر وشاعری کو بھی استعمال کیا۔ لیکن رب اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے آزمالیا کہ میرے رسول کے صحابۂ کرام ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہیں تو ان کی ہمت افزائی اور پذیرائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' تو یک لخت صحابۂ کرام کی جان میں جان آگئی اور پھر کیا تھا نعتِ مصطفیٰ ﷺ کا ایسا غلغلہ اٹھا کہ آج تک ہمارے کانوں میں رس گھول رہا ہے اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی نعت گوئی کے لئے ایسی توانائی عطا فرما رہا ہے جس کا مقابلہ کوئی دوسری طاقت کر ہی نہیں سکتی۔ چونکہ میں ماقبل میں عرض کر چکا ہوں کہ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے ہمیں سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کے پس منظر کو سمجھنا ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کا پس منظر کیا ہے؟ تو آیئے ملاحظہ کریں۔ نعت گو صحابۂ کرام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے مسجد نبوی شریف میں آپ کے لئے منبر رکھوایا۔ کفار ومشرکین کے ہجو یہ اشعار کے جواب دینے پر آپ کو ایک لمحے میں جنت کی بشارت دی۔ آپ کی دعا کی برکت سے حضرت جبریل امین آپ کی تائید وحمایت میں لگے رہے، یہ سب وہ اوصافِ حمیدہ وجلیلہ ہیں جو دیگر نعت گو صحابۂ کرام کو حاصل نہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ آپ ہم مسلمانوں کی جانب سے ان لوگوں کی مذمت کیجئے جو مسلمانوں کی ہجو کرتے ہیں انہوں نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں تو میں ایسا کروں۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ نے سنی فرمایا علی اس کام کے لائق نہیں ہیں جیسا کہ ہم چاہتے ہیں اور نہ علی مرتضیٰ اس بات کو چاہیں گے جو تم ان سے چاہتے ہو اس کے بعد فرمایا کون ہے جو مسلمانوں کی مدافعت کرے جس نے اپنے ہتھیاروں سے خدا کے رسول کی مدد کی ہے کہ وہ اس میدان میں بھی اپنی زبانوں سے مدد کرے۔ اس پر حضرت حسان نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم کس طرح ان کی ہجو اور مذمت کرو گے جب کہ

تمہارا نسب ان میں ہے اور میرا بھی نسب ان کے ساتھ ہے۔ اوران کا نسب مجھ میں داخل ہے۔ اورتم ابوسفیان کی کیسے ہجواور مذمت کروگے درآنحالیکہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔ حضرت حسان نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ کوان میں سے ایسا نکال لوں گا جس طرح آٹے میں سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اوران سے رجوع کرو کیوں کہ وہ علم نسب میں تم سے زیادہ عالم ہیں اس کے بعد وہ حضرت ابوبکر کے پاس گئے یہاں تک کہ ان کو ان کے نسبوں سے باخبر کیا تو انہوں نے کہنا شروع کیا کہ فلاں سے اپنے کو باز رکھ اور فلاں فلاں کو یاد کر اس کے بعد مشرکوں کی ہجو اور مذمت شروع کردی جب قریش نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سنے تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ شعر ان کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ ابن ابی قحافہ کی طرف سے ہیں حضرت حسان نے ابوسفیان بن الحارث کی مذمت کی ہے جب ابوسفیان نے ان کے شعر سنے تو کہا کہ ایسا کلام ہے جس سے ابوقحافہ غائب نہیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھوائے تاکہ اس پر کھڑے ہوکر حضور اکرم ﷺ کی مدحت بیان کریں۔ اور آپ کے دشمنوں کی ہجو اور مذمت کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَادَامَ یُنَافِحُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ'' بے شک اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کرتا ہے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دشمنوں کی ہجو کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ''یفاخر'' یعنی حضور ﷺ کا فخر بیان کرتے ہیں آیا ہے۔ حضور اکرم فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر تیر کے آلے اوراس کے چبھنے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا

کہ حق تبارک وتعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت وقدرت بخشے اسے چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں کی ہجو و مذمت میں کوتاہی نہ کرے اس لئے کہ سب سے بہترین عمل یہی ہے۔ اہل سیر بیان فرماتے ہیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کام یہی تھا وہ مشرکوں کی وقائع وایام اور مآثر میں معارضہ کرتے اور ان کی مذمت کرتے تھے اوران کی قباحتوں اوران کی برائیوں کو بیان کرکے انہیں یاد دلاتے تھے۔ [۱۱]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ اور آپ کے سرمایۂ کلام کے مطالعے سے ہمیں دو چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ اولاً دشمنانِ دین کی مذمت اور ہجو دوسرے حضور اکرم ﷺ کی مدح وثنا ان کے اوصافِ جمیلہ وجلیلہ کا ذکر اور یہی دونوں چیزیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کا پس منظر ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک وہ ذاتِ پاک ہے جن کے رؤف ورحیم ہونے کی شہادت خود قرآن پاک نے دی ہے۔ حضرت نبیٔ اکرم ﷺ کفار ومشرکین کے ان افعال شنیعہ کو درگزر فرماتے رہے جن کا تعلق اعضائے جسمانی سے تھا جیسے گالی دینا، جسمِ اقدس پر کوڑا کرکٹ پھینکنا، پتھر مار کر لہولہان کردینا جب کہ نبوت کی تذلیل کا یہ بھی ایک پہلو ہے اوراہم پہلو ہے۔ مگر پھر بھی آقائے محترم ﷺ تحمل وبردباری کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ان کے اس مذموم فعل کو درگزر فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے رشد وہدایت کی دعائیں فرماتے رہے۔ مگر جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ اس طرح ان کی تذلیل کرکے ان کے مشن کو ناکام نہیں بنایا جاسکتا تو ان لوگوں نے ابلاغ عامہ کا سہارا لیا۔ اوراس وقت خطۂ عرب میں شعروشاعری ابلاغِ عامہ کے اعلیٰ منصب پر فائز تھی

۔ایسی صورت میں آپ ﷺ کی وہ صفتِ کاملہ بھی جاگ اٹھی جس کے بارے میں قرآنِ پاک ارشاد فرماتا ہے ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ'' محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں۔ ۱۲

آپ اپنے صحابۂ کرام کو اکٹھا فرما کر اعلان فرمایا ''مَنْ یُنْجِی اعراض المسلمین'' کون مسلمانوں کی ناموس کی محافظت کے لئے تیار ہے۔ یہ سن صحابۂ کرام کا ایمانی جذبہ جوش مارنے لگا اس وقت جتنے بھی صحابۂ کرام شعر و شاعری سے ہم رشتہ تھے سب نے بیک زبان ہو کر لبیک کہا انہیں صحابۂ کرام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔

جیسا کہ ماقبل میں عرض کر چکا ہوں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کا پس منظر وہی ہے جو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شاعری کا ہے۔ جس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی حمایت وطرفداری، مدح وثنا اور دشمنوں کی ہرزہ سرائی کے جواب کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ بالکل اسی طرح امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے عہد میں مدح وثنائے سرورِ انبیاء اور نعتِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا جیسا کہ اس بات کا ذکر ان کے طبعی افتاد اور ذہنی رجحانات کے تحت پیچھے آچکا ہے چنانچہ وہ اپنی ایک نعت پاک میں ارشاد فرماتے ہیں ۱۳

ان کے نام پاک پر دل جان و مال
نجدیا سب تجدیا پھر تجھ کو کیا

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

چونکہ دشمنانِ دین ہمیشہ ہر عہد وزمان میں اسلام کو نت نئے آلاتِ حرب اور پینتروں سے زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ یہ اور بات تھی کہ ان کو کامیابی کبھی بھی کسی عہد میں نہ ملی مگر وہ اپنی چال بازی اور جعل سازی کے عمل سے پیچھے نہیں رہے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے عہد میں بھی دشمنانِ دین نے طرح طرح کے پینترے بدلے اور دین کی سچی تصویر کو مسخ کرنے کی کوشش میں سرگرداں رہے۔ مگر اللہ جل مجدہٗ نے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو ذہن رسا اور فراستِ ایمانی عطا فرمایا تھا کہ وہ دشمنوں کی ہر چال کو بھانپ جاتے تھے اور فوراً ہی آپ کا قلم اس کے دفاع اور تدارک کے لئے حرکت میں آجاتا تھا۔ ان کے عہد میں جو تحریکیں اٹھیں چاہے وہ غلام احمد قادیانی کی تحریک ہو، چاہے وہابی تحریک ہو، چاہے وہ سیاسی تحریک ہو یا جس بھی فتنے نے سر ابھارا آپ نے اس کا قلع قمع کر کے رکھ دیا جبھی تو تحدیثِ نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں ۱۵

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہدو خیر منائی نہ شر کریں

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کے مطالعے سے دو رُخ ابھر کر سامنے آتے ہیں اول مدحِ مصطفیٰ ﷺ اور دوسرے دشمنانِ دین کی خبر گیری ان کی ہرزہ سرائی کا جواب۔ میں یہاں پر مدحِ مصطفیٰ ﷺ کے پہلو سے صرفِ نظر کرتے ہوئے دشمنانِ دین کی ہجو (اور گستاخِ رسول) ان کی مذمت کے پہلو روشن کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ مدحِ مصطفیٰ ﷺ کے پہلو پر دانشوروں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ دشمنانِ دین کی مذمت اور ان کی ہرزہ سرائی کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی مایہ ناز

تصنیف ''مدارج النبوت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور ارشاد فرمایا حق تبارک وتعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت وقدرت بخشے اسے چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور حضور اکرم ﷺ کے دشمنوں کی مذمت میں کوتاہی نہ کرے اس لئے کہ سب سے بہترین عمل یہی ہے''۔

۱۶

ملاحظہ ہو حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے کلام سے ان اشعار کا ایک انتخاب جو دشمنانِ دین اور گستاخانِ رسول ﷺ کی ہجو و مذمت میں ہیں ۱۷

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنّت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنّت رسول اللہ کی

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی؟

نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی؟ ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

۱۸

مؤمن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

۱۹

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

۲۰

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے
رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

۲۱

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے
ساتھ لے لو مجھے میں مجرم ہوں
راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے

۲۲

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

۲۳

سنیو! ان سے مدد مانگنے جاؤ
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

۲۴

ذیابٌ فی ثیابٌ لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلامِ ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

۲۵

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروّت کیجئے

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کی عادت کیجئے
مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام
جانِ کافر پر قیامت کیجئے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہہ
ہاں شفاعت بالوجاہت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ رسول
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے
بیٹھتے اٹھتے حضور پاک سے
التجاء و استعانت کیجئے
یارسول اللہ دہائی آپ کی
گوشمالی اہل بدعت کیجئے

۲۶

بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم
نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے
تف نجدیت کفر نہ اسلام، سب پہ حرف
کافر اِدھر کی ہے نہ اُدھر کی، اُدھر کی ہے
ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو!
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے
حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے
بے اُن کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

۲۷

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے
یہ ہے دین کی تفویت اس کے گھر یہ مستقیم صراط شر
جو شقی کے دل میں ہے گاؤ خر تو زبان پہ چوڑھا چمار ہے
وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجودی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے
وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

۲۸

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے
یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
یا غرض سے چھٹ کے محض ذکر کو
نامِ پاک ان کا جپا پھر تجھ کو کیا
بے خودی میں سجدۂ در یا طواف
جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا
ان کو تملیک ملیک الملک سے
مالکِ عالم کہا پھر تجھ کو کیا
ان کے نام پاک پر دل، جان و مال
نجدیا سب تجدیا پھر تجھ کو کیا
یا عبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے
اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کیا

دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا

لایعُوْدُون آگے ہوگا بھی نہیں
تو الگ ہے دائما پھر تجھ کو کیا

دشتِ گرد و پیشِ طیبہ کا ادب
مکہ سا تھا یا سوا پھر تجھ کو کیا

نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی
یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں
ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبدِ مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

تیری دوزخ تو کچھ چھینا نہیں
خلد میں پہنچا رضاؔ پھر تجھ کو کیا

۲۹

مدینہ جانِ جناں و جہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنونِ جنا سوئے زاغ لے کے چلے

گلہ نہیں ہے مریدِ رشیدِ شیطاں سے
کہ اس کے وسعتِ علمی کا لاغ لے کے چلے

ہر ایک اپنے بڑے کی بڑائی کرتا ہے
ہر ایک مغبچہ مغ کا ایاغ لے کے چلے

مگر خدا پہ جو دھبہ دروغ کا تھوپا
یہ کس لعیں کی غلامی کا داغ لے کے چلے

وقوعِ کذب کے معنی درست اور قدوس
ہیئے کی پھوٹے عجب سبز باغ لے کے چلے

جہاں میں کوئی بھی کافر سا کافر ایسا ہے
کہ اپنے رب پہ سفاہت کا داغ لے کے چلے

پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے

خبیث بہر خبیثہ خبیثہ بہر خبیث
کہ ساتھ جنس کو باز و کلاغ لے کے چلے

جو دین کوؤں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
کلاغ لے کے چلے یا الاغ لے کے چلے

۳۰

یوں تو حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی شاعری کے حوالے سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ آپ کے کلام کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ کیا جا چکا ہے، آپ کے کلام کے ادبی و فنی محاسن اجاگر کئے جا چکے ہیں، آپ کے کلام کی شرحیں لکھی جا چکی ہیں مگر اس کے باوجود بھی تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ زیادہ تر لوگوں نے ایک ہی روش اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ ایک ہی مفہوم اور بات کو بار بار دہرایا ہے جب کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کوشش کر کے کچھ نئے گوشوں کو اجاگر کرنا چاہیے۔ راقم نے ۱۹۹۸ء میں ایک مقالہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مجموعۂ کلام ''الاستمداد'' پر قلم بند کیا تھا۔ جو پاکستان میں مجلہ معارفِ رضا اور ہندوستان میں ماہنامہ کنز الایمان دہلی میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ جس کو راقم نے امام احمد رضا کے مجموعۂ کلام کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا اور اس میں درج نعتِ پاک کی خوبیوں پر بھرپور روشنی ڈالی تھی۔ آج امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ حوالے سے بہت سے ایسے گوشے ہیں جو اربابِ علم و فضل کی توجہ کے طالب ہیں۔ دانشوروں کو ان کی جانب متوجہ ہو کر ان کی خوبیوں کو روشن کرنا چاہیے۔ آج میری فکر کا خصوصی موضوع امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے وہ کلام ہیں جن کو آپ نے دشمنانِ دین کی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں کہے ہیں جیسا کہ اس کے حوالے سے آپ کے نعتیہ دیوان'' حدائق بخشش'' سے منتخب اشعار کی اچھی خاصی تعداد پیش کی گئی۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' حصہ دوم کے آخر میں ایک ''مثنوی ردّ امثالیہ'' کے نام سے تحریر کی ہے جس

کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جس وقت اس مثنوی کو تحریر فرمایا ہے اس وقت دشمنانِ دین کی یاوہ گوئی سے آپ پریشاں خاطر تھے اور آپ کا دل درد سے تڑپ رہا تھا ملاحظہ ہو "مثنوی ردّ امثالیہ" سے چند اشعار کا انتخاب ۔

گریہ کن بلبلا از رنج و غم
چاک کن اے گریباں از الم

ترجمہ:۔اے بلبل تو جو پھولوں کی رعنائی سے مست نشاط ہو کر نغمہ سرائی کررہی ہے تجھے خبر ہے کہ باغِ عالم کے یکتا پھول آمنہ کے لال کے ساتھ کیا ہوا۔لوگوں نے اپنی خواہشِ نفسانی کو دین بنالیا ہے ۔اور حضور اکرم ﷺ کی ہمسری کا دعویٰ کررہے ہیں۔

سنبلا از سینہ بر کش آہ سرد
اے قمر از فرطِ غم شو رُوئے زرد

ترجمہ:۔اے سنبل تو بھی اپنے سینے سے سرد آہ کھینچ تو بھی سوائے رونے کے اور کوئی بات مت کر۔

چہرہ سرخ از اشک خونی ہر گلیست
خوں شواے غنچہ زمان خندہ نیست

ترجمہ:۔ ہر پھول کا چہرہ اپنے خونیں آنسوؤں کی وجہ سے سرخ ہے تو اے کلی تو بھی سراپا خون ہو جا اب ہنسنے کا زمانہ نہیں ہے۔

پارہ شو اے سینۂ مہ ہم چو من
داغ شو اے لالۂ خونیں کفن

ترجمہ:۔اے چاند کے سینے تو بھی میرے سینے کی طرح پارہ پارہ ہو جا اے خونین کفن پہننے والے لالے تو بھی سراپا داغ بن جا۔

خرمنِ عیشت بسوز اے برق تیز
اے زمیں سب فرقِ خود خاکے بریز

ترجمہ:۔اے تیز بجلی تو بھی اپنے خرمنِ عیش کو جلادے اور اے زمین تو بھی اپنے سر پر خاک ڈال اور میری شریکِ غم ہو جا۔

آفتابا آتشِ غم بر فروز
شب رسید اے شمعِ روشن خوش بسوز

ترجمہ:۔اے آفتاب تو بھی آتشِ غم کو اور بھڑکا اور اے شمعِ روشن رات ہوگئی اب تو اور اچھی طرح جل۔

ہم چو ابر اے بحر در گریا بجوش
آسمانا جامۂ ماتم بپوش

ترجمہ:۔اے سمندر تو بھی ابر کی طرح گریا وزاری کے طوفان اٹھا اور اے آسمان تو بھی ماتمی لباس پہن لے۔

خشک شو قلزم از فرطِ بکا
جوش زن اے چشمۂ چشم ذکا

ترجمہ:۔اے سمندر تو روتے روتے خشک ہو جا اور اے سورج تو بھی جوش مار۔

کن ظہور اے مہدیٔ عالی جناب
بر زمیں آ عیسیٔ گردوں قباب

ترجمہ:۔اے حضرت امام مہدی علیہ السلام اب آپ کے تشریف لانے کا وقت آچکا ہے اور اے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے نزولِ اجلال فرمانے کا بھی وقت آچکا ہے۔یعنی وہ تمام علامتیں اور نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور تمام وہ خرابیاں زمانے میں پھیل چکی ہیں جن کے پائے جانے پر آپ کی تشریف آوری کی پیش گوئی کی گئی ہے۔اس کے بعد حضرت امام احمد رضا نے اپنے مقصد پر آگئے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ۔

آں یکے گویاں محمد ﷺ آدمی است
چوں من ودر وحی اور بر تریت
جز رسالت نیست فرقے درمیاں
من برادر خورد با شم او کلاں

ترجمہ:۔فرماتے ہیں کہ باطل فرقوں میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہماری ہی طرح ایک آدمی اور بشر ہیں اور ہم پر ان کو وحی کی وجہ سے برتری حاصل ہے۔یعنی رسالت کے سوا ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے ہم چھوٹے بھائی اور وہ بڑے بھائی (نعوذ باللہ) لہذا ہم کو ان کا بڑے بھائی جیسا ادب کرنا چاہیے۔اس کے بعد حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے ان فرقہ باطلہ کی خوب خوب خبر لی ہے اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کے پہلو کو روشن کرتے ہوئے آپ نے درج ذیل شعر پر اس مثنوی کو ختم ختم فرمادیا ہے۔

چوں فتاواز روزنِ دل آفتاب
ختم شد واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ:۔جب دل کے روزن سے آفتاب کی کرنیں پھوٹ نکلیں اور انوار معانی سے دل منور ہو گئے تو مثنوی بھی ختم ہو گی۔اور اللہ تعالیٰ حق و صواب کو زیادہ جاننے والا ہے۔ ۳۳

مآخذ و مراجع

۱:۔علامہ اقبال۔پروفیسر شریف المجاہد قائد اعظم اکادمی کراچی ص ۲۵
۲:۔ایضاً ص ۳۵
۳:۔کلیاتِ اقبال۔اقبال اکادمی۔لاہور ص ۵۲۸
۴:۔فن شاعری اور حسان الہند۔علامہ عبدالستار ہمدانی مرکز اہلسنت پوربندر گجرات
۵:۔معارف رضا شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ادارہ تحقیقاتِ احمد رضا کراچی ص ۶۸
۶:۔معارف رضا شمارہ نہم ۱۹۹۶ء ادارہ تحقیقاتِ احمد رضا کراچی ص ۶۱
۷:۔حدائق بخشش دوم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۱۳۲
۸:۔حدائق بخشش اول امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۵۵
۹:۔مدارج النبوۃ جلد دوم (اردو ترجمہ) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ادبی دنیا دہلی ص ۱۰۱۸
۱۰:۔نعتیہ ادب جز و اول (عربی زبان میں) شریف احمد خاں (ریسرچ اسکالر الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد) ص ۹۹۔۱۰۰
۱۱:۔مدارج النبوۃ جلد دوم (اردو ترجمہ) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ادبی دنیا دہلی ص ۱۰۱۱،۱۰۱۲
۱۲:۔کنزالایمان ترجمۃ القرآن مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۶۱۲
۱۳:۔حدائق بخشش دوم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۸۷
۱۴:۔حدائق بخشش اول امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۶۶
۱۵:۔ایضاً ص ۵۹
۱۶:۔مدارج النبوۃ جلد دوم (اردو ترجمہ) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ادبی دنیا دہلی ص ۱۰۱۲
۱۷:۔حدائق بخشش اول امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۹۵،۹۶
۱۸:۔ایضاً ص ۶۵
۱۹:۔ایضاً ص ۹۰
۲۰:۔ایضاً ص ۹۹
۲۱:۔ایضاً ص ۱۰۰
۲۲:۔ایضاً ص ۱۰۱
۲۳:۔ایضاً ص ۱۰۰
۲۴:۔ایضاً ص ۱۰۲
۲۵:۔ایضاً ص ۱۲۰
۲۶:۔ایضاً ص ۲۴،۲۵
۲۷:۔ایضاً ص ۱۳۰،۱۳۱
۲۸:۔ایضاً ص ۸۴
۲۹:۔حدائق بخشش دوم امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۸۷،۸۸
۳۰:۔ایضاً ص ۹۱،۹۲
۳۱:۔ایضاً ص ۱۲۳
۳۲:۔ ایضاً ص ۱۲۴
۳۳:۔ایضاً ص ۱۳۳

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت شیخ الاسلام والمسلمین مجدد دین وملّت امام عشق ومحبت

حضرت مولانا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ

کی تصانیفِ جلیلہ کے نام (باعتبار حروف تہجی)

مرتب: سید وجاہت رسول قادری

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱	۱	الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل سنہ ۱۳۲۰ھ
۲	۲	ارتفاع الحجب عن وجوہ قرأت الجنب سنہ ۱۳۲۰ھ
۳	۳	اجلی الاعلام ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام سنہ ۱۳۳۴ھ
۴	۴	ایذان الاجرفی اذان القبر سنہ ۱۳۰۷ھ
۵	۵	اجتناب العمال عن فتاویٰ الجهال سنہ ۱۳۱۶ھ
۶	۶	انهار الانواء ومن یم صلاۃ الاسرار سنہ ۱۳۰۵ھ
۷	۷	ازهار الانواء من صبا صلاۃ الاسرار سنہ ۱۳۰۵ھ
۸	۸	اوفی اللمعه فی اذان یوم الجمعه سنہ ۱۳۲۰ھ
۹	۹	اتیان الارواح لدیار هم بعد الرواح سنہ ۱۳۲۲ھ
۱۰	۱۰	اعزالاکتناہ فی ردّصدقة مانع الزکوٰۃ سنہ ۱۳۰۹ھ
۱۱	۱۱	افصح البیان فی حکم مزارع هندوستان سنہ ۱۳۱۸ھ
۱۲	۱۲	ازکی الاهلال بابطال مااحدث الناس فی امر الهلال سنہ ۱۳۰۵ھ
۱۳	۱۳	الاعلام بحال ابخور فی الصیام سنہ ۱۳۱۵ھ
۱۴	۱۴	انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ سنہ ۱۳۲۹ھ
۱۵	۱۵	ازالةالعادر بحجر الکرائم عن کلاب النار سنہ ۱۳۱۶ھ
۱۶	۱۶	اطائب التهانی فی النکاح الثانی سنہ ۱۳۱۲ھ
۱۷	۱۷	آکد التحقیق بباب التعلیق سنہ ۱۳۲۲ھ
۱۸	۱۸	انصح الحکومة فی فصل الخصوہ سنہ ۱۳۳۲ھ
۱۹	۱۹	اجود القریٰ لطالب الصحة فی اجارۃ القری سنہ ۱۳۰۲ھ
۲۰	۲۰	انفس الفکر فی قربان البقر سنہ ۱۲۹۸ھ
۲۱	۲۱	اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین سنہ ۱۳۰۵ھ
۲۲	۲۲	اطائب الصّیب علیٰ ارض الطّیب سنہ ۱۳۱۹ھ
۲۳	۲۳	انوارالانتباہ فی حلّ نداء یارسول الله سنہ ۱۳۰۴ھ
۲۴	۲۴	اقامة القیامه علیٰ طاعن القیام لنبیّ تہامه سنہ ۱۲۹۹ھ
۲۵	۲۵	انباء المصطفیٰ بحال سرّواخفی سنہ ۱۳۱۸ھ
۲۶	۲۶	اذاحة العیب بسیف الغیب سنہ ۱۳۳۰ھ
۲۷	۲۷	ازاحة جوامح الغیب عن ازاحة الغیب سنہ ۱۳۲۶ھ
۲۸	۲۸	ابرار المجنون من انتهاکه علم المکنون سنہ ۱۳۲۳ھ
۲۹	۲۹	انباء الحیّ انّ کلامه المصون تبیان لکل شیئی سنہ ۱۳۲۶ھ
۳۰	۳۰	اخبار یہ کی خبر گیری سنہ ۱۳۰۷ھ
۳۱	۳۱	ألامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء سنہ ۱۳۱۱ھ
۳۲	۳۲	اجلال جبرنیل بجعله خادماللمحبوب الجلیل سنہ ۱۲۹۸ھ
۳۳	۳۳	الاهلال بفیض الاولیاء بعد الوصال سنہ ۱۳۰۳ھ
۳۴	۳۴	ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال سنہ ۱۳۰۸ھ
۳۵	۳۵	الامر باحترام المقابر سنہ ۱۲۹۸ھ
۳۶	۳۶	الاحادیث الروایه لمدح الامیر المعاویه سنہ ۱۳۱۳ھ
۳۷	۳۷	اعتقادالاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب سنہ ۱۲۹۸ھ
۳۸	۳۸	اذان من الله لقیام سنة نبی الله سنہ ۱۳۳۲ھ
۳۹	۳۹	اعلام الاعلام بان هندوستان دارالاسلام سنہ ۱۳۰۶ھ
۴۰	۴۰	ادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه سنہ ۱۳۰۶ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۴۱	۴۱	اعالی الافادہ فی تعزیۃ الهندوبیان الشہادہ ۱۳۲۱ھ
۴۲	۴۲	اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ۱۳۱۰ھ
۴۳	۴۳	امام الکام فی قرأت خلف الامام ـــھ
۴۴	۴۴	الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد (منظوم) ۱۳۳۷ھ
۴۵	۴۵	اول من صلی الصلوٰت الخمسہ ۱۳۱۰ھ
۴۶	۴۶	احسن المقاصد فی بیان ماتنزہ عنہ المساجد ۱۳۰۵ھ
۴۷	۴۷	اهلاک الوهابین علیٰ توهین قبور مسلمین ۱۳۲۲ھ
۴۸	۴۸	الاحلی من السکر لطلبۃ شکر دروسر ۱۳۰۳ھ
۴۹	۴۹	اجلی نجوم رجم بر ایڈیٹر النجم ۱۳۱۷ھ
۵۰	۵۰	ازین کافل لحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل ۱۳۰۵ھ
۵۱	۵۱	ارادۃ الادب لفاضل النسب ۱۳۲۹ھ
۵۲	۵۲	احکام الاحکام فی التناول مِن یدِ مَن ماله حرام ۱۲۹۷ھ
۵۳	۵۳	انوار الحکم فی معافی میعاد استجب لکم ۱۳۰۶ھ
۵۴	۵۴	اسهل الکتب فی جمیع المنازل ۱۳۲۸ھ
۵۵	۵۵	اکمل البحث علیٰ اهل حدث ۱۳۲۱ھ
۵۶	۵۶	الاسد الصؤل علی اجتهاد الطّرار الجهول ۱۳۰۳ھ
۵۷	۵۷	احسن الجلوه فی تحقیق المیل والزراع والفرسخ والفلوه ۱۳۰۰ھ
۵۸	۵۸	اجوبۃ الرضویہ للمسائل ۱۳۲۲ھ
۵۹	۵۹	اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر ۱۳۲۰ھ
۶۰	۶۰	افتاء حرمین کاتازہ عطیہ ۱۳۲۸ھ
۶۱	۶۱	احکام شریعت جلد اول ۱۳۲۰ھ
۶۲	۶۲	امور عشرین در امتیاز عقائد سنّیین ۱۳۱۸ھ
۶۳	۶۳	اطائب الاکسیر فی علم التکسیر ۱۲۹۷ھ
۶۴	۶۴	احکام شریعت جلد دوم ۱۳۲۰ھ
۶۵	۶۵	اکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ ۱۳۱۲ھ
۶۶	۶۶	انتصار الهدٰی من شعوب الهویٰ ۱۳۱۲ھ
۶۷	۶۷	انباء الحذاق بمسالک النّفاق ۱۳۰۹ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۶۸	۶۸	الاشکال الاقلیدس لنکس اشکال اقلیدس ۱۳۰۶ھ
۶۹	۶۹	احکام شریعت جلد سوم ۱۳۲۰ھ
۷۰	۷۰	الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البهیہ ۱۳۲۳ھ
۷۱	۷۱	الانجب الانیق فی طرق التعلیق ۱۳۱۹ھ
۷۲	۷۲	اصلاح النظیر ۱۳۲۱ھ
۷۳	۷۳	الاسئلۃ الفاضلہ علی الطواف الباطلہ ۱۳۱۳ھ
۷۴	۷۴	اضافۃ الطلاق ـــھ
۷۵	۷۵	اظهار الحق الجلی ۱۳۲۰ھ
۷۶	۷۶	ابجل الابداع فی حدّ الرضاع ۱۳۱۸ھ
۷۷	۷۷	ازکی البهافی قوۃ الکواکب وضعفها ۱۳۲۵ھ
۷۸	۷۸	اشتهارات خمسہ ۱۳۱۳ھ
۷۹	۷۹	الفقہ المجاربۃ عن حلف الطالب عمّن طلب المواثبۃ ۱۳۲۱ھ
۸۰	۸۰	النجح الجد فی حفظ المسجد ۱۳۱۶ھ
۸۱	۸۱	اقمار الانشرح لحقیقۃ الاصباح ۱۳۱۹ھ
۸۲	۸۲	اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا ۱۳۱۹ھ
۸۳	۸۳	اعلام الصحابۃ المدافقین الامیر معاویہ وام المؤمنین ۱۳۱۲ھ
۸۴	۸۴	الاصناف فی احکام الاوقات ـــھ
۸۵	۸۵	الآمامۃ القامنہ لکفریات الملاطفہ ۱۳۲۱ھ
۸۶	۸۶	انجاء البری عن وسواس المفتری ۱۳۱۲ھ
۸۷	۸۷	استخراج تقویمات کواکب ـــھ
۸۸	۸۸	اتعاف العلی بشُکر فکر السنبلی ـــھ
۸۹	۸۹	الزمزمۃ القمریۃ فی الذّب عن الخمریۃ ـــھ
۹۰	۹۰	استنباۃ الاوقات ـــھ
۹۱	۹۱	استخراج وصول قمر بر راس ـــھ
۹۲	۹۲	الاجازات المتینہ لعلماء مکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ
۹۳	۹۳	الافادات الرضویہ فی اصول الحدیث ـــھ
۹۴	۹۴	احیاء القلب المیت بنشر فضائل اهل البیت ـــھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۹۵	۹۵	انوار المنان فی توحید القرآن ۱۳۳۰ھ
۹۶	۹۶	اشد الباس علیٰ عابد الخناس ۱۳۲۸ھ
۹۷	۹۷	اظلال المسحابۃباحوال الصحابۃ سنہ ھ
۹۸	۹۸	اذاقۃ الاثام لمانع عمل الموالد والقیام ۱۳۱۱ھ
۹۹	۹۹	ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری ۱۳۳۱ھ
۱۰۰	۱۰۰	آمال الابرار وآلام الاشرار ۱۳۱۸ھ
۱۰۱	۱۰۱	ابحاث اخیرہ ۱۳۲۸ھ
۱۰۲	۱۰۲	اضافات الاضافات ۱۳۲۳ھ
۱۰۳	۱۰۳	احکام شریعت حصّہ چہارم ۱۳۲۰ھ
۱۰۴	۱۰۴	ایجاب النکیر
۱۰۵	۱۰۵	اقام الموانیۃ

ب

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱۰۶	۱	بارق النور فی مقادیر ماء الطہور ۱۳۰۷ھ
۱۰۷	۲	برکات السماء فی حکم الاسراف الماء ۱۳۲۷ھ
۱۰۸	۳	باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ
۱۰۹	۴	بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ العید ۱۳۱۱ھ
۱۱۰	۵	بریق المنار بشموع المزار ۱۳۳۱ھ
۱۱۱	۶	البدور الاجہ فی امور الاہلہ ۱۳۰۴ھ
۱۱۲	۷	البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل ۱۳۰۵ھ
۱۱۳	۸	البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص ۱۳۰۵ھ
۱۱۴	۹	برکات الامداد لاہل الاستمداد ۱۳۰۱ھ
۱۱۵	۱۰	بذل الصنابعبد المصطفیٰ ۱۳۰۰
۱۱۶	۱۱	باب غلام مصطفیٰ ۱۳۰۵ھ
۱۱۷	۱۲	بدر الانوارفی آداب الآثار ۱۳۲۶ھ
۱۱۸	۱۳	البشریٰ العاجلہ من تحف آجلہ ۱۳۰۰ھ
۱۱۹	۱۴	برأت نامہ انجمن اسلامیہ بانس بریلی ۱۳۰۶ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱۲۰	۱۵	البارقۃ الشارقۃعلیٰ المارقۃ المشارقۃ ۱۳۲۶ھ
۱۲۱	۱۶	البارقۃ اللّمعاہ فی سُود من نطق یکفرطوعًا ۱۳۰۴ھ
۱۲۲	۱۷	بارشِ بہاری برصدف بہاری ۱۳۱۵ھ
۱۲۳	۱۸	بوارق تلوح من حقیقۃ الروح ۱۳۱۱ھ
۱۲۴	۱۹	بعض مکاتب حضرت مجدّد ۱۳۳۷ھ
۱۲۵	۲۰	البرق المخیب علیٰ بقاع طیب ۱۳۲۰ھ
۱۲۶	۲۱	بشیل مژدہ آراو کیفرِ کفران نصاریٰ ۱۳۲۰ھ
۱۲۷	۲۲	البرہان القویم علی العرض و التقویم ۱۳۲۵ھ
۱۲۸	۲۳	البدور فی اوج المجذور ۱۳۲۳ھ
۱۲۹	۲۴	بعض مکاتیب حضرت مجدد ۱۳۳۶ھ
۱۳۰	۲۵	بحارِ تصدیقات مدینہ ۱۳۲۵ھ
۱۳۱	۲۶	برکات مدینہ ازعمدہ شافعیہ ۱۳۲۵ھ

ت

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱۳۲	۱	تنویر القندیل فی اوصاف المندیل ۱۳۲۴ھ
۱۳۳	۲	تبیان الوضوء ۱۳۱۴ھ
۱۳۴	۳	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب ۱۳۲۰ھ
۱۳۵	۴	التبصیر المنجد بانّ صحن المسجد مسجد ۱۳۰۷ھ
۱۳۶	۵	تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ ۱۳۰۷ھ
۱۳۷	۶	تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلوٰۃ والصیام ۱۳۱۶
۱۳۸	۷	تجویز الرّد عن تزویج الابعد ۱۳۱۵
۱۳۹	۸	تجلیہ السلم فی مسائل عن نصف آلعلم ۱۳۲۱ھ
۱۴۰	۹	التجیر بباب التدبیر ۱۳۰۵ھ
۱۴۱	۱۰	تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۱۲۹۲ھ
۱۴۲	۱۱	تجلی الیقین بانّ نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ
۱۴۳	۱۲	تلالوا لافلاک بجلال حدیث لولاک ۱۳۰۵ھ
۱۴۴	۱۳	تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ عن وصمۃ عہدالجاہلیہۃ ۱۳۱۲ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱۴۵	۱۴	تیسر الماعون للسکن فی الطاعون ۱۳۲۵ھ
۱۴۶	۱۵	التلطف بجواب مسائل التصوّف ۱۳۱۲ھ
۱۴۷	۱۶	تمهید ایمان بآیات القرآن ۱۳۲۶ھ
۱۴۸	۱۷	التحریر الجید فی حق المسجد ۱۳۱۵ھ
۱۴۹	۱۸	تدبیر فلاح ونجات واصلاح ۱۳۳۱ھ
۱۵۰	۱۹	تسهیل تعدیل ۱۳۲۹ھ
۱۵۱	۲۰	تاج توقیت ۱۳۲۰ھ
۱۵۲	۲۱	ترجمة الفتویٰ وجه عدم البلویٰ ۱۳۱۷ھ
۱۵۳	۲۲	تلخیص علم مثلث کروی ـــ ھ
۱۵۴	۲۳	تبویب الاشباه والنظائر ـــ ھ
۱۵۵	۲۴	تحقیقات سال مسیحی ـــ ھ
۱۵۶	۲۵	التاج المکلل فی انارة مدلول کان یفعل ۱۳۰۳ھ
۱۵۷	۲۶	تبلیغ الکلام الی درجة الکمال فی تحقیق رساله المصدر والانمال ۱۳۲۸ھ
۱۵۸	۲۷	ترجمه قواعد ناثیکل المنک ۱۳۲۹ھ
۱۵۹	۲۸	تفسیر سورة والضحیٰ ـــ ھ
۱۶۰	۲۹	تفسیر باء بسم الله ـــ ھ
۱۶۱	۳۰	تعبیر خواب وهوائے حباب ۱۳۲۳ھ
۱۶۲	۳۱	تعبیر اسمٰعیل درنحر اباطیل ۱۳۳۶ھ
۱۶۳	۳۲	تفسیر بر کنز الایمان (عربی) ۱۳۳۳ھ
۱۶۴	۳۳	التعلیقات علی الزیج الایلنمانی ۱۳۱۱ھ
۱۶۵	۳۴	التعلیقات علی الزیج الاجد ـــ ھ
۱۶۶	۳۵	تحبیر الحبر بفهم الجبر ۱۳۲۹ھ
۱۶۷	۳۶	ترجمة الفتویٰ سالبة الاهواء ۱۳۱۷ھ
۱۶۸	۳۷	تصدیقات الحرام ۱۳۱۷ھ
۱۶۹	۳۸	تعالی السبوح
۱۷۰	۳۹	تحفه الاخوان
۱۷۱	۴۰	تحقیقات قادریه

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱۷۲	۴۱	تدویر الکواکب وتعدیل الایام
		ث
۱۷۲	۱	ثلج الصدر لایمان القدر ۱۳۲۵ھ
۱۷۳	۲	الثواقب الرضویه علی الکواکب الدریه ۱۳۲۲ھ
		پ
۱۷۴	۱	پرده درامر تسری ۱۳۲۶ھ
۱۷۵	۲	پیکان جان گداز برجان مکذبان بے نیاز ۱۳۲۷ھ
		ج
۱۷۶	۱	الجود الحلو فی ارکان الوضوء ۱۳۲۴ھ
۱۷۷	۲	البحد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ
۱۷۸	۳	جمان التاج فی بیان الصلوة قبل المعراج ۱۳۱۶ھ
۱۷۹	۴	الجام الصاد عن سنن الضاد ۱۳۱۷ھ
۱۸۰	۵	جلی الصوت لنهی الدعوت امام الموت ۱۳۱۰ھ
۱۸۱	۶	جمل النور فی نهی النساء عن زیارة القبور ۱۳۳۹ھ
۱۸۲	۷	الجوهر الثمین فی علل نازلة الیمین ۱۳۳۰ھ
۱۸۳	۸	جوّال العلو لتبیین الخلو ۱۳۳۶ھ
۱۸۴	۹	الجلاء الکامل کعین قشاة الباطل ۱۳۲۶ھ
۱۸۵	۱۰	جزاء الله عدوه باباء ختم النبوه ۱۳۱۷ھ
۱۸۶	۱۱	جوابهائے ترکی به ترکی ۱۲۹۲ھ
۱۸۷	۱۲	الجزاء المهیّا لغلمة کنهیّا ۱۳۲۰ھ
۱۸۸	۱۳	جمع القرآن وبم عزوه بعثمان ۱۳۲۲ھ
۱۸۹	۱۴	جد الممتار علی در المحتار ۱۳۲۶ھ (جلد اوّل)
۱۹۰	۱۵	جد الممتار علی درالمحتار (جلد دوم) ۱۳۲۶ھ
۱۹۱	۱۶	الجبل الثانوی علی کلیة التهانوی ۱۳۳۷ھ
۱۹۲	۱۷	جمل مجلیه انّ المکروه تنزیهاً لیس بمعصیة ۱۳۰۴ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱۹۳	۱۸	جمال الاجمال لتوقیت حکم الصلوٰۃ فی النعال ۱۳۰۳ھ
۱۹۴	۱۹	جد الممتار علی ردِ المحتار (جلد سوم) ۱۳۲۶ھ
۱۹۵	۲۰	الجداول الرضویہ للمسائل الجفریہ ۱۳۲۲ھ
۱۹۶	۲۱	الجرح الوالج فی بطن الخوارج ۱۳۰۵ھ
۱۹۷	۲۲	الجوھر الثمین فی ماتنعقد بہ الیمین ۱۳۱۹ھ
۱۹۸	۲۳	جادۃ الطلوع و المُمَر للسیارۃ والنجوم والقمر ۱۳۲۵ھ
۱۹۹	۲۴	جمیل ثناء الائمہ علیٰ علم سراج الامۃ ۱۳۱۲ھ
۲۰۰	۲۵	جد اول الریاضی ۱۳۱۹ھ
۲۰۱	۲۶	جالب الجنان فی رسم احرف من القرآن ۱۳۲۲ھ
۲۰۲	۲۷	الجائفہ علیٰ تہافۃ الملاطفہ ۱۳۲۳ھ
۲۰۳	۲۸	الجفر الجامع ۱۳۳۲ھ
۲۰۴	۲۹	جد اول اوقات ۱۳۰۶ھ
۲۰۵	۳۰	جلی النص فی اماکن الرخص ۱۳۳۷ھ
۲۰۶	۳۱	جدول برائے جنتری شصت سالہ سنہ
۲۰۷	۳۲	الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ ۱۳۲۰ھ
۲۰۸	۳۳	جہل الوارۃ
۲۰۹	۳۴	جدول ضرب ۱۳۲۸ھ
۲۱۰	۳۵	الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اللبن ۱۳۲۰ھ
۲۱۱	۳۶	جد الممتار علی در المحتار (چہارم جلد) ۱۳۲۶ھ
۲۱۲	۳۷	الجسم الثانوی
۲۱۳	۳۸	الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی ۱۳۴۰ھ
		ح
۲۱۴	۱	حسن التعمم لبیان حد التیمم ۱۳۲۵ھ
۲۱۵	۲	حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ
۲۱۶	۳	الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکعن ۱۳۰۸ھ
۲۱۷	۴	الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ ۱۳۰۷ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۲۱۸	۵	حیات الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ
۲۱۹	۶	حجب العوار عن مخدوم بہار ۱۳۳۹ھ
۲۲۰	۷	حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان ۱۳۰۷ھ
۲۲۱	۸	الحلیۃ الاسماء لحکم بعض الاسماء ۱۳۲۰ھ
۲۲۲	۹	حک العیب فی حرمت تسوید الشیب ۱۳۰۷ھ
۲۲۳	۱۰	حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ
۲۲۴	۱۱	الجلی الحسن فی حرمت ولد اللبن ۱۳۲۰ھ
۲۲۵	۱۲	الحلاوۃ والتلاوۃ فی کلم توجب سجود التلاوۃ ۱۳۰۶ھ
۲۲۶	۱۳	حسن البراعۃ فی تنقید الجماعۃ ۱۲۹۹ھ
۲۲۷	۱۴	الحق المجتلی فی دکم المبتلی ۱۳۳۴ھ
۲۲۸	۱۵	حکم رجوع من ولّی فی نفقہ العرس والجہاد والحلّی ۱۳۰۷ھ
۲۲۹	۱۶	حلّ خطاء خط ۱۲۸۸ھ
۲۳۰	۱۷	حدائق بخشش حصّہ اول ،دوم ،سوم ۱۳۳۵ھ
۲۳۱	۱۸	حق الاحقاق فی حادثۃ من نوازل الطلاق ۱۳۱۲ھ
۲۳۲	۱۹	حلّ المعادلات لقوی المکبعات ۱۳۲۵ھ
۲۳۳	۲۰	حمائد فضل رسول ۱۳۰۰ھ
۲۳۴	۲۱	حل سادا تھا درجہ سوّم سنہ
۲۳۵	۲۲	حق کی فتح مبین سنہ
۲۳۶	۲۳	حاسم المفتری
		خ
۲۳۷	۱	خالص الاعتقاد ۱۳۲۸ھ
۲۳۸	۲	خدا کو کس نے پہچانا ۱۳۰۹ھ
۲۳۹	۳	خیر الآمال فی حکم الکسب والسؤال ۱۳۱۸ھ
۲۴۰	۴	خاصم المفتری علی السیّد البری ۱۳۲۸ھ
۲۴۱	۵	خلص فوائد فتوٰی ۱۳۱۷ھ
۲۴۲	۶	خلاصہ فوائد فتاویٰ ۱۳۲۴ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۲۴۳	۷	الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعۃ سنہ ھ
		ج
۲۴۴	۱	چابک لیث براھل حدیث ۱۳۲۶ھ
		د
۲۴۵	۱	الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان ۱۳۳۴ھ
۲۴۶	۲	درء القبح عن درک وقت الصبح ۱۳۲۶ھ
۲۴۷	۳	دامان باغ سبحٰن السبوح ۱۳۲۴ھ
۲۴۸	۴	الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ ۱۳۲۳ھ
۲۴۹	۵	دوام العیش فی الائمۃ من القریش
۲۵۰	۶	دفع زیغ وزاغ ملقب بہ رامی زاغیان ۱۳۲۰ھ
۲۵۱	۷	الدّر المکنون والجوھر الصّیون ۱۳۰۳ھ
۲۵۲	۸	دفعہ الباس علیٰ جاحد الفاتحۃ والفلق والناس ۱۳۲۲ھ
۲۵۳	۹	الدلائل القاھرہ ۱۳۲۰ھ
۲۵۴	۱۰	دوافع الحمیر ۱۳۴۰ھ
۲۵۵	۱۱	دافع الفساد عن مراد آباد ۱۳۲۹ھ
		ذ
۲۵۶	۱	ذب الاھواء الواھیہ فی باب امیر معاویہ ۱۳۱۲ھ
۲۵۷	۲	ذیل المدعاء لاحسن الوعا ۱۳۰۶ھ
۲۵۸	۳	الذیل المنوط لرسالۃ النوط ۱۳۲۹ھ
۲۵۹	۴	ذوالفقار سنہ ھ
		ر
۲۶۰	۱	رجب الساحۃ فی میاہ لا یستوی وجھہا وجوفہا فی المساحۃ ۱۳۳۴ھ
۲۶۱	۲	رعایۃ المذھبین فی الدعاء بین الخطبتین ۱۳۱۰ھ
۲۶۲	۳	رادع التعسّف عن الامام ابی یوسف ۱۳۱۸ھ
۲۶۳	۴	رفع العلۃ عن نور الادلۃ ۱۳۰۴ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۲۶۴	۵	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق ۱۳۱۱ھ
۲۶۵	۶	درالرفضۃ ۱۳۲۰ھ
۲۶۶	۷	رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الآثام ۱۳۱۱ھ
۲۶۷	۸	راد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواتساۃ الفقراء ۱۳۱۲ھ
۲۶۸	۹	الرد الناھر علی ذام النھی الحاجز ۱۳۲۶ھ
۲۶۹	۱۰	رسالۃ فی علم الجفر ۱۳۲۸ھ
۲۷۰	۱۱	رعایۃ المنہ فی ان التھجد نفل اوسُنّہ ۱۳۱۲ھ
۲۷۱	۱۲	الرادالاشد البھنی فی ھجر الجماعۃ علی الکنکوھی ۱۳۱۳ھ
۲۷۲	۱۳	رسالہ درعلم لو گار ثم ۱۳۲۵ھ
۲۷۳	۱۴	الرمز الراصف علیٰ سوال مولانا آصف ۱۳۳۹ھ
۲۷۴	۱۵	الرمز المرصف علیٰ سوال مولنا السید آصف ۱۳۳۹ھ
۲۷۵	۱۶	الروض ابتھیج فی آداب التخریج ۱۲۹۹ھ
۲۷۶	۱۷	رد القضاۃ الیٰ حکم الولاۃ ۱۳۲۳ھ
۲۷۷	۱۸	رفیع المدارک فی حکم السوائب وما طرح الممالک ۱۳۱۰ھ
۲۷۸	۱۹	الرائمۃ العنبریہ عن الجمرۃ الحیدریہ ۱۳۲۰ھ
۲۷۹	۲۰	الرسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ ۱۳۲۸ھ
۲۸۰	۲۱	رسالہ جبرو مقابلہ ۱۳۲۵ھ
۲۸۱	۲۲	رویت ہلال رمضان
۲۸۲	۲۳	رسالہ در علم مثلث سنہ ھ
۲۸۳	۲۴	رسالہ در علم تکسیر ۱۳۲۸ھ
۲۸۴	۲۵	رویۃ الھلال سنہ ھ
۲۸۵	۲۶	رسالہ العاد القمر سنہ ھ
۲۸۶	۲۷	رسالہ المنطق سنہ ھ
۲۸۷	۲۸	رسالہ الصبح سنہ ھ
۲۸۸	۲۹	رسالہ علم مثلث کروی سنہ ھ
۲۸۹	۳۰	رویت ہلال کا ضروری فتویٰ سنہ ھ
۲۹۰	۳۱	رفع العروش الخاویہ من ادب الامیر معاویہ سنہ ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۲۹۱		رسالہ عقائد ســـــہ
		ز
۲۹۲	۱	الزهر الباسم فی حرمة الزكوٰة علی بنی هاشم ۱۳۰۷ھ
۲۹۳	۲	الزبدة الزكيه فی تحريم سجود التحيه ۱۳۳۷ھ
۲۹۴	۳	الزلال الانقیٰ من بحر سبقة الاتقیٰ ۱۲۹۹ھ
۲۹۵	۴	زيج الاوقات للصوم والصلوٰت ۱۳۱۹ھ
۲۹۶	۵	الزمزمة القمريه فی الذبّ عن الخمريه ۱۳۰۶ھ
۲۹۷	۶	زهر الصلوٰة من شجرة اكارم الهداة ۱۳۰۵ھ
۲۹۸	۷	زاويه اختلاف المنظر ســـــہ
		س
۲۹۹	۱	سمح الداماء فيما يورث العجز عن نماء ســـــہ
۳۰۰	۲	سرور العيد السعيد فی حل الدعاء بعد صلاة العيد ۱۳۰۷ھ
۳۰۱	۳	سبحٰن السبوح عن عيب كذب مقبوح ۱۳۰۸ھ
۳۰۲	۴	السوء والعقاب علی المسيح الكذاب ۱۳۲۰ھ
۳۰۳	۵	سبل الاصفياء فی حكم الذبح للاولياء ۱۳۱۲ھ
۳۰۴	۶	سلطنت مصطفیٰ فی ملكوت كل الورای ۱۲۹۷ھ
۳۰۵	۷	سلامة لاهل السنة من سيل العناد والفتنة ۱۳۳۲ھ
۳۰۶	۸	سبحٰن القدوس عن تقديس نجس منكوس ۱۳۰۹ھ
۳۰۷	۹	السعی المشكور فی ابداء الحق المهجور ۱۲۹۰ھ
۳۰۸	۱۰	سوارق النساء فی حد المصر والفناء ۱۳۰۰ھ
۳۰۹	۱۱	سلب الثلب عن القائلين بطهارت الكلب ۱۳۱۲ھ
۳۱۰	۱۲	السيوف المنحيفه علیٰ عائب ابی حنيفه ۱۳۱۱ھ
۳۱۱	۱۳	سيف المصطفیٰ علیٰ اديان الافتراء ۱۲۹۹ھ
۳۱۲	۱۴	سل السيوف الهنديه علیٰ كفريات بباء النجديه ۱۳۱۲ھ
۳۱۳	۱۵	ستر جميل فی مسائل السراويل ۱۳۱۲ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۳۱۴	۱۶	سيوف العنوه علی ذمائم الندوه ۱۳۱۵ھ
۳۱۵	۱۷	السنية الانيقه فی فتاوىٰ افريقه ۱۳۳۶ھ
۳۱۶	۱۸	سوالات حقائق نمابر دويس ندوة العلماء ۱۳۱۳ھ
۳۱۷	۱۹	سوالات علماء وجوابات ندوة العلماء ۱۳۱۳ھ
۳۱۸	۲۰	سكين ونوره بر كاكل پريشان ندوه ۱۳۱۷ھ
۳۱۹	۲۱	سر گزشت وماجرائے ندوه ۱۳۱۳ھ
۳۲۰	۲۲	سرّ الاوقات ۱۳۲۰ھ
۳۲۱	۲۳	السهم الشهابی علیٰ خداع الوهابی ۱۳۲۵ھ
۳۲۲	۲۴	سيف ولايتی بر رواهم ولايتی ۱۳۱۶ھ
۳۲۳	۲۵	سياط المدرب علیٰ رقبة المستعرب ۱۳۲۲ھ
۳۲۴	۲۶	ستين ولوگارثم ۱۳۲۳ھ
۳۲۵	۲۷	السيف الصمدانی علی البتهانی والمكرانی ۱۳۳۲ھ
۳۲۶	۲۸	سمع وطاعة لاحاديث الشفاعة ســـــہ
۳۲۷	۲۹	سيف العرفان لدفع حزب الشيطٰن ۱۳۲۹ھ
۳۲۸	۳۰	سلسلة الذهب نافية الارب ۱۳۰۴ھ
۳۲۹	۳۱	سلی الثبوت
		ش
۳۴۴	۱	الشرعية البهيه فی تحديد الوصية ۱۳۱۷ھ
۳۴۵	۲	شمول الاسلام لاصول الرسول الكرام ۱۳۱۵ھ
۳۴۶	۳	الشهابی علیٰ خداع الوهابی ۱۳۲۵ھ
۳۴۷	۴	شفاء الواله فی صور الجيب وفرازه ونعاله ۱۳۱۵ھ
۳۴۸	۵	شمامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر ۱۳۲۷ھ
۳۴۹	۶	شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر ۱۳۳۳ھ
۳۵۰	۷	شرح الحقوق لطرح العقوق ۱۳۰۷ھ
۳۵۱	۸	شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ
۳۵۲	۹	شرح مقامه مذاقيه ۱۳۱۵ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۳۵۳	۱۰	شرح ہدایۃ النحو ۱۳۸۲ھ
		ص
۳۳۰	۱	صیقل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ
۳۳۱	۲	الصافیۃ الموحیہ لحکم جلود الاضحیۃ ۱۳۰۷ھ
۳۳۲	۳	الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی ۱۳۱۳ھ
۳۳۳	۴	صلات الصفافی نور المصطفیٰ ۱۳۲۹ھ
۳۳۴	۵	صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین ۱۳۰۶ھ
۳۳۵	۶	الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم ارحام ۱۳۱۵ھ
۳۳۶	۷	صمصام حدید بر کولی بے قید عدوّ تقلید ۱۳۰۵ھ
۳۳۷	۸	صمصام القیوم علیٰ تاج الندوۃ عبد القیوم ۱۳۲۱ھ
۳۳۸	۹	صمصام سنیت بگلوئے نجدیت ۱۳۱۶ھ
۳۳۹	۱۰	الصمصام الحیدری علیٰ حلق العیار المفتری ۱۳۰۴ھ
۳۴۰	۱۱	الصراح الموجز فی تعدیل المرکز ۱۳۱۳ھ
۳۴۱	۱۲	صنائع بذیعہ ۱۳۱۲ھ
۳۴۲	۱۳	الصارم الالٰہی علی عمائد المشرب الواہی سـ ھ
		ض
۳۴۳	۱	ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد والہدایۃ ۱۲۸۵ھ
		ط
۳۵۴	۱	الطراز المعلم فیما ہو حدث من احوال الدم ۱۳۲۴ھ
۳۵۵	۲	اطرس المعدل فی حدّالماء المستعمل ۱۳۲۰ھ
۳۵۶	۳	الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ
۳۵۷	۴	طرق اثبات ہلال ۱۳۲۰ھ
۳۵۸	۵	طیب الامعان فی تعداد الجہات والابدان ۱۳۱۵ھ
۳۵۹	۶	طرد الافاعی عن حمی ہاد رفع الرفاعی ۱۳۳۶ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۳۶۰	۷	طوالع النور فی حکم السراج علی القبور ۱۳۰۴ھ
۳۶۱	۸	الطیب الوجیز فی امتعہ الورق والابریز ۱۳۰۹ھ
۳۶۲	۹	الطرہ فی ستر العورۃ ۱۳۰۷ھ
۳۶۳	۱۰	الطراز المنھب فی التزویج بغیر الکفو ومخالف المذھب ۱۲۹۹ھ
۳۶۴	۱۱	الطرۃ الرضیہ علی النیرۃ الوضیہ ۱۲۹۵ھ
۳۶۵	۱۲	طلوع وغروب کواکب وقمر ۱۳۱۹ھ
۳۶۶	۱۳	طلوع وغروب نیرّین سـ ھ
		ظ
۳۶۷	۱	الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ھ
۳۶۸	۲	ظفر الدین الجیّد معروف بہ بطش غیب ۱۳۲۳ھ
		ع
۳۶۹	۱	عطء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی ۱۳۳۴ھ
۳۷۰	۲	العروس المعطار فی زمن دعوۃ الافطار ۱۳۱۲ھ
۳۷۱	۳	عباب الانوار انّ لانکاح بمجرد الاقرار ۱۳۰۷ھ
۳۷۲	۴	العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لنبینا من الاسماء الحسنی ۱۳۰۲ھ
۳۷۳	۵	عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام ۱۳۱۲ھ
۳۷۴	۶	عبقری حسان فی اجابۃ الاذان ۱۲۹۹ھ
۳۷۵	۷	عطایا القدیر فی حکم التصویر ۱۳۳۱ھ
۳۷۶	۸	عرفان شریعت حصہ اول ۱۳۰۷ھ
۳۷۷	۹	عزم الباری فی جو الریاضی ۱۳۱۹ھ
۳۷۸	۱۰	العطر المطیب لنیت الطیّب ۱۳۳۱ھ
۳۷۹	۱۱	عذاب ادنیٰ بردّ "او ادنیٰ" ۱۳۱۶ھ
۳۸۰	۱۲	عرفان شریعت حصہ دوم ۱۳۰۷ھ
۳۸۱	۱۳	عروس مملکۃ اللہ محمد رسول اللہ ۱۳۲۹ھ ﷺ)
۳۸۲	۱۴	عرفان شریعت حصّہ سوم ۱۳۰۷ھ
۳۸۳	۱۵	العذاب البئیس

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۳۸۴	۱۶	عصمة الشمعه لهدى الشيعة الشنعة ۱۳۱۲ھ
		غ
۳۸۵	۱	غاية التحقيق فى امامة العلى والصديق ۱۳۳۱ھ
۳۸۶	۲	غزوه لهدم لسماک دار الندوه ۱۳۱۳ھ
۳۸۷	۳	غاية الاحتياط فى جواز حيلة الاسقاط
		ف
۳۸۸	۱	فتح المليک فى حكم تمليک ۱۳۰۸ھ
۳۸۹	۲	الفقه التسجيلى فى عجين النار جيلى ۱۳۱۸
۳۹۰	۳	الفيوضات الملكيه لمحب الدولة المكيه ۱۳۲۵
۳۹۱	۴	فقه شهنشاه وان القلوب بيد المحبوب بعطاء الله ۱۳۲۶ھ
۳۹۲	۵	الفضل الموهبى فى معنى اذا صح الحديث فهو مذهبى ۱۳۱۳ھ
۳۹۳	۶	فوز مبین در ردّ حرکت زمین ۱۳۳۸ھ
۳۹۴	۷	فصل القضاء فى رسم الافتاء ۱۲۹۶ھ
۳۹۵	۸	فتاوى الحرمين برجف ندوة المين ۱۳۱۷ھ
۳۹۶	۹	فتاوى القدوة لكشف دفين الندوة ۱۳۱۱ھ
۳۹۷	۱۰	فوز الفرقان بين جند الله وحزب الشيطن ۱۳۳۵ھ
۳۹۸	۱۱	فيح النسرين بجواب الاسئلة العشرين ۱۳۱۱ھ
۳۹۹	۱۲	فتوى كرامات غوثيه ۱۳۱۰ھ
۴۰۰	۱۳	الفوائد المتعلقه بكتب الفقه ۱۳۳۰ھ
۴۰۱	۱۴	الفراز المنهب فى التزويج بغير الكفوء خالف النسب ۱۳۱۹ھ
۴۰۲	۱۵	فتوى مكه لعث الندوة الندكة ۱۳۱۷ھ
۴۰۳	۱۶	الفرق الوجيزبين النبى العزيز والوهابى الرجيز ــــھ
۴۰۴	۱۷	فتح خيبر ۱۳۰۰ھ
۴۰۵	۱۸	الفوز بالآمال فى الاوفاق والابمال ۱۳۲۰ھ
۴۰۶	۱۹	فتح المعطى بتحقيق معنى الخاطى والمخطى ۱۳۱۲ھ
۴۰۷	۲۰	الفواكة الهنيه والتسجيلات المدينه ۱۳۲۴ھ
۴۰۸	۲۱	فتوى المدينه المنورة بدك ندوة المزوره ۱۳۱۷ھ
		ق
۴۰۹	۱	قوانين العلماء فى متيمّم علم عند زيد ماء ۱۳۳۵ھ
۴۱۰	۲	القلادة المرصعة فى نحر الاجوبة الاربعة ۱۳۱۲ھ
۴۱۱	۳	القطوف الدانية لمن احسن الجماعة الثانية ۱۳۱۳ھ
۴۱۲	۴	القمع المبين لآمال المكذبين ۱۳۲۹ھ
۴۱۳	۵	قوارع القهار علىٰ الجسمة الفجار ۱۳۱۸ھ
۴۱۴	۶	قهر الديان علىٰ مرتد بقاديان ۱۳۲۳ھ
۴۱۵	۷	قمر التمام فى نفى الظل عن سيد الانام ۱۲۹۶ھ
۴۱۶	۸	قانون رويت اهله ۱۳۱۹ھ
۴۱۷	۹	القيام المسعود بتنقيح المقام المحمود ۱۳۰۴ھ
۴۱۸	۱۰	القثم المفترى
۴۱۹	۱۱	قصيد تان رائعتان ۱۳۴۰ھ
		ک
۴۲۰	۱	كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم ۱۳۲۴ھ
۴۲۱	۲	كاسر السفيه الواهم فى ابدال قرطاس الدراهم ۱۳۲۹ھ
۴۲۲	۳	كشف حقائق واسرار ودقائق ۱۳۰۸ھ
۴۲۳	۴	الكلمة الملهمة فى الحكمة المحكمة لوهاء فلسفة المشئمة ۱۳۳۸ھ
۴۲۴	۵	كيفر كفر آريه ۱۳۲۶ھ
۴۲۵	۶	كشف العلة عن سمت القبلة ۱۳۱۴ھ
۴۲۶	۷	الكلام الهبنى فى تشبه الصديق بالنبى ۱۲۹۷ھ
۴۲۷	۸	الكوكبة الشهابيه فى كفريات ابى الوهابيه ۱۳۱۲ھ
۴۲۸	۹	الكواكب الدّريه فى الاصول الجفريّه ــــھ
۴۲۹	۱۰	الكشف شافيا حكم فونوجرافيا ۱۳۲۸ھ
۴۳۰	۱۱	كشكول فقير قادرى ۱۳۰۵ھ
۴۳۱	۱۲	كنز الايمان فى ترجمة القرآن ۱۳۳۰ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۴۳۲	۱۳	الکاس الدھاق باضافة الطلاق ۱۳۱۳ھ
۴۳۳	۱۴	کشف ضلال دیوبند ۱۳۳۷ھ
۴۳۴	۱۵	کلام الفھیم فی سلاسل الجمع والتقسیم ۱۳۱۹ھ
۴۳۵	۱۶	کتاب الارثما طبقی ۱۳۲۵ھ
۴۳۶	۱۷	الکاری فی العادی والغادی سنہ ھ
۴۳۷	۱۸	کسور اعشاریہ ۱۳۲۹ھ
۴۳۸	۱۹	الکسر العشری سنہ ھ
۴۳۹	۲۰	کمال الاکمال شرح جمال الاجمال سنہ ھ
۴۴۰	۲۱	الکلم العلیة لمفتی الشافعیة ۱۳۲۴ھ
۴۴۱	۲۲	کشف تصحیحات ۱۳۱۷ھ
		گ
۴۴۲	۱	گیارہ سو باون (۱۱۵۲) مربعات سنہ ھ
		ل
۴۴۳	۱	لمع الاحکام انّ لاوضوء من الزکام ۱۳۲۴ھ
۴۴۴	۲	اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان و ما یکون ۱۳۱۸ھ
۴۴۵	۳	لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ ۱۳۱۵ھ
۴۴۶	۴	اللؤلؤ المعتود لبیان حکم امرأة المفقود ۱۳۰۷ھ
۴۴۷	۵	لبّ الشُعور باحکام الشعور ۱۳۱۸ھ
۴۴۸	۶	لمعة الشمعة فی اشراط المصر للجمعة ۱۳۰۰ھ
۴۴۹	۷	لمعة الشمعة لھدی شیعہ الشنعہ ۱۳۱۲ھ
۴۵۰	۸	لوامع البھافی المصر للجمعة والاربع عقیبھا ۱۳۱۳ھ
۴۵۱	۹	اللمع المکیة والتسجیلات المکیة ۱۳۲۴ھ
		م
۴۵۲	۱	المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ
۴۵۳	۲	منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ۱۳۱۳ھ
۴۵۴	۳	مرقاة الجمان فی الحبوط عن المنبر لمدح السلطان ۱۳۲۱ھ
۴۵۵	۴	المنة الممتازة فی دعوات الجنازة ۱۳۱۸ھ
۴۵۶	۵	ماحی الضلالة فی انکحة الھندوبنجالہ ۱۳۱۷ھ
۴۵۷	۶	المبین ختم النبییّن ۱۳۲۶ھ
۴۵۸	۷	المنیٰ والدرر لمن عمدمنی آرڈر ۱۳۱۱ھ
۴۵۹	۸	المقصد النافع فی عصوبة النصف الرابع ۱۳۱۵ھ
۴۶۰	۹	مقام الحدید علیٰ خد المنطق الجدید ۱۳۰۴ھ
۴۶۱	۱۰	مالی الحبیب بعلوم الغیب ۱۳۱۸ھ
۴۶۲	۱۱	ماحیة العیب بایمان الغیب ۱۳۲۴ھ
۴۶۳	۱۲	میل الھدیٰ لبرء عین القضاة ۱۳۲۵ھ
۴۶۴	۱۳	مبین الھدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ ۱۳۲۴ھ
۴۶۵	۱۴	منیة اللبیب انّ التشریع بید الحبیب ۱۳۱۱ھ
۴۶۶	۱۵	المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ ۱۳۱۵ھ
۴۶۷	۱۶	المرھبة الجدیدہ فی وجود الحبیب بمواضع عدیدہ ۱۳۲۰ھ
۴۶۸	۱۷	مفاد الحبر فی الصلوٰة بمقبرة او جنب القبر ۱۳۲۶ھ
۴۶۹	۱۸	مرتجیحی الاجابات لدعاء الاموات ۱۲۹۶ھ
۴۷۰	۱۹	مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین ۱۲۹۷ھ
۴۷۱	۲۰	منبہ المنیہ بوصول الحبیب الی العرش والرویہ ۱۳۲۰ھ
۴۷۲	۲۱	مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء
۴۷۳	۲۲	مشعلة الاء شاد الیٰ حقوق الاولاد ۱۳۱۰ھ
۴۷۴	۲۳	مروج النجالخروج النساء ۱۳۱۶ھ
۴۷۵	۲۴	منزع المرام فی التداوی بالحرام ۱۳۰۳ھ
۴۷۶	۲۵	الملح الملیحہ فی مانھیٰ عن اجزاء الذبیحہ ۱۳۰۷ھ
۴۷۷	۲۶	المحجة المؤتمنہ فی آیة الممتحنہ ۱۳۳۹ھ
۴۷۸	۲۷	مسائل سماع ۱۳۲۰ھ
۴۷۹	۲۸	ما یجلی الاھرعن تحدید المصر ۱۳۲۳ھ
۴۸۰	۲۹	مدارج طبقات الاحادیث ۱۳۱۳ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۴۸۱	۳۰	المقالة المسفره عن حکم البدعة المکفره ۱۳۰۱ھ
۴۸۲	۳۱	معین مبین بهر دور شمس وسکون زمین ۱۳۳۸ھ
۴۸۳	۳۲	مجلی الشمعه لجامع حدث ولمعه ۱۳۳۶ھ
۴۸۴	۳۳	مبین احکام وتصدیقات اعلام ۱۳۲۵ھ
۴۸۵	۳۴	المجمل المسدّد انّ ساب المصطفیٰ مرتد ۱۳۰۱ھ
۴۸۶	۳۵	مجیر معظم شرح قصیده اکسیر اعظم ۱۳۰۳ھ
۴۸۷	۳۶	المعتمدالمستند بناء نجاة الابد ۱۳۲۰ھ
۴۸۸	۳۷	مراسلات سنّت وندوه ۱۳۱۳ھ
۴۸۹	۳۸	المقال الباهر انّ منکر الفقه کافر ۱۳۱۹ھ
۴۹۰	۳۹	مجتلی العروس ومراد النفوس ۱۳۳۸ھ
۴۹۱	۴۰	ماقل وکفیٰ من ادعیة المصطفیٰ ۱۳۰۲ھ
۴۹۲	۴۱	مآل الابرار وآلام الاشرار ۱۳۱۸ھ
۴۹۳	۴۲	مسفر المطالع للتقدیم والطالع ۱۳۲۴ھ
۴۹۴	۴۳	المعنی المجلی للمغنی والظلی ۱۳۱۴ھ
۴۹۵	۴۴	معادک الجروح علی التوهب المقبوح ۱۳۲۰ھ
۴۹۶	۴۵	معدل الزلال فی اثبات الهلال ۱۳۰۳ھ
۴۹۷	۴۶	منتهی الآمال فی الاوفاق والاعمال سنہ ھ
۴۹۸	۴۷	معدن علوی درحسنین هجری، عیسوی وروم سنہ ھ
۴۹۹	۴۸	میول الکواکب وتعدیل الایام ۱۳۲۰ھ
۵۰۰	۴۹	مدائح فضل رسول ۱۳۰۰ھ
۵۰۱	۵۰	الموهبات فی المربعات ۱۳۱۹ھ
۵۰۲	۵۱	المصدر والافعال ۱۳۲۶ھ
۵۰۳	۵۲	مسئولیات السهام سنہ ھ
۵۰۴	۵۳	مبحث المعادله فات الدرجة الثانیه سنہ ھ
۵۰۵	۵۴	مقالة مفرده سنہ ھ
۵۰۶	۵۵	مسئله اذان کا حق نما فیصله ۱۳۲۲ھ
۵۰۷	۵۶	منتهی التفصیل فی بحث التفضیل سنہ ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۵۰۸	۵۷	فرق تلبیس وادعائے تقدیس ۱۳۰۷ھ
۵۰۹	۵۸	مکتوبات امام اهلسنت ۱۳۳۹ھ
۵۱۰	۵۹	ملفوظات اعلیٰ حضرت سنہ ھ
۵۱۱	۶۰	الملفوظه حصّه اول تا چهارم ۱۳۳۸ھ
۵۱۲	۶۱	مقتل کذب وکید ۱۳۳۲ھ
۵۱۳	۶۲	مهری تصدیقات مکه ۱۳۲۵ھ
۵۱۴	۶۳	المعود التنقیح المحمود ۱۲۹۷ھ
		ن
۵۱۵	۱	نبه القوم ان الوضوء من ای النوم ۱۳۲۵ھ
۵۱۶	۲	النمیقة الانقیٰ فی فرق الملاقی والملقی ۱۳۷۲ھ
۵۱۷	۳	النور والنورق لاسفار الماء المطلق ۱۳۳۴ھ
۵۱۸	۴	نهج السلامه فی حکم تقبیل الابهامینَ فی
۵۱۹	۵	الانامه ۱۳۳۳ھ
۵۲۰	۶	نعم الزاد لروم الضاد ۱۳۱۵ھ
۵۲۱	۷	النهی الاکیدعن الصلوٰة وراء عدی التقلید ۱۳۰۵ھ
۵۲۲	۸	النهی الحاجزعن تکرار صلاة الجنائز ۱۳۱۵ھ
۵۲۳	۹	نور الادلة للبدور الاجلة ۱۳۰۴ھ
۵۲۴	۱۰	نابغ النور علیٰ سوالات جبلفور ۱۳۳۹ھ
۵۲۵	۱۱	نزول آیات فرقان بسکون زمین وآسمان
۵۲۶	۱۲	النعیم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم ۱۲۹۹ھ
۵۲۷	۱۳	النذیر الهائل لکل جلف جاهل ۱۳۰۳ھ
۵۲۸	۱۴	النور والضیاء فی احکام بعض الاسماء ۱۳۲۰ھ
۵۲۹	۱۵	نفی الفئی عمن بنوره انار کل شیئی ۱۲۹۶ھ
۵۳۰	۱۶	نسیم الصبافی ان الاذان یحول الوباء ۱۳۰۲ھ
۵۳۱	۱۷	نقاء السلافه فی احکام البیعة والخلافه ۱۳۱۹ھ
۵۳۲	۱۸	نطق الهلال بارخ ولاد الحبیب والوصال ۱۳۱۷ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۵۳۳	۱۹	ندم النصرانی وتقیسم الایمانی ۱۳۱۶ھ
۵۳۴	۲۰	النیّر الشهابی علیٰ تدلیس الوهابی ۱۳۰۹ھ
۵۳۵	۲۱	نشاط السّکین علی حلق البقر السمین ۱۳۰۳ھ
۵۳۶	۲۲	نقد البیان لحرمة ابنة اخی اللبان ۱۳۱۴ھ
۵۳۷	۲۳	النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲۹۶ھ
۵۳۸	۲۴	نائل الرّاح فی فرق الریح والریاح
۵۳۹	۲۵	نور عینی فی الانتصار للامام العینی ۱۲۹۷ھ
۵۴۰	۲۶	ندوہ کاتیجہ روداد سوم کا نتیجہ ۱۳۱۳ھ
۵۴۱	۲۷	النفخة الفاتحه من مسک سورة الفاتحه ۱۳۱۵ھ
۵۴۲	۲۸	نقاء النیّره فی شرح الجوهره ملقب به نیّره ۱۲۹۵ھ
۵۴۳	۲۹	النیرة الوضیه شرح الجوهرة المضیة ۱۲۹۵ھ
۵۴۴	۳۰	نور الفرقان
۵۴۵	۳۱	نهایت النصره برد الاجوبة العشره ۱۳۰۷ھ
۵۴۶	۳۲	نفی العارمن معائب المولوی عبدالغفار ۱۳۲۶ھ
۵۴۷	۳۳	نور الجوهره فی السمرة السوکره ۱۳۲۰ھ
۵۴۸	۳۴	النور والبهافی اسانید حدیث وسلاسل اولیاء الله ـــــ ھ
۵۴۹	۳۵	نغر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف ـــــ ھ
		و
۵۵۰	۱	وصاف الرجیح فی بسملة التراویح ۱۳۱۲ھ
۵۵۱	۲	الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین ۱۳۱۶ھ
۵۵۲	۳	وجه المشوق بجلوة اسماء الصدیق والفاروق ۱۲۹۷ھ
۵۵۳	۴	وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید ۱۳۱۲ھ
۵۵۴	۵	الوظیفة الکریمه ۱۳۳۸ھ
۵۵۵	۶	وصایا شریف ۱۳۴۰ھ
۵۵۶	۷	الوسائل الرضویه للمسائل الجعفریه ۱۳۲۸ھ
۵۵۷	۸	وجوه زوایامثلث کروی ۱۳۳۵ھ

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۵۵۸	۹	وقایه اهل السنه عن اهل البدعة ـــــ ھ
۵۵۹	۱۰	الوصایا (وصایا شریف) ۱۳۴۰ھ
		ه
۵۶۰	۱	الهنیئ النمیر فی الماء المستدید ۱۳۳۴ھ
۵۶۱	۲	هبة الجبیر فی عمق ماءٍ کثیر ۱۳۳۴ھ
۵۶۲	۳	هدایة المتعال فی حد الاستقبال ۱۳۲۴ھ
۵۶۳	۴	الهادی الحاجب عن جنازة الغائب ۱۳۲۶ھ
۵۶۴	۵	هبة النساء فی تحقیق المصاهرة بالزّنا ۱۳۱۵ھ
۵۶۵	۶	هدایة الجنان باحکام رمضان ۱۳۲۳ھ
۵۶۶	۷	الهبة الاحمدیه فی الولایة الشرعیة والعرفیة ۱۳۳۳ھ
۵۶۷	۸	هادی الاضحیة بالشاة المندیة ۱۳۱۴ھ
۵۶۸	۹	الهیبة الجباریه علیٰ جهارلت اخباریه ۱۳۰۹ھ
۵۶۹	۱۰	هدی الحیران فی نفی الفئی عن سید الاکوان ۱۲۹۹ھ
۵۷۰	۱۱	هادی الناس فی رسوم الاعراس ۱۳۲۳ھ
۵۷۱	۱۲	الهدایة المبارکة فی خلق الملٰئکة ۱۳۱۱ھ
۵۷۲	۱۳	الهاد الکاف فی حکم الضعاف ۱۳۱۳ھ
۵۷۳	۱۴	هدایة المسلمین الیٰ مایجب فی الدین ۱۳۳۰ھ
		ی
۵۷۴	۱	یعبر الطالب فی شیون ابی طالب ۱۲۹۴ھ
۵۷۵	۲	الیاقوتة الواسطة فی قلب عقد الرابطة ۱۳۰۹ھ
۵۷۶	۳	یسر الزادلمن ام الضّاد ۱۳۱۰ھ
۵۷۷	۴	یک گزوسه فاختہ بیمناک ۱۳۳۷ھ
۵۷۸	۵	یاد داشت عبارات سدّالفرار ۱۳۳۴ھ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین مجدد دین وملت امام عشق ومحبت
حضرت مولانا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
کے حواشی کی فہرست (باعتبار حرف تہجی)

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
		''الف''
۱	۱	الاتقان فی علوم القرآن
۲	۲	ابن ماجه شریف
۳	۳	الاصابه فی معرفة الصحابه
۴	۴	ارشاد الساری شرح البخاری
۵	۵	اشعة اللمعات
۶	۶	الاسعاف فی احکام الاوقاف
۷	۷	الاعلام بقواطع الاسلام
۸	۸	احیاء العلوم
۹	۹	اصول الهندسه
۱۰	۱۰	اصول طبعی
۱۱	۱۱	اتحاف الابصار
۱۲	۱۲	اصلاح شرح ایضاح
۱۳	۱۳	اصلاح شرح القیاس
		''ب''
۱۴	۱	بحر الرائق
۱۵	۲	بهجة السرار
۱۶	۳	برجندی
۱۷	۴	بدائع الضائع
		''ت''
۱۸	۱	تفسیر بیضاوی شریف

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب مع سن تصنیف
۱۹	۲	تفسیر خازن
۲۰	۳	ترمذی شریف
۲۱	۴	تیسیر شرح جامع مغیر
۲۲	۵	تقریب التهذیب
۲۳	۶	ترغیب وترهیب
۲۴	۷	تذکرة الحفاظ
۲۵	۸	تهذیب التهذیب
۲۶	۹	التفرقة بین الاسلام والزندیقة
۲۷	۱۰	تحفة الاخوان
۲۸	۱۱	تاج العروس جلد اول و دوم
۲۹	۱۲	تحریر اقلیدس
۳۰	۱۳	تصریح
۳۱	۱۴	تبین الحقائق شرح کنز الدقائق
۳۲	۱۵	التعقیبات علی الموضوعات
۳۳	۱۶	تحفه اثنا عشریه
۳۴	۱۷	تعطیر الانام
		''ج''
۳۵	۱	جمع الوسائل فی شرح الشمائل
۳۶	۲	جوهره نیره
۳۷	۳	جواهر اخلاطی
۳۸	۴	جامع العضولین
۳۹	۵	جامع الرموز
۴۰	۶	جامع بهادر خانی
۴۱	۷	جامع الافکار
۴۲	۸	جامع الصغار

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب
		''ح''
۴۳	۱	حموی شرح الاشباہ والنظائر
۴۴	۲	حدیقہ ندیہ
۴۵	۳	حاشیہ ہمزیہ
۴۶	۴	حدائق النجوم
۴۷	۵	حلیۃ المجلی
۴۸	۶	حسن عجیمی
		''خ''
۴۹	۱	خصائص کبرای
۵۰	۲	خلاصہ تہذیب الکمال
۵۱	۳	خیالی علی شرح العقائد
۵۲	۴	خلاصۃ الفتاوٰی
۵۳	۵	خزانۃ العلم
۵۴	۶	خلاصۃ الوفا
۵۵	۷	خادمی
		''د''
۵۶	۱	الدر المنثور فی تفسیر بالماثور
۵۷	۲	الدر المکنون
۵۸	۳	درر الاحکام
		''ذ''
۵۹	۱	ذیل اللالی
		''ر''
۶۰	۱	رسائل شامی
۶۱	۲	رسائل الارکان

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب
۶۲	۳	رفع الخلاف فی دقائق الاختلاف
۶۳	۴	رسالہ علم مثلث
۶۴	۵	رسائل قاسم
		''ز''
۶۵	۱	زلالات برجندی
۶۶	۲	زیج بہادر خانی
۶۷	۳	زیج ایلخانی
۶۸	۴	زبدۃ المنتخب
۶۹	۵	الزواجرعن اقتراف الکبائر
		''س''
۷۰	۱	سنن دارمی شریف
		''ش''
۷۱	۱	شرح فقہ اکبر
۷۲	۲	شرح عقائد عضویہ
۷۳	۳	شرح مواقف
۷۴	۴	شرح مقاصد لسعد الدین
۷۵	۵	شعاء السفار
۷۶	۶	شرعۃ الاسلام
۷۷	۷	شرح الشفا للعلامۃ علی قاری
۷۸	۸	شرح زرقانی مواھب لدنیہ
۷۹	۹	شرح چغمینی
۸۰	۱۰	شرح باکورہ
۸۱	۱۱	شرح تذکرہ
۸۲	۱۲	شمس بازغہ
۸۳	۱۳	شفاء الاسقام

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب
۸۴	۱۴	شرح المعانی الآثار للطحاوی
۸۵	۱۵	شرح مسلک متقسط
۸۶	۱۶	شرح نخبه الفکر
۸۷	۱۷	شفاء الصغار
		"ص"
۸۸	۱	صحیح بخاری شریف
۸۹	۲	صحیح مسلم شریف
۹۰	۳	الصواعق المحرقة
۹۱	۴	صراح
		"ط"
۹۲	۱	طحاوی شریف
۹۳	۲	طحطاوی علی الدر المختار
۹۴	۳	طیب النفس
۹۵	۴	طلبة الطلبة
		"ع"
۹۶	۱	عنایت القاضی
۹۷	۲	عمدة القاری شرح البخاری
۹۸	۳	العلل المتناهیه
۹۹	۴	عقود الدریه تنقیح فتاویٰ حامدیه
۱۰۰	۵	عصر الرشاد
۱۰۱	۶	علم الهیئت
۱۰۲	۷	عنایه شرح الهدایه حلبی
۱۰۳	۸	علم الصیغه
۱۰۴	۹	عقائد عضدیه
		"غ"
۱۰۵	۱	غنیة المستلی
		"ف"
۱۰۶	۱	فیض القدیر شرح جامع صغیر
۱۰۷	۲	فتح المغیث
۱۰۸	۳	فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت
۱۰۹	۴	فوائد کتب عدیده
۱۱۰	۵	فتح المعین
۱۱۱	۶	فتاویٰ علمگیری
۱۱۲	۷	فتاویٰ خانیه
۱۱۳	۸	فتاویٰ سراجیه
۱۱۴	۹	فتاویٰ خیریه
۱۱۵	۱۰	فتاویٰ حدیثیه
۱۱۶	۱۱	فتاویٰ بزازیه
۱۱۷	۱۲	فتاویٰ زربینیه
۱۱۸	۱۳	فتاویٰ غیاثیه
۱۱۹	۱۴	فتاویٰ عزیزیه
۱۲۰	۱۵	فوائد بهادرخانی
۱۲۱	۱۶	فتح الباری شرح البخاری
۱۲۲	۱۷	الفوائد البهیه فی تراجم الحنفیه
۱۲۳	۱۸	فتح القدیر لابن الهمام مکی
		"ق"
۱۲۴	۱	القول البدیع
۱۲۵	۲	القواعد الجلیله

نمبر شمار	نمبر	اسم کتب
		''ک''
۱۲۶	۱	الکشف عن تجاوزھذا الامة من الالف
۱۲۷	۲	کتاب الحج
۱۲۸	۳	کتاب الآثار
۱۲۹	۴	کنزالعمال
۱۳۰	۵	کتاب الاسماء والصفات
۱۳۱	۶	کشف الغمّہ
۱۳۲	۷	کتاب الخراج
۱۳۳	۸	کتاب الانوار
۱۳۴	۹	کتاب الابریز
۱۳۵	۱۰	کتاب الزواجر عن اقتراب الکبائر
۱۳۶	۱۱	کشف الظنون
۱۳۷	۱۲	کتاب الصور
۱۳۸	۱۳	کشف الاحوال نقد الرجال
		''ل''
۱۳۹	۱	اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ
		''م''
۱۴۰	۱	معالم التنزیل
۱۴۱	۲	مسند امام اعظم
۱۴۲	۳	مسند امام احمد بن حنبل
۱۴۳	۴	المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث
۱۴۴	۵	موضوعات کبیر
۱۴۵	۶	مرقاۃ المفاتیح
۱۴۶	۷	مجمع بھار الانوار
۱۴۷	۸	میزان الاعتدال
۱۴۸	۹	مسامرہ ومسایرہ
۱۴۹	۱۰	مفتاح السعادۃ
۱۵۰	۱۱	معین الحکام
۱۵۱	۱۲	میزان الشریعة الکبریٰ
۱۵۲	۱۳	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح
۱۵۳	۱۴	مجمع الانھر شرح ملتقی الابھر
۱۵۴	۱۵	المنح الفکریہ شرح مقدمة جرزیہ
۱۵۵	۱۶	مدخل لابن امیر الحاج .اول ،دوم ،سوم
۱۵۶	۱۷	مقدمہ ابن خلدون
۱۵۷	۱۸	میزان الافکار
۱۵۸	۱۹	ملا جلال
۱۵۹	۲۰	مسلم الثبوت
۱۶۰	۲۱	میر زاہد
۱۶۱	۲۲	منحة الخالق شرح کنزالدقائق
۱۶۲	۲۳	منة الجلیل
		''ن''
۱۶۳	۱	نسائی شریف
۱۶۴	۲	نیل الاوطار
۱۶۵	۳	نصب الرائیة لتخریج احادیث الھدایہ
		''ہ''
۱۶۶	۱	ھدایہ اخیرین
۱۶۷	۲	ھدایہ فتح القدیر عنایہ حلبی
		''ی''
۱۶۸	۱	الیواقیت والجواھر

اسماء علوم وفنون	کیفیت	انگریزی نام
علم الفرائض	میراث کی تقسیم اور ورثاء کے حقوق کا علم	Law of inheritance
علم قرأت وتجوید	حروف کی صحیح ادائیگی اور مخارج کا علم	Recitation
علم توقیت	طلوع، غروب ودیگر اوقات کا علم	Ephemeris
علم الاعداد	عدد، حساب، شمار وغیرہ کا علم	Numerology
علم بین الاقوامی امور	عالمی پیمانے پر ملکی امور وسیاست کا علم	International affairs
علم جفر	ایک علم جس سے غیب کا حال معلوم ہو	Foretelling astrology
علم رمل	ہندسوں اور خطوط سے غیب کا حال بتانا	Augury
علم ریاضی	وجود خارجی میں مادہ کا محتاج عقلی علم	Abstract of science
علم طب وحکمت	امراض اور اس کے علاج کا علم	Medical science
علم ادویات	دوائیوں کا علم	Pharmacy
علم تکسیر	حساب کے حاصل اور کسر کا علم	Arithmetic
علم جبر ومقابلہ	علامات وحروف سے عمل کا علم شاخ ریاضی	Equation & algebra
علم مربعات	مربع خانے، تعویز کے خانے بھرنے کا علم	Squarology
علم معدنیات	زمین کے طبقوں کا علم	Geology
علم ارضیات	زمین سے برآمد ہونے والی اشیاء کا علم	Minerology
علم سیئر وتواریخ	تاریخ اور ماضی کے واقعات کا علم	Virtu & history
علم استنباط واستخراج	قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے کا علم	Research & analysis
علم حاشیہ نگاری	کتاب کے متن پر شرح وتفسیر رکھنے کا علم	Marginal explanation
علم لغات	الفاظ کے معنی اور اصل کا علم	Vocabulary
علم عروض	شعر گوئی اور شعر کے اوزان وقواعد کا علم	Art of versification
علم خطّ نسخ	عربی تحریر کی ایک قسم	Arabic chirography
علم بریع	کلام کی لفظی ومعنوی خوبیوں کا علم	Curiosity
علم ردّات	پھیرنے اور رد [illegible]	Art of refutation

مندرجہ بالا فہرست جناب مولانا حافظ عبدالکریم رفاعی صاحب زید مجدہٗ (مرید صادق علامہ مولانا السید یوسف الہاشم الرفاعی کویت) مہتمم امام احمد رضا وکنڈر گارڈن مدرسہ ومنتظم شاہ ٔلدی کمپلیکس، چاٹگام (بنگلہ دیش) نے راقم کو دوسرے سفرِ بنگلہ دیش کے موقع پر (۱۴ جنوری ۲۰۰۴ء) عنایت فرمائی، جو بقول ان کے یہ وہی فہرست ہے جو مولانا عبدالستار ہمدانی مصروفؔ (پور بندر، ہندوستان) نے مرتب کی ہے۔ جناب حافظ صاحب نے احقر کو کتبِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ایک تفصیلی فہرست کی فوٹو اسٹیٹ بھی عطا کی جس میں ۸۶۹ کتب کا اندراج ہے، لیکن اس میں بیچ بیچ سے تقریباً ۱۷ صفحات غائب ہیں جن کی وجہ سے اس کی اشاعت ممکن نہ ہوسکی۔ فقیر ان گم شدہ صفحات کی تلاش میں ہے۔ جیسے ہی بازیافت ہوتے ہیں تو ہم ان شاء اللہ ان کو من وعن اسکالرز اور علماء کے استفادے کے لئے شائع کردیں گے۔ زیرِ نظر فہرست تصانیف وشروح اعلیٰ حضرت بعینہٖ اسی ترتیب سے شائع کررہے ہیں جیسا کہ اس کے مرتب نے ترتیب دیا ہے۔

محققین وعلمائے کرام سے درخواست ہے اس فہرست کے ملاحظہ کے بعد اس میں جو بھی کمی بیشی ہے یا اس میں اضافہ کی ضرورت ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کو بھی دور کیا جاسکے۔

(وجاہت رسول قادری عفی عنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا اور انٹرنیشنل جامعات

تحریر : صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستان
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

کسی دانشور کا قول ہے کہ:

''کسی بھی ردکو عظیم شخصیت یا مقتدائے زمانہ ہونے یا قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں چار بنیادی خوبیاں ہوں اور یہ خوبیاں جس قدر زیادہ ہوں گی بحیثیت مقتدا اس کا مقام اتنا ہی بلند اور عظیم تر ہوگا:

(۱) جوہر ذاتی
(۲) خلوص
(۳) ایثار اور
(۴) جہد مسلسل''

جب ہم انیسویں صدی عیسوی کی شخصیات کا جائزہ لیتے ہیں تو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت ہی اس کسوٹی پر پوری اترتی ہے۔

ان کی خیات کے شب و روز کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلوت وجلوت ہو یا ہنگامۂ رزم و بزم، مسند درس وتدریس ہو یا مسند افتاء، قلم ودوات اور کتب قرطاس کی خلوت گاہ ہو یا مجلس تذکیر ووعظ، جلسۂ عام ہو یا مجلس خاص، بارگاہِ اساتذۂ کرام ومشائخ عظام ہو یا اکابرین اہلسنت کے دربار، ہم عصروں کا جھرمٹ ہو یا طلبہ کا جم غفیر، امرائے شہر ہوں یا غربائے قوم، ملکی سیاست کا پلیٹ فارم ہو یا مجلس علم وحکمت، اہل ولد وعشیرت ہوں یا ارباب قرابت وعترت، دوست ہوں یا بیگانے، کوئی سی محفل ہو کوئی سا مجمع، کوئی سا معاملہ ہو کوئی سا قضیہ۔ ان کے ذاتی خلوص وللہیت، ایثار وقربانی، ثبات واستقامت، جہد مسلسل اور عمل پیہم کی خصوصیات سب میں نظر آئیں گی۔

بلاشبہ امام احمد رضا اپنے دور کے نابغۂ عصر تھے، ایسے نابغۂ روزگار کہ جن کی تقریر کا ایک ایک کلمہ اور تحریر کی ایک ایک سطر حقائق و وقائع، علم ومعرفت کے جواہرات اور دلائل وشواہد کے انمول اور حسین موتیوں سے مزین نظر آتی ہے۔ وہ اپنے عہد کی ایک ایسی عظیم اور عبقری شخصیت ہیں کہ جس کو نہ صرف عالم اسلام بلکہ جدید دنیا کے سامنے بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ بقول ماہر رضویات علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد حفظہ اللہ تعالیٰ:

''وہ عظیم انسان تھے، ان کی صحبت میں زندگی بنتی اور سنورتی تھی، ان کی شخصیت میں ایمان و ایقان کی کشش تھی، عشق ومحبت کی کشش تھی، علم وحکمت کی کشش تھی کہ جو ہے کھینچا چلا آرہا ہے۔''

امام ممدوح بکثرت علوم وفنون پر حاوی تھے، جن کی تعداد کا اندازہ شروع میں ۵۵ کے قریب تھا لیکن ان پر تحقیق وتدقیق جس طرح روز بروز آگے بڑھ رہی ہے،

حیرت و استعجاب کے نئے نئے دروا ہورہے ہیں۔ جامعہ کراچی کے ریسرچ اسکالر پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ان کے علوم کی تعداد کا اندازہ ستر (۷۰) کے قریب لگایا ہے۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے بانی اور صدر اول جناب سید ریاست علی قادری مرحوم و مغفور نے ان کی تعداد ایک سو پانچ (۱۰۵) شمار کی ہے اور اب حال ہی میں علامہ مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب زید علمہ نے اپنی تحقیق میں ان علوم کی تعداد ایک سو چودہ (۱۱۴) بیان کی ہے جبکہ مولانا محمد اسحاق رضوی مصباحی زید مجدہ نے اپنے حالیہ تحقیقی مقالہ 'امام احمد رضا جامع العلوم شخصیت'' مشمولہ معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۳ء میں ان علوم کی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ بتائی ہے۔

امام احمد رضا نے مختلف اور متنوع علوم وفنون پر اپنی یادگار تصانیف بھی چھوڑی ہیں جن کی تعداد ہزار سے زیادہ ہے۔ علامہ ہمدانی نے امام ہمام کی تقریباً نوسو پچاس (۹۵۰) کتب ورسائل کی فہرست مرتب کرلی ہے۔

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

بقول استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث و التفسیر اور سابق چیف جسٹس عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان علامہ نصر اللہ خان مدظلہ العالی:

''امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیات کے چند اوراق بھی ضخیم کتابوں پر بھاری ہوتے ہیں اور ان کے علم و حکمت سے مزین اشعار کے ایک ایک شعر پر بیس بیس ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔''

دیکھا جائے تو امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ الرحمۃ الواسعہ نے اپنی ۶۵ سالہ حیات مستعار میں وہ کام انجام دیئے جن کی تکمیل میں صدیاں بیت جائیں۔ انہوں نے وہ علمی کارنامے تنہا انجام دیئے جو بیسوں ادارے ملکر بھی انجام نہیں دے سکتے بلکہ آپ نے پوری ملت کا کام سرانجام دیا۔ غرض کہ ان کی خدمات علمیہ اور ملیہ کی ایک طویل فہرس ہے جو اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔ ہم زیر نظر سطور میں مختصراً اس بات کا جائزہ لیں گے اس ''دائرۃ المعارف العلوم (Encyelopedia of Knowledge) شخصیت پر عالمی جامعات کی سطح پر اب تک کتنے تحقیقی مقالات (تھیسس) لکھے جاچکے ہیں اور جامعات سے باہر کن شخصیات یا اداروں نے ''رضویات'' کے حوالے سے کیا پیش رفت کی ہے، خصوصاً ماضی قریب کے دس (۱۰) برسوں میں:

امام احمد رضا پر کام کا آغاز آج سے تقریباً ۳۵ برس پہلے (۱۹۶۸ء میں) ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عالم میں پھیل گیا۔ امام احمد رضا کے کارناموں کے حوالے سے ملکی اور غیر ملکی جامعات میں بہت سے فضلا، مختلف موضوعات پر ایم۔ فِل اور پی۔ ایچ۔ ڈی تھیسس لکھ کر ڈگریاں حاصل کرچکے ہیں اور دیگر بہت سے نئے اسکالرز اپنی تھیسس کی تیاری میں مشغول ہیں، جن میں سے بعض تکمیل کے مرحلے میں ہیں۔ ہر سال کسی نہ کسی ملکی یا عالمی جامعہ میں اس حوالے سے رجسٹریشن کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔ اس سے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت اور فکر کی پہنائیوں اور وسعتوں کا اندازہ لگا جاسکتا ہے۔ سید عالم رسول اللہ ﷺ کے اس عاشق صادق کی ہمہ جہت اور عظیم شخصیت ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ گزشتہ ۲۵ سال میں عالمی جامعات کی سطح پر پی۔ ایچ۔ ڈی، ایم۔ فِل، ایم۔ اے اور ایم۔ ایڈ کے تحقیقی مقالہ جات جس تواتر اور دل جمعی سے لکھے جارہے ہیں اس کی مثال برصغیر پاک وہند (اور شاید عالم اسلام) کی کسی دوسری شخصیت میں نظر نہیں آتی۔ اب تک جن جامعات میں کسی نہ کسی نہج سے امام احمد رضا کی شخصیت پر کام ہونے کی اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں ان کے نام یہ ہیں:

(۱) جامعہ کراچی
(۲) جامعہ پنجاب، لاہور
(۳) سندھ یونیورسٹی (حیدرآباد) جام شورو، سندھ
(۴) بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان
(۵) الجامعۃ الاسلامیہ، بہاولپور
(۶) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

(۷) مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا
(۸) پٹنہ یونیورسٹی، بہار، انڈیا
(۹) روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی شریف، انڈیا
(۱۰) ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا
(۱۱) کانپور یونیورسٹی، یوپی، انڈیا
(۱۲) پشاور یونیورسٹی، پشاور
(۱۳) کلبار یونیورسٹی، کلبار، انڈیا
(۱۴) رانچی یونیورسٹی، بہار، انڈیا
(۱۵) بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا
(۱۶) میسور یونیورسٹی، انڈیا
(۱۷) پورنیہ یونیورسٹی، پورنیہ، بہار، انڈیا
(۱۸) ممبئ یونیورسٹی، ممبئ، انڈیا
(۱۹) کولکتہ یونیورسٹی، مغربی بنگال، انڈیا
(۲۰) ویرکنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار، انڈیا
(۲۱) عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد، دکن، انڈیا
(۲۲) کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک، انڈیا
(۲۳) جامعۃ الازہر، قاہرہ، مصر
(۲۴) قاہرہ یونیورسٹی، قاہرہ، مصر
(۲۵) بغداد یونیورسٹی للعلوم الاسلامیہ، بغداد شریف، عراق
(۲۶) ساگر یونیورسٹی، انڈیا
(۲۷) اے۔ دیوی یونیورسٹی، اندرو، انڈیا
(۲۸) پونا یونیورسٹی، پونا، انڈیا
(۲۹) جامعہ ملیہ یونیورسٹی، نیودہلی، انڈیا
(۳۰) مگدہ یونیورسٹی، انڈیا
(۳۱) برمنگھم یونیورسٹی، یوکے
(۳۲) جواہر لال یونیورسٹی، نیودہلی، انڈیا
(۳۳) اسلامک یونیورسٹی، کشٹیا، بنگلہ دیش

قارئین کرام! آپ نے گزشتہ ۲۵ سالوں میں رضویات کے حوالے سے اب تک کی تحقیقاتی اور تصنیفاتی پیش رفت کی ایک اجمالی رپورٹ ملاحظہ کی جو مختلف مآخذ اور ذرائع سے ہم تک موصولہ اطلاع کی بنیاد پر مرتب کیگئی ہے۔ امام احمد رضا پر اب تک تحقیق و تصنیف کا جو کام ہو چکا ہے وہ خود اس قدر وسیع اور متنوع نوعیت کا ہے کہ اس پر کسی بھی عالمی جامعہ سے باآسانی پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری لی جاسکتی ہے۔ اب ذیل میں ہم عالمی جامعات میں امام احمد رضا کی علمی، ملّی اور ادبی خدمات پر تھیسس لکھ کر ایم۔ فِل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سندات حاصل کرنے والوں اور اس ضمن میں مزید کام کرنے والوں کی ایک فہرست درج کر رہے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ گزشتہ ۲۵ برسوں کے دوران امام احمد رضا کی موسوعاتی شخصیت پر جامعات میں کس قدر وسیع اور متنوع کام ہوا ہے، نیز یہ کہ متواتر بغیر کسی وقفہ کے اب تک جاری و ساری ہے بلکہ اس عاشق رسول اور وارث علوم رسول ﷺ کے آثارِ علمی کی وسعت و گہرائی یہ بتاتی ہے کہ انشاء اللہ ''احمد رضائے احمدِ مرسل'' کی عطا کا یہ سلسلہ تا صبحِ قیامت جاری و ساری رہے گا۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضاؔ، تم پہ کروڑوں درود

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

ترتیب و پیشکش: سید وجاہت رسول قادری

امام احمد رضا پر پی۔ ایچ۔ ڈی مقالات کی فہرست

نمبر	نام اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	تاریخ رجسٹریشن	تاریخ داخلہ	تاریخ منظوری	رابطہ: پتہ، فون، موبائل، ای میل
1	ڈاکٹر حسن رضا خاں	فقیہ اسلام	ڈاکٹر اطہر شیر	پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا			1979ء	محلہ سلطان گنج، پٹنہ (800006)، انڈیا
2	ڈاکٹر مسز اوشیا سانیال	Devotional Islam and Politics in British India (Ahmad Raza Khan Bareilvi and his Movement 1870-1920)		کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک	3-10-1985		1990ء	usanyai@carolina rr com
3	ڈاکٹر سید جمال الدین	اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا خاں اور ان کی نعت گوئی		ڈاکٹر ہری سنگھ گور دیشا ودھیالہ یونیورسٹی ساگر، ایم۔ پی۔ انڈیا	3-10-1985	6-12-1991	27-3-1992	
4	ڈاکٹر محمد امام الدین (جوہر شفیع آبادی)	حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعر نعت	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا	20-5-86		31-12-1992	براستہ شفیع آباد، پوسٹ کشن پورہ، ضلع گوپال گنج، بہار، انڈیا۔ Ph 0091-621-2214020 Mob:0943-1241282
5	ڈاکٹر طیب رضا	امام احمد رضا خاں......حیات و کارنامے	ڈاکٹر قمر جہاں	ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا			1993ء	
6	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	کنزالایمان اور دیگر معروف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	جامعہ کراچی، پاکستان	1986ء	Dec, 1990	6-11-1993	C-50/1، بلاک 1-A، گلستان جوہر، کراچی Ph 0092-21-4021657-8 Mob. 0300-2385797
7	پروفیسر ڈاکٹر حافظ الباری صدیقی	امام احمد رضا بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی)	پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان۔			1993ء	S-1/337، سعود آباد، کراچی Ph: 0092-21-4501069
8	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی	پروفیسر زیڈ۔ ایچ۔ وسیم	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا			1994ء	مکان نمبر 104 محلہ جسولی قلعہ، بریلی، یوپی، انڈیا Ph: 0091-581-2476775
9	ڈاکٹر سراج احمد بستوی	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری	پرنسپل سید ابو الحسنات حقی	کانپور یونیورسٹی، انڈیا	26-6-1991	26-12-1993	10-3-1995	محلہ بجریہ پچھمی وارڈ نمبر 2، پوسٹ خلیل آباد، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی، انڈیا۔ Pin Code 272175 Mob 0941.5875761

10	مولانا ڈاکٹر امجد رضا قادری	امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں	پروفیسر ڈاکٹر طلحہ برق رضوی	ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار، انڈیا	23-12-1995		8-12-1998	گنگتی پپری، سیتامڑی، بہار، خطیب نورانی مسجد، درگاہ روڈ، منڈائی، پٹنہ 6، بہار Ph. 0091-612-2687294 Mob: 9835423434
11	پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں	مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات	پروفیسر ڈاکٹر ایس۔ ایم سعید	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان	1989ء	1997ء	1998ء	مکان نمبر 2، نسیم سوسائٹی، عقب مصطفیٰ ہومز، لطیف آباد نمبر 9، حیدرآباد، سندھ۔ Ph:0092-221-869911 University 771681 Mob 0333-2635737
12	ڈاکٹر رضاالرحمٰن عاکف سنبھلی	روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا امام احمد رضا خاں کا حصہ	ڈاکٹر محمد سیادت نقوی	روہیل کھنڈ، بریلی، انڈیا	19-9-1998	27-8-2002	26-8-2003	میاں سرائے، کترا بازار، سنبھل، مرادآباد، یوپی، انڈیا Ph:0091-5923-230119
13	مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	امام احمد رضا کا تصورِ عشق	ڈاکٹر جہاں آرا بیگم	میسور یونیورسٹی، انڈیا	1994ء	2001ء	2002ء	(1) H.M.S انٹر پرائزز، کالج روڈ، تاپا گراج نگر، دود بالا پور، ڈسٹرکٹ بنگلور، کرناٹک، انڈیا Ph:091-821-2476254 (2) تاج الاسلام، عربک کالج، ساتواں کراس، متصل مسجد عمار، شانتی نگر، میسور
14	ڈاکٹر غلام غوث قادری	امام احمد رضا کی انشاء پردازی	پروفیسر منظر حسین	رانچی یونیورسٹی، بہار، انڈیا	22-1-2001	27-8-2002	11-03-2003	(1) رضا کمپاؤنڈ، غوث نگر، پوسٹ ڈورنڈا رانچی، ضلع رانچی، جھارکھنڈ، انڈیا Pin Code: 834002 Ph: Off. 0091-651-2482975 Res. 0091-651-2547020 Mob: 94311867561 (2) الحبیب انٹر پرائز، ہاتھی خانہ روڈ، پوسٹ ڈورنڈہ، رانچی۔
15	مسز ڈاکٹر تنظیم الفردوس	مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	جامعہ کراچی، پاکستان	1992ء	Sep,2003	25-4-2004	اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، D-2 اسٹاف ٹاؤن، کراچی یونیورسٹی۔ Ph 4968510 Off 9243131
16	ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی	الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً مع تدوین دیوانہ العربی	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	1997ء	2003ء	15-4-2004	گورنمنٹ ہائی اسکول، باغبان پورہ، لاہور۔ Ph:0092-42-7670879

17	مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بی۔آر۔امبیڈکر، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا	2-05-2000	30-12-2002	20-12-2004	328A.R. اے۔ جے۔ رضوی اسٹریٹ، ممبئی 3، انڈیا۔ Ph: 0091-22-56238418 Mob: 9869328511 E-mail: ghulamjabir@yahoo.com

امام احمد رضا پر داخل شدہ پی۔ایچ۔ڈی مقالات

نمبر	نام اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	تاریخ رجسٹریشن	تاریخ داخلہ	رابطہ: پتہ، فون، موبائل، ای میل
1	مولانا منظور احمد سعیدی	مولانا احمد رضا خاں کی خدمت علوم حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	جامعہ کراچی، سندھ، پاکستان	1997ء	2003ء	(1) رحمانیہ مسجد، طارق روڈ، کراچی۔ (2) جامعہ حامدیہ رضویہ، میینہ ٹاؤن، نزد جامعہ کراچی۔ Office: 48451372-138 81451372-138 Res: 4520694
2	پروفیسر مولانا اشفاق احمد جلالی	الزلال الانقی من بحر سبقت الاتقی (للشیخ احمد رضا خاں)	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	1997ء	2003ء	موضع وڈاکخانہ بیگہ مہر وچیور، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

امام احمد رضا پر زیر تکمیل پی۔ایچ۔ڈی مقالات

نمبر	نام اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن	ریمارکس
1	پروفیسر سعید احمد	امام احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات		گلبرگہ یونیورسٹی، کرناٹک، انڈیا	1997ء	
2	محمد حسن امام	امام احمد رضا اور ان کے خلفاء کا تحریک پاکستان میں کردار	ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	جامعہ کراچی، سندھ، پاکستان	1998ء	
3	محمد عارف جامی	جد الممتار علی رد المحتار کی تخریج وتحشی	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	جامعہ کراچی، سندھ، پاکستان	2000ء	
4	شفیق اجمل	بیسویں صدی میں امام احمد رضا اور علمائے اہلسنت کی ادبی ودینی خدمات	ڈاکٹر رفعت جمال	بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا	نومبر 2003ء	بحوالہ مکتوب مقالہ نگار مورخہ 19-4-2004
5	اورنگزیب اعظمی	عربی زبان میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ		جواہر لال یونیورسٹی، نیو دہلی	2004ء	بحوالہ مکتوب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مورخہ 23-5-2004
6	مولانا اسحاق رامپوری	فارسی ادبیات میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ		جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، انڈیا	2004	بحوالہ مکتوب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مورخہ 23-5-2005
7	اے پی عبدالحکیم	امام احمد رضا کی محدثانہ حیثیت	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بی۔آر۔امبیڈکر، بہار یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	19-11-2002	بحوالہ مکتوب ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صاحب مورخہ 1-5-2004

8	آنسہ حامدہ بی بی	اردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خاں	پروفیسر حامد علی خان	ایم۔ جے۔ پی روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	19-11-2002 نمبر:66-665	رابطہ عنوان: مکان نمبر 222، محلہ اشرف خاں، پیلی بھیت، یوپی۔ انڈیا Ph: 0091-5882-253735 0091-5882-252410
9	مولانا بدیع العالم رضوی صاحب	ترجمہ "کنز الایمان" اور "بیان القرآن" کا تقابلی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر عبدالودود	اسلامک یونیورسٹی، کشتیا، بنگلہ دیش	09-2004	پرنسپل جامعہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ، حالی شہر، چٹاگانگ۔ فون: 0088031-651547 C/O Fax: 652838
10	پروفیسر محمد اسحاق مدنی	برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ۔ ایک تحقیقی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری	جامعہ کراچی۔	2003ء	
11	ابا قاسم ضیائی	الشیخ احمد رضا خاں۔ شاعر من الھند		جامعۃ البغداد للعلوم الاسلامیہ، عراق	جنوری 2005ء	

امام احمد رضا پر ایم۔ فل مقالات

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	نگراں	یونیورسٹی	تاریخ رجسٹریشن	تاریخ داخلہ	تاریخ منظوری
1	آنسہ آر۔ بی۔ مظہری	امام احمد رضا کے حالات اور ادبی خدمات	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	سندھ یونیورسٹی			1981ء
2	پروفیسر ڈاکٹر محمود حسین بریلوی	محمد احمد رضا کی عربی زبان وادب میں خدمات	ڈاکٹر عبدالباری ندوی، شعبۂ عربی	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا			1990ء
3	حافظ محمد اکرم	الامام احمد رضا خان البریلوی الحنفی و خدماته العلمیه والأدبیه	دکتور ثریادار، عمید القسم اللغته العربی و آدبها	الجامعۃ الاسلامیہ بہاولپور، پاکستان			1995ء
4	مولانا مشتاق احمد شاہ الازہری	الامام احمد رضا خان وأثره فی الفقه الحنفی	الدکتور عبدالفتاح محمد النجار	جامعۃ الازہر شریف، قاہرہ، مصر			1997ء
5	مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری ابن علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری	الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی، شاعراً عربیاً	الدکتور رزق مرسی ابو العباس علی۔ استاذ الأدب والنقد المساعد کلیة الدراسات الاسلامیه العربیه	جامعۃ الازہر الشریف، قاہرہ، مصر			1999ء
6	السید عتیق الرحمن شاہ	النثر الفنی عند الشیخ احمد رضا خان (م1856-1921) دراسته الفنیه و اسلوبیة	الدکتور عبد الکبیر محسن	الجامعة الاسلامية العالمية كلية اللغة العربيه، اسلام آباد			2003ء
7	مولانا حافظ ظفر اقبال جلالی	اثر الثقافة العربية فی المدائح النبویه الأردیه للشیخ احمد رضا خان	الدکتور عبد الکبیر محسن	بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد	2003ء	22-10-2003	22-12-2003

نوٹ(۱): ایم۔اے کے مونوگراف بے شمار ہیں اور برصغیر پاک و ہند کی تمام ہی جامعات میں لکھے گئے ہیں اور جارہے ہیں جن کی تفصیل پیش کرنا ممکن نہیں، ان کی تعداد ڈاکٹریٹ اور ایم۔فل کی تعداد سے کہیں زیادہ شاید سینکڑوں کی تعداد میں ہو۔(وجاہت)

نوٹ(۲): دینی مدارس/جامعات کے سال ہشتم میں تنظیم المدارس پاکستان کے نصاب میں امام احمد رضا کی حیات و افکار اور کارناموں کے حوالے سے 100 نمبروں کا ایک پرچہ ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو مدارس اہلسنت پاکستان کے ہزارہا طلباء ہر سال مقالہ لکھ رہے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ تنظیم المدارس کو چاہئے کہ ہر سال ان کے منتخب مقالہ جات کو کتابی صورت میں شائع کرے۔(وجاہت)

امام احمد پر زیر تکمیل ایم۔فل

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن
1	مولانا فیض الحسن فیضی	امام احمد رضا کی عربی خدمات		پشاور یونیورسٹی	1997ء
2	مولانا جلال الدین بنگلہ دیشی (شعبۂ فلسفہ)	امام احمد رضا القادری وجهوده في مجال العقيدة الاسلامية في شبة القارة الهندية	الدکتور محمد السعید جمال الدین استاذ الفارسیہ، جامع عین شمس	قاہرہ یونیورسٹی، قاہرہ، مصر	2002ء

ایم۔ایڈ کی سطح پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے نظریۂ تعلیم پر تحریر کردہ تحقیقی مقالہ جات

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	درجہ/لیول	مقام تحقیق
1	۱) محمد افضل ۲) عبدالقیوم	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تعلیمی نظریات و افکار	ماسٹر	آئی۔ای۔آر، جامعہ پنجاب
2	ایس۔شاہد علی	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی علمی خدمات	ماسٹر	آئی۔ای۔آر، جامعہ پنجاب
3	۱) چوہدری محمد یعقوب ۲) محمد حفیظ کمبوہ	مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا مودودی کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ	ماسٹر	آئی۔ای۔آر، جامعہ پنجاب
4	محمد اسلم اصغر علی	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے افکار کی روشنی میں تصور تعلیم و نصاب	ماسٹر	آئی۔ای۔آر، جامعہ پنجاب
5	۱) خادم حسین ۲) محمد اشرف	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی اصلاحی و تعلیمی خدمات	ماسٹر	آئی۔ای۔آر، جامعہ پنجاب
6	۱) عبدالوحید گل ۲) رشید احمد	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تعلیمی نظریات و افکار	ماسٹر	آئی۔ای۔آر، جامعہ پنجاب
7	۱) حافظ ذوالفقار علی ۲) غلام احمد	امام احمد رضا خاں بریلوی کے تعلیمی نظریات کا جائزہ	ماسٹر	آئی۔ای۔آر، جامعہ پنجاب
8	خالدہ پروین	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تعلیمی افکار و نظریات کا جائزہ	ماسٹر	گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فیصل آباد
9	ایس۔ایم۔وارث	اصلاح معاشرہ کیلئے مولانا احمد رضا خاں کی سعی و کاوش کا جائزہ	ایم۔ایڈ	گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فیصل آباد
10	عظیم اللہ جندران	مولانا احمد رضا خاں اور علامہ اقبال کے تعلیمی نظریات کا تقابلی جائزہ	ایم۔ایڈ	اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور شعبہ ٹیچرز ٹریننگ
11	ترک ولی محمد	امام احمد رضا خاں کے تعلیمی نظریات	ایم۔ایڈ	جامعہ کراچی، ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن

نوٹ: ایم ایڈ سطح کے مندرجہ بالا مقالہ جات کی تکمیل کے بعد "تعلیمات رضویات" سے شغف رکھنے والے احباب سے درخواست ہے کہ وہ ایم۔فل یا پی۔ایچ۔ڈی درجہ کے تحقیقی کام کے لئے قدم آگے بڑھائیں۔ مثلاً "Imam Ahamd Raza Khan as an Islamic Educationist" کے موضوع پر مزید کام کیا جاسکتا ہے۔ ملکی جامعات کے شعبہ علوم اسلامیہ یا شعبہ ایجوکیشن سے رجسٹریشن ممکن ہوسکتی ہے۔ "Foundation of Islamic Education System in the light of Imam Ahmad Raza Khan's Teachings" کے موضوع پر بھی تحقیقی کام کی گنجائش اور ضرورت موجود ہے۔ ان موضوعات پر کام کی خواہش رکھنے والے اسکالر، ایم۔ایڈ کے طلباء/اساتذہ، محترم سلیم اللہ جندراں سے رابطہ کرسکتے ہیں۔ ان کا پتہ یہ ہے: سلیم اللہ جندراں، بھوآحسن، تحصیل پھالیہ، منڈی بہاؤالدین، پنجاب، پاکستان۔

زیر تکمیل ڈی لیٹ

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن
1	مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد	امام احمد رضا کی ادبی خدمات	......	جواہر لال یونیورسٹی، نیو دہلی، انڈیا	1998ء

علمائے بریلی کی خدمات پر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے والے

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	نگران	یونیورسٹی	سن حصول
1	ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی	علمائے اہلسنّت کی علمی اور ادبی خدمات	ڈاکٹر رفعت جمال صاحبہ، صدر شعبۂ اردو	ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا	1993ء
2	ڈاکٹر محمد ذیشان	علامہ بدر القادری۔ حیات اور شاعری	پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا	2005ء

علمائے بریلی کی خدمات پر ایم۔فل کی سند حاصل کرنے والے

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	نگران	یونیورسٹی	سن حصول
1	پروفیسر مجیب احمد	Jamiyyat Ulama-i-Pakistan 1948-1979	ڈاکٹر ایم رفیق افضل۔ ڈین فیکلٹی آف سوشل سائینسز	قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد	1992ء

علمائے بریلی کی خدمات پر زیر تکمیل پی۔ایچ۔ڈی

نمبر	مقالہ نگار	عنوان	نگران	یونیورسٹی	رجسٹریشن
1	پروفیسر مجیب احمد	علمائے اہلسنّت کی سیاسی خدمات 1947ء - 1996ء	پروفیسر مجیب احمد	قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد	1999ء

بین الاقوامی جامعات کی مختلف سطحوں پر امام احمد رضا پر تحقیقی کام کرنے والے ایک نظر میں

نمبر	سطح	تکمیل شدہ	داخل شدہ	زیر تکمیل / رجسٹرڈ	کل میزان
1	پی۔ایچ۔ڈی	17	2	11	30
2	ایم۔فل	7	-	2	9
3	ایم۔ایڈ	11	-	-	11
4	ڈی۔لیٹ	-	-	1	1
5	علمائے اہلسنّت کے حوالے سے پی۔ایچ۔ڈی	2	-	1	3
6	علمائے اہلسنّت پر ایم۔فل	1	-	-	1
	مجموعی تعداد	38	2	15	55

نوٹ: گذشتہ 25 برسوں میں بحمد اللہ تعالیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی کاوشوں کی بدولت 33 بین الاقوامی جامعات میں 55 اسکالرز امام احمد رضا قدس سرہٗ پر تحقیقی کام میں مشغول ہوئے اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے اور ان شاء اللہ تا صبح قیامت جاری رہے گا۔ فالحمد لله على احسانه حسبنا الله ونعم الوكيل نعم المولىٰ و نعم النصير۔ وصلّى الله تعالىٰ عليه خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى اٰله واصحابه و علماء ملّته اجمعين وبارك وسلّم

کون اس دور میں نغماتِ رضا تک پہونچے

سید محمد حمایت رسول قیصرؔ وارثی لکھنوی*

اعلیٰ حضرت کے جو نقشِ کفِ پا تک پہونچے
وہ بایں سلسلہ محبوبِ خدا تک پہونچے

دیدہ و دل جسے کرنا ہوں منوّر لوگو
وہ بریلی کی ضیاء بار فضا تک پہونچے

اسی دربار سے مِل جائیں گے غوثِ اعظم
طالبِ غوث سے کہہ دو کہ رضا تک پہونچے

یہ کرامت بھی تری خدمتِ بے لوث کی ہے
ہم اندھیرے سے نکل آئے ضیاء تک پہونچے

ہوگئے بار گہہِ ربِّ علیٰ میں مقبول
جتنے جملے ترے لب ہائے دعا تک پہونچے

کیا کہوں ان کو نوازا تھا بڑوں نے کتنا
ہم تو بس صورت و انداز و ادا تک پہونچے

آخرش بیٹھ گئے تھک کے سخندانِ جہاں
کون اس دور میں نغماتِ رضا تک پہونچے

کنز الایمان دیا ترجمہ قرآں کا ہمیں
اس کو جو پڑھ لے وہ ایماں کی فضا تک پہونچے

علمِ غیبِ نبوی، عشقِ نبی، نورِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
آج ہو جس کو سمجھنا وہ رضا تک پہونچے

کیا غلط ہے جو کہیں کلکِ رضا کو خنجر
جو مخالف ہوئے ان کے وہ قضا تک پہونچے

جس کی نسبت سے ملی دولتِ عشقِ احمد
خوش نصیبی سے ہم اس راہ نما تک پہونچے

اختر و شمس و قمر بن کے وہ چمکے قیصرؔ
جتنے ذرّے ترے دامانِ قبا تک پہونچے

نوٹ: آپ مدیر اعلیٰ کے عم زاد ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا عنایت رسول قادری عرف محمد عمر وارثی رضوی نوری ابن شیر بیشۂ اہلسنت علامہ سید ہدایت رسول قادری نوری علیہما الرحمہ ہے۔

* مہتمم دار العلوم وارثیہ غوثیہ لکھنؤ

پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے
پہونچے

سنت علامہ سید ہدایت

ফী আহ্'কামি কি'র্ত'াসি'দ-দারাহিম, রচনাকাল ১৩২৪/১৯০৬, লাহোরে মুদ্রিত; (৫) ঐ লেখক, হ'াদাাইক'-২ বাখশিশ, রচনাকাল ১৩২৫/১৯০৭, করাচীতে মুদ্রিত; (৬) ঐ লেখক, হ'সাামু'ল-হ'ারামায়ন 'আলাা মানুহ'ারি'ল-কুফ্রি, ওয়া'ল-মায়ন, রচনাকাল ১৩২৪/১৯০৬, লাহোরে মুদ্রিত; (৭) ঐ লেখক, আল-ফুয়ূদ'াাতু'ল-মালিকিয়্যাঃ লিমুহি'ব্বি'দ-দাওলাত্তি'ল-মাক্কিয়্যাঃ, রচনাকাল ১৩২৬/১৯০৮ সন, করাচীতে মুদ্রিত; (৮) ঐ লেখক, কান্যু'ল-ঈমান ফী তার্জামাতি'ল-কু'র্আান, মুরাদাাবাদ ১৩৩০/১৯১১; (৯) ঐ লেখক, আল-মাহ'াজ্জাতু'ল-মু'তামানাঃ ফী আায়াতি'ল-মুম্তাহ'ানাঃ, বেরেলী ১৩৩৯/১৯২০; (১০) ইক্'বাল আহ্'মাদ, কারাামাাত-ই আ'লাা হ'াদ'রাত, কানপুরে মুদ্রিত; (১১) বাদ্রু'দ-দীন আহ্'মাদ, সাওয়াানিহ্'-ই আ'লাা হ'াদ'রাত, লাহোর ১৯৬৩ খৃ.; (১২) হ'ামিদ রিদ'াা খান, আল-ইজাাযাাতু'ল-মাতীনাঃ লি'উলামাা-ই মাক্কাতাঃ ওয়া'ল-মাদীনাঃ, রচনাকাল ১৩২৪/১৯০৬, পাণ্ডু.; (১৩) হ'সায়ন রিদ'াা খান, ওয়াস'াায়াা শারীফ, লাহোরে মুদ্রিত; (১৪) হ'সায়ন আহ্'মাদ মাদানী, আশ-শিহাাবু'ছ-ছ'াাকি'ব 'আলা'ল-মুস্তারিকি''ল-কাাযি'ব, দেওবন্দ ১৩২৫/১৯০৭; (১৫) হ'ানাফী (মাসিক পত্রিকা), লায়ালপুর ১৩৯২/১৯৭২, এপ্রিল ও মে সংখ্যাদ্বয়; (১৬) রাহ্'মান 'আলী, তায্'কিরাঃ-ই 'উলামাা'-ই হিন্দ (ফারসী), লক্ষ্ণৌ ১৩৩২/১৯১৪; (১৭) রাঈস আহ্'মাদ জা'ফারী, আওরাাক'-ই গুম্গাশ্তাঃ, লাহোর ১৩৮৮/১৯৬৮; (১৮) সায়্যিদ মুহ'াম্মাদ কাছুছুবী, খুত্'বাঃ-ই স'াদাারাত-ই জাম্হূরিয়্যাত-ই ইস্লাামিয়্যাঃ (১৩৬৬/১৯৪৬), লাহোরে মুদ্রিত; (১৯) ঐ লেখক, আল-খুত্'বাতু'ল-আশরাাফিয়্যাঃ লি'ল-জাম্হূরিয়্যাতি'ল-ইস্লাামিয়্যাঃ (১৩৬৬/১৯৪৬), লাহোরে মুদ্রিত; (২০) জ'াফারু'দ-দীন বিহারী, হ'ায়াাত-ই আ'লাা হ'াদ'রাত, ১ জিল্দ্, করাচীতে মুদ্রিত, ২ জিল্দ্ (পাণ্ডু.), ১৩৫৭/১৯৩৮; (২১) ঐ লেখক, আল-মুজ্মালু'ল-মু'আদ্দিদ লিতা'লীফাতি'ল-মুজাদ্দিদ, রচনাকাল ১৩২৭/১৯০৯; (২২) জ'াহূর আহ্'মাদ আজ্'হার, আহ্'মাদ রিদ'াা খান নিবন্ধ, উর্দূ দাাইরাঃ-ই মা'আারিফ-ই-ইস্লাামিয়্যাঃ, ৪খ., ৪৮৬; (২৩) 'আব্দু'ল-হ'াক্'ক্, ক'াামূসু'ল-কুতুব, উর্দূ, ১ জিল্দ্, করাচী ১৩৮১/১৯৬১; (২৪) 'আব্দু'ল-হ'ায়্যি হ'াকীম, নুয্হাতু'ল-খাওয়াাতি'র ওয়া বাহ্জাতু'ল-মাসাামি'ই ওয়া'ন-নাওয়াাজি'র, ৮ জিল্দ্, হায়দারাবাদ (দাক্ষিণাত্য) ১৩৯০/১৯৭০; (২৫) 'আব্দু'ল-মুস্'ত'াফাা আ'জ'ামী, মা'মূলাাতু'ল-আব্রাার বিমা'আানি'ল-আাছ'াার, লক্ষ্ণৌ ১৩৮৪/১৯৬৪; (২৬) 'আব্দু'ন-নাবী কাওকাব ক'াাদিরী, মাক'াালাাত-ই য়াওম-ই রিদ'াা, ১ জিল্দ্ (লাহোর ১৯৬৮ খৃ.), ২ জিল্দ্ (লাহোর ১৯৭০ খৃ.), ৩ জিল্দ্ (লাহোর ১৯৭১ খৃ.); (২৭) গ'লাাম মু'ঈনু'দ-দীন, হ'ায়াাত-ই স'াদ্রু'ল-আাফাাদি'ল, লাহোরে মুদ্রিত; (২৮) খুরশীদ আহ্'মাদ, পাাকিস্তাান মেঁ আাঈন কী তাদ্বীন আওর জাম্হূরিয়্যাত কাা মাস্'আলাঃ, মুহ'াম্মাদ আয়্যূব ক'াাদিরী কর্তৃক ভূমিকা, করাচী ১৩৯০/১৯৭০; (২৯) মুহ'াম্মাদ মাস্'উদ আহ্'মাদ, ফাাদি'ল-ই বেরেলবী ওয়া তার্ক-ই-মুওয়াালাাত, লাহোর ১৩৯১/১৯৭১; (৩০) ঐ লেখক, ফাাদি'ল-ই বেরেলবী 'উলামাা'-ই-হি'জাায কী নাজ্'র মেঁ, রচনাকাল ১৩৯২/১৯৭২, পাণ্ডু; (৩১) মুহ'াম্মাদ স'াাবির, মুজাদ্দিদ-ই ইস্লাাম, কানপুর ১৩৭৯/১৯৫৯ সন; (৩২) নিজ'াামী বাদায়ূনী, ক'াামূসু'ল-মাশাাহীর, ১ জিল্দ্, বাদায়ূন ১৩৪৫/১৯৩৬; (৩৩) না'ঈমু'দ-দীন মুরাাদাাবাাদী, খাযাাইনু'ল-'ইর্ফাান ফী তাফ্সীরি'ল-কু'র্আান, মুরাাদাাবাদে মুদ্রিত; (৩৪) আহ্'মাদ রিদ'াা খান, আস-সানিয়্যাতু'ল-আনীক'াঃ ফী ফাতাাওয়াা আফ্রীক'াঃ, মাদীনা পাব্লিশিং কোম্পানী, করাচী ১৯৭১ খৃ.; (৩৫) ঐ লেখক, আল-মাল্ফূজ', মাদীনাঃ পাব্লিশিং কোম্পানী, করাচী; (৩৬) আহ্'মাদ রিদ'াা খান এবং অন্যান্য লেখক, জাামি'উ'ল-ফাতাাওয়াা, সুন্নী দাারু'ল-ইশাা'আত 'আলাাবি'য়্যাঃ রিদ্'বি'য়্যাঃ, লায়ালপুর ১৯৭০ খৃ.; (৩৭) 'আব্দু'ল-হ'াকীম ক'াাদিরী শারাফ, য়াাদ-ই-আ'লাা হ'াদ'রাত, হরিপুর, হাযারা ১৯৭০ খৃ.; (৩৮) তাারীখ-ই আদাা বিয়্যাাত-ই-মুসালমানাান-ই পাাকিস্তাান ওয়া হিন্দ, পাঞ্জাব বিশ্ববিদ্যালয় (পাকিস্তান) কর্তৃক মুদ্রিত, লাহোর ১৯৭২ খৃ., ৫ খ., ৫৯৫-৫৯৯; (৩৯) তারজুমান-ই আহ্ল-ই সুন্নাত (মাসিক পত্রিকা), আগস্ট ১৯৭১ খৃ., মার্চ ১৯৭২ খৃ., মে ১৯৭২ খৃ.; (৪০) দি'য়াা-ই হ'ারাম (মাসিক পত্রিকা), জুলাই ১৯৭২ খৃ.; (৪১) মুস্'ত'াফাা কামিল, পাাক ওয়া হিন্দ কে এক 'আজ'ীম দীনী রাহ্নুমাা শাাহ্ আহ্'মাদ রিদ'াা, দৈনিক কোহিস্তান পত্রিকায় প্রকাশিত, ২ জুন, ১৯৬৮ খৃ.।

মুহ'াম্মাদ মাস্'উদ আহ্'মাদ (দা.মা.ই.)/মু. মাজহারুল হক

রিদ'াা তেওফীক': (দ্র. বোলুক বাশি)।

রিদ'াা নূর (رضا نور): রিয'া নূর (১৮৭৯-৮/ সেপ্টেম্বর ১৯৪২ খৃ.), ১৮৭৯ খৃ. সালে কৃষ্ণ সাগরের তীরবর্তী সিনপ (sinop) শহরে জাত তুর্কী চিকিৎসক, রাজনীতিবিদ, কূটনীতিবিদ, সাহিত্যিক এবং জাতীয়তাবাদী চিন্তাবিদ। সামরিক মহাবিদ্যালয়ের স্নাতক ডিগ্রী লাভের পর তিনি চিকিৎসা অনুষদে (Faculty of Medicine) শিক্ষকতা করেন এবং ১৯০৮ সালে সংবিধান পুনঃপ্রতিষ্ঠার পর রাজনীতির জন্য চিকিৎসকের বৃত্তি পরিত্যাগ করেন। সিনপ হইতে পার্লামেন্টে নির্বাচিত হইয়া রিদ'াা নূর ইত্তিহ'াাদ য়ি তেরাক্কি জেম'য়্যিত [দ্র. CUP]-এর বিরুদ্ধে বিরুদ্ধবাদী উদারপন্থী (আহ্'রাার ফীরক'াসী) দলে যোগদান করেন। ১৯০৯ খৃ. সালের ব্যর্থ প্রতিবিপ্লবে অংশগ্রহণ করার জন্য সন্দেহভাজন হইয়া তিনি মিসরে পলায়ন করেন কিন্তু CUP-এর বিরুদ্ধে তাঁহার বিরুদ্ধতামূলক ভূমিকা পালন অব্যাহত রাখার জন্য প্রত্যাবর্তন করেন। ১৯১০ খৃ. সালের ১৯ জুলাই সরকারের বিরুদ্ধে ষড়যন্ত্র করার অভিযোগে গ্রেফতার হন, কিন্তু প্রমাণাভাবে মুক্তিলাভ করেন। তিনি ১৯১১ খৃ. সালের নভেম্বর Hurriyyet ve I'tilaf Firkasi (হ'ররিয়্যাত য়ি ইতলাাফ ফিরক'াসী'র) [দ্র.] একজন প্রতিষ্ঠাতা সদস্য হন যাহা CUP-এর সকল বিরোধী দলকে ঐক্যবদ্ধ করার উদ্যোগ গ্রহণ করে। ১৯১৩ খৃ. সালের জুন মাসে মাহ্'মূদ শেওকাত পাশার [দ্র.] এর হত্যার পর তিনি য়ুরোপে নির্বাসিত হন।

ভারতীয় উপমহাদেশের বিপুল সংখ্যক হ'নাফী মতের দীনী মাদ্রাসা আহ্'মাদ রিদ'া খান বেরেলবী অথবা তাঁহার খলীফাগণের নামের সহিত সম্পৃক্ত করিয়া নামকরণ করা হইয়াছে। উদাহরণস্বরূপ উল্লেখ করা যায় জামি'আঃ রিদ্'বি'য়্যাঃ মানজ'ারু'ল-ইসলাম বেরেলী, জামি'আঃ রিদ্'বি'য়্যাঃ লায়ালপুর, জামি'আঃ নিজ'ামিয়্যাঃ রিদ্'বি'য়্যাঃ লাহোর, জামি'আঃ না'ঈমিয়্যাঃ মুরাদাবাদ, জামি'আঃ-ই-না'ঈমিয়্যাঃ লাহোর; এবং দারু'ল-'উলূম আমজাদিয়্যাঃ করাচী। এতদ্ব্যতীত আঞ্জুমান-ই-হি'যবু'ল-আহ্'নাফ লাহোর এবং আঞ্জুমান নু'মানিয়্যাঃ-এর ন্যায় প্রাচীন প্রতিষ্ঠানগুলিও আহ্'মাদ রিদ'া খানের খলীফাগণ এবং তাঁহাদের সম মতাবলম্বী সুহৃদগণ কর্তৃক প্রতিষ্ঠিত হইয়াছে।

মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খান বেরেলবী ২৫ স'াফার ,১৩৪০/১৯২১ সনে জুমু'আঃ-র দিনে বিকাল ২টা ৩৮ মিনিটে ইন্তিকাল করেন।।

আহ্'মাদ রিদ'া খান দুই পুত্র সন্তানের জনক ছিলেন : (ক) হ'ামিদ রিদ'া খান ও (খ) মুস্'ত'াফা রিদ'া খান। হ'ামিদ রিদ'া খান রাবী'- ১২৯২/১৮৭৫ সনে জন্মগ্রহণ করেন। তিনি মা'কূ'লাত বা যুক্তিবিদ্যায় এবং মান্কূ'লাত অর্থাৎ কু'রআনে ও হ'াদীছ' স্বীয় পিতার নিকট অধ্যয়ন করিয়াছিলেন। তিনি 'আরবী সাহিত্যে বিশেষ বুৎপত্তির অধিকারী ছিলেন। তিনি সত্তর বৎসর বয়স পাইয়াছিলেন। তিনি তেইশ বৎসর বয়সে স্বীয় পিতার স্থলাভিষিক্ত ছিলেন। তিনি বহু বৎসর ধরিয়া বেরেলীর দারু'ল-'উলূম মান্জ'ারু'ল-ইসলাম নামীয় শিক্ষা প্রতিষ্ঠানে পবিত্র হ'াদীছে'র দারস্ প্রদান করিয়াছেন। হ'ামিদ রিদ'া খান ১৭ জুমাদা'-১ম. ১৩৬২/১৯৪৩ সনে ইনতিকাল করেন। তিনি কয়েকখানা গ্রন্থের প্রণেতা ছিলেন। তৎকর্তৃক রচিত গ্রন্থাবলীর মধ্যে আল-ইজাযাতু'ল-মাতীনাঃ, আদ-দাওলাতু'ল-মাক্কিয়্যাঃ বি'ল-মাদ্দাতি'ল-গ'ায়বিয়্যাঃ গ্রন্থের উর্দূ অনুবাদ, আস'-স'ারিমু'র-রাব্বানী 'আলা ইসরাফিলি'ল-ক'াদিয়ানী, সাদ্দু'ল-ফিরার, হ'াশিয়াঃ রিসালাঃ মুল্লা জালাল, না'তিয়্যাঃ দীওয়ান এবং ফাতাওয়া-এর নাম উল্লেখ করা যায় (মাক'ালাত, ৩খ., ১৭; হ'ানাফী, দ্র. হ'জ্জাতু'ল-ইসলাম নিবন্ধের অধীনে, পৃ. ২৩)।

মুস্'ত'াফা রিদ'া খান ১৩১০ হি. সনের প্রথমদিকে/১৮৯২ খৃ. জন্মগ্রহণ করেন। তিনি স্বীয় জ্যেষ্ঠ ভ্রাতা হ'ামিদ রিদ'া খানের নিকট হইতে শিক্ষা লাভ করেন এবং পিতার নিকট হইতে দীনী 'ইল্মের বিভিন্ন শাখায় উচ্চতর শিক্ষা লাভ করেন। তিনি বেরেলীস্থ দারু'ল-ইফ্তা' আর-রিদ্'বি'য়্যাঃ-তে ১৩২৮/১৯১০ সন হইতে ফাতওয়া লিখন কার্যে জড়িত থাকেন। তৎকর্তৃক রচিত গ্রন্থাবলীর মধ্যে আল-ফাতাওয়া'ল-মুস্'ত'াফাবি'য়্যাঃ-এর নাম উল্লেখযোগ্য (মাক'ালাত, ৩খ., পৃ. ২৫)।

মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খানের খলীফাগণ শুধু ভারতীয় উপমহাদেশেই নহে; বরং পবিত্র মক্কা এবং পবিত্র মদীনাতেও ছিলেন। শুধু তথায়ই তাঁহার প্রায় বত্রিশজন খলীফা ছিলেন। তাঁহাদের কয়েকজনের নাম নিম্নরূপ :

সায়্যিদ 'আবদু'ল-হ'ায়্য ফাসী মরক্কোবাসী; শায়খ হু'সায়ন জামাল মাক্কী; শায়খ স'ালিহ্' কামাল মাক্কী (মৃ. ১৩২৫/১৯০৭); সায়্যিদ ইসমা'ঈল খালীল মাক্কী (মৃ. ১৩৩৮/১৯১৯); সায়্যিদ মুস্'ত'াফা খালীল মাক্কী (মৃ. ১৩৩৯/১৯২০); সায়্যিদ আবূ বাক্র সালিম; শায়খ মুহ'াম্মাদ 'উছ'মান দাহ্লান; শায়খ মুহ'াম্মাদ য়ূসুফ; দি'য়াউ'দ-দীন আহ্'মাদ মাদানী প্রমুখ বুযর্গ ব্যক্তিগণ (আল-ইজাযাতু'ল-মাতীনাঃ)।

ভারতীয় উপমহাদেশেও মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খানের বিপুল সংখ্যক খলীফা বর্তমান ছিলেন। তাঁহাদের কয়েকজনের নাম নিম্নরূপ : হ'ামিদ রিদ'া খান (মৃ. ১৩৬২/১৯৪৩); সায়্যিদ মুহ'াম্মাদ 'আবদু'স-সালাম (মৃ. ১৩৬৩/১৯৪৪); মাওলানা মুহ'াম্মাদ জ'াফারু'দ-দীন বিহারী (মৃ, ১৩৮২/১৯৬২); মুহ'াম্মাদ আমজাদ 'আলী আ'জ'ামী (মৃ. ১৩৬৮/১৯৪৮); সায়্যিদ না'ঈমু'দ-দীন মুরাদাবাদী (মৃ. ১৩৬৮/১৯৪৮); সায়্যিদ আহ্'মাদ আশরাফ গ'ীলানী (মৃ. ১৩৪৪/১৯২৫); মুহ'াম্মাদ দীদার 'আলী আলোয়ারী (মৃ. ১৩৫২/১৯৩৩) (দ্র. মাক'ালাত, ৩খ., ১৬-৩২)।

আহ্'মাদ রিদ'া খান বিপুল সংখ্যক গ্রন্থের লেখক ছিলেন। তৎকর্তৃক রচিত গ্রন্থাবলীর সংখ্যা সহস্রাধিক হইবে। হ'ায়াত-ই আ'লা হ'াদ'রাত (পাণ্ডু.), ২ জিলদ্ এবং তায্'কিরাঃ-ই 'উলামা'-ই হিন্দ (রচনা কার্যের আরম্ভ ১৩০৫/১৮৮৭) গ্রন্থদ্বয় আহ্'মাদ রিদ'ার গ্রন্থাবলীর বিশদ বিবরণ পাওয়া যায়। শেষোক্ত গ্রন্থে বর্ণিত হইয়াছে যে, আহ্'মাদ রিদ'া খানের গ্রন্থাবলীর সংখ্যা এ পর্যন্ত পঁচাত্তর জিলদ্ পর্যন্ত পৌছিয়াছে (পূ. গ্র., পৃ. ১৮)। সে সময়ে আহ্'মাদ রিদ'া খানের বয়স ছিল মাত্র একত্রিশ বৎসর। আহ্'মাদ রিদ'া খানের জ্যেষ্ঠ পুত্র মাওলানা হ'ামিদ রিদ'া খান আদ-দাওলাতু'ল-মাক্কিয়্যাঃ গ্রন্থের পাদটীকায় ১৩২৩/১৯০৫ সনে লিখিয়াছেন : "আল্লাহ্ তা'আলার প্রশংসা বর্ণনা সহকারে জানাইতেছি যে, পিতা কর্তৃক রচিত গ্রন্থাবলীর সংখ্যা এ পর্যন্ত চারি শতাধিকে পৌছিয়াছে। উহাদের মধ্যে ফাতাওয়া-ই মুবারাকাঃ বিরাট কলেবরের বারটি জিলদে বিধৃত রহিয়াছে" (দ্র. আদ-দাওলাতু'ল-মাক্কিয়্যাঃ গ্রন্থের পাদটীকা, পৃ. ১৬৯)। যাহা হউক, পরবর্তী কালে আহ্'মাদ রিদ'া খানের মৃত্যুর পূর্ব পর্যন্ত তাঁহার রচিত গ্রন্থাবলীর সংখ্যা এক সহস্র ছাড়াইয়া গিয়াছিল (জ'াফারু'দ-দীন বিহারী, আল-মুজমালু'ল-মু'আদ্দিদ লিতা'লীফাতি'ল-মুজাদ্দিদ, ১৩২৭/১৯০৯; হ'ায়াত-ই আ'লা হ'াদ'রাত, ২ জিলদ্, পাণ্ডু.)।

গ্রন্থপঞ্জী : (১) আহ্'মাদ রিদ'া খান, আল-'আত'ায়া'ন-নাবাবি'য়্যাঃ ফি'ল-ফাতাওয়া'র-রিদ্'বি'য়্যাঃ, ১-৩ জিলদ্, বেরেলী ১৩১০/১৮৯২; (২) ঐ লেখক, আল-ইজাযাতু'র-রিদ্'বি'য়্যাঃ লিমাবজালি মাক্কাতা'ল-বাহিয়্যাঃ, রচনাকাল ১৩২৩/১৯০৫, পাণ্ডু.; (৩) ঐ লেখক, আদ-দাওলাতু'ল-মাক্কিয়্যাঃ বি'ল-মাদ্দাতি'ল-গ'ায়বিয়্যাঃ, রচনাকাল ১৩২৩/১৯০৫; (৪) ঐ লেখক, কিফলু'ল-ফাকীহি'ল-ফাহিম

না'ঈমু'দ-দীন মুরাদাবাদী খাযাইনু'ল-'ইর্ফান ফী তাফ্সীরি'ল-কু'র্আান নামে উক্ত তর্জমাঃ-র একখানা টীকাগ্রন্থ রচনা করেন। আহ্'মাদ রিদ'া খান কর্তৃক রচিত উক্ত তর্জমা এই দিক দিয়া বৈশিষ্ট্যমণ্ডিত যে, যে সকল আয়াতের তর্জমা করিবার ক্ষেত্রে সামান্যতম অসতর্ক থাকিলে উহার ফলে আল্লাহ্ তা'আলা এবং রাসূল (স')-এর শান ও মর্যাদা প্রকাশে বেআদবী হইবার লেশমাত্র আশংকা থাকিতে পারে, সে সকল আয়াতের তর্জমা লিখিবার ক্ষেত্রে মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খান বিশেষ সতর্কতা অবলম্বন করেন।

আহ্'মাদ রিদ'া খান কবিতা রচনায়ও সিদ্ধহস্ত ছিলেন। তিনি কাব্যশাস্ত্রের সকল শাখায়ই কবিতা রচনা করিয়াছেন। তবে রাসূলুল্লাহ্ (স')-এর না'ত বা প্রশংসা বর্ণনায় কবিতা রচনায় তিনি বিশেষ সিদ্ধহস্ত ছিলেন। তাঁহার সাধারণ কবিতাবলীতেও সর্বত্র না'ত-এর ঝলক পরিলক্ষিত হয়। তৎকর্তৃক রচিত দীওয়ান "হ'াদাইক'-ই বাখ্শিশ" অধ্যয়নে জানা যায় যে, তিনি উর্দূ, ফার্সী, 'আরবী, হিন্দী প্রভৃতি ভাষায় সমান যোগ্যতায় উচ্চ পর্যায়ের কবিতা রচনা করিতেন। রাসূলুল্লাহ্ (স')-এর জন্য সালামের দু'আা করিয়া তিনি যে বিখ্যাত উর্দূ কবিতা রচনা করিয়াছিলেন, উহা ভারতীয় উপমহাদেশের সর্বত্র পঠিত হইয়া থাকে। উক্ত কবিতার প্রথম চরণদ্বয় নিম্নরূপঃ

"(লক্ষ লক্ষ সালাম বর্ষিত হউক মুহ'াম্মাদ মুস্'ত'াফা (স')-এর উপর, যিনি রাহ্'মাতের জান ও প্রাণস্বরূপ। লক্ষ লক্ষ সালাম বর্ষিত হউক হিদায়াতের মাজ্লিসের প্রদীপের উপর)।"

সকল সমালোচকই আহ্'মাদ রিদ'া খানের উচ্চস্তরের কাব্যপ্রতিভাকে আন্তরিকভাবে স্বীকৃতি প্রদান করিয়াছেন। উদাহরণস্বরূপ বলা যায়, ইফ্তিখার আ'জ'ামী আহ্'মাদ রিদ'া খানের বিরুদ্ধ মতাবলম্বী হওয়া সত্ত্বেও না'ত-কবিতা রচনায় তাঁহার যোগ্যতা সম্বন্ধে লিখিয়াছেন : "আহ্'মাদ রিদ'া খান রচিত না'ত-কবিতাবলী এইরূপ উচ্চ পর্যায়ের যে, তাঁহাকে প্রথম শ্রেণীর না'ত কবিতা রচনাকারী কবিদের মধ্যে স্থান দেওয়া উচিত" (দ্র. আর্মুগ'ান-ই হ'ারাম, পৃ. ১৪)। [আহ্'মাদ রিদ'া খানের না'ত কবিতা রচনার যোগ্যতা সম্পর্কিত তথ্যাবলী জানিবার জন্য দ্র. 'আবিদ নিজ'ামী কর্তৃক রচিত এবং মাক'ালাত গ্রন্থ, ১ খ., ১০৭ প্রকাশিত নিবন্ধ; দি'য়া-ই হ'ারাম, ডেরা, জুলাই ১৯৭২ খৃ.]।

আহ্'মাদ রিদ'া খানের জীবনের শেষদিকে ভারতীয় উপমহাদেশের রাজনীতি এক নূতন মোড় লইয়াছিল। ১৩৩৮/১৯১৯ সনে ভারতবর্ষে খিলাফাত আন্দোলন আরম্ভ হইয়াছিল। পরবর্তী বৎসর ১৩৩৯/১৯২০ সনে আবার অসহযোগ আন্দোলন আরম্ভ হয়। মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খান উক্ত আন্দোলনদ্বয়ের (শেষোক্ত আন্দোলনের) বিরোধিতা করেন। তিনি উহাদের বিরুদ্ধে ১৩৩৯/১৯২০ সনে আল-মাহ্'াজ্জাতু'ল-মু'তামানাঃ ফী আয়াতি'ল-মুমতাহ্'িনাঃ নামীয় একখানা পুস্তিকা প্রণয়ন করেন। উক্ত পুস্তিকায় তিনি উপমহাদেশের কাফির ও মুশরিকদের সহিত সহযোগিতা করিবার এবং তাহাদের সহিত রাজনৈতিক ঐক্য স্থাপন করিবার ভয়াবহ পরিণতির কথা উপমহাদেশের মুসলমানদিগকে স্মরণ করাইয়া দেন। তাঁহার ভক্ত অনুরাগিগণ জামা'আত-ই রিদ'া-ই মুস্'ত'াফা নামে একটি সংগঠন প্রতিষ্ঠা করেন। অতঃপর অল-ইন্ডিয়া সুন্নী কন্ফারেন্স নামে আরেকটি সংগঠন প্রতিষ্ঠা করা হয়। শেষোক্ত সংগঠনের আরেক নাম রাখা হয় জামহুরিয়্যাত-ই ইস্লামিয়্যাঃ-ই মার্কাযিয়্যাঃ (হ'য়াত-ই স'াদ্'রু'ল-আফাদি'ল, পৃ. ১৮৬)।

জামা'আত-ই রিদ'া-ই মুস্'ত'াফা নামীয় সংগঠনের সদস্যগণ হিন্দু-মুস্লিম ঐক্য ও সংহতির বিরুদ্ধে ভূমিকা পালন করেন। উক্ত সংগঠনের একজন গুরুত্বপূর্ণ সদস্য এবং উহার অন্যতম প্রতিষ্ঠাতা ছিলেন না'ঈমু'দ-দীন মুরাদাবাদী (মৃ. ১৩৬৮/১৯৪৮)। উল্লেখ্য যে, তিনি মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খানের অন্যতম খলীফা ছিলেন।

১৩৫৯/১৯৪০ সনে পাকিস্তান প্রতিষ্ঠার দাবি প্রস্তাব গৃহীত ও ঘোষিত হইবার সঙ্গে সঙ্গে বেরেলবীপন্থী আহ্লু-ই সুন্নাত জামা'আতের 'আলিমগণ হিন্দু-মুস্লিম ঐক্য-বিরোধী তাঁহাদের প্রচেষ্টা ও তৎপরতাকে অধিকতর জোরদার করেন। ১৩৬৬/১৯৪৬ সনে বেনারসে অল-ইন্ডিয়া সুন্নী কন্ফারেন্সের চারিদিন ব্যাপী (২৭-৩০ এপ্রিল) অধিবেশন অনুষ্ঠিত হয় (হ'য়াত-ই স'াদ্রু'ল-আফাদি'ল, পৃ. ১৮৯)।

উক্ত অধিবেশনে সর্বসম্মতিক্রমে পাকিস্তান দাবির প্রতি জোরদার সমর্থন ব্যক্ত করা হয়। পাকিস্তান প্রতিষ্ঠিত হইবার পরও বেরেলবীপন্থী 'আলিমগণ পাকিস্তানকে ইস্লামী রাষ্ট্রে পরিণত করিবার জন্য অনেক চেষ্টা করিয়াছেন। আহ্'মাদ রিদ'া খান অসহযোগ আন্দোলনের বিরোধিতা করিবার কারণে কেহ কেহ এই ধারণা ব্যক্ত করিয়াছেন যে, তিনি বৃটিশ শক্তির ইঙ্গিতে অসহযোগ আন্দোলনের বিরোধিতা করিতেন (পাকিস্তান মেঁ আঈন কী তাদ্বীন আওর জাম্হুরিয়্যাত কা মাস্আলাঃ, পৃ. ১৪)। কিন্তু বাস্তব ঘটনা এই যে, তৎকালীন রাজনৈতিক নাযুক পরিস্থিতির সেই যুগে তিনি অধিক নিরাপদ পন্থায় অগ্রসর হওয়াকে মুসলমানদের জন্য কল্যাণকর বিবেচনা করিতেন। মুসলমানদের অর্থনৈতিক ও রাজনৈতিক উন্নতির লক্ষ্যে তাঁহার সম্মুখে একটি পরিকল্পনা ছিল। উক্ত পরিকল্পনার প্রধান ও গুরুত্বপূর্ণ দিকগুলিকে তিনি কলিকাতার হ'াজী লা'ল খানের নিকট ১৯ রাবী'-১ম, ১৩৩৯/১৯২০ সনে লিখিত একখানা পত্রে উল্লেখ করিয়াছিলেন (দাব্দাবাঃ-ই সিকান্দারী, রামপুর, ৩৯ জিল্দ, ১৭ সংখ্যা, ১৩৩১/১৯১২)। এই ধারণাও সঠিক নহে যে, আহ্'মাদ রিদ'া খান দীন ইসলামের মধ্যে একটি নূতন ফির্ক'ার ভিত্তি স্থাপন করিয়াছেন (দ্র. বেরেলবী নিবন্ধ)। অবশ্য একথা সত্য যে, 'আলিমগণের আলোচ্য জামা'আতকে আহ্'মাদ রিদ'া খান বেরেলবীর প্রতি তাঁহাদের শ্রদ্ধাশীল হইবার কারণে বেরেলবী জামা'আত নামে অভিহিত করা হইয়া থাকে। অধিকন্তু কোনও কোনও মাস্আলাঃ-র ক্ষেত্রে অন্যান্য ফির্ক'াঃ-র 'আলিমগণের সহিত তাঁহাদের মতভেদ থাকিবার কারণে তাঁহাদের জন্য পৃথক পরিচিতি কায়েম হইয়া গিয়াছে।]

'আরবী ও ইসলামী জ্ঞান-বিজ্ঞানের বিভিন্ন শাখায় বুৎপত্তি অর্জনের পর আহ্'মাদ রিদ'া খান শিক্ষকতা, গ্রন্থ প্রণয়ন, ও ফাত্ওয়া লিখনে আত্মনিয়োগ করেন। তিনি জ্ঞান-বিজ্ঞানের বিভিন্ন শাখায় গ্রন্থ রচনা করেন (দ্র. পূ. গ্র.-এর পাদটীকা)। বিপুল সংখ্যক শিক্ষার্থী তাঁহার নিকট হইতে শিক্ষা লাভ করে। তাঁহার বেশ কিছু সংখ্যক কীর্তি ছাত্র ছিলেন। তাহাদের মধ্যে নিম্নোক্ত ব্যক্তিগণের নাম উল্লেখযোগ্যঃ হ'ামিদ রিদ'া খান (মৃ. ১৩৬২/১৯৪৩), জ'াফারু'দ-দীন বিহারী (মৃ. ১৩৮২/১৯৬২), সায়্যিদ আহ্'মাদ আশরাফ গী'লানী (মৃ. ১৩৪৪/১৯২৫), ইসলাম প্রচারক মাওলাবী 'আবদু'ল-'আলীম মীরাঠী (মৃ. ১৩৭৩/১৯৫২), বুরহানু'ল-হ'াক'ক' জাব্বালপূরী, মাওলাবী হ'সায়ন রিদ'া খান বেরেলবী, মুফ্তী আবূ য়ূসুফ মুহ'াম্মাদ শারীফ সিয়ালকোটী, মাওলাবী আমজাদ 'আলী (বাহার-ই শারী'আত গ্রন্থের লেখক), মাওলাবী ইমামু'দ-দীন সিয়ালকোটী, শায়খ মুহ'াম্মাদ সা'ঈদ শাফি'ঈ (পবিত্র মক্কার মুফ্তী), সায়্যিদ গু'লাম জান জাম যোধপূরী (দ্র. মাক'ালাত, ৩খ., ১৬-৩২।)

১২৯৪/১৮৭৭ সনে আহ্'মাদ রিদ'া খান স্বীয় পিতার সঙ্গে শাহ্ আল-ই রাসূল মারহারাবী (মৃ. ১২৯৭/১৮৭৯)-এর সমীপে উপস্থিত হইয়া তাঁহার হস্তে ক'াদিরিয়্যাঃ ত'ারীক'াঃয় বায়'আত গ্রহণ করেন। অতঃপর তিনি তাঁহার নিকট হইতে বিভিন্ন ত'ারীক'া-য় খিলাফাত ও ইজাযাত লাভ করেন। শাহ্ আল-ই রাসূল ব্যতীত অন্যান্য শায়খের নিকট হইতেও তিনি কোনও কোনও ত'ারীক'ায়, যেমন ক'াদিরিয়্যাঃ, চিশ্তিয়্যাঃ, সুহ্রাওয়ারদিয়্যাঃ, নাক'শ্-বানদিয়্যাঃ, 'আলাবি'য়্যাঃ প্রভৃতি ত'ারীক'াসমূহের ইজাযাত লাভ করেন (আল-ইজাযাতু'ল-মাতীনাঃ, পৃ. ৪০-৪১)।

১২৯৬/১৮৭৮ সনে আহ্'মাদ রিদ'া খান প্রথমবার হ'জ্জ পালন করিবার উদ্দেশ্যে স্বীয় পিতার সহিত পবিত্র মক্কায় গমন করেন। পবিত্র মক্কায় তাঁহার অবস্থানকালে তথাকার শাফি'ঈ 'আলিম শায়খ হ'সায়ন ইবন স'ালিহ' জামালু'ল-লায়ল তাঁহার জ্ঞান ও গুণাবলী দ্বারা বিশেষ প্রভাবিত হন এবং তিনি তাঁহার প্রশংসা করেন ও তাঁহার প্রতি সম্মান দেখান। শায়খ হ'সায়ন ইবন স'ালিহ' তৎকর্তৃক রচিত আল-জাওহারাতু'ল-মুদ'ীআঃ গ্রন্থের আরবী ব্যাখ্যা রচনা করিবার জন্য মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খানকে অনুরোধ করিলে তিনি মাত্র দুইদিনের মধ্যে উক্ত গ্রন্থের ব্যাখ্যা রচনা করত উহার রচনা সন প্রকাশক নাম রাখেন আন-নায়্যিরাতু'ল-ওয়াদ'ীআঃ ফী শারহি'ল-জাওহারাতি'ল-মুদ'ীআঃ (১২৯৫/১৮৭৮)। পরবর্তী কালে তিনি উহার সহিত বিভিন্ন টীকা ও পরিশিষ্ট সংযোজিত করত উহার রচনা সন প্রকাশক নাম রাখেন আত'-তু'রারাতু'র-রাদি'য়্যাঃ 'আলা'ন-নায়্যিরাতি'ল-ওয়াদি'য়্যাঃ (১৩০৮/১৮৯০ দ্র. তায্'কি'রাঃ-ই 'উলামা-ই হিন্দ, পৃ. ১৬)। ১৩২২/১৯০৫ সনে তিনি দ্বিতীয়বার হ'জ্জ পালন ব্যাপদেশে পবিত্র মক্কায় গমন করেন। পবিত্র মক্কা ও পবিত্র মদীনার শীর্ষস্থানীয় 'আলিমগণ তাঁহার প্রতি সম্মান প্রদর্শন করেন। মক্কার 'আলিমগণ নোট (কাগজের মুদ্রা) সম্বন্ধে তাঁহার নিকট ফাত্ওয়া চাহেন। উল্লেখ্য যে, তৎকালে কাগজের মুদ্রা সম্পর্কিত সমস্যাটি পবিত্র মক্কা ও পবিত্র মদীনার 'আলিমগণের সম্মুখে একটি কঠিন সমস্যারূপে পরিদৃষ্ট হয়। মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খান কোনও গ্রন্থের সাহায্য ব্যতিরেকে শুধু স্বীয় স্মৃতিশক্তির উপর নির্ভর করিয়া 'আরবী ভাষায় উহার উত্তর লিখিয়া উহার রচনা সন প্রকাশক নাম রাখেন কিফ্লু'ল-ফাক'ীহি'ল-ফাহিম ফী আহ্'কামি কি'র্ত'াসি'দ-দারাহিম (১৩২৪/১৯০৬); (দ্র. নুযহাতু'ল-খাওয়াতি'র, ৮খ., পৃ ৩৯, ৪১; কিফ্লু'ল-ফাক'ীহ্, পৃ. ১৬৭)। ভারতবর্ষে প্রত্যাবর্তনের পর তিনি উপরিউক্ত উত্তরের একখানা পরিশিষ্ট রচনা করেন এবং উহার রচনা-কাল-প্রকাশক নাম রাখেন কাসিরু'স-সাফীহি'ল- ওয়াহিম ফী ইবদালি কি'র্ত'াসি'দ-দারাহিম (১৩২৯/১৯১১)। অতঃপর তিনি উক্ত পরিশিষ্টের উর্দূ অনুবাদ রচনা করত উহার রচনা সন প্রকাশক নাম রাখেন আয'-য'ায়লু'ল-মানূতি'র- রিসালাতি'ন-নূত' (১৩২৯/১৯১১ সন)।

আহ্'মাদ রিদ'া খান পবিত্র মক্কার 'আলিমগণের আরেকটি ফাতওয়ার জওয়াবে আরেকখানা পুস্তিকা রচনা করেন। তিনি উহার রচনা সন প্রকাশক নাম রাখেন আদ-দাওলাতু'ল-মাক্কিয়্যাঃ বি'ল-মাদ্দাতি'ল- গ'ায়বিয়্যাঃ (১৩২৩/১৯০৫)। উক্ত পুস্তিকায় তিনি অদৃশ্য বিষয়াবলী সম্পর্কিত জ্ঞান বা 'ইল্ম-ই গ'ায়ব সম্বন্ধে পাণ্ডিত্য ও গবেষণাপ্রসূত আলোচনা করিয়াছেন। পবিত্র মক্কা ও পবিত্র মদীনার 'আলিমগণ উক্ত পুস্তিকা বিষয়ে যে প্রশংসাসূচক মন্তব্য করিয়াছেন, তদ্দারা উহার গুরুত্ব উপলব্ধি করা যায় (দ্র আল-ফুয়ূদ'াতু'ল-মাক্কিয়্যাঃ, পৃ. ৪-১৬১, ৪৫৮-৫৪৩।

পবিত্র মক্কা ও পবিত্র মদীনার 'আলিমগণ আহ্'মাদ রিদ'া খানকে অত্যন্ত সম্মান ও মর্যাদার চক্ষে দেখিতেন। ফাত্ওয়া লিখনশাস্ত্রে আহ্'মাদ রিদ'া খান তাঁহার সমসাময়িক 'আলিমগণের মধ্যে বৈশিষ্ট্যের অধিকারী ছিলেন। 'আল্লামাঃ ইক'বালও স্বীয় রচনায় তাঁহার ফাক'ীহ্-সুলভ যোগ্যতার কথা উল্লেখ করিয়াছেন।ড. 'আবিদ আহ্'মাদ 'আলী-র বর্ণনামতে একদা 'আল্লামাঃ ইক'বাল মাওলাবী আহ্'মাদ রিদ'া খান সম্বন্ধে তাঁহার একটি মাজলিসে মন্তব্য করিয়াছিলেন : "আহ্'মাদ রিদ'া খান কীরূপ উচ্চ পর্যায়ের ইজতিহাদী যোগ্যতার অধিকারী ছিলেন এবং তিনি ভারতীয় উপমহাদেশের কীরূপ যুগশ্রেষ্ঠ বিজ্ঞ পণ্ডিত এবং অনন্যসাধারণ 'আলিম ও ফাক'ীহ্ ছিলেন, তাঁহার ফাত্ওয়াসমূহ অধ্যয়ন করিলে তৎসম্বন্ধে ধারণা লাভ করা যায়" (দ্র. মাক'ালাত, ৩ খ., ১০-১১)। আহ্'মাদ রিদ'া খান পঞ্চাশ বৎসরের অধিক কাল ধরিয়া ফাত্ওয়া লিখনকার্য সম্পাদন করিয়াছেন (হ'য়াত-ই আ'লা হ'াদ্'রাত, পৃ. ২৮০)।

আহ্'মাদ রিদ'া খানের বিশেষ পাণ্ডিত্যময় রচনাবলীর মধ্যে ফিক'হ্ শাস্ত্রীয় জাদ্দু'ল-মুমতার এবং ফাতাওয়া-ই রিদ্'বি'য়্যাঃ নামীয় গ্রন্থদ্বয় ব্যতীত কু'রআন মাজীদের তরজমার নামও বিশেষভাবে উল্লেখযোগ্য। উক্ত তরজমা ১৩৩০/১৯১১ সনে কানযু'ল-ঈমান ফী তারজামাতি'ল- কু'রআন নামে প্রকাশিত হইয়াছে। মাওলাবী

ব্রতী ব্যক্তিদের উদ্যান)" মুহ'াম্মদ শাহের জন্য রচিত সূ'ফীবাদ সম্পর্কে একটি চমৎকার ভূমিকাসহ সূ'ফী কবিদের জীবনী (lith. ১৩০৫, তেহরান ১৩৩৬-৪০/১৯৫৭-৬১ সালে তেহরানে মুদ্রিত, ২খ, ৬)। এখানি মাজমা'উ'ল-ফুস'াহ'া'র ("বাগ্মী ব্যক্তিদের সম্মেলন") সহিত ঘনিষ্ঠভাবে সম্পর্কযুক্ত ফারসী কাব্যের ইতিহাসের জন্য প্রাথমিক গুরুত্বসম্পন্ন (lith, তেহরান ১২৯৪, ২খ, পত্রক)। এই লেখকের শ্রেষ্ঠ রচনা এই শেষ গ্রন্থখানাতে ফারসী কাব্যের ইতিহাস সম্বন্ধে একটি সাধারণ ভূমিকার পর সকল কবির জীবনী এবং সকল নির্বাচিত কবিতা স্থান পাইয়াছে (প্রথম অংশ হইতে রাজকবিগণের): শেষের দিকে একটি আত্মজীবনী ও হিদায়াতের কবিতার একটি সংকলন রহিয়াছে (২খ, ৫৮১-৬৭৮ : একটি আত্মজীবনী এবং ফারস-নামা-য়ি.. ন'াসিরী -এর লেখক কর্তৃক পুনরুল্লিখিত কিছু সংখ্যক চরণ, ২খ, ১২৫)। এই শেষ দুইটি গ্রন্থের জন্য প্রয়োজনীয় গবেষণায় দেখা যায় হিদায়াত রচনার সময় তাঁহার কাছে পর্যাপ্ত সংখ্যক অভিধান ছিল না। তিনি তাঁহার ফারহাঙ্গ-ই-আনজুমান-আরা-য়ি নাসি'রী (lith. ১৩৩১) দ্বারা ইহার অভাব পূরণ করিতে ইচ্ছা পোষণ করিতেন। ইহার ভূমিকায়-প্রাচীন কবিদের কবিতা হইতে উদ্ধৃতিসহ প্রত্যেকটি ফারসী শব্দের বিভিন্ন অর্থ উল্লেখ করিয়াছেন। মাদারিজু'ল-বালাগ'া: (লিথ. ১৩৩১) নামীয় গ্রন্থটি বিভিন্ন কবিতা হইতে গৃহীত বহুসংখ্যক উদাহরণসহ অলঙ্কারশাস্ত্র সংক্রান্ত এবং কাব্য সংক্রান্ত শব্দে একখানা শব্দকোষ। পরিশেষে হিদায়াতের নিকট মানুচিহ্রীর দীওয়ান (Lith, তেহরান ১২৯৭) ক'াবূস-নামা: (ঐ, ১২৭৫) এবং মুহ'াম্মদ যায়দারীর (মৃত্যুর পর প্রকাশিত তেহরান ১৩০৮) নাফছ'াতু'ল-মাস'দূরের খওয়ারাযমী সাম্রাজ্যের পতনের ইতিহাস রচয়িতার মৃত্যুর পরে প্রকাশিত ৭, তেহরান ১৩০৮) প্রথম সংস্করণগুলির জন্য আমরা তাঁহার নিকট ঋণী। ইহার আত্মজীবনীমূলক বৈশিষ্ট্য আকর্ষণীয়। "খওয়ারাযম যাত্রার একটি বর্ণনা" (সাফারনামা-য়ি খাওয়ারাযম, সম্পা. এবং অনু. Schefer, in PELOV, প্যারিস ১৮৭৯ খৃ.) তাঁহার গ্রন্থগুলির মধ্যে একটি বিশেষ মর্যাদা লাভ করিয়াছে। তিনি ১৮৫১ সালে তেহরান ও খীভার রাজদরবারের মতবিরোধ নিষ্পত্তি করার জন্য প্রেরিত রাজদূত হিসাবে এই ভ্রমণটি শুরু করেন। এই ভ্রমণ বৃত্তান্তটি খানাতদের ইতিহাস সম্বন্ধে একটি খুব গুরুত্বপূর্ণ দলীল এবং পরবর্তীকালের পারস্য দেশীয় ঐতিহাসিকগণ ইহা ব্যবহার করিয়াছেন (বিশেষভাবে মুহ'াম্মদ হ'াসান খান [দ্র.])। মূল্যবান ঐতিহাসিক, প্রত্নতাত্ত্বিক এবং ভৌগোলিক বিষয় ব্যতিরেকে গ্রন্থখানা, সাবলীল ও স্বাভাবিক রচনারীতিতে লিখিত, যুগটির আচার-ব্যবহার ও রীতি-নীতির গবেষণার জন্য (বিশেষভাবে ভ্রমণের অবস্থা) একটি অবদান। ইহাতে স্থানীয় জীবনযাত্রা পদ্ধতির সুন্দর চিত্র এবং মনোমুগ্ধকর প্রাকৃতিক দৃশ্যাবলী দেখিতে পাওয়া যায়। হিদায়াতের বংশধরগণের কয়েকজন সাহিত্য, রাজনীতি এবং প্রশাসনে উল্লেখযোগ্য ভূমিকা গ্রহণ করিয়াছিলেন।

গ্রন্থপঞ্জী : উল্লিখিত গ্রন্থাদি ছাড়াও : (১) Rieu, cat of Persian manuscripts in the British Museum, নির্ঘণ্ট; (২) Edwards, Persian Printed books in the British Museum; (৩) E.G. Browne, LHP, w (নির্ঘণ্ট এবং প্রতিকৃতি, ৩৪৪); (৪) Graph ২খ., নির্ঘণ্ট; (৫) de Gobinean, Trois ans en Asia (অধ্যায় "Les Catracteres"); (৬) S. Churchill, in JRAS (১৮৮৬ খৃ.), ১৯৬-২৯৪, (১৮৮৭ খৃ.) ১৬৩; (৭) A. Kegi, Riza Kuli xan als Dichter, in NZKM, x, (1897 খৃ.), ৬৩-৭১; (৮) নিজ'ামী-ই-'আরূদী, চাহার মাক'ালা: সম্পা. Browne, নির্ঘণ্ট, ৩২০, দ্র. মাজমা'উল-ফুস'াহ'া', storer, ১ম, ২২৪, ২৩৯, ৩৪২-৩, ৯০৬-১৩, ১২৪৬, (৯) E.I.2/510.

W. Masse (E.I.2)/মুহ. আবু তাহের

১/ **রিদ'া খান** (رضا خان) : মাওলাবী আহ'মাদ রিদ'া খান বেরেলাবী, জাতিগত পাঠান, মায'হাবগত হ'ানাফী ও তা'সা'ওউফ-ত'ারীক'াগত ক'াদিরিয়া: ছিলেন। তাঁহার পিতা নাকী 'আলী খান (মৃ. ১২৯৭/ ১৮৮০ সন) এবং তাঁহার পিতামহ রিদ'া 'আলী খান (মৃ. ১২৮২/১৮৬৫-১৮৬৬) লেখক, 'আলিম ও বুযর্গ ব্যক্তি ছিলেন। আহ'মাদ রিদ'া খান ১০ শাওওয়াল, ১২৭২/১৪ জুন, ১৮৫৬ সনে ভারতের উত্তর প্রদেশের অন্তর্গত রায়বেরেলী নামক স্থানে জন্মগ্রহণ করেন (তায'কিরা:-ই 'উলামা-ই হিন্দ, পৃ. ৯-১৫ , ৬৪, ২৪৪)। তাঁহার নাম রাখা হয় মুহ'াম্মাদ এবং তাঁহার জন্মসন প্রকাশক নাম রাখা হয় আল-মুখতার (প্রত্যেক আরবী বর্ণের জন্য নির্ধারিত স্বতন্ত্র সাংকেতিক মান অনুযায়ী এর সাংকেতিক মান দাঁড়ায়–১+৩০+৪০+ ৬০০+ ৪০০+১+২০০+১২৭২)। তাঁহার পিতামহ তাঁহার নাম রাখেন আহ'মাদ রিদ'া। পরবর্তীকালে স্বয়ং আহ'মাদ রিদ'া নিজের নামের সহিত 'আব্দু'ল-মুস'ত'াফা অংশ সংযোজিত করেন (হ'াদাইক'-ই বাখশিশ, পৃ. ৮০; কারামাত-ই আ'লা হ'াদ'রাত, পৃ. ৮)।

আহ'মাদ রিদ'া খান একজন উচ্চ পর্যায়ের কবিও ছিলেন। কবিতা রচনায় তিনি 'রিদ'া' কবি-নাম ব্যবহার করিতেন। তাঁহার ভক্তগণ তাঁহাকে আ'লা হ'াদ'রাত বা অতি সম্মানিত ব্যক্তি নামে অভিহিত করিয়া থাকে (মুজাদ্দিদ-ই ইসলাম, পৃ. ২৬)। আহ'মাদ রিদ'া খান প্রচলিত 'আরবী ও ইসলামী জ্ঞান-বিজ্ঞান ও সাহিত্যের অধিকাংশ শাখায় ব্যুৎপত্তির অধিকারী ছিলেন। তিনি কোনও কোনও শাখায় সমসাময়িক 'আলিমগণের নিকট হইতে শিক্ষা লাভ করিয়াছিলেন এবং কোনও কোনও শাখায় ব্যক্তিগত অধ্যয়ন ও চিন্তা-গবেষণার সাহায্যে ব্যুৎপত্তি, অর্জন করিয়াছিলেন (আল-ইজামাতু'ল-মাতীনা:, পৃ. ৩৫-৩৯)। তিনি তাফসীর, হ'াদীছ', ফিক'হ, উসূ'ল, তর্কশাস্ত্র, গণিতশাস্ত্র, অলংকার শাস্ত্র ইত্যাদি পিতা নাকী 'আলী খানের নিকট হইতে শিক্ষা লাভ করেন। এতদ্ব্যতীত তিনি শাহ আল-ই রাসূল (মৃ. ১২৯৭/১৮৭৯), শায়খ আহ'মাদ ইবন যায়নী দাহলান মাক্কী (মৃ. ১২৯৯/১৮৮১), শায়খ 'আব্দু'র র'হ'মান মাক্কী (মৃ. ১৩০১/১৮৮৩), হ'সায়ন ইবন স'ালিহ' মাক্কী (মৃ. ১৩০২/১৮৮৪) এবং শায়খ আবু'ল-হ'সায়ন আহ'মাদ নূরীর (মৃ. ১৩২৪/১৯০৬) নিকট হইতেও 'ইল্ম হাসিল করেন। তিনি বীজগণিত, রেখাগণিত ও পাটীগণিত, যুক্তিবিদ্যা ও তর্কশাস্ত্র, গ্রহ-নক্ষত্রের অবস্থান বিদ্যা বা পঞ্জিকা বিদ্যা, সমতল ত্রিভুজ বিদ্যা, অসমতল ত্রিভুজ বিদ্যা, চতুর্ভুজ বিদ্যা, আধুনিক জ্যোতির্বিদ্যা, ভবিষ্যত গণনাশাস্ত্র ইত্যাদি বিভিন্ন বিদ্যা ব্যক্তিগত অধ্যয়ন দ্বারা অর্জন করিয়াছিলেন পূ গ্র. পৃ. ৩৫ ৩৯)।

ইসলামী বিশ্বকোষ
[২২শ খণ্ড]
ইসলামী বিশ্বকোষ প্রকল্প

প্রকাশকাল
জুমাদা'ল-আওওয়াল ১৪১৭
আশ্বিন ১৪০৩
সেপ্টেম্বর ১৯৯৬

ই.বি.প্র. প্রকাশনা ২৯
ই.ফা.বা. প্রকাশনা ১৮৪৮
ই.ফা.বা. গ্রন্থাগার ২৯৭.০৩
I.S.B.N. 984-06-0145-8
বিষয় : ইসলাম-বিশ্বকোষ ও অভিধান

প্রকাশক
আবু সাঈদ মুহাম্মদ ওমর আলী
পরিচালক (চলতি দায়িত্ব)
ইসলামী বিশ্বকোষ প্রকল্প
ইসলামিক ফাউন্ডেশন বাংলাদেশ
বায়তুল মুকাররম, ঢাকা-১০০০

কম্পিউটার কম্পোজ
মাশরো প্রিন্টিং এণ্ড প্যাকেজিং লিঃ
৬৭/৩, পাইওনিয়ার রোড,
কাকরাইল, ঢাকা-১০০০

মুদ্রণ
হক প্রিন্টার্স
১৪৩/১, আরামবাগ, ঢাকা-১০০০

বাঁধাই
আল-আমিন বুক বাইণ্ডিং ওয়ার্কস
৮৫, শরৎগুপ্ত রোড, নারিন্দা, ঢাকা-১১০০

প্রচ্ছদ
গ্রাফিক আর্টস (জু)
২৫, দিলকুশা বা/এ, ঢাকা-১০০০

মূল্য : পাঁচ শত নব্বই টাকা মাত্র

ISLAMI BISHWAKOSH : The Encyclopaedia of Islam in Bengali, 22th vol. compiled and edited by the Board of Editors and published by A.S.M. Omar Ali on behalf of the Islamic Foundation Bangladesh under the Encyclopaedia of Islam Project. September 1996

Price Tk. 590.00

U.S.$: 30.00

الموسوعة الاسلامية
باللغة البنغالية
المجلد الثانی والعشرون

ইসলামী বিশ্বকোষ

[২২শ খণ্ড]

য়া–রোহিলা

সম্পাদনা পরিষদের তত্ত্বাবধানে সংকলিত ও তৎকর্তৃক সম্পাদিত

ইসলামী বিশ্বকোষ প্রকল্প
ইসলামিক ফাউন্ডেশন বাংলাদেশ

نوٹ: انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (بنگالی) جلد ۲۲ صفحات ۴۰۸ تا ۴۱۲ کا عکس جس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا ذکر ''رضا خاں'' کے عنوان سے ہے۔ ادارہ سے اس کے فراہمی کے لئے محترم مولانا نظام الدین رضوی صاحب، سیکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن چٹاگانگ و استاذ جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ سولہ شہر چٹاگانگ کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ (وجاہت)

سورۂ فاتحہ کا بنگلہ زبان میں ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

(আল্লাহ্‌র নামে আরম্ভ, যিনি অত্যন্ত দয়ালু, পরম করুণাময়)

১। সমস্ত প্রশংসা আল্লাহ্‌র জন্য ; যিনি সমস্ত জগদ্বাসীর মালিক (প্রতিপালক),	اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ
২। পরম দয়ালু, করুণাময়:	الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ
৩। প্রতিদান-দিবসের মালিক।	مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ
৪। আমরা শুধু তোমারই এবাদত করি এবং কেবল তোমারই সাহায্য প্রার্থনা করি।	اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ
৫। আমাদেরকে সোজা পথে পরিচালিত কর!	اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ
৬। তাদের পথে, যাদের উপর তুমি অনুগ্রহ করেছ।	صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۙ
৭। তাদের পথে নয়, যাদের উপর ক্রোধ নিপতিত এবং যারা পথ ভ্রষ্ট (তাদের পথেও নয়)। আমিন !	غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۠

معارف رضا

2005----------------1981

شمارہ نمبر	سال	مرتبین
جلد اول	۱۹۸۱/ ۱۴۰۲ھ	سید ریاست علی قادری/ مولانا محمد اطہر نعیمی
جلد دوم	۱۹۸۲/ ۱۴۰۳ھ	سید ریاست علی قادری
جلد سوم	۱۹۸۳/ ۱۴۰۴ھ	//
جلد چہارم	۱۹۸۴/ ۱۴۰۵ھ	//
جلد پنجم	۱۹۸۵/ ۱۴۰۶ھ	سید ریاست علی قادری/ ڈاکٹر مجید اللہ قادری
جلد ششم	۱۹۸۶/ ۱۴۰۷ھ	// //
جلد ہفتم	۱۹۸۷/ ۱۴۰۸ھ	// //
جلد ہشتم	۱۹۸۸/ ۱۴۰۹ھ	// //
جلد نہم	۱۹۸۹/ ۱۴۱۰ھ	// //
جلد دہم	۱۹۹۰/ ۱۴۱۱ھ	// //
جلد ۱۱	۱۹۹۱/ ۱۴۱۲ھ	// //
جلد ۱۲	۱۹۹۲/ ۱۴۱۳ھ	سید وجاہت رسول قادری/ ڈاکٹر مجید اللہ قادری
جلد ۱۳	۱۹۹۳/ ۱۴۱۴ھ	// //
جلد ۱۴	۱۹۹۴/ ۱۴۱۵ھ	// //
جلد ۱۵	۱۹۹۵/ ۱۴۱۶ھ	// //
جلد ۱۶	۱۹۹۶/ ۱۴۱۷ھ	// //
جلد ۱۷	۱۹۹۷/ ۱۴۱۸ھ	// //
جلد ۱۸	۱۹۹۸/ ۱۴۱۹ھ	// //
جلد ۱۹	۱۹۹۹/ ۱۴۲۰ھ	// //
جلد ۲۰	۲۰۰۰/ ۱۴۲۱ھ	// //
جلد ۲۱	۲۰۰۱/ ۱۴۲۲ھ	// //
جلد ۲۲	۲۰۰۲/ ۱۴۲۳ھ	// //
جلد ۲۳	۲۰۰۳/ ۱۴۲۴ھ	// //
جلد ۲۴	۲۰۰۴/ ۱۴۲۵ھ	// //
جلد ۲۵	۲۰۰۵/ ۱۴۲۶ھ	// //